



ارشاد فیض بنیاد

شیخ طریقت غوث نام ہادینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت
مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادا م الدیوبند
منگرا نوال ضلع اعظم گڑھ۔ یو پی

یہ ڈاکٹر محمد مطیع الرحمن صاحب نے اپنے ویسی لکھ کر
ایک بڑی کمی پوری کر دی۔ اس کتاب کا بڑا محرک ڈاکٹر
صاحب کا دینی شغف اور اہل اللہ سے محبت معلوم ہوتا
اللہ جل شانہ! آجور کا مستحق بنائے اور نفع ہو۔

محمد سعید خاں

نزد جامع مسجد اعظم گڑھ
۸ جون ۱۹۷۳ء

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

یدِ بیضائے مدیٹھے ہیں آستینوں میں

جلا سکتی ہے شمعِ گشتہ کو موجِ نفسِ ان کی
الہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمتِ فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہرِ بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضائے مدیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونقِ انجن کی ہے انہیں خلوتِ گزینوں میں
کسی ایسے شر سے پھونک اپنے خرمینِ دل کو
کہ خورشیدِ قیامت بھی ہوتیرے خوش چہنیوں میں

(حکیم الامت علامہ اقبال)

عرض حال

129543

انیسویں صدی عیسوی کے بلند پایہ شیخ طریقت عاشق صادق اور باکمال شاعر قطب الشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی قدس سرہ ۱۸۲۵ء میں چائنگام میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۶ء میں ان کا کلکتہ میں انتقال ہوا۔ نعتیہ کلام پر مشتمل ان کا فارسی دیوان پہلی بار کلکتہ سے ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا اور تیسری بار ۱۹۳۵ء میں کانپور سے۔

اگست ۱۹۶۹ء میں جب ہادینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں قبلہ عالم قدس سرہ خانقاہ بنڈیل شریف ضلع ہوگلی میں مقیم تھے اور انٹر کے فضل و کرم سے اس ناچیز کو خدمت عالی میں پہلی بار حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، تو حصول شرف بیعت سے ایک روز قبل بدھ ۶ اگست ۱۹۶۹ء کو دیہان کبھی مطبوعہ ۱۹۳۵ء کا ایک نثر و قی مطالعہ کے لئے عنایت ہوا۔ اور پینڈہ واپس ہونے سے قبل کلکتہ جا کر دلی وال قبرستان، منشی بارالین، انکلا کلکتہ ملائیں حضرت ولیؒ کے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ اوار

Marfat.com

Marfat.com

۱۱ اگست ۱۹۶۹ء کو مانگ تڑ میں حضرت ویسی کے مزار مبارک پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

دیوان ویسی میں دیئے ہوئے چند ناکمل پرانے پتوں کی مدد سے کچھ دشواری کے بعد اکتوبر ۱۹۶۹ء میں رابعہ ننگال بی بی زہرا قدس سرہا کے پوتے جناب سید عبدالمتین صاحب مدظلہ سے رابطہ قائم ہوا اور کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔ نومبر ۱۹۶۹ء میں دیوان ویسی کا ایک نسخہ کلکتہ سے منگوا یا حضرت صوفی صاحب کے سلسلہ سے وابستہ ایک بزرگ ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ، گوثرہ نشین خانقاہ کان کھولی شریف۔ گارڈن ایرج کلکتہ نے ۱۹۵۵ء میں حضرت صوفی صاحب قدس سرہا کے متعلق ایک مختصر مگر نہایت ہی کارآمد تصنیف حیات ویسی کے نام سے بنگلہ اور اردو میں شائع کیا تھا۔ اس کا ایک نسخہ ۱۹۶۶ء کے موسم گرما میں اعظم گڑھ کے ایک صاحب ذوق وکیل کے یہاں دیکھنے کا موقع ملا۔ میری گزارش پر مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ نے اس کتاب کا ایک نسخہ روانہ کیا، جو ۸ اگست ۱۹۷۲ء کو ملا۔

مارچ ۱۹۷۳ء میں شجرہ طریقت کی ترتیب و تدوین کے بعد قطب ارشاد حضرت عوفی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہا کے حالات اور ان کی شاعری کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ ۱۹۷۴ء کے موسم گرما میں کتاب تیار ہو گئی اور اس کا مسودہ صاف کر کے اوائل جون ۱۹۷۴ء میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہا کی خدمت بایرکت میں اعظم گڑھ حاضر ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے مختلف نشستوں میں بکمال توجہ و محبت

کتاب کے مسودہ کی سماعت فرمائی۔ لفظ ویسی کی تحقیق کے سلسلہ میں دارالمصنفین کی لائبریری سے کتاب میں منگو کر پوری طرح اطمینان حاصل کیا۔ کہیں کہیں عبارت میں زمیم و تنبیح کیا۔ غلطیوں کی تصحیح فرمائی۔ کتاب کو پسند فرمایا۔ مسرت شادمانی کا اظہار فرمایا اور محترم المقام جناب باذمہ اسرار الحق خاں صاحب کی گزارش پر ۸ جون ۱۹۶۷ء کو کتاب کے متعلق چند دعائیہ کلمات بھی تحریر فرمائے۔

آئینہ ویسی کا جو ابتدائی مسودہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی منظوری کے لئے پیش کیا گیا تھا وہ زیر نظر کتاب کا صرف ایک تہائی حصہ تھا۔ اعظم گڑھ سے واپسی کے بعد کتاب کی طباعت و اشاعت میں تاخیر ہوئی اور اسی دوران بنگال کے چند بزرگوں سے خط و کتابت کا سلسلہ قائم ہوا اور امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید کے خلفا اور ان کے متوسلین کے متعلق گرانقدر معلومات حاصل ہوئیں جن کا کچھ حصہ کتاب میں شامل کرنا مناسب سمجھا۔

کتاب کے ابتدائی مسودہ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی کے آبائی وطن اسلام آباد چانگام کے متعلق دورِ اسلامی کے حالات بہت مختصر تھے لیکن بعد میں مختلف ذرائع سے مفصل معلومات حاصل ہونے پر تاریخی پس منظر، اسلامی اقتدار اور مذہبی خدمات کے تین ابتدائی ابواب کو قدرے شرح و بسط سے بیان کر کے چانگامی مسلمانوں کی اہمیت اور ان کی بیش بہا خدمات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے کئی بار اپنے پیرومرشد حضرت حافظ

حاجد حسن صاحب علوی کے حوالہ سے ارشاد فرمایا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی
 ولی اللہی شاخ میں امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے حالات مطبوعہ میں
 اور تمام بزرگوں سے متعلق کتابیں باسانی مل جاتی ہیں۔ لیکن حضرت سید احمد شہیدؒ
 کے بعد کے سلسلہ کے بزرگوں کے حالات اور ان کے کارناموں کے متعلق کوئی کتاب
 موجود نہیں ہے۔ چنانچہ زیر نظر تصنیف میں جہاں امیر المؤمنینؒ کے نامور خلیفہ اور
 حضرت صوفی صاحبؒ کے پیرو مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے حالات
 درج کئے گئے ہیں۔ وہاں حضرت امیر المؤمنینؒ کے دوسرے خلفاء حضرت مولانا امام الدین
 بنگالیؒ حضرت مولانا کرامت علی جون پوریؒ اور حضرت گلزار طائر اور ان کے خلفاء
 اور متوسلین کے بھی مختصر حالات پیش کئے گئے ہیں۔

قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی قدس سرہ کے
 خلفاء میں حضرت مولانا شاہ محمد الوبکر صاحب صدیقیؒ اور شمس العلماء حضرت مولانا
 غلام سلیمان صاحب عبا شیخ اور ان دونوں بزرگوں کے خلفاء اور متوسلین کی
 ویں اور ادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سلسلہ عالیہ سے وابستہ بیسویں
 صدی عیسوی کی تین عظیم المرتبت ہستیوں حضرت سید عبدالباریؒ، حضرت
 حافظ حامد حسنؒ صاحب علویؒ اور حضرت مولانا محمد سعید خاں قبلہ عالم قدس
 سرہ کی گراں قدر خدمات اور ان کے شاندار اور زریں کار ناموں کو مفصل طور
 پر پیش کر کے حضرت صوفی صاحبؒ کے سلسلہ کے بزرگوں کے بارے میں کتاب
 کو بڑی حد تک جامع اور مکمل بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ابتدائی مسودہ میں

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ان تینوں کے بزرگوں کے حالات شامل نہ تھے۔ ممکن ہے کہ ان تینوں بزرگوں کے سلسلہ میں بعض تفصیلی حالات عام لوگوں کے لئے بہت زیادہ دلچسپی کا باعث نہ ہوں۔ لیکن سلسلہ سے وابستہ لوگوں کے لئے ان باتوں کی بڑی اہمیت ہے اور گزرنے والے دور میں جب ملتِ اسلامیہ کی تادمِ تاریخ مرتب کی جائے گی اور ہندوستان میں اجبائے اسلام کی تحریکوں کا جائزہ لیا جائے گا، تو اس وقت ان باتوں کی بہت زیادہ اہمیت ہوگی اور جہاں تک راقم السطور کا تعلق ہے

لذیذ بود حکایت درازتر گفتم

آئینہ ولیسی کے دوسرے حصہ میں قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسیؒ کی فارسی شاعری اور ان کے نعتیہ کلام کا مختلف زاویہ نگاہ سے جائزہ لیا گیا ہے اور دوسرے اساتذہ فارسی کے کلام سے ان کے اشعار کا مقابلہ اور موازنہ کر کے ان کلاسیکی شاعری کی قدر و قیمت واضح کرنے اور فارسی شاعری کی حیثیت سے ان کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر عنوان کے تحت ان کے کلام کا کافی نمونہ پیش کیا گیا ہے اور اخیر میں ان کی ۲۷ مکمل غزلیں پیش کی گئی ہیں۔ تاکہ ان مکمل غزلوں کی روشنی میں حضرت صوفی صاحبؒ کی فارسی شاعری اور ان کی غزل گوئی کے محاسن کا اندازہ لگایا جاسکے۔

آئینہ ولیسی کی ترتیب و ندرین میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

یا جن حضرات کے خطوط کی روشنی میں کوئی واقعہ درج کیا گیا ہے۔ ہر جگہ

فٹ نوٹ میں اُس کا مفصل حوالہ دیا گیا ہے اور کتاب کے آخر میں کتابیات کے عنوان سے اُن تمام کتابوں کے نام مقام اور سال اشاعت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں اور اسی عنوان کے تحت اُن ۳۲ آدمیوں کے نام اور پتے بھی دیئے گئے ہیں، جن کے خطوط سے مدد لی گئی ہے۔ جن دوستوں اور بزرگوں نے مزارات وغیرہ کے عکس بھیجے ہیں ان کے نام اور پتے بھی ایک الگ عنوان کے تحت درج کر دیئے گئے ہیں۔

ادبی، مذہبی اور سیاسی شخصیتوں، تاریخی اور جغرافیائی ناموں کی فہرستی حوالوں کے ساتھ فٹ نوٹ میں وضاحت کی گئی ہے جس سے پڑھنے والوں کو اسلی ہو اور اگر خواہش ہو تو اُس سلسلہ میں متعلقہ کتابوں کا براہ راست مطالعہ کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کر سکیں۔

ہر جگہ بھری سال کے ساتھ عیسوی سال اور کہیں کہیں ضرورت کے لحاظ سے ہنگامہ فصلی سال بھی دیا گیا ہے تاکہ سال اور تاریخ کے تطابق میں آسانی ہو متعلقہ علاقوں اور مقامات کی وضاحت کے لئے کتاب میں کل ۷۱ نقشے دیئے گئے ہیں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کی بڑے بڑے بزرگوں کی تحریر اور ان کے دستخط بزرگوں کے مزارات اور چند کتابوں کے صفحات کے کل ۲۱ عکس کتاب میں پیش کئے گئے ہیں۔

کتاب کا بیشتر حصہ چھپنے کے بعد جو ضروری باتیں معلوم ہوئی ہیں، وہ اور

۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ = ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو ہادیانہ و مرشدانہ الحاج الحافظ صاحب

مولانا محمد سعید خان صاحب قبلہ عالم قدس سیرۃ کے انتقال پر ملال اور منگراؤں
 ضلع عظیم گڑھ میں اُن کی تدفین اور ہزار مبارک کے متعلق تمام حالات کتاب کے
 اخیر میں بطور نمبر پیشال کر دیئے گئے ہیں۔

آئینہ وسیعی اعلیٰ حضرت پروردگار قبلہ عالم قدس سیرۃ کی نگاہ
 کرم اور اُن کی دعلے نیم شبی کی برکتوں کا نتیجہ ہے۔ گرچہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس
 سیرۃ نے اپنے ایک ناچیز اور ادنیٰ ترین غلام کی کاوشوں کے تقریباً تمام حصے کا
 مطالعہ فرمایا تھا اور انہیں بہ نظر استحسان دیکھا تھا۔ لیکن کتاب کو آخری شکل میں
 دیکھنے سے تقریباً ۴۰ روز قبل وہ اپنے مولا سے جا ملے۔ کتاب کی اشاعت میں جو
 غیر معمولی تاخیر ہوئی اس میں میری کوتاہی سے زیادہ میری بے بسی کا دخل ہے۔

ناچیز راقم التطور کو اپنی بے لباغی اور کم مانگی کا مکمل احساس ہے۔
 حتیٰ الامکان کتاب کو مفید اور کارآمد بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کالج میں
 درس و تدریس کے مشاغل اور بعض انتظامی امور کی ذمہ داریوں کے ساتھ آئینہ وسیعی
 کی کتابت اور طباعت کی ہر منزل میں سارا کام خود تنہا انجام دینا پڑا ہے۔

حضرت صوفی سعید فتح علی صاحب وسیعی قدس سیرۃ کے حالات کے
 سلسلہ میں مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ کی کتاب حیات وسیعی نے بنیاد کا
 کام کیا ہے۔ مولانا نے اپنے بہت سے خطوط کے ذریعہ میری مدد کی ہے اور بہت افزائی
 بھی۔ ڈھاکہ سے محترم المقام الحاج الحافظ مولانا سعید ابوالعشر محمد بشیر الدین
 صاحب اداام اللہ فیوض نے کتاب کی ترویج کے سلسلہ میں تقریباً ۳۵ خطوط لکھے۔

کتابیں بھیجیں۔ بزرگوں کے مزارات اور کتابوں کے عکس روانہ کئے۔ دوسروں سے خطوط لکھوائے۔ حضرت صوفی صاحب کی اولاد اجداد اور ان کے خلفاء مریدین اور توسلین کے حالات مرتب کرنے میں مجھے مولانا محترم کے خطوط سے بہت مدد ملی ہے۔

مولانا محمد اطہار الحق صاحب کے خطوط سے ملے پاش (پرکنہ نظام پور) ضلع چانگام، مولانا عبدالشہان صاحب کے خطوط سے فرزند شریف ضلع ہوگلی اور ڈاکٹر محمد بوتاب صاحب کے خطوط سے منگل کوٹ ضلع بردوان اور وہاں کے بزرگوں کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہوئیں۔ میری گزارش پر میرے برادر طہقت اور کرم فرما جناب حاجی غلام کبریا صاحب نے ڈھاکہ سے سید مرتضیٰ علی کی کتاب "ہسٹری آف چٹاگانگ" کی ایک جلد روانہ کی۔ جس سے ابتدائی ابواب کی ترتیب اور اضافہ میں بہت مدد ملی۔

محبت گرامی قدر جناب الحاج پروفیسر سید شاہ امین احمد صاحب کاظمی صدر شعبہ عربیہ پٹنہ یونیورسٹی سے مدد رسول حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اور عربی ڈاکٹر سید انوار احمد صاحب صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج سے حضرت شیخ یوسف گدا اور ان کی کتاب تحفۃ المضاعج کے متعلق میری معلومات میں اضافہ ہوا اور مدد ملی۔ عربی ڈاکٹر حبیب المرسلین صاحب لکچر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسٹی نے آئینہ دلیری کے آخر میں حضرت دلیری کی کئی غزلوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کا مفید مشورہ دیا۔ میرے اقل کے لوا سے الحاج باب

محمد اسرار الحق خان صاحب محترم نے حضرت حافظ حامد حسن صاحب ^{علوی} کے خلفاء کی فہرست روانہ کی۔ میں ان تمام حضرات کا ممنون احسان ہوں۔ ان کے علاوہ جن بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں نے کسی طرح سے بھی اس کتاب کی تدوین میں میری مدد کی ہے، خطوط لکھے ہیں۔ مزارات کے فکس بھیجے ہیں، مشورے دیئے ہیں۔ بہت افزائی کی ہے اور جن کی کتابوں سے میں نے مدد لی ہے، ان سب کا رہن منت اور شکر گزار ہوں۔

اس موقع پر جناب مولوی غفران احمد صاحب رضوی قادری مرحوم (پوکھریہ - تھانہ پوری - ضلع سیتا مڑھی - بہار) کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جنہوں نے بچپن میں اس ناچیز کو والد مرحوم کی نگرانی میں نہایت ہی خلوص اور محبت کے ساتھ فارسی زبان و ادب کی تعلیم دی تھی۔ وہ تعلیم آئینہ روی کی تدوین کے وقت کام آئی۔ اللہ پاک ان کی قبر کو اپنی رحمت کے پھولوں سے بھر دین اور ان کا مقام بلند فرمائیں۔

سگ درگہ ویسی اور غلامان
ناچیز

محمد مطیع الرحمن

دو ذی درستی قلیٹ، لاکا لچ کیا ونا
پلندہ نلا

انوار ۲۸ سفر المنظر ۱۳۹۶ھ
مطابق ۲۹ فروری ۱۹۷۶ء

آئینِ دینی

فہرست مضامین

حصہ اول

- ۱۔ اسلام آباد چانگام کا تاریخی پس منظر
- چانگام اور اراکان کے ساحل پر عرب مسلمانوں کی آمد ص ۱؛ مخدوم الملک
حضرت شرف الدین بہاری ص ۲؛ حضرت سید نختیار ماسی سوار ص ۳؛
حضرت صوفی سید محمد دائم ص ۴؛ حضرت بدر الدین بدر عالم ناہنگ
ص ۵؛ خواجہ شہاب الدین حنی گوڑ؛ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمٹانی ص ۶
ص ۷؛ شاہ رکن الدین رکن عالم ص ۸؛ حضرت جلال بخاری ص ۹؛ پیار
سید نصیر الدین ص ۱۰؛ سید قتال ص ۱۱؛ شاہ چاند اولیا ص ۱۲؛
شاہ محسن اولیا ص ۱۳؛ حضرت سلطان بایزید بسطامی ص ۱۴؛
شیخ فرید کاشمیر ص ۱۵؛ حضرت سید محمد یوسف شاہ پیر ص ۱۶؛
حضرت جلال جلی ص ۱۷؛ شاہ ملا مسکین ص ۱۸؛ شاہ عمر ص ۱۹؛ قاضی مہر گل ص ۲۰؛
حضرت حامد شاہ ص ۲۱؛ سہمی اولیا ص ۲۲؛ شاہ عین الدین ص ۲۳؛

شاہ احمد الشرح ؛ حضرت شاہ نانت اللہ صاحب نقشبندی مجددی رح ؛
 شاہ وعظ الدین ص ۴۳ ؛ مولانا سید محمد علی رح ؛ مولانا سید نور الحق رح ؛
 سید شاہ ابوالقاسم رح ص ۴۴ -

۲۔ چانگام پر اسلامی اقتدار

۴۵

نخز الدین مبارک شاہ ؛ علاء الدین حسین شاہ ص ۴۴ ؛ ناصر الدین
 نصرت شاہ ؛ داؤد خاں قرانی ص ۴۹ ؛ پرتگالی بحری قزاقوں کے مظالم ؛
 مغل صوبہ دار نواب اسلام خاں ص ۵۵ ؛ نواب قاسم خاں ؛ نواب ابراہیم خاں ؛
 نواب خاتہ زاد خاں ، نواب قاسم خاں جوئی

ص ۵۱ ؛
 ص ۵۳ ، نواب اسلام خاں شہیدی ص ۵۵ ، سلطان شجاع ص ۵۵ ؛ امیر الامر ، نواب
 شائستہ خاں ص ۵۸ ؛ چانگام پر مغل فوج کا حملہ اور قبضہ ص ۶۲ ؛ بزرگ خاں ؛
 میر تقی ؛ رام پور قبضہ ص ۶۴ ، جامع مسجد چانگام ص ۶۵ ، نصیر آباد کی مسجد ص ۶۶ ،
 جزہ خاں کی مسجد ص ۶۷ ، الساک کی مسجد ؛ دوہڑاری ؛ دیوان ہاٹ کی مسجد ص ۶۸ ؛
 مسجد چولابارا ؛ مسجد ولی بیگ خاں ؛ چارباہ کی مسجد ؛ مسجد قدم مبارک ؛ فوجدار
 یسین خاں ص ۶۹ ؛ آدھو خاں ؛ ضلع چانگام کی آبادی اور مسلمان ص ۶۹ ؛ چانگام
 میں حضرت عوفی سید فتح علی صاحب سیسی کا خاندان ص ۷۰ -

۳۔ چانگامی مسلمانوں کی مذہبی خدمات

۷۱

بنگال میں وشنوی تحریک کے اثرات ؛ سید سلطان رح ؛ شیخ برکات ص ۷۳ ؛
 حاجی محمد صاحب ؛ نصر اللہ خاں ص ۷۳ ؛ محمد خاں ص ۷۴ ؛ شیخ مطلب رح ص ۷۴ ؛

سید محمد شفیعؒ، عبدالحکیمؒ ص ۷۸، نواز ش خاں ص ۷۹، قمر علی، عبدالباقی

صلیؒ ص ۸۰، محمد فصیح، محمد جان، شیخ منصور، محمد وزیر علیؒ ص ۸۱، علاء

ص ۸۱، اخوندکار شاہ عبدالکلام ص ۸۲، علی رضا، سید محمد مقیمؒ ص ۸۶، محمد علی

عادل پوری ص ۸۷، سید نور الدینؒ ص ۸۷، خان بہادر حمید اللہ خاں نقشبندیؒ ص ۸۸

۴۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے بنگالی رفقاء کا ر_____ ۹۲

حضرت سید احمد شہید بریلویؒ، بنگالی مجاہدین، مولوی امام الدین بنگالیؒ ص ۹۶

۵۔ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ _____ ۱۰۲

حضرت سید احمد شہید بریلویؒ سے شرف بیعت، حاجی چاند جہاں، مولانا محوی

انصاریؒ ص ۱۰۳، نگر ضلع بیرکھوم، صوفی صاحبؒ کے انتقال کی تاریخ،

یرگنہ نظام پور، شیر شاہ سوری، نظام شاہ سوری نوگازل پور، اراکانی

راجاؤں پاکستانی اثرات، دولت وزیر بہرام خاں ص ۱۱۳، فتح آباد، میر سرائے

اوسے یاش ص ۱۱۴، صوفیہ روڈ، صوفیہ نوریہ مدرسہ، حضرت صوفی نور محمد صاحب

نظام پوریؒ کی ہمیشہ کی اولاد ص ۱۲۰، مولانا عبدالغنی صاحب مدظلہ، جامع

مسجد چانگام کی واگزار ص ۱۲۲، احادیث الخوانین، مولانا امام الدین بنگالیؒ

کا وطن ص ۱۲۴، ان کی وفات کی تاریخ، سعد اللہ پور ضلع نواکھالی، تبرکات

عالیہ ص ۱۲۷۔

حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ ص ۱۲۷، مولانا حافظ احمد

جون پوری ص ۱۲۸، مولانا حافظ عبدالرب جون پوریؒ ص ۱۳۳، مولانا شاہ محمد عقیوب

بدر پوریؒ ۱۳۲؛ حضرت مولانا شاہ گلزار مظاہر صلیا، ۱۳۶؛ خواجہ لاسیرؒ؛
 حضرت شاہ حسن اللہ صاحب صدیقی نقشبندیؒ ۱۳۷؛ شاہ عبدالعزیز صاحب
 مجددیؒ؛ جناب الحاج سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مدظلہ، ۱۳۹۔

۶۔ یو لوی سید وادش علی صاحبؒ _____ ۱۴۱

۷۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ونسیؒ کی پیدائش اور تعلیم _____ ۱۴۶

تاریخ پیدائش؛ مدرسہ ہرہہ ضلع ہڑدہ ۱۳۷؛ حضرت مولانا

شاہ صوفی غلام قادر صاحبؒ؛ فارسی زبان و ادب پر عبور کامل۔

۸۔ حصول بیعت اور تعلیم طریقت _____ ۱۴۸

۹۔ سلاسل طریقت _____ ۱۴۹

طریقہ عالیہ نقشبندیہ؛ طریقہ عالیہ قادریہ؛ طریقہ عالیہ چشتیہ

۱۰۔ ملازمت _____ ۱۵۰

نواب واجد علی شاہ اختر والی اودھ ۱۵۱؛ ٹیپا برنج ۱۵۲؛ پرنسپل

پیشن آفس ۱۵۳؛ ملازمت سے استعفا

۱۱۔ شادی _____ ۱۵۴

بی بی فاطمہ قیس بیگم؛ سرکار شریف آباد؛ مخدوم شاہ محمد غزنوی عرف

راہی پیرج؛ شاہ عبداللہ گوبرانیؒ ۱۵۶

حضرت مولانا شیخ حمید الدین دانشمند جگانیؒ ۱۵۷؛ حضرت امام ربانی

سرمندیؒ سے ملاقات اور شرف بیعت ۱۵۸؛ شہزادہ خرم شاہ جہاں

کی دربار میں حاضری منہ ۱۶؛ شاہ جهانی مسجد، پیر لوپھر منگل کوٹ ص ۱۶۱؛ رشید
شہزاد پدی کا خراج عقیدت؛ مکتوبات حضرت امام ربانیؒ اور حضرت شیخ حمید
بنگالیؒ ص ۱۶۳؛ خلافت نامہ ص ۱۶۵؛ مزار مبارک کی صفائی اور مرت ص ۱۶۷۔
حضرت ذاکر علی قادریؒ ص ۱۶۹؛ شاہ طفیل علی قادریؒ ص ۱۷۱؛ سید ہر علی
قادریؒ ص ۱۷۱؛ سید مرشد علی قادریؒ؛ سید شاہ ارشاد علی قادریؒ ص ۱۷۲۔
اخوند کاران صدیقی ص ۱۷۲؛ حاجی بہرام سقر بردوانیؒ ص ۱۷۳؛ بردوان
منگل کوٹ ضلع بردوان ص ۱۷۴؛ پناسی ضلع مرشد آباد ص ۱۷۵؛

۱۲۔ انتقال _____ ۱۷۶

مزار مبارک کے کتبے؛ قطبہ تارخ وفات؛ مدرسہ دارالفتون
ماہ تہ۔

۱۳۔ ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ _____ ۱۸۱

۱۴۔ اولاد امجد _____ ۱۸۵

سید محمد مصطفیٰ علیؒ؛ مولانا سید سعید الرحمن صاحب ص ۱۸۶؛ جناب
الحاج سید محمد جان عالم صاحب ایڈووکیٹ ص ۱۸۸؛ سید شہید عالم صاحب بارہ
آزریل مسٹر حبیب اللہ عبد الرحمن چودھری؛ رابعہ بنگال حضرت بی بی سیدہ زہراؒ ص ۱۸۹؛
بی بی سیدہ زہرا کی اولاد ص ۱۹۱؛ جناب سید عبد المتین صاحب ص ۱۹۱؛ اولاد کا
شجرہ نسب ص ۱۹۲۔

۱۵۔ اخلاق و عادات _____ ۱۹۳

۱۶۔ کشف و کرامات _____ ۱۹۴

مولانا شاہ سعادت حسین صاحبؒ، سائیں توکل شاہؒ

۱۷۔ خلفا اور مریدین _____ ۱۹۹

مولوی ایاز الدین صاحبؒ ص ۲۰۲، صوفی نیاز احمد صاحبؒ ص ۲۰۳، کاٹرا پوتا
شہر بردوان ص ۲۰۶، مسٹر فضل الرحمن مرحوم ص ۲۰۷، مولانا صوفی اکرام الحق صاحب
ص ۲۰۸، مولوی عبدالعزیز صاحبؒ چند در ضلع ہوگلی ص ۲۱۱، مولوی اکبر علی صاحبؒ،
ص ۲۱۲، مولوی امجد علی صاحبؒ ص ۲۱۵، مولوی اسجد علی صاحبؒ، مولوی عبدالقادر
صاحبؒ، شاہ دیدار بخشؒ، شیخ قربان علیؒ، شیخ واجد علیؒ ص ۲۱۶، مرزا انور علیؒ
ص ۲۱۷، مولوی عطار الرحمنؒ، مولوی سید ذوالفقار علی صاحبؒ، مولوی
عطاء الہی صاحبؒ ص ۲۱۹، میر نثار علی غزنوی میر مرحوم ص ۲۲۱، شاہ بقار اللہ
صاحبؒ، مولوی قاضی خدواوز صاحب ص ۲۲۲، منشی شرافت اللہ صاحبؒ
ص ۲۲۴، مولوی مبین اللہ صاحب ص ۲۲۵، مولوی عبدالقادر صاحب ص ۲۲۶،
شاعر محمد منزل حق، مولوی گل حسین صاحب خراسانی ص ۲۲۸، حافظ محمد ابراہیم
صاحبؒ، منشی صداقت اللہ صاحب ص ۲۲۹۔

۱۸۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ _____ ۲۳۰

۱۹۔ فر فر شریف _____ ۲۳۴

سیرام پور ضلع ہوگلی ص ۲۳۷،

۲۰۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ _____ ۲۴۲

مدرسہ صوفیہ نوریہ طے یاش اور مدرسہ فتحیہ فرزا شریف ۱۳۳۲؛ اولاد؛
 خلفا؛ مولانا شاہ ابوالنصر محمد عبدالحی صاحب مدظلہ، ۱۳۳۹؛ مولانا محمود روح الامین
 صاحب ۱۳۵۰؛ مولانا عبدالخالق صاحب ۱۳۵۱؛ بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمن
 عرف نسیمی بیگم صاحبہ ۱۳۵۱؛

مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب جلالی ۱۳۵۲؛ مولانا محمود نخت بختیار
 مدظلہ ۱۳۵۵؛ مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ؛ حیات دینی ۱۳۵۶؛
 مولوی تمیز الدین خان مرحوم ۱۳۵۹؛ مولوی سید حاتم علی مدظلہ ۱۳۶۳؛
 مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ۱۳۶۳؛ خان بہادر ابوالخیر
 محمد صدیق ۱۳۶۸؛ نواب زادی عصمت آرا بیگم صاحبہ ۱۳۷۰؛ ابوظاہر
 جلیل صاحب ۱۳۷۱۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب ۱۳۷۵؛ انتقال؛ علمی کارنامے ۱۳۸۱؛
 محمد صفی اللہ صاحب ۱۳۸۰؛ مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب مدنی کے مریدین

۲۱۔ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب عباسی ۱۳۸۹

شہنشاہ جارج پنجم سے ملاقات ۱۳۹۳؛ اولاد ۱۳۹۴؛ مولانا ابوالبرکات
 محی الدین صاحب ۱۳۹۶؛ مدنیہ نظمیں ۱۳۹۸؛ خلفا اور مریدین ۱۳۹۹۔
 قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رحمتی ۱۴۰۲؛ بال گڑھ ضلع
 پوگلی ۱۴۰۳؛ محلہ بالی شہر پوگلی ۱۴۰۴؛ نال ڈوانگا ضلع پوگلی میں قیام ۱۴۰۵؛
 حضرت کریم بخش علوی سے شرف بیعت ۱۴۰۵؛ حضرت مولانا شاہ غلام اسماعیل

سے شرفِ بیعت ۳۱۱؛ کوئٹہ ضلعِ عظیم گڑھ کا سفر ۳۱۲؛ حافظِ حامدین
 صاحبِ غلوئی کی تربیت؛ مولوی عبدالقادر صاحب ۳۱۵؛ جھنڈوں مرحوم
 (زبانینا) ۳۱۶؛ وزیر مرحوم؛ اجودھیا کا سفر ۳۱۸؛ انتقال ۳۲۰؛ جذب
 و کیف ۳۲۲؛ اندراجِ النہایت فی البدایت ۳۲۵؛ خلفا اور مریدین ۳۲۶؛
 سوانحِ حیات ۳۲۹؛ خانقاہِ بند علی شریف ۳۳۰۔

حضرتِ حافظِ حامدین صاحبِ غلوئی ۳۳۱؛ حضرتِ کریم بخش غلوئی
 کا سلسلہِ عالیہِ چشتیہ ۳۳۳؛ کوئٹہ ضلعِ عظیم گڑھ ۳۳۲؛ حضرتِ مولانا شاہ
 غلامِ سلطانی رح کے دربار میں ۳۳۱؛ چانگام کا سفر ۳۳۲؛ جمولات ۳۳۶؛
 انتقال ۳۵۱؛ اولاد ۳۵۲؛ قوتِ تاثیر اور علمی تبحر ۳۵۸؛ مولانا
 نصیح احمد صاحبِ بہاری ۳۵۹؛ حضرتِ حافظِ حامدین صاحبِ غلوئی کے اخلاق
 حسنہ ۳۶۱؛ مریدین اور متوسلین کے لئے وصیت ۳۶۲؛ خلفا ۳۶۸۔

طوکر احمد اللہ صاحب ۳۶۳؛ الہ آباد ۳۶۱؛ حافظِ محمد ظہور صاحب
 مولانا محمد بخش ضلعِ عظیم گڑھ؛ مولانا عبدالسمع صاحب ۳۶۲؛ ہفتیاں
 ضلعِ پورنیہ ۳۶۴؛ صوفی عبدالخلیم صاحب ہفتیاں ۳۶۶؛ ضلعِ پورنیہ کی
 مسلم آبادی؛ مولانا شبلی مرحوم ننداؤں ۳۶۷؛ حافظِ محمد منیر صاحب چانگام
 ۳۶۹؛ ضلعِ اکیاب (برما) کے خلفا ۳۸۱؛ رنگوں (برما) کے خلفا ۳۸۲؛
 ماسٹر محمد علی صاحب کوریا پلا ۳۸۴؛

الحاج مولانا محمد سعید خاں صاحب بندہ بظلمہ ۳۸۵؛ نونہری ضلع

اعظم گروہ ص ۳۸۷، چھتے پور ضلع اعظم گروہ ص ۳۹۰، تعلیم ص ۳۹۳، شبلی نیشنل
 ہائی اسکول اعظم گروہ ص ۳۹۴، حرمین شریفین کی زیارتیں ص ۳۹۴، تہلینی دورے
 اور سفر ص ۳۹۵، مہانوں کی تواضع ص ۳۹۷، روزانہ کے معمولات ص ۳۹۸، لباس
 اور طعام ص ۳۹۹، منگراواں ضلع اعظم گروہ ص ۴۰۰، اولاد ص ۴۰۳، جناب محمد عبداللہ
 خان صاحب ص ۴۰۵، جناب محمد عبداللہ خان صاحب ص ۴۰۶، جناب محمد افتخار
 صاحب، پیغام عمل ص ۴۱۰، خلفا اور مریدین ص ۴۱۴، (مریدین کے سلسلہ میں ص ۵۲۲)
 پر غیبی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

- ۲۲۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کا تخلص _____ ۴۱۷
 ۲۳۔ دیوان ویسی _____ ۴۱۸

حصہ دوم

قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کی شاعری

- ۱۔ حضرت ویسی قدس سرہ اور عشق رسول _____ ۴۲۶
 ۲۔ حضرت ویسی رح کی غزل گوئی _____ ۴۳۰
 ۳۔ نعت نویسی کی روایت _____ ۴۳۳

شیخ شرف الدین سعدی شیرازی ص ۴۳۴، مولانا جلال الدین رومی،
 خواجہ ابوالحسن خسرہ ص ۴۳۶، مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی رح ص ۴۳۷، شیخ
 ابوالفیض فیضی، حضرت مرزا جان قدسی ص ۴۳۹، مرد اسرار اللہ خاں غالب،

- علامہ اقبالؒ، مولانا احمد رضا خان صاحب بریلویؒ، ایک ہنگامی شاعر۔
- ۴- حضرت ولّیسی قدس مبرّہ اور لغت رسولؐ
- ۴۴۵
- ۵- ابتداء سنت رسولؐ
- ۴۵۰
- ۶- مدح و توصیف رسولؐ
- ۴۵۲
- ۷- محبوب کے مظاہر حسن اور رنگ تغزل
- ۴۵۸
- ۸- اے خوشا شہرے کہ آں جاد لبرمت
- ۴۶۲
- ۹- آرزوئے دیدار جمال جانان
- ۴۶۳
- ۱۰- القاب محبوب
- ۴۶۷
- ۱۱- منقبت شاہ اولیاء و غوث الاعظمؒ
- ۴۶۹
- ۱۲- متفرقات
- ۴۷۳

مرثیہ مولوی محمد شاہ رح؛ تاریخ وفات اہلبیہ حکیم حفاظت حسین صاحب عظیم آبادی

۴۷۴؛ خط بنام شمس العلماء مولانا محمد سعید عظیم آبادی ص ۴۷۵

۱۳- حضرت ولّیسی رح اور اساتذہ فارسی

۴۷۸

خواجہ حافظ شیرازی ص ۴۷۹؛ خواجہ امیر خسرو ص ۴۸۶؛ عرفی شیرازی ص ۴۸۶

خواجہ معین الدین چشتی ص ۴۸۸؛ حکیم سنائی ص ۴۸۹؛ حکیم افضل الدین

خاقانی ص ۴۹۱ -

۱۴- حضرت ولّیسیؐ اور ان کی شاعری کے متعلق دوسروں کے خیالات

۴۹۲

نواب صدیق حسن خاں مرحوم؛ حامی عبدالغفور صاحب ص ۴۹۷؛ ڈاکٹر محمد شہید

مرحوم ۴۹۸؛ مولانا محمد سعید احمد اکبر آبادی؛ مولانا شاہ عبدالرحمان صاحب بمبئی

مولانا امیر الدین احمد ۵۰۵؛ مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب ۵۰۱؛ مولانا

ابو محفوظ الکریم صاحب معصومی ۵۰۱؛ ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب ۵۰۲۔

۱۵۔ حضرت ویسی رح کو خراج عقیدت ۵۰۲

مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب تندر پوری، مولانا شاہ عبدالرحمان

صاحب بمبئی ۵۰۲

۱۶۔ خاتمہ کتاب ۵۰۲

۱۷۔ انتخاب غزلیات ۵۰۸

۱۸۔ کتابیات ۵۲۸

کتابیں؛ نقشے، ۵۳۶؛ خطوط مرسلہ ۵۳۶

۱۹۔ عکس مزارات مبارک و عکس اوراق کتب مرسلہ ۵۲۹

۲۰۔ ضمیرہ اعلیٰ ویسی ۵۲۲

نواب سید محمد صاحب مرحوم ۵۲۲؛ جناب سید ابوالبشر محمد حسین صاحب

۵۲۳؛ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے مزار شریف کے کتبے

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ۵۲۳؛ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی

کے ایصالی ثواب کا سالانہ جلسہ ۵۲۴؛ اولاد اجماد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب

ویسی رح ۵۲۵؛ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے خلفاء اور مریدین

۵۲۶؛ آرام باغ ضلع ہوگلی ۵۲۶؛ گورنر شریف کا سالانہ جلسہ ۵۲۸؛

Marfat.com

Marfat.com

مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی رح کے خلفا اور مریدین ۵۴۸ء اولاد
 امجد حضرت حامد حسن صاحب غلوی ح ۵۵۵ء ؛ جناب ابو محمد اسرار الحق نا
 صاحب مدنیوندہ ۵۵۵ء ؛ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب، ڈھاکہ ۵۵۵ء
 معذرت بہ سلسلہ فہرست مریدین حضرت قبلہ عالم قدس سترہ ۵۵۵ء -
 شیخ طریقت غوث زمان ہادینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت مولانا
 محمد سعید خاں صاحب قدس سترہ کا انتقال پر ملال ۵۵۵ء
 اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا مزار پر انوار ۵۵۵ء

فہرست نقوشات

صفحہ	پیمانہ فی انچ	نقشہ	سلسلہ و انمبر
۳۶	۲۲ میل	ضلع چانگام	۱ -
۴۰	۱۶ میل	ضلع چانگام (شمالی حصہ)	۲ -
۴۱	۱۶ میل	ضلع چانگام (جنوبی حصہ)	۳ -
۹۲	۱۶ میل	معرکہ زار صوبہ سرحد	۴ -
۹۶	ایک میل	پنجتار (علاقہ سوات صوبہ سرحد)	۵ -
۱۰۱	۳۵۲ گز	مشہد بالا کوٹ (ضلع ہزارہ، صوبہ سرحد)	۶ -
۱۱۸	خاکہ	یلے یاش (میرسرے، ضلع چانگام)	۷ -
۱۲۲	۲۱۵ گز	قلعہ پنجتار (صوبہ سرحد)	۸ -
۱۵۵	۸ میل	سرکار شریف آباد (نگال)	۹ -
۱۷۷	۸ میل	کلکتہ	۱۰ -
۱۸۲	۵۸۴ گز ۸ انچ	مانک تلا - کلکتہ	۱۱ -
۲۲۳	۹ میل	چندور، کان پور، فرزا شریف (ضلع ہوگلی)	۱۲ -

صفحہ	نقشہ	پیمانہ فی انچ
۱۳	فرز شریف اور نیریل شریف (ضلع بوگلی) - ۱/۲ میل	۲۲۰
۱۴	کونڈا، چھتے پور، نوناری (ضلع اعظم گڑھ) ۴ میل	۳۳۵
۱۵	منگرا نواں، نوناری اور اعظم گڑھ ۳ میل	۴۰۱
۱۶	شمالی حصہ موضع منگرا نواں ضلع اعظم گڑھ ۲۰۰ گز	۵۵۶
۱۷	مزار پیر انوار اور مسجد منگرا نواں شریف ۲۴ گز	۵۶۷

فہرست عکس مزارات مبارک و عکس اوراق کتب

مقابل صفحہ

عکس

سلسلہ وار خیر

- ۹۲ - ۱۔ بالا کورٹ ضلع ہزارہ (گنہارندی اور پٹی) صوبہ سرحد، پاکستان
- ۹۴ - ۲۔ گڑھی حبیب اللہ خان، ضلع ہزارہ - صوبہ سرحد، پاکستان
- ۱۱۸ - ۳۔ مرقدانور حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے پاش ضلع چانگام
- ۱۲۴ - ۴۔ احادیث الخوامین (تاریخ حمید) ص ۲۰۰ مستفقہ خان بہادر حمید اللہ خان مرحوم
- ۱۳۰ - ۵۔ مزار مبارک مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ - رنگ پور
- ۱۳۸ - ۶۔ مزار مبارک مدرسہ حضرت شاہ آسن اللہ صاحب موساری کھولا - ڈھاکہ
- ۱۵۳ - ۷۔ دستخط مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلیؒ
- ۱۶۰ - ۸۔ مزار مبارک حضرت شیخ حمید الدین دانشمند رنگالیؒ منگل کورٹ ضلع بردوان
- ۱۶۶ - ۹۔ خلافت نامہ حضرت شیخ حمید الدین دانشمند رنگالیؒ منگل کورٹ ضلع بردوان
- ۱۶۶ - ۱۰۔ مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلیؒ مانگ تلہ - کلکتہ ۷۰
- ۸ - ۱۱۔ لوح مزار پیر انوار حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلیؒ مانگ تلہ - کلکتہ ۷۰
- ۹ - ۱۲۔ تحریر مہلاک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلیؒ
- ۱۰ - ۱۳۔ تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلیؒ

مقابل صفحہ	عکس	سلسلہ وار فیبر
۲۲۷	۱۳	مرقد انوار حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدر نقیہ فرزند شریف ضلع ہوگلی
۲۹۱	۱۵	مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان صاحب عباسی فرزند شریف ضلع ہوگلی
۲۳۰	۱۶	مزار پیر انوار حضرت سید عبدالباری شاہ بندیل شریف ضلع ہوگلی
۳۳۰	۱۷	خانقاہ بندیل شریف ضلع ہوگلی
۴۱۸	۱۸	دیوان وقیسی مطبوعہ ۱۸۹۸ء کاسٹریق
۴۲۶	۱۹	گنبد خفری
۳۵۲	۲۰	مزار مبارک حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی فیض آباد روڈ گونڈہ
۵۷۰	۲۱	مزار پیر انوار حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب منگرا انوار شریف ضلع فیض آباد

دربار رسالت مآب میں

باد صبا کی موج سے نشوونما خاں دوس
میری نفس کی موج سے نشوونما آرزو
ونال و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش
ہے رگ ساز میں اں حسا ساز کا لہو
فرصت کش مکش مدہ اس دل بے قرار را
یک دو کن زیادہ کن گیسوئے تابدار را

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتا
گنبدِ ابلینہ رنگ تیرے محیط میں حجاب
عالم آب و خاک میں تیرے طور فرغ
ذرہ ریک کو دیا تو نے طلوع آفتاب
شوکتِ بنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا حال نقاب
شوق تزا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب! میرا وجود بھی حجاب

تیرہ و تار ہے جہاں گردش آفتاب سے
طبع زمانہ تازہ کر جلوہ بے حجاب سے

(بیل باغ حجاز علامہ اقبالؒ)



۱۔ اسلام آباد چائے گام کا تاریخی پس منظر

ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے پہلے عرب مسلمان
کاٹھیاواڑ، کونکن، مالابار اور کارہ و منڈل کے ساحلی مقامات کی طرح چائے گام اور
اراکان کے ساحل پر آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں تجارت اور تبلیغ دین

لے مسلم بنگالی ادب: ڈاکٹر انعام الحق (اردو ترجمہ)۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء۔ ص ۲۵۳، بحوالہ
اراکان راج بنگلہ سائتہ (اراکان دربار کا بنگالی ادب) ڈاکٹر انعام الحق۔ ”یہ واقعہ بنگالوں
میں سے ’ہاتویانگ‘، ’ساندھیا‘، یا ’مہات چندرا‘ (۸۲۰-۶۷۸) کے دور کا ہے کہ عرب
تاجروں نے چائے گام آکر مستقل سکونت اختیار کرنا شروع کی۔ کسی حد تک ان عرب تاجروں کی بدولت
یہ ہوا کہ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں اس علاقہ میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔“ ہسٹری
آف چٹاگانگ (انگریزی) سید تنفی علی۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۴ء۔ ص ۱-۹، بحوالہ ابن خردادزہ متوفی
۳۰۰ھ (ابو القاسم عبید اللہ بن عبد اللہ بن خردادزہ۔ کتاب المسالک والممالک ۲۵۰ھ۔ ص ۲-۶۹۱۳
المسعودی۔ متوفی ۳۷۵ھ (ابو الحسن علی مسعودی مصری۔ کتاب تاریخ الزمین۔ [بقیہ حاشیہ ۲ پر]

Marfat.com

Marfat.com

کے خیال سے پہنچے تھے۔ لیکن چونکہ علاقہ بہت پھیرہ پہاڑوں اور گھنے جنگلوں سے بھرا تھا
 ذرائع آمدورفت کی دشواری تھی اور اندر کے جنگلی علاقوں میں نہایت غیر مہذب اور
 وحشی قومیں آباد تھیں۔ اس لئے یہ عرب مسلمان اندرون ملک میں نفوذ نہ کر سکے اور ان
 کی تجارتی اور تبلیغی کاوشیں چانگام اور اراکان کے علاقہ میں صرف ساحل سمندر کی
 بتلی سی دھچی تک محدود رہیں۔ کچھ عرب مسلمان آباد بھی ہوئے۔ مقامی غورتوں سے
 شادیاں کیں۔ چنانچہ آج بھی چانگام کے بعض علاقوں اور اراکان کے ساحل پر مسلمانوں
 میں عرب خون کی آمیزش ملتی ہے۔ عرب مسلمانوں کے اثرات کا نتیجہ ہے کہ آج بھی عام
 زبان و تائیدوں کے مقابلہ چانگام کے مسلمان سمندر پر چھائے ہوئے ہیں۔ وہ کثیر تعداد
 میں ملکی اور غیر ملکی جہازوں کی کمپنیوں میں ملازم ہیں۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں جاتے ہیں۔ کلکتہ
 میں ان چانگامی جہازوں کی اتنی کثیر تعداد تھی کہ تقسیم ہند کے بعد جب کہ نفرت و
 حقارت بے اعتمادی اور مذہبی جنون کے کالے بادل چھائے ہوئے تھے، ان چانگامی
 مسلمانوں کے بغیر کلکتہ کی بندرگاہیں پندرہ بیس سال تک کام چلانا مشکل تھا۔ پاکستان
 کی بحری فوج میں بنگالی مسلمانوں کی اکثریت تھی اور ان میں معتد بہ تعداد چانگامی مسلمانوں

ذبیحہ حاشیہ ص ۱۰۱، مرقع الذہب و معین الجواہر، ۳۰۳ھ - ۳۰۳ھ - ۳ سلیمان - سلسلہ التواہیح ۲۳۸ھ

اور ۱۱۵۲ھ (پیدائش) ۱۰۹۹ھ - کتاب ۵۲۹ھ، مضمون بنگال میں اسلام (عہد مغلیہ سے

قبل) احمد حسن دانی - ماہ نوکراچی ستمبر ۱۹۵۳ء - ص ۲۵ -

لہ ہسٹری آف چٹاگانگ - سید مرتضیٰ علی ص ۱۲۷ "مسلم سوسائٹی"

Marfat.com

Marfat.com

ہی کی تھی۔ تبلیغی کاموں سے مسلمانوں کی بے اعتنائی اور شمالی ہندوستان کے عظیم اسلامی مراکز سے کافی دور ہونے کے باوجود آج بھی وہاں کی ہواؤں میں بوئے یمن اور وہاں کی نواؤں میں رنگِ حجاز کے زندہ جاوید ثبوت ملتے ہیں۔

تیرہویں صدی عیسوی میں مشرقی ہندوستان کے عظیم المرتبت روحانی پیشوا اور عارف کامل حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری رحمہ اللہ کی تعلیم عرصہ تک بنگال میں ڈھاکہ کے پاس دارالحکومت سنار گاؤں میں اس دور کے مشہور فاضل علامہ

۱۔ ہسٹری آف چٹاگانگ۔ سید تفسی علی ص ۹ و ص ۱۵۶ (الکرن (القرن) سوئک بہر (سلوک البحر) گور پارا (قطرہ) اور سراندیپ وغیرہ؛ اراکانی زبان میں۔ تھوراتان (سلطان)۔

۲۔ مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین بہاری فردوسی رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مخدوم شیخ یحییٰ امینی رحمہ اللہ پیدائش منیر شریف ضلع پٹنہ (بہار) ۲۶ شعبان ۱۰۶۱ھ جولائی ۱۶۶۲ء۔ وفات بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) ۶ شوال ۱۱۸۲ھ۔ جنوری ۱۳۸۰ء۔ تاریخ پیدائش "شرف اگیں" اور تاریخ وفات "پیر شرف" ہے۔ شرف بعیت حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی سے حاصل تھا ۱۰۹۱ھ (۱۲۹۲ء) مکتوبات صدیقی مکتوبات دو صدی۔ مکتوبات بست و ہشت معدن المعانی۔ مع المعانی مغز المعالی۔ خوان بہت راحت القلوب۔ فوائد عینی۔ عقائد شرفی۔ موسس المریدین اور شرح آداب المریدین آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ تاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۱۷، کریٹ اسٹڈیز ٹیپنگ کالج ۱۹۵۸ء ص ۱۱۷، آب کوثر شیخ محمد اکرام ص ۵۱۹-۵۹۹؛ تحفہ بہار مولانا عبد المتین بہاری ص ۲۰۹؛ تاریخ سلسلہ فردوسیہ محمد معین الدین دہدائی ص ۲۴۴-۱۳۷۔ ۳۔ ضلع ڈھاکہ مشرقی بنگال (بنگلہ دیش) کے نارائن گنج۔ (بقیہ جلد ۲)

شیخ شرف الدین تو امد بخاری کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ علاقہ چانگام میں دین مبین کی تبلیغ و اشاعت کا شدید احساس تھا۔ چنانچہ جب سلسلہ زاپدہ کے مشہور بزرگ حضرت بدر الدین بدر عالم زاپدی میرٹھی آپسکے ملنے کے لئے بہار شریف تشریف لائے تو آپ نے ان کو علاقہ چانگام میں دین اسلام کے تبلیغی کاموں پر مامور کر کے وہاں روانہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بدر عالم چانگام میں پتھر کے تختہ پر تیرتے ہوئے پہنچے تھے اور آپکی اس کرامت سے وہاں کے لوگ بہت متاثر ہوئے اور کافی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔ ان دنوں چانگام میں اجنٹ اور شیاطین کا بڑا زور تھا اور وہ لوگوں کو بہت تنگ کیا کرتے تھے۔ حضرت بدر عالم نے ان لوگوں سے صبر و ایثار کی جگہ مانگی۔ چراغ روشن کرنے پر ان کی روحانی طاقت کا اظہار ہوا اور تمام جن پری دیو۔ بھوت بھاگ گئے۔ چنانچہ آج بھی شہر چانگام کی سب سے بلند پہاڑی فیزی ہنس (پری پہاڑی) پر جہاں سرکاری کچھریاں اور حکام کے مکانات ہیں۔ کمشنر چانگام ڈویژن کی کوٹھی کے سامنے حضرت بدر الدین بدر عالم زاپدی کا چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ اور اس کے اخراجات ہندو مسلمان اور فرنگی سب دیتے ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ص ۱۰۸] سب ڈویژن میں ڈھاکہ شہر سے پندرہ میل پورب میگھاندی کے قریب مشرقی بنگال کا قدیم دار الحکومت ۱۳۵۱ء سے ۱۶۰۸ء تک مشرقی بنگال کے گورنر کی اقامت گاہ اور شیرشاہ کی بنوائی ہوئی گرینڈ ٹرنک روڈ کی مشرقی حد۔ اپریل گز میٹروپولٹن انڈیا، جلد سب و سوم ص ۱۸۱

۱۰ چانگام ضلع گزیٹیئر۔ ایس ایس۔ او میلی۔ کلکتہ ۱۹۰۸ء۔ ص ۵۶۔

ستر حصوں میں عدوی غیسوی میں شہاب الدین طالش نے لکھا ہے کہ قلم چاٹنگام میں ہندی پر ایک مزار ہے جس کو پیر بدر کا آستانہ کہتے ہیں۔ ماگھ مشرکین نے اس آستانہ میں کچھ موافعات وقف کئے ہیں۔ ماگھ قبائل کے لوگ حضرت بدر عالم کے بہت معتقد ہیں۔ زیارت کے لئے آتے ہیں اور چڑواہا پیش کرتے ہیں۔

چاٹنگام ضلع گریٹیر کے مصنف نے لکھا ہے کہ ابھی تک سمندر میں کام کرنے والے

ملاح پنج پیر کے ساتھ پیر بدر کے ناک کی دہائی دیتے ہیں :-

آماراچی پولا پان گاجی آچھے نیکھان

۱۔ شہاب الدین طالش ابن ولی محمد نے ۱۶۶۶ء میں فارسی میں تاریخ آسام لکھی تھی جس میں شہنشاہ اورنگ زیب کے پہ سالار اورنگال کے صوبہ دار میر جملہ کی مہم آسام ۱۶۶۶ء کا حال لکھا تھا۔ شہاب الدین طالش کچھ دنوں تک چاٹنگام میں قیام پذیر تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں چاٹنگام کی ابتدائی تاریخ بھی لکھی ہے جس میں فخر الدین مبارک شاہ (۱۶۳۸-۶۱) کی فتوحات کا ذکر ہے۔ یہ کتاب علاقہ چاٹنگام میں فخر الدین مبارک شاہ کی فتوحات کے ۳۲۵ سال بعد لکھی گئی۔ تاریخ چٹاگانگ۔ سیر ترضی علی مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۶ء ص ۱۳؛ میر بہادر علی حسینی نے فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں شہاب الدین طالش کی کتاب تاریخ آسام کا ۱۲۲ء = ۱۸۰۵ء میں اردو میں ترجمہ کیا۔ منشی کریم الدین نے طبقات الشعراء میں اس ترجمہ کا ذکر کیا ہے۔ فرانسیسی زبان میں یہ ترجمہ ۱۲۶۱ء ۱۸۴۵ء میں شائع ہوا۔ تاریخ داستان اردو۔ مولانا حامد حسن قادری ص ۱۱

۲۔ چاٹنگام ضلع گریٹیر۔ ایس۔ ایس۔ اومیلی۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۹۰۸ء ص ۵

شیرے گنگا دریا پنج پیر بدر بدر بلد

سید مرتضیٰ علی اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں لکھتے ہیں کہ غلامہ چٹاگانگ میں یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت سید بختیار مہاشی سوانہ^۱ بارہ اولیاء کے ساتھ ساندو پیا اور چٹاگانگ آئے۔ جن میں بدر عالم^۲۔ حاجی خلیل^۳۔ شاہ سندو اولیاء^۴۔ شاہ قتال^۵۔ شاہ عمر^۶۔ شاہ بادل^۷۔ چاند اولیاء^۸۔ شاہ جراد^۹۔ شرف الدین^{۱۰} اور تین اور بزرگ تھے۔ حضرت سید بختیار مہاشی سوانہ^۱ کی اولاد کو چٹاگانگ میں بڑا عروج حاصل ہوا۔ پندرہویں صدی عیسوی کے اخیر میں آپ کی تیسری پشت میں مجلس اعلیٰ راستی خاں چٹاگانگ کے حکمراں ہوئے۔ انہوں نے ۷۸۷ھ سے ۷۹۳ھ میں بہت ہزاری کے پاس فتح آباد میں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی۔ راستی خاں کے دو بیٹے پراگل خاں اور مینا خاں تھے۔ بنگال کے عربی النسل سلطان سید علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۹-۱۵۴۲) کے زمانہ میں جب شہزادہ ناصر الدین نصرت شاہ نے چٹاگانگ کو پھر سے فتح کیا، تو پراگل خاں چٹاگانگ کے گورنر مقرر ہوئے۔ ان کا صدر مقام ضلع چٹاگانگ کے شمالی حصہ میں فینی ندی کے کنارے بیرسرانے تھانہ کے پراگل پور میں تھا۔ پراگل خاں نے علم و ادب کی سرپرستی میں نمایاں حصہ لیا۔ پراگل خاں کے بیٹے نصرت

۱۔ چٹاگانگ ضلع گزیٹیر۔ ایس۔ ایس او سیلی ص ۵۶

۲۔ تاریخ چٹاگانگ (انگریزی) سید مرتضیٰ علی مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۳ء۔ ص ۱۸

۳۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۸

ت چوٹی خاں اور مینا خاں کے بیٹے جعفر خاں تھے۔ پراگل خاں کے بعد ان کے بیٹے
 ٹی خاں چاٹنگام کے گورنر ہوئے۔ یہ دونوں باپ بیٹے نامور جنرل ہوئے ہیں۔ ان
 لوں نے اتر میں پیر اراجہ کو اور دکن میں اراکانیوں کو دبا یا۔ ننگہ شاعر سری کارانندی
 ، مطابق چوٹی خاں کے خوف سے پیر اراجہ بہاروں میں چھپ گیا اور بعد میں ہاتھوں
 رکھوڑوں کا نذرانہ پیش کر کے چوٹی خاں کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ پراگل پور
 پراگل خاں اور چوٹی خاں کے نوائے ہوئے نالاب اور مساجد موجود ہیں اور ان
 نڈان اب تک یہاں آباد ہے۔

سید سلطان جہ کے شاگرد اور خلیفہ، ننگہ زبان کے نامور شاعر، صحابہ کرام
 (نہاب نامہ)، مقتول حسین، قیامت نامہ، دجال نامہ، حنیفیر لڑائی اور قاسمیر لڑائی
 ، مصنف مورخوں (۱۶۵۰-۱۷۵۰ء) مجلس عالی رستی خاں کی ساتویں پشت میں تھے۔
 حضرت سید نختیار ماہی سوار کی اولاد میں اٹھارہویں صدی عیسوی میں چاٹنگام
 ، حضرت صوفی سید محمد دایم ج بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ
 ، چاٹنگام کے مشہور صاحب خانقاہ بزرگ حضرت صوفی شاہ امانت اللہ صاحب

۱۔ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۲۱-۲۰؛ تاریخ بنگال۔ سرحد و ناتھ سرکار جلد دوم، ڈھاکہ
 ۱۹۲۸ء۔ ص ۵۰۔ ۵۱ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق۔ کراچی ۱۹۵۷ء۔ ص ۲۱۱-۲۰۰؛
 تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۱۶۷

۲۔ حضرت صوفی شاہ امانت اللہ ج پیر و مرشد کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان ہے۔ [بقیہ پریم]

سے بیعت تھی۔ صوفی شاہ امانت اللہ صاحب ڈھاکہ کے شاہ عبدالرحیم صاحب شہید
 کے خلیفہ تھے۔ شہر چانگام میں جیل خانہ کے اتر اور لال دگی کے پورب آپ کا مزار
 مرجع خلائق ہے۔ ہر سال یکم ذی الحجہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ صوفی سید محمد دائم چانگام
 سے ڈھاکہ آئے اور جناب شاہ عبدالرحیم صاحب شہید کی ہدایت کے مطابق پٹنہ عظیم آباد
 آئے۔ سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ کے مشہور بزرگ حضرت منعم پاکباز اور پھلواری شریف

[بقیہ حاشیہ ۷] دہلی کشمیر اور لکھنؤ کا سفر کیا۔ مرشد آباد میں شرف بیعت حاصل ہوا۔ پیر کے حکم
 سے چانگام جا کر ضلع حج کے دفتر میں چرپاسی مقرر ہوئے۔ پھالسی کے ایک مقابر کے سلسلہ میں کرامت
 کا اظہار ہوا۔ ملازمت ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ ۳۰ ذی قعدہ ۱۱۸۶ھ = فروری ۱۷۷۴ء کو
 وصال ہوا۔ عین جاریہ۔ شیخ احمد اللہ صاحب۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۲ء۔ ص ۲۱-۱۸ اور ضمیر
 بحوالہ تذکرہ اولیائے بنگالہ مصنفہ مولانا محمد عبدالحق صاحب پرنسپل مدرسہ عالیہ۔ نئی۔

۱۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب شہید کشمیری الاصل تھے تین واسطوں سے آپ کا سلسلہ حضرت خواجہ
 محمد معصوم اور چار واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی تک پہنچتا ہے
 پہلے مرشد آباد۔ پھر ڈھاکہ آئے۔ ۱۰۷۲ھ = ۱۶۶۱ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۱۷۹ھ میں مبارک
 ۱۱۵۸ھ = اکتوبر ۱۷۴۵ء کو انتقال فرمایا۔ جہانگیر ڈھاکہ میں جہاں آپ کا مزار ہے۔ وہ محلہ میدان میاں صاحب
 کہلاتا ہے۔ شاہ امانت اللہ صاحب چانگامی اور لکھنؤ کے صوفی شاہ پیر محمد صاحب آپ کے نامور خلیفہ تھے۔ لود کوثر۔
 شیخ محمد ابراہیم ص ۶۶-۶۵ اور عین جاریہ صوفی شاہ سید احمد اللہ صاحب سجادہ نشین میدان میاں صاحب ڈھاکہ
 ۱۱۵۶ھ = ۱۷۴۴ء۔ ص ۱۶
 ۲۔ حضرت منعم پاکباز حضرت شمس الدین حقانی فاروقی کی اولاد میں ہیں جن کا مزار لکھی سرائے

کے شاہ نعمت اللہ قادری ^{رحمہ} سے اکتسابِ فیض کیا اور ڈھاکہ واپس آکر تبلیغِ دین اور ہدایت
 خلق کے کاموں میں مصروف ہوئے۔ باقی زندگی اپنی خانقاہ دائرہ عظیم پورہ میں بسر کر دی۔
 آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ڈھاکہ۔ ٹیبرا۔ نواکھالی اور چانگام کے اضلاع میں
 آپ کے مریدین اور متوسلین کی بہت کافی تعداد تھی۔ احکامِ شرعی کے سختی سے پابند تھے۔
 خانقاہ میں طلباء کی کثیر تعداد رہتی تھی۔ جن کی تعلیم و تدریس کے لئے علماء مقرر تھے اور
 سب قیام و طعام اور لباس کا انتظام خانقاہ کے لنگر سے ہوتا تھا۔ یکم شعبان ۱۲۱۲ھ =
 دسمبر ۱۷۹۹ء کو وصال ہوا۔

صوفی سید محمد دائم ^{رحمہ} کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے صوفی احمد اللہ صاحب ^{رحمہ}

[بقیہ حاشیہ ص ۸۸] ضلع مونگیر کے پاس موضع بیلوری میں ہے۔ آپ شیخ پورہ ضلع مونگیر (بہار) کے پاس
 قصبہ چچہ میں ۱۰۸۲ھ = ۱۶۷۱-۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علوم سے فراغت پانے کے بعد ۲۰ سال میں سید
 خلیل الدین قادری سے بیعت ہوئے تیس سال کی عمر میں دہلی تشریف لے گئے۔ شاہ فرہاد کے خلیفہ سید سدا اللہ
 ابو العالی ^{رحمہ} سے خلافت حاصل کیا اور پندرہ واپس آکر ۲۳ سال تک رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ ۱۱۳۰ھ
 ۱۱۸۵ھ = ۱۷۷۱ء کو پٹنہ میں انتقال ہوا۔ ملا متین کی مسجد کے سردار صحن میں دفن ہوئے۔

کفایت العارفین۔ شاہ عظیم حسین کیادتی ۱۲۲-۱۱۱۔ اور تذکرۃ الصالحین۔ حبیب اللہ مختار ص ۲۲
 لے حضرت شاہ نعمت اللہ قادری ^{رحمہ}۔ تاج العارفین شاہ محمد حبیب اللہ قادری ^{رحمہ} کے صاحبزادے
 ۱۲ جون ۱۷۷۱ء کو کھلیاری شریف ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے انتقال کے
 بعد ۱۱۹۱ھ = ۱۷۸۲ء میں ان کے جانشین ہوئے۔ ۲۹ شعبان ۱۲۲۶ھ = جنوری ۱۸۳۲ء کو وصال
 ہوا۔ ایمان وطن۔ شاہ محمد حبیب بیاروی ص ۶-۷-۱۲۳۔

پھر دو سہ صاحبزادے صوفی لقیبت الشرح مجددہ نشین ہوئے۔ ان کے بعد صوفی لقیبت الشرح
صاحب کے صاحبزادے شاہ ولی الشرح جانشین ہوئے۔ ان کا ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۲ء
میں وصال ہوا۔ صوفی احمد الشرح صاحب کے صاحبزادے صوفی وجہ الشرح صاحب
۱۲۱۸ھ = ۱۸۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ ۱۲۷۸ھ =
۱۸۶۱ء میں وصال ہوا۔ آپ کے زمانہ میں جہانگیر گڑھا کہ کا دائرہ عظیم پورہ تصنیف
و تالیف کام کر رہے تھے۔

حضرت سید بختیار ماہی سوار ۷ کے ساتھ آنے والے بزرگوں میں حضرت بلال
کے متعلق سید مرتضیٰ علی اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں لکھتے ہیں کہ "وہ علاقہ چٹاگانگ
میں بدرالدین علامہ، بدرپیر، بدرشاہ اور بدر اولیاء کے ناموں سے مشہور ہیں۔
شہر چٹاگانگ کے بخشی بازار میں اس نام کے ایک بزرگ کامزاد ہے۔ جہاں ہر سال
۲۹ رمضان کو عرس ہوتا ہے۔ روایات کے مطابق وہ فخر الدین مبارک شاہ
(۵۲ - ۶۱۳۲۶) کے عہد حکومت میں چٹاگانگ پر مسلمانوں کے پہلے حملہ کے وقت
تشریف لائے۔ ان کے اثرات سے مقامی آبادی کا بڑا حصہ جو زیادہ تر بودھوں پر
مشتمل تھا۔ مشرق پر اسلام ہوا۔ اس علاقہ کے ملاح آپ کے بہت معتقد ہیں۔ روایات کے
مطابق وہ پتھر کے تختہ پر تیرتے ہوئے آئے تھے۔ ڈاکٹر وائٹز کے مطابق وہ بدرالدین

۱۵ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ کراچی ۱۹۵۸ء۔ ۴۶۷، عین جاریہ۔ سید احمد الشرح صاحب مجددہ نشین
میدان میاں صاحب ڈھاکہ ۱۹۶۲ء۔ ۴۳-۴۸

دعا طبع میں۔ جن کا دسمبر ۱۹۴۴ء میں انتقال ہوا اور بہادر شریف کی چھوٹی ہرگاہ میں
 فن ہیں۔ وہ حضرت جلال الدین بخاری (۱۲۹۱-۱۱۹۲ء) کے خلیفہ شیخ فخر الدین زامریؒ
 کے پر پوتے ہیں۔ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ ان کو شیخ شرف الدین یحییٰ مینری نے بہادر
 شریف بلایا تھا۔ اپنے سفر کے زمانہ میں انہوں نے ہندو ملاہوں کی کثیر تعداد کو دھڑا (اسلام
 داخل کیا اور کچھ زمانہ تک چاٹگام میں مقیم رہے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ نیا ایڈیشن) ۱۹۵۷ء

ڈاکٹر انعام الحق مسلم بنگالی ادب میں لکھتے ہیں کہ ” بدر الدین مبارک غلام
 شاہ بدر شاہ، جو سلطان فخر الدین مبارک شاہ (۱۳۴۹-۱۳۳۴ء) کے زمانے میں
 بلخ چاٹگام میں رہتے تھے۔ اور پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ابن بطوطہ کو یہ بھی معلوم
 ہوا کہ درویش بدر الدین غلام عرف بدر پیر، نے سلطان فخر الدین کے ایک جرنیل
 دل خاں کو چاٹگام فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ بدر پیر بنگال پر ہوا اثر تھا۔ اس کا آپ
 س بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج بھی مشرقی بنگال کے ابھی جب طوفانی ندیوں
 ناکھڑ جاتے ہیں تو پکارتے ہیں: ”الشری پنج پیر بدر بدر“

نیتی شاسترورتا، ساعت نامہ اور خان جان چترتا کے مصنف اور بنگلہ زبان
 کے مشہور شاعر مزمل کے بارے میں ڈاکٹر انعام الحق رقمطراز ہیں کہ ”ساعت نامہ میں
 مزمل ایک جگہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے پیر شاہ بدر الدین کی ہدایت پر لکھی

۱۵ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ۱۵۴-۱۵۶ ۱۵ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق

۳۱ ۱۵ مسلم بنگالی ادب ۳۳

Marfat.com

Marfat.com

تھی۔ شاعرِ مقیم کے بیان کے مطابق منزل چٹاگانگ کے رہنے والے اور ایک صوفی شاعر تھے۔ علم الساعت علم تصوف کی ایک کتاب ہے اور کسی عربی کتاب کو برسی آزادی کے ساتھ نیگلہ ماحول کے مطابق ڈھال دیا گیا ہے۔ منزل یعنی طور پر ۱۲۴۲ء سے پہلے اور بعد میں تندرہ تھے۔ اگر وہ پندرہویں صدی کے اوائل میں نہ تھے، تو یقینی طور پر پندرہویں صدی کے وسط کے شاعر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان اس قدر پرانی ہے،

اسی سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ”پیر بدرالدین بدر عالم بہاری نے کالنا ضلع بردوان میں اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ چارنگام بھی گئے تھے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ چارنگام کے بدر شاہ (جن کا ذکر پنچتوں میں بدر عالم کے نام سے آیا ہے) اور بدرالدین بدر عالم بہاری ایک ہی بزرگ کے دو نام ہیں ان کا انتقال ۱۲۴۲ء میں بہار میں ہوا۔ اگرچہ ان کا ایک فرضی مرقہ کالنا میں اب بھی موجود ہے،“

چارنگام کے حکمراں راستی خاں کی اولاد میں محمد خاں (۱۶۵۰-۱۶۵۸ء) نامی شاعر ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب حلیفہ لڑائی میں چارنگام کے پیر بدر کی شان میں مدح و توصیف کے اشعار لکھے ہیں۔ انہوں نے اپنی دوسری کتاب مقتول حسین (۱۶۳۶ء)

۱۔ محمد مقیم اٹھارہویں صدی عیسوی کے بنگالی شاعر۔ گل بکاؤلی۔ فیض المقتاری اور ایوب میر کھنہ کے مصنف ۱۶۴۳ء میں جیات تھے۔ ۲۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۸۲-۸۳۔ ۳۔ مسلم بنگالی ادب ص ۸۲۔ ۴۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۰۴۔

میں لکھا ہے کہ چانگام پر فخر الدین مبارک شاہ کے حملہ کے وقت اس علاقہ میں حاجی خلیل اور بدر الدین علامہ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول تھے۔ فخر الدین مبارک شاہ کے جنرل قدر خاں غازی جس نے چانگام کو فتح کیا۔ ان دونوں بزرگوں سے ملا اور ان کی بہت عزت افزائی کی۔

سید مرتضیٰ اعلیٰ اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں لکھتے ہیں کہ بدر الدین علامہ وہی بدر پیر ہیں جن کے مانجھی بہت معتقد ہیں۔ شاہ جلال جو ۱۳۰۳ء میں سلہٹ آئے۔ ان کے ساتھ آنے والوں میں ایک بدر پیر بھی تھے، جو بعد میں گیارہ دوسرے بزرگوں کے ساتھ سلہٹ جنوبی حصہ میں ترائف کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ خادم پور ضلع ٹیرل کے احمد گیسو دراز اور مدن پور ضلع مہمن سنگھ کے شاہ سلطان رومی بھی تھے۔ ان بزرگوں نے مقامی

لے تاریخ چٹاگانگ ص ۱۳۔ لے نتر و کونا ضلع مہمن سنگھ (مشرقی بنگال) کے قریب مدن پور میں حضرت شاہ سلطان رومی کی درگاہ ہے۔ اس کو درگاہ مدن کہتے ہیں۔ جب آپ اس مقام پر آکر آباد ہوئے تو یہاں کے کوچہ راجہ نے آپ کو زبردستی مار ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن بعد میں آپ کی شخصیت اور بزرگی سے متاثر ہو کر اس نے اسلام قبول کیا اور وہ موضع درگاہ کے اخراجات کے لئے ہمیشہ کے لئے آپ کے حوالہ کر دیا۔ ۱۸۲۹ء میں جب سرکار انگریزی نے اس لاخراج موضع پر قبضہ کرنا چاہا تو ۱۸۲۰ء کے ایک فرمانے کاغذ کے مطابق جاگیردار سید جلال الدین محی کو موضع واپس کر دیا گیا۔ اس کاغذ میں لکھا ہے کہ شاہ محمد سلطان رومی اپنے پیر و مرشد شاہ سرخ قل ابطیہ اور بہت سارے خدام کے ساتھ ۲۲۵ = ۱۵۳۰ء میں یہاں آباد ہوئے۔ بستی کی پوری آبادی آپ کے دس خادموں کی اولاد میں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے مہمن سنگھ ضلع گریٹر ٹیرل آف لے۔ پج سے ۱۹۱۴ء۔ ۱۵۲۔

ہندو راجہ اچک نارائن کو شکست دیا ہو سکتا ہے کہ علاقہ ترائی کی فتح کے بعد بدر پیر
چٹاگانگ گئے ہوں۔ بدر الدین بدر عالمؒ جو بہار کی چھوٹی ڈرگاہ میں دفن ہیں۔ وہ
سلطنت کے بدر پیر سے مختلف ہیں۔ سترہویں صدی عیسوی میں چانگام میں نظام شاہ
کے وزیر خزانہ اور بنگالیہ شاعر دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی کتاب "لیلیٰ مجنوں" میں حضرت
بدر پیرؒ کا ذکر کیا ہے۔ چانگام شہر میں ایک چھوٹی سی پہاڑی کا نام "بلد پتی" ہے۔ مسٹر
بلوچ مین اور شمس العلماء ہدایت حسین صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالمؒ
جن کا ۱۲۴۰ء میں انتقال ہوا اور جو بہار کی چھوٹی ڈرگاہ میں دفن ہیں، وہ چانگام
تشریف لائے تھے اور کچھ دنوں یہاں قیام فرمایا تھا۔ اس کا زیادہ امکان ہے کہ
چٹاگانگ کے بدر پیرؒ وہی بدر الدین بدر عالمؒ ہیں۔ ڈاکٹر عبدالکریم نے اپنی تصنیف
"مسلمانان بنگال کی سماجی تاریخ" میں لکھا ہے کہ دونوں ایک ہی بندگ ہیں۔ ۱۹۶۲ء
میں جناب محمد صدیق خاں نے بدر پیرؒ کے متعلق تمام حوالوں کا مفصل جائزہ لے کر
نباہت کیا کہ چانگام کے بدر پیرؒ اور بدر الدین بدر عالمؒ جو بہار میں دفن ہیں ایک ہی
شخص ہیں اور حضرت بدر الدین بدر عالمؒ کی پیدائش میرٹھ میں ہوئی تھی۔
حضرت بدر الدین بدر عالمؒ زاہدیؒ جو بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) کی
چھوٹی خانقاہ میں دفن ہیں۔ ان کے حالات کسی مستند کتاب میں نہیں ملتے اور نہ کہیں
آپ کی تاریخ پیدائش کا پتہ چلتا ہے۔ مسٹر وارنر، مسٹر بلوچ مین، چانگام ضلع گڑھی

۱۳-۱۴۔ ۱۹۶۲ء۔ سید مرتضیٰ علیؒ

Marfat.com

Marfat.com

کے مصنف مسٹر اس۔ اس۔ او میلی، شمس العلماء ہدایت حسین، ڈاکٹر عبدالکریم، محمد صدیق خاں، ڈاکٹر انعام الحق اور سید مرتضیٰ علی سب نے آپ کا سال وفات ۱۳۲۲ء تسلیم کیا ہے۔ علامہ عزیز بہار شریف منلیہ نالندہ کے پرنسپل جناب مولانا محمد عبد العالی صاحب نے اپنی کتاب 'تحفہ بہار' میں لکھا ہے کہ آپ کا ۲۷ رجب ۱۲۴۲ھ (دسمبر ۱۸۲۷ء) کو بہار شریف میں دعوا ہوا۔ سید مرتضیٰ علی نے تاریخ چٹاگانگ میں لکھا ہے کہ جس زمانہ میں اراکان کے بودھ راجاؤں نے بنگال کے مسلمان سلاطین کی ماتحتی قبول کر لی تھی۔ اپنے ناموں کے ساتھ کچھ اسلامی نام بھی شامل کر لیا تھا اور اپنے سکوں پر کلمہ لکھوانا شروع کیا تھا۔ اسی دور میں سلطان جلال الدین محمد شاہ کے عہد حکومت میں حضرت بدر الدین بدر عالم نے اپنے کچھ رفقاء کار کے ساتھ چار گام تشریف لائے اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہوئے۔

سلطان جلال الدین ابوالمنظر محمد شاہ ۱۲۱۷ء سے ۱۲۳۱ء تک جو دورہ بنگال میں حکومت کی۔ یہ بھارت اور دیناج پور کے ہندو راجہ کنس نارائن یا گنیش کے بیٹے تھے اور بنگال کے مشہور و عالی پیشوا اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے نامور بزرگ

۱۷ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۷

۱۸ راجہ کنس نارائن یا گنیش نے خواجہ حافظ شبیر ازمی (۱۲۰۹ - ۱۳۱۵ء) کے محاصرہ اور متحلی زبانی کے شاعر و دیپتی ٹھاکر (۱۲۵۰ - ۱۳۶۰ء) کے مرتی سلطان غیاث الدین اعظم شاہ (۱۲۱۰ - ۱۳۸۹ء) کو سادش سے قتل کرا دیا تھا۔ اور گوڑ میں مختصر مدت کے لئے برائے نام دو بادشاہوں کے بعد (تقریباً ۱۶ پر)

حضرت نور قطب عالم (متوفی ۱۴۱۵ھ) کے فیض شرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ ان مصنفین کے خیالات کی روشنی میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالم کا وجہ ۸۲۴ھ = دسمبر ۱۴۲۲ء میں انتقال ہوا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

ذبیحہ حاشیہ ۵۱ کا [۱۴۱۲ھ میں خود سلطنت پر قابض ہو گیا۔ بہت سے علماء اور مشائخ کو قتل کیا۔ مسلمانوں پر سخت ظلم ڈھایا۔ ایسے نازک حالات میں شیخ طریقت حضرت نور قطب عالم کو معاملات ملکی میں دخل دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ اپنے جوں پور کے سلطان ابراہیم شاہ شرقی (۱۴۳۶-۱۴۰۲ء) کو جسے آپ کے پیر بھائی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی (کچھوچھو شریف۔ ضلع فیض آباد) سے کمال عقیدت تھی، خط لکھا۔ چنانچہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے ۸۱۶ھ = ۱۴۱۴ء میں بنگال پر حملہ کیا۔ اس حملہ کے اثرات سے بچنے کے لئے گنیش نے اسلام قبول کرنا چاہا۔ لیکن اس کی دھرم پتی مانع ہوئی۔ آخر اس نے اپنے بیٹے جردو (جٹ مل) کو حضرت نور قطب عالم کے ذریعہ اسلام قبول کرایا۔ تاکہ جو نوبہ کی فوج واپس چلی جائے اور سلطنت اس کے خاندان میں باقی رہے۔ سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے واپس جانے کے بعد راجہ گنیش نے اپنے بیٹے جردو کو پھر منہ و بنانے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت نور قطب عالم کے فیض کے باعث جردو نے مرتد ہونے سے انکار کر دیا اور گنیش کے بعد ۱۴۱۶ء میں وہی جلال الدین ابو مظفر محمود شاہ کے نام سے حکمراں ہوا۔ اس کے زمانہ میں بنگال میں اسلام کو بڑی رفتاری سے حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شمس الدین احمد شاہ (۱۴۴۲-۱۴۳۳ء) حکمراں ہوا۔ سلطان جلال الدین نے پانڈوا شریف کے قریب مشہور اخلاقی روضہ تعمیر کرایا۔ جس میں وہ خود ان کی بیگم اور ان کے بیٹے احمد شاہ دفن ہیں۔ اب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۵۲-۳۵۰ ذبیحہ ۵۱ پر [

انبارِ عدائے عام ٹپنے کی مئی ۱۹۵۵ء کی ایک اشاعت میں بہارِ شریف کے
 جناب شاہ شمیم اختر صاحب کا ایک مضمون حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کے بارے
 میں شائع ہوا تھا۔ اس میں موصوف لکھتے ہیں کہ ”حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی
 اٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ بہت دنوں تک دہلی میں رہے۔
 جون پور ہونے ہوئے بہارِ شریف آئے۔ پھر مخدوم الملک نے آپ کو چانگام رواد کر دیا۔
 جب کئی بار بہارِ شریف میں سیلاب بڑی تباہی تباہی ہوئی، تو حضرت مخدوم الملک نے
 روحانی طاقت کے ذریعہ سیلاب کو روکنا چاہا۔ شہر کے ایک گوشہ میں خود رہے۔ دوسرے
 گوشہ میں اپنے خالہ نادبھائی حضرت مخدوم احمد چرم پوشس مہروردی رح اور تیسرے گوشہ
 میں حضرت نور قطب عالم رح کے خلیفہ حضرت فرید الدین طویل بخش رح کو مامور کیا اور چوتھے
 گوشہ کے لئے حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کو بنگال سے طلب کیا۔ حضرت بدر الدین
 بدر عالم سبکدو سواروں کے ساتھ ذی الحجہ ۷۸۲ھ (اپریل ۱۳۸۰ء) میں بہارِ شریف
 تشریف لائے۔ آپ کے آنے سے قبل شوال کے مہینہ میں حضرت مخدوم الملک کا وصال
 ہو چکا تھا۔ آپ کچھ دنوں بہارِ شریف کی چھوٹی درگاہ میں رہے۔ پھر محلہ سدوہ ڈیہہ میں منتقل
 ہو گئے۔ جہاں شہنشاہ فیروز شاہ کے حکم سے آپ کے لئے ایک شاندار مسجد تعمیر کی گئی۔ جس کا

[بقیہ صفحہ ۱۷ کا]

ڈاکٹر ابان السلاطین، المدینہ فیصلہ گزیر۔ جی۔ ای۔ لمبورن۔ کلکتہ۔ ۱۹۱۸ء؛ سلم بنگال ادب، ڈاکٹر
 انعام الحق ص ۱۲۱-۱۲۲؛ این ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم، کال کنکرت وغیرہ۔ ص ۲۲۴-۲۲۵؛

تاریخ بنگال، مرحوم ناتھ سکرار۔ جلد دوم ص ۱۲۹-۱۳۰۔

Marfat.com

Marfat.com

کتبہ آج بھی چھوٹی درگاہ میں حضرت کے استانہ پر موجود ہے۔ گیارہ سال بہار شریف میں لپے۔ تشریف آوردی کے وقت عمر شریف ۸۱ سال کی تھی۔ ۱۵ رجب ۱۰۹۳ھ (جولائی ۱۶۳۹ء) کو وصال ہوا۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی کے دادا کا نام خواجہ شہاب الدین حق گوہ تھا۔ آپ کی حق گوئی اور بادشاہ کو ظالم کہنے کے باعث شہنشاہ جو ناخاں محمد تغلق (۱۳۵۱-۱۳۵۴ء) نے آپ کو فصیل قلعہ سے نیچے گرا کر شہید کرا دیا تھا۔ مولوی محمد اعظم شاہ فریدی نے اپنی کتاب مزارات اولیائے دہلی میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۱۳۵۱ھ-۱۳۵۲ء میں پیش آیا۔ شاہ شہیم اختر صاحب بہار نے لکھا ہے کہ چنانکہ کام سے بہار شریف تشریف آوردی کے وقت عمر شریف ۸۱ سال تھی۔ ان طرح حضرت بدر الدین بدر عالم رح کی تاریخ پیدائش ۱۳۵۱ھ = اکتوبر ۱۳۵۱ء متعین ہوگی۔ دادا کی شہادت کے وقت ان کی عمر تقریباً ۲۹ سال تھی۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی کے والد کا نام حضرت فخر الدین ثانی تھا۔ ان کا مزار دہلی میں جو ضلع شمشیر پر ہے۔ لیکن ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہے۔ جناب پروفیسر حسین عسکری صاحب اپنے ایک مضمون میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رح (کچھوچھو شریف ضلع فیض آباد) کے مکتوبات کے سلسلہ میں

۱۔ آب کوثر شیخ محمد اکرام ص ۶۳-۶۴، مضمون شاہ شہیم اختر صاحب بہار شریف۔ صدائے عالم۔ پٹنہ۔ ۱۹۵۵ء
مزارات اولیائے دہلی مولوی محمد عالم شاہ فریدی ص ۶۶۔ تحفہ بہار مولانا محمد عبدالمعین ص ۲۱

میں رقمطراز ہیں کہ جب دیناج پورہ کے راجہ کنس یا گنیش نے گوڑہ کے تخت شاهی پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے خلاف حضرت نور قطب عالم نے جون پور کے سلطان ابراہیم شرقی سے مدد طلب کی تھی۔ اسی موقع پر حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے سلطان ابراہیم شرقی کو خط لکھا تھا اور اس پر زور ڈالا تھا کہ وہ حضرت نور قطب عالم کی گزارش پر ضرور توجہ کرے۔ کیونکہ بنگال کی قابض فخر سردین میں بشیر اشفاق عظام اور اولیائے کرام مدفون ہیں۔ صوبہ بنگال کا کوئی شہر، کوئی قصبہ اور کوئی دیہات ایسا نہیں ہے جہاں ان مبارک ہستیوں کے قدوم مہینت لزوم نہ پہنچے ہوں۔ گرچہ ان میں سے اکثر کا انتقال ہو چکا ہے۔ لیکن ان عظیم المرتبت بزرگوں کی اولاد اور ان کے معتقدین زندہ ہیں۔ آپنے خاص طور پر دیوگاؤں، مہسوں، دیوتلہ، نار کوٹی اور

لہ دیوگاؤں سے غالباً دیو کوٹ یا دیوی کوٹ (مدیر) مراد ہے، جو مغربی دیناج پور ضلع میں ضلع کے صدر مقام بانر گھاٹ سے تقریباً ۲۵ میل اتر چم اور دیناج پور شہر سے ۱۸ میل دکھن پور جہاں ان کے کنارے گنگارام پورہ تھانہ کا صدر مقام ہے۔ قصبہ گنگارام پور سے ایک میل کے فاصلہ پر دھال بنگی ایک شاندار تالاب ہے۔ اس کے کنارے ایک مسجد ہے اور حضرت ملا عطار الدین رح (متوفی ۱۳۵۵ھ) کا مزار ہے۔ بنگال کے آزاد مسلمان حکمرانوں کے زمانہ میں ایک بڑی فوجی چھاؤنی تھی۔ گنگارام پور سے کچھ اتر بان نگر میں آثار اسلامی بہت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مشہور فاضل بختیار خلی کا دیوی کوٹ میں انتقال ہوا تھا۔ یہاں ایک بڑا امید لگتا ہے۔ دیناج پور ضلع گز بیٹھ ۱۳۴۳ھ - مسلم بنگالی ادب ۳۲۲ اور ۵۲۵ مہسوں (مٹھ راجہ) ضلع مغربی دیناج پور (مغربی بنگال) میں سب ڈویژن کے ذمہ دار تھے۔

ستار گاؤں کا ذکر کیا ہے۔ ستار گاؤں کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ وہاں حضرت
مخدوم شرف الدین مینریؒ کے استاد حضرت شرف الدین تواترہؒ (سودہ خاک ہیں اور
وہیں حضرت بدر الدین بدر عالم ناہدیؒ کے والد کو عروج حاصل ہوا۔ جناب بر حسن دانی
نے اپنے مضمون 'بنگال میں اسلام' (عہد مغلیہ سے قبل) مطبوعہ ماہ نوکراچی ستمبر ۱۹۵۳ء
میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے اس خطہ قومہ ۱۵۱۵ء کا ذکر کیا ہے۔
حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے بارے میں اب تک یہ تسلیم کیا
جاتا تھا کہ وہ سمنان (ایران) میں ۶۸۴ھ = ۱۲۸۹ء میں پیدا ہوئے اور بحساب تری

[بقیہ حاشیہ ص ۱۹ کا]

صدر مقام رائے گنج سے پھمیل اتر اور قاسم پور کنتور سے دو میل دکھن کیٹہ ندی کے قریب واقع ہے
یہاں حضرت مولانا شیخ سلمان سہروردیؒ اور امام غزالیؒ کی کتاب اجیاء العلوم کے شارح مولانا
تقی الدین سہروردیؒ کے مزارات ہیں۔ حضرت شیخ سلیمان سہروردیؒ حضرت مخدوم احمد چرم پور
بہار شریف کے پیر مولانا علاء الدین سہروردیؒ (پورینی بھاگل پور) کے پیرو مرشد ہیں۔

۳ دیوڑہ مالڈہ سے گنگارام پور اور دیناج پور جانے والی سڑک پر مالڈہ ضلع کے بھول تھانہ میں
پانڈوا سے پھمیل اتر پورب سنکرول کے پاس ہے۔ یہاں حضرت جلال تبریک پور کا چڑ ہے۔

۴ ناہ کوئی کا صحیح محل وقوع معلوم نہیں ہے۔ سرحد و تاتھ سرکار کا خیال ہے کہ یہ گھوڑا گھاٹ
ضلع دیناج پور کے پاس تھا۔ تاریخ بنگال جلد دوم ص ۳۶

۵ ضلع ڈھاکہ، بنگلہ دیش میں ڈھاکہ سے ۱۵ میل پورب مشرقی بنگال کا قدیم دار الحکومت۔ ۲۷ کرینٹ
اسٹریٹ، پینڈ کلج۔ مارچ ۱۹۵۸ء مضمون تصوف عہد وسطیٰ کے بہار میں ۳۵ ماہ نوکراچی ستمبر ۱۹۵۳ء

۱۲ سال کی عمر میں ۸۰۸ھ = ۱۴۰۵ء میں کچھوچھ شریف ضلع فیض آباد (اودھ) میں انتقال فرمایا۔ کچھوچھ شریف میں مزار مبارک پر ”وصالش بتاریخ بسبت رستم ماہ محرم در ۸۰۸ ثمان وثمان ماہ“ درج ہے۔ ”اشرف المومنین“ اور ”بدایا سید قطرہ آب“ سے بھی ۸۰۸ھ خارج ہوتا ہے۔ راجہ گنیش نے ۱۴۱۴ء میں گوڑ کی سلطنت پر قبضہ کیا تھا۔ اور اسی سال یعنی ۸۱۶ھ = ۱۴۱۴ء میں سلطان ابراہیم شرقی نے بنگال پر حملہ کیا تھا۔ اگر حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رح نے سلطان ابراہیم شرقی کو بنگال پر حملہ کی ترغیب دیتے ہوئے خط لکھا تو یقیناً آپ کا وصال ۸۱۶ھ = ۱۴۱۴ء کے بعد ہوا ہے اور محرم ۸۰۸ھ = جولائی ۱۴۰۵ء میں آپ کی وفات کی تاریخ صحیح نہیں ہے۔ آپ کے پیر بھائی حضرت نور قطب عالم جگہ ۸۱۵ھ میں انتقال ہوا۔

خیر حضرت مخدوم سمنانی کے مکتوب سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کے والد حضرت فخر الدین ثانی رح عرصہ تک سنار گاؤں میں مقیم تھے۔ جناب شہید سید محمد نے اپنے ایک مضمون ”بنگال دوش کے آئینہ میں“ غلام حسین زید پوری کی فارسی کتاب ریاض السلاطین (مرتبہ ۱۷۸۸ء) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سلطان غلام الدین حسین شاہ بڑا دین دار عادل، ابو العزم اور نامور حکماں گذرا ہے اور وہ

لہ داستان تاریخ اُردو۔ مولانا حاجت حسن قادری ص ۱ اور مقدمہ سیرۃ اشرف۔ مرتبہ نسیمی

امیر احمد علوی ص ۴۱-۴۲ لہ ماہ نو کراچی۔ دسمبر ۱۹۶۲ء۔ ص ۳۸

حضرت غلام شاہ فخر الدین زاہدی کامریہ تھے۔ جو بہار شریف (پٹنہ) میں رہتے تھے۔
یہ غلام شاہ فخر الدین زاہدی کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔ کیونکہ سید علاء الدین حسین شاہ کا
زادہ ۱۲۹۳ء سے ۱۵۱۸ء تک ہے۔ وہ دہلی کے بادشاہ بہلول لودی اور سکندر
لودی کا معاصر ہے اور حضرت فخر الدین ثانیؒ محمد تعلق اور فیروز تعلق کے زمانہ میں تھے۔
حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کی ایک ہم شیرہ کی شادی حضرت شیخ علاء الدین
علاء الحق بنگالی ابن شیخ اسعد لاہوریؒ سے ہوئی تھی۔ حضرت علاء الحقؒ نے پانڈو اور
ضلع مالدرہ میں ۸۰ھ = یکم رجب ۱۲۰۰ھ ۲۰ مارچ ۱۳۹۸ء کو انتقال فرمایا۔ ان
کے صاحبزادے حضرت نذوق قطب عالمؒ جو حضرت بدر الدین زاہدیؒ کے حقیقی بھائی
ہیں، ان کا پانڈو وائٹریف میں ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء وصال ہوا۔ حضرت شیخ عبد الحق ابن
محدث دہلویؒ نے آپ کا سال وفات ۸۱۳ھ = ۱۴۱۰ء لکھا ہے اور ڈاکٹر انعام
نے ۸۱۹ھ = ۱۴۱۶ء تسلیم کیا ہے۔ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کی دوسری ہم شیرہ
نظام المشارح حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ (۱۳۲۵-۱۶۲۳۸) کے
حقیقی چچا زاد بھائی حضرت جمال اولیاءؒ کے صاحبزادے سید ابراہیمؒ سے ہوئی تھی۔
جن کو حضرت نظام المشارحؒ کے خلیفہ حضرت عثمان انجی سرلج آئینہ ہند (متوفی ۱۵۵۵ھ

۱۵ حضرت نظام المشارحؒ کے چچا کا نام حضرت سید محمد بخاری تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت جمال اولیاءؒ کا
مزار بھونگر ضلع نل گونڈہ (اندھرا پردیش) میں ہے۔ آپ کی اولاد بہار شریف ضلع ناندہ، خسرو پور ضلع پٹنہ
لودی کٹرہ پٹنہ سٹی، دیپا پور اور سبزی باغ پٹنہ میں ہے۔ لکوالہ جناب سید اختر حسین سبزی باغ۔ پٹنہ تک

129543

۱۳۵۷ھ) اپنے ساتھ گولڈن گےٹ تھے حضرت سید ابراہیم چشتیؒ کے صاحبزادے

حضرت فرید الدین طویلہ بخشؒ ہیں۔ جن کا مزار محلہ چاند پورہ بہار شریف میں ہے۔
یہ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کے دوسرے بھائی اور حضرت نور قطب عالمؒ
کے خالہ زاد بھائی اور ان کے خلیفہ ہیں۔ چاند پورہ بہار شریف میں ایک مسجد
۱۳۱۰ھ = ۱۳۱۰ء کی ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کے ایک صاحبزادے حضرت مخدوم شہاب الدین
تقالؒ کا مزار چوکی حسن، تھانہ برہرہ یا ضلع سیوان (بہار) میں ہے۔ لیکن ان کی
تاریخ وفات معلوم نہیں ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ رکن الدین رکن
عالمؒ صاحب ولایت شہر خرید کا مزار موضع زاہدی پورہ (متصل چک حاجی عرف
شیخ پورہ پرگنہ سکندر پورہ شرقی) ضلع بلیا میں قصبہ سکندر پورہ سے تین میل یعنی ۱۶
کیلومیٹر پویل ہے۔ آپ یہاں ۸۷ھ = ۱۴۶۶ء میں تشریف لائے اور
۱۱۰ھ = ۱۷۰۷ء کو انتقال فرمایا۔ یہ تاریخیں مزار شریف کے

۱۱ مضمون "تصوف غبر وسطیٰ کے بارے میں" پروفیسر حسین عسکری، گریڈ اسٹڈیز، چنہ کالج۔

جنوری ۱۹۵۸ء ص ۳۲ (عسکری صاحب نے حضرت فرید الدین طویلہ بخشؒ کی وفات کا سال ۸۷ھ =

۱۴۹۱ء تحریر فرمایا ہے جو ان کے خالہ زاد بھائی حضرت نور قطب عالمؒ کی وفات کے ۷۶ سال بعد ہے۔

اس لئے کچھ مشکوک ہے۔)

۱۱ زاہدی پورہ ضلع بلیا کی مدگاہ میں حضرت مخدوم رکن الدین رکن عالمؒ کے مزار پر جو کتبہ ہے۔ اس میں
(فقیر شریف ص ۲۱ پر)

باہر کندہ ہیں۔ لیکن دوسرے ذرائع سے ان کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے۔ حضرت
 رکن الدین رکن عالمؒ کے صاحبزادے حضرت مخدوم بڑے زاہدیؒ کا مزاج بھی چوکی
 حسن ضلع سیوان (بہار) میں ہے۔ لیکن یہاں بھی کوئی کتبہ نہیں ہے اور تاریخ وفات
 معلوم نہیں ہو سکی ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کے ایک بھائی مخدوم صدر الدین صدر عالمؒ
 چہرہ ضلع سارن کے پاس گھگھٹا میں آرام فرما ہیں۔ لیکن ان کا بھی کوئی حال معلوم
 نہیں ہے۔ شیرازہ مندرجون پھد کے مؤلف جناب سید اقبال احمد نے لکھا ہے کہ
 مخدوم سید صدر الدین شاہ زاہدیؒ جو بہار شریف ضلع پٹنہ کے سید بدر الدین بدر
 عالم زاہدیؒ کے حقیقی بھائی تھے۔ وہ مخدوم شاہ حسام الدین مانک پوریؒ
 سے اجازت و خلافت حاصل کرنے کے بعد جون پور آئے۔ ۵ رمضان المبارک ۹۳۳ھ
 = ۱۲ اکتوبر ۱۵۲۶ء کو انتقال ہوا۔ ملا ٹولہ شہر جون پور میں دکن طرف اہلی کے
 درخت کے نیچے مزار ہے۔ جناب شاہ شمیم اختر صاحب بہاری نے بھی اپنے مضمون میں
 لکھا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالمؒ دہلی سے جون پور آئے جہاں ایک بڑے بھائی کا مزاج
 [بقیہ حاشیہ ۲۳ کا]

آپ ۸۷۱ھ کے نیچے ۱۲۳۸ء اور وصال ۱۱ ذی الحجہ ۹۱۱ھ کے نیچے ۱۳۷۷ء صبح ہے جو غلط ہے
 راقم الحروف نے انوار ۲ اکتوبر ۱۹۶۸ء زاہدی پور میں کتبہ کی پوری عبادت تاریخوں کے ساتھ نوٹ کی تھی
 یہاں چہری سال کو صحیح مان کر عیسوی سال درست کر دیا۔ اے بھائی جناب شاہ کی اشرف صاحب
 چوکی حسن، تھانہ برہنہ یا۔ ضلع سیوان (بہار) منگل ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۸ء۔

ہو سکتا ہے کہ گھگھٹا ضلع سارن (بہار) کے زاہدی بزرگ اور جون پور
 کے مخدوم صدر الدین زاہدی کے ناموں میں کچھ فرق ہو۔ لیکن صاحب شیراز منہل
 کی تحریر میں بعض سخت تضاد کے باعث ان کا بیان محل نظر ہے۔ اگر حضرت بدر الدین
 بدر عالم زاہدی رح کی تاریخ وفات رجب ۸۴۴ھ (۱۴۴۱ء) تسلیم کی جائے
 تو ان کے بڑے بھائی کی تاریخ وفات سے ۸۹ سال کا فرق ہوتا ہے اور ۸۹۳ھ
 (۱۴۸۹ء) سے ۱۴۰ سال کا فرق ہوتا ہے۔ دونوں صورتیں ناممکن ہیں۔ دوسرے
 حضرت حسام الدین مانک پوری رح خلیفہ ہیں حضرت نور قطب عالم رح کے جو بھائی
 ہیں حضرت بدر الدین زاہدی رح کے حضرت نور قطب عالم کا ۸۱۵ھ - ۱۴۱۵ء
 میں اور حضرت حسام الدین مانک پوری رح کا ۸۸۲ھ - ۱۴۷۹ء میں وصال ہوا۔
 یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت نور قطب عالم کے بڑے بھائی کا ان کے ۱۱۵ سال بعد انتقال
 ہوا ہو۔ اس لئے جون پور حضرات عماد الدین زاہدی رح کی تاریخ وفات لکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کے دادا حضرت خواجہ
 شہاب الدین حق گو شہید رح کے واقعہ شہادت ۷۳۰ھ - ۱۳۲۹ء
 ان کے برادر نسبتی حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق رح کی تاریخ وفات یکم رجب ۸۰۰ھ
 = ۲۰ مارچ ۱۳۹۸ء ان کے کزنسر فیروز شاہ تغلق (۱۳۸۸-۱۳۵۱ء) کی تاریخ وفات

۱۳ رمضان ۷۹۰ھ = ستمبر ۱۳۸۸ء۔ اُن کے بھائی حضرت نور قطب عالم رح کے
 سال وفات ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء۔ اُن کے پوتے حضرت رکن الدین رکن عالم رح (زاہد)
 پور ضلع بلیا) کا تاریخ وفات الہدیٰ الجوزی ۹۱۱ھ = ۱۵۰۶ء اور حضرت مخدوم الملک شرف
 الدین بہاری رح کی تاریخ وفات ۶ شوال ۷۸۲ھ = جنوری ۱۳۸۰ء کی روشنی میں ہم
 اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی کی عمر، چاکام سے بہار شریف
 کو واپسی اور اُن کے انتقال کی جو تاریخیں جناب شاہ شمیم اختر صاحب نے لکھی ہیں وہ صحیح
 ہیں۔ یعنی وہ میرٹھ میں ۱۷۱۵ھ = اکتوبر ۱۳۰۱ء میں علاء الدین خلجی کے عہد حکومت
 میں پیدا ہوئے اور بہار شریف ضلع ناہنورہ (بہار) میں ۲۵ رجب ۷۹۳ھ = جولائی
 ۱۳۹۱ء کو بنگال کے سلطان نغیاث الدین اعظم شاہ کے عہد حکومت میں انتقال فرمایا۔
 بنگلہ زبان کے شاعر اور ساعت نامہ، کے مصنف منزل نے اپنے پیر کا نام
 شاہ بدر الدین لکھا ہے۔ اگر اُن کے پیر حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح ہیں تو منزل
 پندرہویں صدی عیسوی کے وسط کے نہیں، بلکہ چودھویں صدی عیسوی کے وسط
 شاعر ہیں۔ کالنا ضلع بردوان میں بدر صاحب نامی بزرگ کے مزار کے سلسلہ میں جوڑا
 انعام الحق نے لکھا ہے کہ وہاں حضرت بدر عالم رح نے اسلام کی تبلیغ کی تھی۔ اور وہاں
 ان کا ایک فرعی مقبرہ موجود ہے۔ بردوان گزیر میں لکھا ہے کہ "ضلع کے دو اور
 بزرگ جن کی ہندو اور مسلمان دونوں یکساں عزت کرتے ہیں۔ وہ کالنا کے بدر صاحب

۱۷ روزانہ صدائے غام۔ پٹنہ۔ مئی ۱۹۵۵ء کی ایک اشاعت

مجلس صاحبؒ ہیں۔ دونوں کے مزارات دریا کے کنارے ایک میل کے فاصلہ پر
 ہیں۔ یہ دونوں بھائی تھے اور چار سو سال قبل تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لئے یہاں
 آئے تھے۔ دونوں مزارات کے درمیان زائسین بالکل محفوظ رکھتے ہیں اور ندی میں
 بات کے درمیان گھڑیاں بھی انسان کو نہیں بکھڑاتا۔ ان دونوں مزارات
 کی کے چھوٹے چھوٹے گھوڑے۔ بھول اور مٹھائیاں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ ممکن
 نہ حضرت بدر الدین بدر عالم زراہدیؒ نے تبلیغ دین کے سلسلے میں کالنا منسلح
 دوران میں قیام فرمایا ہو۔ لیکن یہاں کے بدر صاحبؒ مجلس صاحبؒ کے بھائی
 سے جاتے ہیں اور ان کا زمانہ (۱۵۱۷ء) سولہویں صدی کے آغاز کا ہے
 راقم الحروف کے خیال میں یہ حضرت بدر الدین بدر عالم زراہدیؒ سے مختلف
 ہیں۔

سلہٹ کے راجہ گوڑگو بند نے برہان الدین نامی ایک مسلمان پر سخت ظلم ڈھایا۔
 کی پیدائش کے موقع پر گائے ذبح کرنے کے جرم میں ان کے نو مولود بچے کو قتل کر دیا
 اور ان کا ایک ہاتھ کاٹ لیا گیا۔ انہوں نے گوڑگو کے مسلمان بادشاہ سلطان فیروز شاہ
 بی (۱۳۲۲ - ۱۳۰۱ء) کے دربار میں فریاد کی۔ چنانچہ گوڑگو بند کی سرکوبی کے لئے
 شاہ نے اپنے بھانجے سکندر غازی کی ماتحتی میں فوج روانہ کی۔ اس فوج کو
 گوڑگو کے مقابلہ میں ناکامی ہوئی، تو سکندر غازی کی طرف سے سپہ سالار سپہ

بدر عالم منسلح گزیر بیس سی۔ کے۔ پیرسن ۱۹۱۰ء سے ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۸ء

Marfat.com

Marfat.com

نصیر الدین کی ماتحتی میں ایک اور فوج بھیجی گئی، مسلمان گورنر گوہر کی فوجی طاقت اس کی جادوگری سے کچھ ہراساں تھے۔ اس زمانہ میں حضرت شاہ جلال مجرور اپنے مریدوں اور معتقدوں کے ساتھ اس علاقہ میں معرظت کا رہتے۔ سکندر خان اور سپاہی اللہ نصیر الدین حضرت شاہ جلال مجرور یعنی جکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دعا بردگی درخواست کی۔ حضرت جلال یعنی جرنے دعا کی اور اپنے ۳۶۰ مریدوں کے جہاد میں شریک ہوئے۔ آپ نے بہادر پور میں براج ندی کو اپنے مصلیٰ پر بیٹھ جھور کیا۔ سپاہی اللہ نصیر الدین جن کی نماز فجر کبھی قضا نہیں ہوئی تھی، انہوں نے کی آہنی کمان کو چڑھایا۔ گورنر گوہر فرار ہو گیا اور ۱۳۰۳ھ = ۱۳۰۳ء میں سلہٹ ہو گیا۔ شیخ محمد اکرام نے آب کوثر میں لکھا ہے کہ "شاہ جلال مجرور قطب بود" سے وفات نکلتی ہے اور حضرت کا وصال ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ یعنی ۱۸ مئی ۱۳۰۳ء کو ہوا۔ لیکن ڈاکٹر انعام الحق نے اپنی کتاب "مسلم بنگالی ادب" میں حضرت شاہ جلال یعنی "کا سال وفات ۱۳۲۶ء تسلیم کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن بطوطہ ۴۶ھ میں بنگال سے گذرا، تو وہ سلہٹ جا کر حضرت شاہ جلال یعنی "کی خدمت میں حاضر اور ۱۳۲۶ء میں حیدرآباد پہنچا، تو اسے حضرت شاہ جلال یعنی "کی وفات کے معلوم ہوئی۔"

۱۔ آب کوثر، شیخ محمد اکرام ۳۶۳-۳۵۵؛ حضرت شاہ جلال سلہٹ مضمون سید

۱۹۵۹ء میں ۵۲، مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ۵۴

حضرت جلال مجر دینیؒ کے سلسلہ میں بدر پیرؒ کا ذکر آتا ہے۔ تاریخ چٹاگانگ
 مختلف سید مرتضیٰ علی کا یہ خیال صحیح ہے کہ سلہٹ کے بدر پیرؒ بہار شریف کے حضرت
 عالمؒ سے مختلف ہیں۔ کیونکہ ۱۳۰۳ھ میں سلہٹ کی فتح کے وقت حضرت بدر الدین
 عالم زاہدیؒ کی عمر دو تین سال سے زیادہ نہ تھی۔ شہر چٹاگانگ کے بخشی بازار محلہ میں
 دنیاؒ نامی ایک بزرگ کامز الہی ہے۔ جہاں ہر سال ۲۹ رمضان کو عرس ہوتا ہے
 غالب ہے کہ جنوبی سلہٹ کی فتح کے بعد حضرت بدر پیرؒ چٹاگانگ کے علاقہ
 کے اور یہاں بخشی بازار محلہ میں ان ہی کامزار ہے۔ جنوبی سلہٹ کے علاقہ
 کے سلسلہ میں مدن پور ضلع مہمن سنگھ کے حضرت شاہ سلطان رومیؒ کا نام
 ہے۔ یہ سلہٹ کے حضرت شاہ جلال مجر دینیؒ سے ڈھائی سو سال قبل اس علاقہ
 دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے آئے تھے۔ کیونکہ سلسلہ کے ایک پیر
 نے مطابق ۱۰۴۵ھ = ۱۰۵۳ھ میں آپ کے یہاں آکر آباد ہونے کا حال معلوم
 ہے۔ اس لئے ان کو سلہٹ کے حضرت جلال مجر دینیؒ کے ساتھ شامل کرنا
 سب نہیں ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ شیخ الاسلام حضرت احمد جامؒ نندرہ پیلؒ

شیخ الاسلام حضرت احمد النامقی الجامیؒ چھٹی صدی ہجری کے اکابر ہونے میں گزرے ہیں۔
 ۱۰۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵۳ھ = ۱۱۳۵ھ میں انتقال ہوا۔ حشت کے مشہور
 حضرت خواجہ مودود حشتیؒ متوفی ۱۰۵۲ھ = ۱۱۳۳ھ کے ہم عصر تھے [بقیہ حاشیہ منظر پر]

Marfat.com

Marfat.com

کی اولاد میں تھے۔ چنانچہ آپ کے دادا شیخ شہاب الدین حق گورہ، جو بڑے صاحبِ بزرگ گذرے ہیں۔ انہیں کچھ لوگ شیخ زادہ جا بھی کہتے تھے۔ ان ہی کو باہر محمد تعلق نے فصیل قلعہ سے نیچے گرا کر شہید کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بدر بدیع عالم زاہدیؒ کے جدِ اعلیٰ حضرت شہاب الدین کبیرؒ کعبہ شریف میں امام تھے وہاں سے بشارت نبویؐ کے مطابق میرٹھ آئے اور وہاں سکونت اختیار کی حضرت شہاب الدین کبیرؒ۔ ان کے بیٹے حضرت فخر الدین زاہدیؒ اور حضرت فخر الدین زاہدیؒ کے تین بیٹوں کا مزار شہر میرٹھ میں ہے۔ شہر میرٹھ میں ایک محلہ زاہدی نام کا ہے۔ حضرت شہاب الدین حق گورہ شہیدؒ حضرت فخر الدین زاہدیؒ کے بیٹے تھے۔ کامزار دہلی میں تعلق آباد میں فصیل قلعہ کے پاس ہے۔ حضرت بدر عالم زاہدیؒ والد حضرت فخر الدین ثانی زاہدیؒ کی زندگی کا بڑا حصہ بنگال کے قدیم دارالحکومت سارگاکوں میں گذرا۔ آپ دہلی میں حوض شمسی کے پاس آرام فرما ہیں۔

[بقیہ ماثرہ ص ۱۰۰]

ملا علی الرحمن جامیؒ نے نفحات الانس میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ انیس اطالین 'مفتاح النجات' بحر وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ قابوس المشاہیر میں سال وفات ۵۳۰ھ = فروری ۱۱۴۲ء ۱۸ سالہ تک جنگوں اور پہاڑوں میں عبادت کی تھی۔ سیرت الشرف جلد اول ص ۱۰۰

المشاہیر جلد اول ص ۶۶-۶۵

۱۰۰۰ھ آپ کوثر شیخ محمد اکرامؒ ۱۶۴۰ء۔ ۱۰۰۰ھ آپ کوثر شیخ محمد اکرامؒ ۱۶۴۰ء بحوالہ ترجمہ سفرنامہ ابن جلد دوم ص ۱۴۸۔ ۱۰۰۰ھ تحفہ بہار مولانا محمد عبدالمتین صاحبؒ۔ ۱۰۰۰ھ میرٹھ ضلع گزنی شہر اچ۔ ۱۰۰۰ھ

۱۳۴۰ء میں فخر الدین مبارک شاہ (۴۹ - ۱۳۳۸ء) کے عہد حکومت میں چانگام
 مسلمانوں کے پہلے حملہ کے وقت حضرت بدر الدین بدر عالم زاہری نے چانگام میں موجود
 نئے نینگال میں ۴۶ - ۱۳۴۵ء میں افریقی سیاح ابن بطوطہ کی سیاحت کے وقت
 وہاں آپ کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ چانگام کی بدرتی پہاڑی آپ کے نام
 ہے۔ اور فیضی پلنر یہ آپ ہی کے نام کا چراغ جلتا ہے۔ بنگلہ زبان میں جچی پٹی کے
 پاؤں کو کہتے ہیں۔ اور آپ نے جو چراغ روشن کیا تھا۔ اسی کی وجہ سے اس مقام کا نام
 چانگام ہو گیا۔ سمندر میں کام کرنے والے ملاح آپ ہی کے نام کی دہائی دیتے ہیں۔
 حضرت بدر الدین بدر عالم زاہری سلطان غیاث الدین تغلق (۲۴ - ۱۳۳۱ء)
 سلطان محمد عادل تغلق شاہ (۵۱ - ۱۳۲۴ء) اور سلطان فیروز شاہ تغلق (۸۸ - ۱۳۵۱ء)
 دور حکومت میں تھے۔ آپ کی ایک شادی سلطان فیروز شاہ تغلق کی صاحبزادی بی بی ہمیدہ
 دہلی تھی اور دوسری شادی پر تھوڑی راج پورہان کے خاندان میں۔ دوسری بی بی کا نام
 بی بی ننھی تھا۔ ان سے ایک بڑے حضرت سلطان زاہری اور ایک صاحبزادی بی بی ابرار
 تھیں۔ اور بی بی ہمیدہ سے آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ بہار شریف ضلع نالندہ میں
 حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری ج کے مزار مبارک سے تقریباً نصف
 میل پورب دکھن محلہ تکیہ کلاں میں آپ کا مزار ایک احاطہ کے اندر ہے۔ اس کو چھوٹی درگاہ
 کہتے ہیں۔ آپ کے مزار شریف پر آسیب ہل جاتے ہیں۔ اس لئے بہت سے لوگ آپ کو

۵ تاریخ چنگاؤں۔ سید مرتضیٰ علی ص ۹۔ بحوالہ چانگام مردم شماری پبلسٹ ۱۹۶۱ء ص ۱۳-۱

جلو پیر بھی کہتے ہیں۔

آپ کے زمانہ میں بنگال میں حضرت عثمان انجی سراج آئینہ ہند (متوفی ۱۳۵۷ھ) ان کے خلیفہ اور آپ کے برادر نسبتی حضرت مخدوم غلام الدین علاء الحق (متوفی ۱۳۹۸ھ) آپ کے بھانجے حضرت نور قطب عالم (متوفی ۱۳۵۱ھ)؛ دیوی کوٹ (دومہ) ضلع دیناج پور کے مولانا شاہ عطار (متوفی ۱۳۵۵ھ)۔ شمس الدین محمد ایباس کے دور حکومت کے حضرت راجہ بیابانی (متوفی ۱۳۵۲ھ)؛ فرزند شریف ضلع بوگلی کے شاہ انور علی (متوفی ۱۳۷۷ھ) اور سلہٹ کے حضرت جلال مجر دیمیری (متوفی ۱۳۷۷ھ) دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول تھے۔

حضرت بختیار مہاراجہ سوارج کے ساتھ آنے والے بارہ ادیبوں میں سے حضرت بدر عالم بدر عالم زہا ہری کے سوا دوسرے بزرگوں کے مفصل حالات معلوم نہیں ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ بزرگ چانگام اور سینا کنڈ کے مابین کو میرا شہر کے پاس بارہ ادیبانامی بستی میں آباد ہوئے۔ وہاں ایک ساتھ بارہ پرانی قبریں دکھلا جاتی ہیں۔ شاہ قتال کا مراد شہر چانگام کے شمالی مضافات قتال گنج (قتل گنج) میں ہے۔ عام طور پر ان کو قتال پیر کہتے ہیں۔ مغل عہد حکومت میں سرکاری کھریاں قتال گنج ہی میں تھیں۔ شاہ چاند ادیب چانگام سے آٹھ میل جنوب مشرق کی طرف چاند پور میں سری سہی ندی کے کنارے آرام فرما ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت چاند ادیب

۱۷ تاریخ چٹاگانگ سید رضی علی ص ۱۵۸

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

۱۵ویں صدی عیسوی میں دہلی سے چانگام آئے۔ اور لنگوٹ بند لہے۔

حضرت بدر عالمؒ کے ساتھ آنے والے بزرگوں میں ایک نام حضرت شاہ
سن او یار رحمہ کا ملتا ہے۔ پہلے آپ کو بھاری میں سنکھانڈی کے کنارے
ن کیا گیا۔ لیکن جب ندی کی دھارا بدل گئی، تو آپ کی قبر بھالی کو منتقل کی گئی۔
پ کی صاحبزادی کا نام نرمی بی بی تھا۔ جن کی شادی آپ کے بھتیجے شاہ سکندرؒ سے
لی تھی۔ ان کے بیٹے شاہ قطب الدین رحمہ تھے۔ ان کی اولاد اب تک بھاری میں
رہے۔ یہاں طغری کا ایک کتبہ ہے جس میں ۸۰۰ھ = ۱۳۹۷ء کی تاریخ درج ہے۔
شہر چانگام سے چار میل اتر، پچھم نصیر آباد میں حضرت سلطان بایزید بسطا
درگاہ ہے۔ اس کو سلطان بایزید بسطامی رحمہ کا چلہ کہتے ہیں۔ چلہ کی سادہ مگر باوقار
ریح عمارت ایک ٹیلہ کے اوپر ہے اور ٹیلہ کے دامن میں عہد عالمگیری کی ایک شاندار
سجڑ ہے، جس کا رُوکار اور مرکزی قبة قابل دید ہے۔ ابھی تک حضرت سلطان بایزید
یہ متعلق تحقیق نہیں ہو سکی ہے کہ یہ کون بزرگ ہیں اور یہاں کب تشریف لائے۔ ڈاکٹر
نما الحق کا خیال ہے کہ فی الحقیقت یہ حضرت شاہ سلطان بلخ رحمہ کی درگاہ ہے۔
ساندو پ سے نصیر آباد آئے تھے۔ دوسروں کا کہنا ہے کہ نویں صدی عیسوی میں
بائے اسلام کے عظیم روحانی پیشوا حضرت خواجہ بسطامی رحمہ تبلیغ اسلام کے سلسلہ

۱۵ تاریخ چانگام۔ سید مرتضیٰ علی ۱۵۸۔ ۱۵۹ تاریخ چانگام۔ سید مرتضیٰ علی ۱۵۸-۱۵۷۔

۱۵۸ تاریخ چانگام۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹ تاریخ چانگام۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹ تاریخ چانگام۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹ تاریخ چانگام۔

۱۵۸ تاریخ چانگام۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹ تاریخ چانگام۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹ تاریخ چانگام۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹ تاریخ چانگام۔
(باقی ماہیہ ص ۳۳ پر)

میں چائنگام تشریف لائے اور چھ سال تک یہاں مقیم رہے۔ لیکن خواجہ بازید بسطامی (۸۷۵ - ۶۷۷) کے چائنگام تشریف لانے کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ حضرت سلطان سخی سروردیؒ کبھی مشرقی پنجاب میں تشریف نہیں لائے۔ لیکن جالندھر اور لودھیانہ کے تمام سلطانی ہندو جاٹوں کی بستی میں آپ کی درگاہ موجود ہے۔ اس کی زیارت کہتے ہیں۔ ہر جمعرات کو زیارت صاف کی جاتی ہے اور اس میں رات کو چراغ جلا یا جاتا ہے اور امیر شریف میں غوث الامم حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے تشریف نہیں لانے کے باوجود حضرت خواجہ بزرگؒ کے مزار مبارک کے سامنے

[بقیہ حاشیہ ۳۳ کا]

میں پیدا ہوئے اور ۱۵ شعبان ۱۲۶۱ھ = ۲۶ مئی ۱۸۷۵ء کو وصال ہوا۔

۱۷ حضرت امیر شریف (سلطان سخی سروردیؒ) کوٹا میں پیدا ہوئے۔ حضرت غوث الاممؒ اور

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ سے فیض حاصل کیا۔ لاہور سے ۷۰ میل سو دھڑہ میں پھر

سال دھونکل میں رہے۔ ضلع ڈیرہ غازی خان کے شاہ کوٹ تشریف لے گئے۔ ۱۱۱۸ھ میں شہید ہوئے۔ مزار

مبارک شاہ کوٹ (سخی سروردی) میں ہے۔ ہندو آپ کے بہت معتقد ہیں۔ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ۱۹۵۸ء

اپریل کو میٹروپولیٹن انڈیا جلد بست ویکم ص ۳۹

۱۸ سلسلہ عالیہ قادریہ کے امام غوث الامم حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ ایران کے ضلع جیلان

(گیلان) کے گاؤں نائف (نہایت) میں یکم رمضان المبارک ۱۲۷۸ھ = مارچ ۱۲۷۸ء کو پیدا ہوئے اور

بیچ الاثر ۱۲۷۸ھ = ۱۴ فروری ۱۱۶۶ء کو بغداد تشریف میں وصال ہوا۔

۱۹ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ۱۴ رجب ۱۲۷۸ھ = فروری ۱۱۶۶ء کو غلام سحستان میں

(باقی حاشیہ ۳۵)

مارا اگر وہ پہاڑی کے راستہ پر آپ کا چلہ تعمیر ہوا۔ جہاں حضرت غوث الاعظمؒ کے ایک عقیدت مند نے بغداد شریف سے آپ کی درگاہ کی ایک اینٹ لاکر اپنے سینے کے اوپر دفن کر لیا۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کے سلسلہ کے کسی بزرگ نے ازراہ عقیدت مندی آپ کے نام سے یہ چلہ تعمیر کرایا ہو اور چونکہ عام طور پر ایسے حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کی درگاہ یا آپ کا چلہ کہتے ہیں اس لئے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ درگاہ شریف آپ کے نام سے تعمیر کی گئی ہے۔ آپ کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے۔

شہر چاٹگام سے ایک میل اتر ایک چشمہ ہے جس کو شیخ فرید کا چشمہ کہتے ہیں۔ اس علاقہ میں یہ روایت مشہور ہے کہ اس مقام پر شیخ فریدؒ نے اٹا ٹک کر چلہ کیا تھا اور یہ چشمہ آپ کے آنسوؤں سے جاری ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس چشمہ کے سلسلہ میں شیخ فریدؒ سے حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ (۱۲۶۵-۶۱۱۷ھ) مراد ہیں۔ جو عام طور پر بابا فریدؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار مبارک (اجودھن) پاک پٹن، پاکستان میں بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔ لیکن بابا صاحبؒ کبھی چاٹگام تشریف نہیں لائے اور

ذوقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۲

۱۰۔ محرم ۱۰۵۶ھ = ۱۶ نومبر ۱۶۱۶ء کو اجیر شریف تشریف لائے اور ۲۳ رجب ۱۰۶۳ھ = ۱۶ مارچ ۱۲۳۶ء کو اجیر شریف (راحتھان) میں دہال ہوئے۔

۱۱۔ حضرت شیخ کبیر بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ ملتان میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین اختیار گاہیؒ کے خلیفہ اور نظام المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبوب الہیؒ اور حضرت مخدوم (باقی حاشیہ صفحہ ۲۳۲ پر)



۱۔ ضلع چٹگانگ
 پیمانہ ایک انچ = ۳۲ میل

یہودیوں کی صدی عیسوی سے قبل چانگام کا علاقہ مسلمانوں نے فتح نہیں کیا۔ لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کسی عقیدت مند نے اس پہاڑی چشمہ کو آپ کے نام سے اس لئے منسوب کر دیا ہو کہ اس علاقہ کے مسلمان حضرت بابا صاحب کی عظمت اور بزرگی سے واقف ہو سکیں۔

حضرت سید محمد یوسفؒ جو شاہ پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا مزار چانگام سے تقریباً پندرہ میل دکن پوربست کا نیامیں ہے۔ روایت کے مطابق آپ کا تعلق ایک شاہی خاندان سے تھا۔ لیکن دنیاوی عیش و آرام سے الگ ہو کر درویشی اختیار کر لی اور ست کا نیامیں آباد ہوئے۔ سلسلہ شطاریہ میں شاہ پیر نام کے ایک بزرگ گذرے ہیں۔ جن کا میرٹھ میں ۱۶۳۰ء میں انتقال ہوا۔ ۱۵۰۵ء میں حضرت جلال علیؒ (۱۵۲۳-۱۶۶۲ء) چانگام تشریف لائے۔ ان کا مزار پھاٹک چاری تھا نہ کے جلال آباد میں ہے۔

[بقیہ حاشیہ ۳۵ کا]

علاء الدین صابرؒ کلکتہ تشریف کے پیر و مرشد ہیں۔ ۵ محرم ۶۶۵ھ = ۱۱ اکتوبر ۱۲۶۵ء کو پاک پٹن (اجودھن) ضلع ساہی ول (سابق ضلع ہونٹ گومیری) میں وصال ہوا۔ راحت القلوب اور اسرار الاولیاء آپ کے دو موقوفات ہیں۔ جنوبی پنجاب میں اسلام کی اشاعت آپ کی کوششوں کی رہنمائی ہے۔ آپ کو شیخ محمد اکرامؒ ۲۵۵-۲۲۲ھ لے تاریخ چٹگانگ۔ سید مرتضیٰ علیؒ ۱۵۷

۱۵ میرٹھ گزیٹ میں لکھا ہے کہ شہر شاہ کی دیوار کے دروازوں میں ایک کا نام شاہ پیر دروازہ ہے۔ یہ دروازہ شاہ پیر کے مقبرہ کے پاس ہے۔ سنگ سرخ کا یہ شاندار مقبرہ ملکہ نور جہاں نے ۱۶۲۸ء میں ایک نعر کی یادگار میں بنوایا تھا۔ شاہ پیر محلہ بھی آپ ہی کے نام پر آباد ہے۔ میرٹھ ضلع گزیٹ۔ اچ۔ آر۔ نیول آباد سن ۱۹۰۷ء۔ ۲۷۲۔ لے تاریخ چٹگانگ۔ سید مرتضیٰ علیؒ ۱۵۸۔ لے تاریخ چٹگانگ ۱۹

شہر چاٹگام کے چاند پور محلہ میں شاہ ملا مسکین کا مزار ایک ٹیلہ کے اوپر ہے۔
 درگاہ کے پاس ایک مسجد ہے، جو پٹھانوں کے عہد کی معلوم ہوتی ہے۔ آپ حضرت بدر پور
 کے کچھ دنوں بعد چاٹگام آئے۔ آپ کے ساتھ آنے والوں میں شاہ نور شاہ اشرف رح
 کاہلی شاہ رح۔ بندہ رضا شاہ رح اور شاہ مبارک علی رح تھے۔ ان بزرگوں کے مزارات
 بھی حضرت ملا مسکین رح کے مزار کے پاس ہیں۔

چاٹگام سے رام پور اور کوکڑ بازار کو جانے والی بچہ سڑک پر چاٹگام سے
 تقریباً ۲۵ میل دکھن چکر یا ٹھکانہ ہے۔ ٹھکانہ کے پورب ایک چھوٹی سی وادی میں حضرت
 شاہ عمر رح کا مزار ہے۔ ضلع نواکھالی کے پرگنہ عمر آباد میں آپ کی ایک درگاہ ہے اور
 شاید پرگنہ کا نام بھی آپ ہی کے نام پر ہے۔ دہلی کے شہنشاہ محمد شاہ (۱۷۴۸-
 ۱۷۱۹ء) نے آپ کی گذارش پر اس پرگنہ کو حسن اللہ خاں اور ثناء اللہ خاں
 دو بھائیوں کے نام مال کی معمولی سالانہ آمدنی پر بند و بست کر دیا تھا۔ زیادہ تر لوگوں
 کا خیال ہے کہ نواکھالی کے شاہ عمر رح اور چکر یا کے شاہ عمر رح ایک ہی بزرگ ہیں۔

یہ سب ٹھکانہ میں گپ لیا دیکھی کے کنائے قاضی مرہٹل (متوکل؟) کی درگاہ
 ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے عہد حکومت میں دہلی میں
 قاضی القضاة کے عہدہ پر فائز تھے اور بادشاہ بیگم کے ناراض ہو جانے کے بعد

۱۵ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۹

۱۵ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۵۸

۱۵ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۱۵۸

سے چاٹنگام چلے آئے اور باقی ماندہ زندگی تبلیغ و اشاعتِ اسلام اور عبادت و
صفت میں گزار دی۔

پھاٹک چاری (فتح چاری) تھانہ کے کفایت نگر میں حضرت حامد شاہ کی درگاہ
پہلے اس درگاہ میں بہت بڑی جاگیر تھی۔ حامد شاہ کے مورث اعلیٰ عرب سے
روستان آئے اور دار الحکومت گوڑ میں آباد ہوئے۔ ۱۵۷۳ء میں منعم خاں کی
بہداری کے زمانہ میں گوڑ میں پیگ پھیلا اور حامد شاہ کے دادا گوڑ سے چاٹنگام
آئے۔ حامد شاہ کے والد کا نام عبدالصمد تھا۔ حامد شاہ کی اقامت کے بعد کفا
میں جنگل صاف کر کے آبادی ہوئی۔ پھاٹک چاری چاٹنگام سے پندرہ میل شمال
مرقا اور میر کے اسے آٹھ میل مشرق قدرے جنوب کی طرف ہے۔

کرناٹلی ندی کے کنارے مرزاخیل میں ہمیشی اولیا کی درگاہ ہے۔ کہا جاتا ہے
ہمیشی اولیا پہلے ایک ہندو حجام تھے۔ ابو ارام اور ہمیش چنڈرا ان کے دو بیٹے تھے
انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے بیٹوں کا نام عتیق اللہ اور محمد شریف رکھا گیا۔
بہنوں بڑے نامور بزرگ گزے ہیں۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے ان لوگوں
جاگیریں عطا کیں۔ نوابارا اور شرف بھاٹا میں ذمہ عتیق اللہ اور ذمہ محمد شریف
دونوں بزرگوں کے نام پر ہیں۔

حضرت موئی نور محمد صاحب نظام پوری (متوفی ۱۸۵۸ء) اور ان کے خلیفہ

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فریح علی صاحب دہلی (متوفی ۱۸۸۶ء) کے معاصرین میں جناب شاہ معین الدین صاحب رح کی درگاہ شہر چاٹگام کے مضافات میں پہاڑ تللی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہ تقریباً ۱۳۵ سال قبل حیات تھے۔ جناب شاہ احمد علی صاحب رح کی درگاہ پھاٹک چاری ٹھکانہ کے میچ بھنڈار نامی مقام میں ہے۔ یہ ۱۸۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۹۰۵ء میں ان کا وصال ہوا۔ وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور صاحب معرفت بزرگ گذرے ہیں۔ ہر سال ماگھ مہینہ کی دسویں تاریخ کو ان کے عرس میں چاٹگام اور اس پاس کے اضلاع سے ہزاروں ہزار زائرین شریک ہوتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے صاحب خاں قاہ بزرگ جناب شاہ امانت اللہ صاحب رح کا تعلق بھی اس دور سے ہے۔ فروری ۱۹۰۷ء میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت بختیار ماسی سوار رح کی اولاد میں حضرت صوفی شاہ دائم رح کے سلسلہ میں قبیل آپ کا ذکر آچکا ہے۔ آپ ضلع جج کی عدالت میں چیراسی کا کام کرتے تھے۔ مولانا سیدہ احمد اللہ صاحب نے اپنی کتاب عین جارحیہ میں تذکرہ اولیاء نیکالہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہمیش کھالی کا ایک شخص اپنے ایک سنگین مقدمہ کے ضروری کاغذات گھر چھوڑ آیا تھا۔ اس کے وکیل نے بتلایا کہ اگر کل تاریخ سماعت کے وقت وہ کاغذات پیش نہیں کئے جاسکے، تو وہ مقدمہ ہار جائے گا۔ چاٹگام سے اس کا مکان بہت کافی فاصلہ پر تھا اور دو تین روز سے کم میں کاغذات لے کر واپس آنا

لہ تاریخ پھاٹک ص ۱۵۹

مکن نہ تھا، وہ سخت پریشان ہوا۔ شام کو گھر جاتے وقت اس کا رونا پینا دیکھ کر آپ بہت متاثر ہوئے۔ آپ کی ایک کرامت کا اظہار ہوا۔ صبح تک وہ کاغذات لے کر چائے گام واپس آگیا اور مقدمہ حبیت گیا۔ تاکید شدید کے باوجود اس شخص نے کرامت کے اس راز کو ظاہر کر دیا۔ آپ کی شہرت ہو گئی۔ ملازمت سے سبکدوش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے چائے گام میں آئے اور بھی چند کرامتوں کا اظہار ہوا۔ اس علاقہ کے بہت لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ ہر سال یکم ذی الحجہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ مزار پر ایک عالی شان عمارت ہے اور مرجع خلائق ہے۔

جناب شاہ وعظ الدینؒ ۱۸۰۷ء میں کان کھالی تھانہ رنگو نیا میں پیدا ہوئے۔ بارہ زمین دوز کمروں میں چلہ کشی کرتے رہے۔ چائے گام اور اکیاب کے علاقہ میں۔ آپ کے مریدین اور متوسلین کی تعداد بہت کافی تھی۔ ۱۸۸۰ء میں انتقال ہوا۔ کان کھالی ہی کے مولانا سید تجمل علی رح عربی و فارسی کے زبردست عالم اور مشہور بزرگ گذلے ہیں۔ ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹۵ء میںصال ہوا۔ ان کے بڑے بیٹے

سید دود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۶؛ عین جاریہ۔ شاہ احمد شاہ صاحب۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۷ء۔
ضمیمہ ۱۔ بحوالہ تذکرہ اولیائے بنگالہ مصنفہ مولانا محمد عبدالحق صاحب پرنسپل عالیہ فیض آباد تاریخ
چائے گام۔ سید تفسی علی ص ۱۶-۱۵۹

مولانا سید نور الحق صاحب (۱۹۲۸ء-۱۹۸۶ء) کو اپنے زمانہ میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔
 میرٹھ اور پٹنہ کے درمیان میں کثیر تعداد میں لوگ ان سے مرید ہوئے۔ تقریباً اسی دور
 میں جناب سید ابوالقاسم بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ بریا کھالی تھانہ راولپنڈی
 میں ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ بیچ بھنڈا اور تھانہ پھاٹک چاری کے شاہ احمد اللہ صاحب
 کے خلیفہ تھے۔ ۱۹۲۸ء میں جے نگر تھانہ رنگو نیا میں ان کا انتقال ہوا۔

لہ تارخ چاکانگ سید تقی علی ص ۱۶۰

Marfat.com

Marfat.com

۲۔ چانگام پر اسلامی اقتدار

مسلمانوں نے بنگال کا صوبہ تیرہویں صدی عیسوی کے آغاز میں فتح کر لیا تھا۔
 ۱۳۰۳ء میں سکندر غازی اور سپہ سالار سید نصیر الدین نے حضرت جلال بمینی کی
 رد سے سلہٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن چودھویں صدی عیسوی کے وسط تک وہ
 میگھنا ندی کے پورب نہیں بڑھ رہے تھے۔ سنار گاؤں کے فخر الدین مبارک شاہ
 (۱۳۳۸-۱۳۶۹) بنگال کے پہلے آزاد مسلم حکمران تھے۔ جنہوں نے ۱۳۶۷ء میں
 میگھنا ندی کے پورب نو اکھالی۔ ٹپرا۔ چانگام اور سلہٹ کے علاقوں کو فتح کیا۔ اسی

۱۳۶۷ء سنار گاؤں میں نجیات الدین بہادر شاہ کی دوبارہ سرکوبی اور خاتمہ کے بعد سلطان محمد بن تغلق کے
 رضاعی بھائی تاتار خاں جوہام طور پر بہرام خاں کے نام سے مشہور ہیں، گورنر تھے۔ ۱۳۳۶ء میں ان
 کے انتقال کے بعد فخر الدین مبارک شاہ حکمران ہوئے۔ ۱۳۳۸ء میں انہوں نے اپنی آزادی کا اعلان
 کر دیا اور اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔ انہوں نے دس سال حکومت کی۔ ان کے بعد ان کا بیٹا اختیار الدین غازی
 شاہ حکمران ہوا۔ ۱۳۵۲ء میں حاجی شمس الدین محمد الیاس نے سنار گاؤں کو اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ ایدوا
 ہسٹری آف انڈیا۔ جلد دوم۔ کالی کنکرت وغیرہ ص ۲۲۳-۳۲۳؛ تاریخ بنگال۔ سرحد ذاتہ سرکار۔
 جلد دوم ص ۹۰-۹۱ اور ص ۱۰۵۔ لکھ چانگام ضلع گز میٹر۔ ایس۔ ایس۔ او سیلی ص ۲

Marfat.com

Marfat.com

بادشاہ کے عہد حکومت میں اس کے جنرل قدیر خاں غازی نے چانگام پر حملہ کیا تھا۔ اس جنرل کے نام پر چانگام ضلع کے راؤ جن تھانہ میں قتل پورا (قدیر پور) لہستی ہے۔ جہاں ایک قدیم مسجد بھی ہے۔ اس علاقہ میں حاجی محمد خلیلؒ اور حضرت بدر الدین بدر عالمؒ نے اسلام پھیلایا۔ فاتح جنرل قدیر خاں غازی نے ان دونوں مبلغین اسلام سے ملاقات کر کے ان کی عزت افزائی کی تھی۔ فخر الدین مبارک شاہ نے دار الحکومت سنار گاؤں کو ایک اعلیٰ درجہ کی سڑک کے ذریعہ چانگام سے ملانے کی کوشش کی۔ چنانچہ چانگام سے چانگام تک پختہ سڑک بنوائی۔ چانگام میں مسجدیں اور مقبرے تعمیر کرائے۔ ۱۳۶۶ھ - ۱۳۶۷ھ میں مشہور انزلی سیاح ابن بطوطہ چانگام آئے تھے ان کے سفر نامہ سے اسلامی فتوحات اور قیام سلطنت کی تصدیق ہوتی ہے۔ بنگالی شاعر محمد خاں نے ۱۳۶۶ھ میں اپنی کتاب "مقتول حسین" میں اور ۱۳۶۶ھ میں شہاب الدین طالش نے اپنی کتاب "علاقہ چانگام" میں فخر الدین مبارک شاہ کی فتوحات کا ذکر کیا ہے۔ ۱۳۸۶ھ - ۱۳۸۷ھ میں حضرت سید بختیار ماہی سوار کے پر پوتے اور چانگام کے حاکم مجلس اعلیٰ راستی خاں نے ہتھ ہزاری کے پاس فتح آباد میں گورڈ کے حبشی سلطان رکن الدین باریک شاہ (۱۳۸۷-۱۳۸۸ھ) کے عہد میں فیر علی کی یادگار میں جو مسجد تعمیر کرائی تھی، اس کے کتبہ سے بھی اس علاقہ میں مسلمانوں کی حکومت کا ثبوت ملتا ہے۔ ۱۳۸۵ھ میں جب چینی سفیر چانگام آیا تھا، تو اس وقت بھی وہاں مسلمانوں

۱۸ تاریخ چانگام سید علی مرتضیٰ علی ص ۱۳ ۱۹ چانگام ضلع گزیر ص ۲۲ اور تاریخ چانگام ص ۱۸

۱۵۱۵ء کی حکومت قائم تھی۔ لیکن ۱۵۱۲ء میں چانگام پر ٹمبیرا کے راجہ دھنیا مانکیا (۱۵۱۵ء-۱۵۱۳ء) کا قبضہ ہو گیا تھا۔ پھر کچھ ہی دنوں بعد گوڑ کے عربی النسل سلطان علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۸-۱۵۱۳ء) نے گوڑ کے پاس قصبہ نامی مقام میں ٹمبیرا راجہ کو شکست دیا اور بادشاہ کے بیٹے ناصر الدین نصرت شاہ (۱۵۱۸-۱۵۱۳ء) نے بغدادی تاجرانفا حسین کی ترغیب سے چانگام پر حملہ کر کے وہاں پھر اسلامی اقتدار قائم کر دیا۔

۱۵ چانگام ضلع گڑھی پورہ ۲۲ ۱۵ سلطان علاء الدین حسین شاہ پہلے گوڑ کے حبشی سلطان کے وزیر تھے ۱۵۱۳ء میں امرائے سلطنت نے ان کو بادشاہ بنایا۔ ۲۶ سال حکومت کی اور ۱۵۱۸ء میں انتقال ہوا۔ یہ عربی النسل تھے، لیکن شادی ایک شاہنگالی خاندان میں ہوئی تھی۔ بہت ہی دین دار و وسیع النظر اور عالی خیال حکمران تھے۔ اڑیسہ۔ گدیہ، کوچ بہار۔ آسام اور چانگام کو فتح کیا، کثرت سے مساجد اور مدرسے تعمیر کرائے۔ ان کے لئے اور بندگان کی مزارات کی نگہداشت کے لئے ہزاروں میگھے زمین وقف کی ہر سال حضرت نور قطب عالم کے مزار کی زیارت کے لئے پانڈوہ شریف جاتے تھے۔ اسی خانقاہ کے اخراجات کے لئے بہت بڑی جائداد وقف کی جس کو بائیس ہزاری کہتے ہیں۔ گوڑ میں داخل دروازہ بنوایا اور گوڑ کے پاس سعد اللہ پور میں حضرت عثمان انجی سراج آئینہ ہند کا مقبرہ تعمیر کرایا۔ بنگالی زبان کی سرپرستی کی۔ ان کے عہد حکومت میں مناسنگل۔ و دیاسنیر اور پراگلی جہاں بھارت بنگالی زبان میں لکھی گئی۔ بہار شریف ضلع مالند (بہار) کے حضرت غلام شاہ فخر الدین زایدی رح کے مرید تھے۔ (رود کوڑ شیخ محمد اکرام صفحہ ۲۵، مسلم بنگالی ادب صفحہ ۵-۴۸، مالہ گڑھی پورہ ۲-۱۹، ایڈوانس ہٹری آف انڈیا جلد دوم صفحہ ۳۲، مادہ نوکراچی۔ دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۴۳)۔ ۱۵ ناصر الدین نصرت شاہ اپنے باپ کی طرح لائق و فائق (باقی ماہ ۲۸ پر)

اس فوجی مہم میں بغدادی تاجرانفا حسین اور چانگام کے سابق حاکم سید رستی
خاں کے بیٹے بنزل پراگل خاں نے شہزادہ کی بہت مدد کی تھی۔ شہزادہ نصرت
شاہ نے چانگام سے ۸ میل پر فتح آباد کو اپنا صدر مقام بنایا اور اس زمانہ میں
بہت کافی آبادی مسلمان ہو گئی۔

۱۵۳۸ء تک مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ پھر ماگھ قبائل حادی ہو گئے۔ بعض
لوگوں کا خیال ہے نصرت شاہ کے انتقال کے فوراً ہی بعد ۱۵۳۲ء شہزادہ کے راجہ
بجے مانکیا (۱۵۲۸-۴۰) نے چانگام پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ۱۵۵۶ء میں جب
بجے مانکیا نے چانگام پر حملہ کر کے آٹھ مہینوں تک شہر کا محاصرہ کیا، تو بنگال کے
حکمران بہادر شاہ کے رشتہ دار اور چانگام کے گورنر مبارک خاں نے شہزادہ کی فوج
کو بڑی طرح شکست دیا تھا۔ بعد میں جب پٹھان فوجی کھانے پکانے میں مشغول تھے
تو شہزادہ کی فوج نے دوبارہ حملہ کر کے مسلمانوں کی شکست دی۔ مبارک خاں کو گرفتار

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷ کا]

حکمران تھا۔ اس نے تربہت کو فتح کیا۔ گوڑ میں بڑا سونا مسجد اور قدم رسول تعمیر کرایا۔ وہاں بھکت کا بنگالی نڈیا
زبان میں ترجمہ کرایا۔ ۱۵۱۸ء میں حکمران ہوا اور ۱۵۳۳ء میں اسے قتل کر دیا گیا۔ (مسلم بنگالی ادب
والدہ گزیٹیر ص ۱۹۔ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم ص ۱۷۱)

۱۷ الفاسین بغداد کے رہنے والے عربی تاجر تھے۔ ان کے پاس سمندر میں جانے والے ۴ جہاز تھے۔
بعد میں نصرت شاہ کے خاندان سے ان کے ازدواجی تعلقات قائم ہوئے۔ (تاریخ چانگانگ۔ سید رستی
ص ۲؛ تاریخ بنگال سرحد و ناتھ سرکار جلد دوم ص ۱۵۰ بحوالہ احادیث الخوین مصنف حمید اللہ صاحب
ص ۱۸-۱۷)

کر لیا اور پجاری چلتی کی ترغیب سے دیوی کے سامنے قربان کر دیا۔ ۱۵۳۳ء میں بنگال کے بادشاہ داؤد خاں قرانی نے چاٹگام پر قبضہ کرنے کے لئے فوج روانہ کی۔ شہیرا کے راجہ ادے مانکیا کے بہنوئی رتناکن نارائن نے باون ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن نواکھالی ضلع کے قندال نامی مقام پر شہیرا کی فوج کو شکست ہوئی۔ تیس ہزار شہیرا کے فوجی مارے گئے سپانچ ہزار پٹھان شہید ہوئے۔ اس فتح کے بعد داؤد خاں قرانی نے مزید فوج فرزند خاں آئی اور جمال خاں پنی کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ ان دونوں نے شہیرا پر حملہ کیا اور کوٹلا کے پاس مہر گل نامی مقام پر شہیرا کو پھر شکست دی۔ ضلع چاٹگام میں راجہ ٹوڈر مل کی بندوبستی میں سلیمان پور مہال کا نام ملتا ہے، جو داؤد خاں قرانی کے والد سلیمان خاں قرانی کے نام پر اس فتح کی یادگار میں ہے۔ ۱۵۷۶ء میں داؤد خاں قرانی کے انتقال کے بعد اس علاقہ پر اراکان راجہ کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۵۸۵ء میں جب سیاح رالف فیچ یہاں آیا تھا تو اس وقت اراکانیوں کا قبضہ تھا۔

بنگال کے بحری قزاقوں کی مدد سے اراکانیوں اور ماگھ قبائل نے مسلمانوں پر بہت ظلم ڈھایا۔ ہزاروں ہزار کو تہہ تیغ کر دیا اور بہت سے لوگوں کو غلام بنا لیا۔ ۱۶۰۹ء میں پرتگالیوں نے فتح خاں کو شکست دے کر جزیرہ ساندو پ پر قبضہ کر لیا۔ ہندوؤں نے پرتگالیوں کی ماتحتی قبول کی اور ان کی مدد سے بہت مسلمان

۱ تاریخ چٹاگانگ ص ۳۰-۲۷

مانے گئے۔ ان بھری قزاقوں کے ظلم و تشدد سے ساحلی علاقے ویران ہو گئے تھے۔ چنانچہ ان بھری قزاقوں کے حملوں کو روکنے کے خیال سے گورنر اسلام خاں نے ۱۶۱۱ء میں صوبہ کا دار الحکومت راج محل سے جہانگیر نگر ڈھاکہ منتقل کر دیا۔ ۱۶۱۱ء میں اراکانیوں اور پرتگالیوں کی مشترکہ فوج نے بنگال پر حملہ کیا۔ لیکن ناکام ہے۔ اراکانی مہاجد نے پھر دوبارہ حملہ کیا۔ بھلو (نواکھالی) کا مغل فوجدار فرار ہو گیا لیکن مرزا نور الدین اور دوسرے مغل حکام نے بہادری سے مقابلہ کر کے راجہ کو جنوری ۱۶۱۶ء میں پوری طرح شکست دیا۔ اراکان کا راجہ بڑی مشکلوں سے جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔ اراکانیوں کو مزید مزادینے کے لئے بنگال کے صوبہ دار قاسم خاں نے فروری ۱۶۱۶ء میں عبدالبنی کی ماتحتی میں ایک فوج چائنگام روانہ کی۔ چائنگام سے بسن میں شمال مغرب کی جانب کٹ گھر نامی مقام میں اراکانیوں کا ایک ناکمل قلعہ تھا جہاں

لے اعتقاد الدولہ شیخ علاء الدین اسلام خاں فتح پور سیکری کے حضرت شیخ سلیم چشتی (متوفی فروری ۱۶۴۲ء) کے پوتے اور بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں تھے۔ ان کی شادی شیخ مبارک ناگوری کی صاحبزادی لادلی بیگم سے ہوئی تھی۔ ۱۶۱۳ء میں شہنشاہ جہانگیر نے ان کو بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اگست ۱۶۱۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔ لاش فتح پور سیکری (ضلع آگرہ) لاکر دفن کی گئی۔ جہاں حضرت شیخ سلیم چشتی کی مدعا کے احاطہ میں ان کا شاندار مقبرہ موجود ہے۔ ان کے بعد نواب قاسم خاں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے وہ ان کے بھائی تھے۔ نواب اکرام خاں ان کے صاحبزادے تھے (قاموس المشاہیر جلد اول ص ۷۸؛ تاریخ بنگال، مرید و ناتھ سرکار، جلد دوم ۱۸۸۵-۱۲۳۷)

ایک لاکھ پیدل فوج، چالیس ہاتھی اور ایک ہزار جنگی کشتیاں موجود تھیں۔ عبدالنبی بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھا اور قلعہ پر اچانک حملہ کیا۔ سخت مقابلہ ہوا۔ اراکانی مغلوب ہو کر قلعہ چھوڑنا ہی چاہتے تھے کہ عبدالنبی نے اپنے چند حکام کے مشورہ سے جنگی کارروائی دوسرے روز کے لئے ملتوی کر دی۔ اس غلط فیصلہ سے دوسرے روز لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔ پھر عبدالنبی نے اراکانی قلعہ کا محاصرہ کیا۔ چند مہینے بعد سرحد کی کمی کے باعث مغل کمانڈر کو محاصرہ اٹھالینا پڑا اور وہ مئی ۱۶۱۶ء میں ڈھاکہ واپس آیا۔ اس ہم میں چانگام کے پرگنہ نظام پور پر شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن فوج کی واپسی کے بعد پھر ماگھوں نے قبضہ کر لیا۔

صوبہ دار ابراہیم خاں نے مارچ ۱۶۲۱ء میں شیرا کو فوجی مرکز بنا کر چانگام پر حملہ کیا۔ راستہ سیدھا ضرورت تھا لیکن پہاڑی اور جنگلی علاقہ ہونے کے باعث سخت دشواری گزارا تھا۔ راستہ کی دشواری، اسد کی کمی اور وبائی امراض کے پھیلنے کے باعث صوبہ دار کو ناکام واپس آنا پڑا۔ ۱۶۲۵ء میں بنگال کے صوبہ دار کے اشارہ پر چانگام میں ماگھ سرداروں نے بغاوت کی۔ اراکانی راجہ تھیری تھوڈا نے حملہ کر کے نہ صرف بغاوت کو دبا دیا۔ بلکہ ۱۶۲۶ء میں بنگال پر حملہ کر کے مگھوں (نواکھالی) پر قبضہ کر لیا۔ اور مگھوں کے فوجدار مرزا باقی کی ناکامی کے بعد آگے بڑھتا ہوا ڈھاکہ کے مضافات تک آ گیا۔ صوبہ دار خانہ زاد خاں قبلی۔ دارالحکومت ڈھاکہ کو اپنے ماتحتوں پر چھوڑ کر راج محل چلے آئے تھے۔ مغل حکام نے اراکانی راجہ کا مقابلہ کیا۔ لیکن ان کو شکست ہوئی۔ اراکانی راجہ نے شہر کو

لوٹ لیا۔ بہت کافی مال غنیمت اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا کر لے گیا۔ قیدیوں کے ساتھ جانوروں کا سا برتاؤ کرتا تھا۔ صوبہ دارخانہ زادخان دارالحکومت اور اس کے باشندوں کے حفاظت میں بالکل ناکام رہے :-

صوبہ دار شیخ اسلام خاں (۱۳ - ۱۶۰۸ - ۶۱۶۰۸) نے اراکائیوں کی طاقت کو بڑھے نہیں دیا۔ ان کے بعد تین صوبہ دار قاسم خاں (۱۷ - ۱۶۱۳ - ۶۱۶۱۳)۔ ابراہیم خاں (۲۴ - ۱۶۱۷ - ۶۱۶۱۷) اور خانہ زاد خاں (۲۶ - ۱۶۲۵ - ۶۱۶۲۵) کے زمانہ میں اراکائیوں سے

۱۵ نواب شیخ قاسم خاں جو عام طور پر شیخ فتح خاں کے نام سے مشہور تھے حضرت شیخ سلیم حشتی کے درج پور سیکری ضلع آگرہ کے پوتے تھے اور صوبہ دار بنگالہ شیخ اسلام خاں کے بھائی تھے۔ اپنے بھائی کی وفات کے بعد ۱۶۱۳ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ۱۶۱۷ء میں بادشاہ نے ان سے ناراض ہو کر ان کو واپس بلا لیا۔ (قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۳۷-۱۳۶) تاریخ بنگالہ سرحد و ناتھ

سرکار۔ جلد دوم ص ۹۸-۲۸۹

۱۶ نواب ابراہیم خاں فتح جنگ چہا ہنزار منصب دار تھے۔ حضرت شیخ سلیم حشتی کے پوتے نواب قاسم خاں کے بیٹے ۱۶۱۷ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ شہزادہ خرم کی بغاوت کے زمانہ میں اپریل ۱۶۲۲ء میں اکبر نگر کی لڑائی میں مارے گئے۔ ان کی بی بی روح پرور خانم نے عہد عالم گیری میں اہم مقام کیا۔ (قاموس المشاہیر جلد اول ص ۱۵۰) تاریخ بنگالہ سرحد و ناتھ سرکار۔ جلد دوم ص ۲۹۸-۳۰۹

۱۷ نواب خانہ زاد خاں کا نام مرزا امان اللہ تھا۔ وہ عہد جہانگیری کے نامور سردار زمانہ بنگالہ تھے۔ ۱۶۲۵ء میں شہنشاہ جہانگیر نے ان کو بنگال (بقیہ ماہ شمارہ ۵۳ پر)

Marfat.com

Marfat.com

بڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن اراکانیوں کے مقابلہ میں علاقہ میں مغلوں کی طاقت کمزور ہوتی گئی۔ ابراہیم خاں شہزادہ خرم کی بغاوت کے زمانہ میں ۱۶۲۲ء میں مارے گئے۔ اراکانی راجاؤں کے حملوں کو روکنے میں ناکامی کے باعث شہنشاہ جہانگیر قاسم خاں اور خانہ زادوں سے سخت ناراض ہوئے اور ان دونوں صوبہ داروں کو واپس بلا لیا گیا۔ ۱۶۲۵ء میں عہد شاہ جہانی میں قاسم خاں جوینی صوبہ دار مقرر ہوئے انہوں نے سلطنت کے اس دور دراز صوبہ میں مغل شہنشاہ کا اقتدار پوری طرح بحال کر دیا۔

[بقیہ ماہیہ ۵۲ کا]

کا صوبہ دار مقرر کیا۔ لیکن دو سال کے اندر واپس بلا لیا۔ عہد شاہ جہانی میں ان کو پنج ہزاری منصب ملا اور خان زمان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ شاعر تھے اور امانی تخلص کرتے تھے۔ ایک کتاب موسومہ 'مجموعہ' اور ایک دیوان یادگار ہے۔ ۱۶۳۷ء میں دولت آباد (اورنگ آباد کن) میں انتقال کیا۔

قاسم خاں المشاہیر ص ۲۱-۲۲۔ تاریخ بنگال سر و جہد و ناتھ سرکار۔ جلد دوم ص ۱۵-۳۱۳

۱۔ اب قاسم خاں جوینی ایران کے شہر سبزوار کے رہنے والے تھے۔ ان کی شادی نور جہان بیگم کی ایک بہن منترہ خاتون سے ہوئی تھی۔ شاہ جہاں کے دربار میں پنج ہزاری منصب پر فائز تھے۔ فدائی خاں کے بعد ۱۶۲۸ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ہوگلی میں پرتگالی تاجروں نے ایک قلعہ بنا کر ظلم و ستم کا ہاند گرم کر رکھا تھا۔ بادشاہ کے حکم سے صوبہ دار نے قلعہ کا حاصرہ کر کے پرتگالیوں کی طاقت کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۶۳۲ء میں انتقال ہوا۔ شاعر تھے۔ قاسم تخلص تھا۔ ایک دیوان یادگار ہے۔ (قاسم خاں المشاہیر جلد دوم ص ۱۳۱) ایروانس ہسٹری آف بنگال جلد دوم۔ کالی کنگریت وغیرہ ص ۲۶۲۔

۱۶۳۷ء میں جب اسلام خاں شہدہی بنگال کے صوبہ دار ہو کر آئے، تو ایک طرف وادی برہم پتر میں اہوم راجہ کو دبایا اور ہاتھ تک قبضہ کر لیا اور دوسری طرف چانگام علاقہ کے ماگھ راجہ کو اپنی سیاست اور حکمت عملی سے ملا لیا اور وہ مغل شہنشاہ کی ماتحتی میں آ گیا۔ اس کے باوجود اراکانوں اور پرتگالیوں کے مظالم جاری رہے۔ ماگھ گورنر موگت لوائے پر ۱۶۳۸ء میں اراکانی راجہ نے حملہ کیا۔ دریائے فیننی کو پار کر کے اس نے مغل علاقہ میں پناہ لیا۔ صوبہ دار کے حکم سے جو گدیہا کے مغل تھانہ دار

لی

۱۔ نواب اسلام خاں شہدہی کا اصلی نام میر عبدالسلام تھا۔ عہد جہانگیری میں پنج ہزاری منصب پر فائز تھے۔ عہد شاہ جہانی میں شش ہزاری منصب اور محمد الدولہ کا خطاب ملا۔ پہلے گجرات میں تھے، پھر بنگال کی صوبہ دار اور پرماتھور ہوئے۔ ۱۶۳۰ء میں وزیر سلطنت مقرر ہوئے اور محمد الدولہ کا خطاب پایا۔ ہفت ہزاری منصب پاکر دکن کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ۲ نومبر ۱۶۳۷ء کو انتقال ہوا۔ مزار لاہور تک آباد دکن میں ہے۔

تاریخ المسماہ جلد اول ص ۷۸۔

۲۔ بللائی آسام کے اہوم راجہ برہم پتر میں تھے۔ ان لوگوں نے بعد میں ہندو مذہب اختیار کر لیا۔ ان کا دار الحکومت سبگ گرنل کے نظیر (گرگادوں) میں تھا۔ مغل سلطنت کے سرکاری علاقوں پر مسلسل حملے اور ۱۶۵۸ء میں گورانی پر قبضہ کر لینے کے بعد بنگال کے صوبہ دار میر محمد نے ۱۶۶۱ء کے موسم سرما میں ۱۲ ہزار سپاہ اور ۳۰ ہزار سپاہی فوج اور طاقتور دریائی بیڑہ کی مدد سے اہوم راجہ پر حملہ کیا۔ اراکانی ۱۶۶۲ء کو الہ کے دار الحکومت پر قبضہ کر کے ان کی طاقت کا خاتمہ کر دیا اور ان کو صلح کرنے پر مجبور

کیا۔ اپریل گزٹ پیٹرن آف انڈیا جلد ششم ص ۲۹-۲۷؛ جلد سبب دوم۔ ص ۲۹-۳۲۸
[بقیہ مشورہ ص ۵۵ پر]

نے حمد آوروں کو بھگا دیا۔ منگت لے چودہ ہاتھیوں اور ۹ ہزار آدمیوں کے ساتھ
 ڈھال آیا۔ صوبہ دار نے اس کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا اور اس کے قیام و طعام
 کا مناسب انتظام کر دیا۔ اسی زمانہ میں چانگام کے علاقہ میں خانہ جنگی کی کمی کیفیت
 پیدا ہوئی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بنگال کے وہ دس ہزار باشندے جن کو
 پرتگالیوں اور اراکینیوں نے غلام بنا رکھا تھا وہاں سے فرار ہو کر واپس آنے میں
 کامیاب ہوئے۔ ان تمام بانوں کا بدلہ لینے کے لئے اراکینی راجہ نے پرتگالیوں
 سے دوستی کر کے سمندر کی طرف سے بنگال پر زبردست حملہ کیا۔ لیکن صوبہ دار اسلام
 خان مشہدی نے مقابلہ کر کے اس حملہ کو ناکام بنا دیا۔

عبدالشاہ جہانی میں نواب اسلام خان مشہدی کے بعد بادشاہ کے دوسرے
 بیٹے شاہ شجاع شاہ سے ۱۶۶۶ء تک اکیس سال بنگال کے صوبہ دار رہے

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷ کا]

ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم صفحہ ۲۹۲؛ تاریخ بنگال سرحد و ناٹھ سرکار جلد دوم صفحہ ۲۲۵-۲۲۵
 ۳۔ آسام کے ضلع کامروپ میں برہم پتراندی کے اتر اور گواہٹی سے تقریباً پندرہ میل شمال مغرب کی
 طرف ہوا ایک تاریخی مقام ہے۔ یہ ہندوؤں اور بودھوں کا بڑا ستھان اور مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے
 یہاں پر خلیفۃ الدین لودھی کی بنوائی ہوئی ایک مسجد ہے۔ اس کا مسلمانوں کی نظر میں بڑا احترام ہے
 اور اس کو پاؤمکہ کہتے ہیں۔ امپریل گزیٹیئر آف انڈیا جلد سیزدہم صفحہ ۵ اور فوٹو آف آسام۔ محکمہ
 سیاحت آسام صفحہ ۱۷۰ چانگام ضلع گزیٹیئر۔ ایس۔ ایس۔ اوپلی صفحہ ۲۹-۳۰ اور تاریخ
 چانگام۔ سید رفیع علی صفحہ ۲۸-۲۹۔ سلطان شجاع (شاہ جہاں بادشاہ کا دوسرا بیٹا)
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷)

ان کے زمانہ میں امن و آمان رہا۔ پٹرا کے راجہ نے آزادی کا اعلان کر دیا تھا، اُس کو انہوں نے مغلوب کر کے پھر مغل سلطنت کا باجگزار بنا دیا۔ کوہلا کے پاس شاہ شجاع کے نام کی ایک مسجد ہے، جس کے اخراجات کے لئے پٹرا ضلع کی شجاع ٹرکسٹی وقف تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پٹرا کے راجہ گو ویر مانیکیا نے جذبہ احسان مندی کے تحت شاہ شجاع کی یادگار میں یہ مسجد بنوایا تھا۔ پٹرا ضلع کے داؤد کندھی سے چانگام ہوتے ہوئے اراکان کی طرف جو اونچی اور بچھڑے ہوئی جاتی ہے۔ اس کو لوگ اب تک شاہ شجاع روڈ کہتے ہیں۔ اس سڑک کے کنارے داؤد کندھی سے کوہلا تک بہت ساری مسجدیں ملتی ہیں۔ یہ سب شاہ شجاع کی بنوائی ہوئی ہیں۔

ستمبر ۱۶۵۷ء میں بادشاہ کی علالت کے بعد شاہ شجاع نے بنگال میں اپنے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور دارالحکومت کی طرف بڑھے لیکن شہزادہ داراشکوہ

[بقیہ طیشہ ۵۵ کا]

۱۲ مئی ۱۶۱۶ء کو اجیر شریف میں پیدا ہوئے۔ ۱۶۳۲ء میں ایران کے شاہی خاندان کے کتھمرنا صفوی کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ ۱۶۳۳ء میں دکن کی ہم پر بھیجے گئے۔ ۱۶۳۹ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ فطری طور پر ذہین، عالی دماغ، ہم دل اور انصاف پسند تھے۔ اعلیٰ فوجی صلاحیت بھی تھی۔ میرٹھ سے شکست کھانے کے بعد مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کیا اور اراکان میں پناہ لیا جہاں ۱۶۶۱ء میں برہمی بے کسی اور بے بسی کے عالم میں شہید ہوئے۔ قابوس المشاہیر جلد اول ۱۶۹-۲۹۸۔ ایڈوانس پریس آفمانڈیا ص ۸۳-۲۸۲۔ لے پٹرا ضلع گز پٹرا۔ جی۔ ای۔ ویسٹرا لہ آباد ۱۹۱۰ء ص ۱۴

۱۵ پٹرا گز پٹرا ۱۵ اور تاریخ چٹاگانگ۔ سید رفیع علی صاحب

کے بیٹے سلیمان شکوہ نے ان کو بناؤں کے پاس شکست دے کر نکال دیا پس آنے پر
 ہو گیا۔ اورنگ زیب کے مقابلہ پہلے اجمین کے پاس دھرت میں (فتح آباد۔ ۱۵ اپریل
 ۱۶۵۸ء) اور پھر آگرہ کے پاس سموگرٹھ میں (۲۹ مئی ۱۶۵۸ء) داراشکوہ کی شکست
 کی خبروں سے ان کی ہمت افزائی ہوئی۔ اور انہوں نے حصولِ سلطنت کے نئے ایک
 شرفیوں کے ساتھ دہلی کی طرف پیش قدمی کی۔ ۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء کو دہلی میں اورنگز
 عالمگیر نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا تھا۔ جنوری ۱۶۵۹ء کو آباد سے
 ۹ میل پچھ صلیح فتح پور کے کچھوہ نامی مقام پر دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا شاہ
 شجاع کو بڑی طرح شکست ہوئی۔ اورنگ زیب کے سپہ سالار اور میر محمد نے
 ان کا پھپھا کیا اور ۱۶۶۰ء میں مالہ صلیح میں ٹانرہ کے پاس ان کو پھر شکست
 دیا۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہ اراکان جاتے ہوئے پہلے ٹبراکے راجہ
 گووند مانکیا سے ملے۔ وہ ان کے ساتھ محبت سے پیش آیا۔ صلیح چانگام میں جہاں
 شہزادوں نے جون ۱۶۶۰ء میں نمازِ عید الفطر ادا کی تھی۔ اس مقام کو عید گاہ
 کہتے ہیں۔

۱۔ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۹۹ اور ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم ص ۴۸۔

۲۔ مالہ گزیر ص ۲۳

۳۔ عید گاہوں چانگام اراکان دو ڈیڑھ ہزار میٹر اور پورے کے درمیان گوکستر بازار سے
 تقریباً دس میل اتر پورب اور تقریباً اتنا ہی فاصلہ رامو سے اتر کی طرف ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

شاہ شجاع نے اراکانی راجہ سے گدازش کی تھی کہ انہیں کچھ دنوں کے لئے پناہ دی جائے اور مکہ معظمہ جانے کے لئے ان کے اپنے خرچ سے جہازوں کا سامان کر دیا جائے۔ ملکاف سے وہ برنگالی جہاز میں آئے اور ۲۶ اگست ۱۶۶۲ء کو اراکان کے دارالحکومت اور دہونگ پہنچے۔ پہلے تو ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا گیا۔ لیکن آٹھ مہینوں کے انتظار کے بعد بھی ان کے لئے جہاز کا سامان نہیں کیا جاسکا۔ اراکانی راجہ سندراتھو دمانے ان کی بڑی لڑکی کا مطالبہ کیا۔ جس کو غیرت مند شہزادہ نے پسند نہیں کیا۔ اوائل فروری ۱۶۶۱ء شہزادہ کو قتل کر دیا۔ ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا گیا۔ بنگال کے صوبہ دار میر محمد نے شاہ شجاع اہل و عیال کی رہائی اور ان کو بچانے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہیں ہو سکی۔ ۱۶۶۳ء میں اراکانی راجہ نے ان لوگوں کو کشتی میں بٹھا کر غرق کر دیا اور اسی دارالحکومت کے بہت سے مسلمانوں کو ان لوگوں کی ہمدردی کے باعث قتل کر دیا۔ چانگام اور اراکان کے علاقہ میں شاہ شجاع کی صاحبزادی کی مصیبت بھری داستانِ حیات دردناک دیہی گیت کی شکل میں رائج ہے۔ کلکتہ یونیورسٹی کی طرف سے مشرقی بنگال کے دیہی گیتوں کا جو مجموعہ شائع ہوا ہے اس میں یہ داستان کہانی بھی شامل ہے۔

عبدعالمگیری میں جب امیرالامراء نواب شاکر خاں بنگال کے صوبہ دار

۱۰ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ۵۲-۵۳

۱۱ امیرالامراء نواب شاکر خاں کا نام مرزا ابوطالب تھا یہ وزیر سلطنت محمد اول (بقیہ ماہنامہ)

لوگوں کے، تو انہوں نے اراکانی راجہ کی سرکوبی کا فیصلہ کیا۔ اراکانیوں اور بحری قزاقوں کے مسلسل حملوں کے باعث بنگال کے ساحلی علاقوں میں رعایا کی تباہی اور بربادی کے علاوہ صوبہ دلاور کا اراکان کے دارالحکومت مورونگ میں اپنے بھانجہ شاہ شجاع اراکان کے لڑکوں کے ہاتھ قتل کئے جانے کا بھی عدم تھا۔ میگھنا کے دہانہ پر ڈھاکہ، چٹاگم کے درمیان ساندویپ کا جزیرہ واقع ہے۔ دلاور خاں صوبہ دار ابراہیم ان کے زمانہ میں بحریہ کا افسر تھا۔ اراکان کے راجہ نے جب ساندویپ سے اپنے تخت پرنگالی حکمرانوں کو نکال دیا، تو کچھ ہی دنوں بعد دلاور خاں ساندویپ قابض ہو گیا۔ گرچہ وہ اپنے کو صوبہ دار کھلتا تھا کہتا تھا اور اس کا بیٹا شریف نعلب دار بھی تھا۔ لیکن وہ ساندویپ پر آزادانہ حکومت کرتا تھا۔ دلاور خاں

[بقیہ حاشیہ ۵۸ کا]

صفت خاں کے بیٹے اور نور جہاں کے بیٹے تھے۔ ۱۶۳۱ء میں بیمار کے حاکم اور ۱۶۴۱ء میں وزیر مقرر ہوئے۔ ۱۶۵۲ء میں گجرات کی مہم پر اور ۱۶۵۶ء میں گوکنڈہ کی مہم پر بھیجے گئے۔ ۱۶۵۹ء کو دکن کے صوبہ دلاور پر بڑی کامیابی ہوئی۔ پونا کو فتح کر لیا۔ ۱۶۶۳ء میں بنگال کی صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ۱۶۶۸ء میں انتقال ہوا۔ اگر وہ اپنے بارگ میں دفن کئے گئے۔ تاروں المشاہیر جلد دوم ص ۱۳

۱۔ دلاور خاں دلال راجہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے تقریباً ۵۰ سال تک ساندویپ کے جزیرہ ایک آزاد حکمران کی حیثیت سے بڑے سہر و ظلم، تشدد اور سختی کے ساتھ حکومت کی اور صوبہ دار بنگال اور اراکانی راجہ کی مخالفت کے باوجود آزادانہ حکومت کرتا رہا۔ اس کے خلاف فوجی مہم میں میراجو الحسن کے علاوہ ابن حسین بھال خاں، سواندار خاں، کھلتا خاں اور مھوڑیگ نے حصہ لیا۔

(بقیہ حاشیہ ۵۸ پر)

کو اراکانی راجہ کے خلاف فوجی مہم کے سلسلہ میں بھلوار (نواکھالی) آنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے حکم کو منظور کر لیا۔ لیکن حاضر نہیں ہوا۔ چنانچہ چانگام پر حملہ کرنے سے پہلے ساندھ میں دلاور خاں کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تاکہ راستہ میں دشواری نہ ہو۔ امیر البحر ابوالحسین نے ۹ نومبر ۱۶۶۵ء کو حملہ کیا۔ بعد میں مزید ملک روانہ کی گئی۔ دلاور خاں اور اس کے ۹۲ فوجی گرفتار ہوئے۔ ساندھ وپ فتح ہو گیا۔

قتل و غارت گری اور بے گناہ انسانوں کو غلام بنانے میں اراکانی اور پرتگالی ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ لیکن کبھی دونوں میں لڑائیاں بھی ہوتی تھیں۔ چنانچہ چانگام میں اراکانی راجہ کوشکست دینے کے لئے پرتگالی فرنگیوں کو الگ کرنے ضروری تھا۔ چانگام کے فرنگیوں کو لکھا گیا کہ اگر وہ لوگ اراکانی راجہ کا ساتھ نہ دے سکیں تو انہیں اراکان راجہ کے مقابلہ زیادہ آسانیاں دی جاسکتی ہیں۔ اور اگر نافرمانی کی تو ایک ایک کو ختم کر دیا جائے۔ اس دہکی کا اچھا اثر ہوا۔ پرتگالیوں نے بغاوت کر دیا۔ ان کا سردار پیتا ل مورائس چالیس جہازوں میں پرتگالیوں کو سولہ کر کے بھلوار (نواکھالی) کے مغرب تھا۔ دلاور خاں کے پاس آیا۔ کچھ پرتگالی ساندھ وپ میں ہتر گئے۔ باقی ڈوب گئے۔ نواب شائستہ خاں نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ سے ۱۲ میل دکن لاکھ کے لئے نوابادی قائم کی گئی اور فراخ دلی کے ساتھ

[بقیہ ماہیہ ص ۵۹ کا]

تھا۔ گرفتاری کے وقت اس کی عمر ۸۰ سال تھی۔ تاریخ چانگام ص ۵۹-۶۹

ناسب مراعات دی گئیں۔

چانگام پر حملہ کے لئے ایک تیز دست بھری بیڑہ تیار کیا گیا جس میں پھرتا سم کے چھوٹے بڑے کل ۲۸۸ جہاز تھے۔ بیڑہ ہزار فوج جمع کی گئی۔ نواب شائستہ ماں کی عمر ۸۰ سال تھی۔ وہ خود ڈھاکہ میں رہے۔ صوبہ داکہ کے بڑے بیٹے بزرگ میبدخان اس فوجی ہمہ کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ ۲۵ دسمبر ۱۶۶۵ء کو تین ہزار فوج بھری بیڑہ میں امیر البحر ابن حسین کی ماتحتی میں اور دس ہزار فوج خشکی کے راستہ سے خود سپہ سالار کی ماتحتی میں روانہ ہوئی۔ بڑی اور بھری فوج میں ہمیشہ رابطہ قائم رکھا گیا تاکہ امیر البحر کو ندیوں اور جزیروں سے بھری قزاقوں کو نکلانے میں دشواری نہ ہو۔ سپہ سالار کی مدد کے لئے اختصاص خاں اور سراندانہ خاں اور دوسرے جنرل تھے۔ ڈھاکہ سے میر مرتضیٰ کو اور نوابہ سے منوڈ خاں اور دوسرے زمینداروں کو فریاد خاں اور فرنگی سردار کپتان مورائس کے ساتھ روانہ کیا گیا۔

۱۶۶۵ء چانگام ضلع گزیر ۳۲-۳۱ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷
 ۱۶۶۶ء میں چانگام کی فتح کے بعد وہاں کے پہلے گورنر مقرر ہوئے۔ دو سال چانگام میں رہے۔ ۱۶۶۶ء
 میں جامع مسجد تعمیر کرائی۔ پھر پرتگالیوں اور ماگھوں کی سرکوبی کے لئے ان کو باقر گنج میں مامور کیا گیا۔
 ۱۶۶۸ء میں باقر گنج میں ہے۔ ضلع باقر گنج کا پرگنہ بزرگ امیر پورہ ان کے نام پر ہے۔
 ۱۶۶۹ء سے ۱۶۷۰ء تک دوبارہ چانگام میں رہے۔ ۱۶۷۸ء میں ان کو الہ آباد گورنر مقرر کیا گیا پھر
 بہار کے گورنر مقرر ہوئے۔ ۱۶۹۱ء میں انتقال کیا۔ تاملوس المشاہیر جلد اول ص ۱۲۸، اور تاریخ
 چٹاگانگ ص ۶۶-۶۵

Marfat.com

Marfat.com

مشہور سالار بزرگ امید خاں بڑی تیز رفتاری سے بڑھے۔ دریائے فلتی
 کو پار کرنے کے بعد ایک بستی کا نام بزرگ امید نگر رکھا گیا۔ یہاں فوجی چوکی قائم کی گئی
 امیر البحر دریائے فلتی کے دہانہ سے آگے بڑھا تاکہ فوجی چوکی پر فلتی ندی ہو کر بحر
 حمد کا خطرہ نہ رہے۔ سپہ سالار جنگلوں کو صاف کرتے ہوئے اور راستہ بتاتے ہوئے بڑے
 لپے بٹھے۔ اس لئے کچھ تاخیر ہوئی تھی۔ ۲۲ جنوری ۱۶۶۶ء کو ابو حسن اپنے بھائی بڑے
 کے ساتھ کبیر آگے جہاں کبھی تبلیغ دین کے لئے بارہ اولیاء کا قافلہ اُترا تھا۔ سپہ سالار
 ابھی تین کوس پیچھے تھے۔ ۲۳ جنوری کو اراکینوں کا بھری بیڑہ کٹھالیاسے آگے بڑھا سمندر
 میں طوفانی کیفیت تھی لیکن ابو حسن نے آگے بڑھ کر بڑی ہمت اور بہادری سے متحمل
 کیا۔ اراکینوں کو شکست ہوئی۔ ۲۴ جنوری کو پھر مقابلہ ہوا اور اراکینوں کا بھری بیڑہ کرنا
 دہانہ میں داخل ہوا۔ یہاں پھر بڑی سخت لڑائی ہوئی جس میں فرنگیوں اور نوارا کے زمینداروں
 نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اراکینوں کے بہت سے جہاز ڈوب دیئے گئے اور بچے قسم کے چھوٹے
 کل ۳۳۷ جنگی جہازوں پر قبضہ کیا گیا۔ رات میں فاتح فوج شہر چانگام سے کچھ نیچے جہازوں میں رہی۔
 دوسرے روز ۲۵ جنوری ۱۶۶۶ء کو چانگام کے قلعہ کا محاصرہ کر کے گورنر
 کی گئی قلعہ کی اراکینی فوج اپنے بھری بیڑہ کی تباہی کے بعد کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن ایک
 روز تک بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ ۲۶ جنوری کی صبح کو قلعہ کے فوجیوں نے ہتھیار
 ڈال دیے۔ مورخوں کے سپاہیوں نے قلعہ اور شہر کو کچھ نقصان پہنچایا۔ ۲۷ جنوری
 کو سپہ سالار بزرگ امید خاں قلعہ چانگام میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ بہت کم مال غنیمت
 ہاتھ آیا۔ دو ہزار ماگھ قیدی بنائے گئے۔ ہزاروں ہزار ہنگامی کسان جنہیں ان
 بھری قزاقوں نے گرفتار کر کے اپنا غلام بنا لیا تھا، آزاد کر دیئے گئے اور اپنے

روں کو واپس ہوئے۔ اراکانی راجہ کی ماتحتی میں جو ماگھ گورنر یہاں متعین تھا اور جس نے
ھیما ڈالا تھا۔ اس کو ڈھاکہ بھیج دیا گیا۔ ندی کے دوسرے کنارے پر قلعہ میں جو ماگھ
ہے۔ انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور اس قلعہ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

سیالہ بزرگ امید خاں نے قلعہ میں داخل ہونے پر امن و امان کا اعلان کر دیا اور
م لوگوں کو یقین دلایا کہ ان کے جان و مال بالکل محفوظ رہیں گے۔ فوج کو سختی سے
نعت کر دی گئی کہ رعایا پر کسی قسم کا جبر و دباؤ اور ظلم و ستم نہ ہونے پائے۔ بزرگ امیر بزرگ
چانگام کے درمیان شاہ راہ کی حفاظت کے لئے میر تقی میر میں فوجی چوکی قائم کی گئی۔

چانگام اور اراکان کے درمیان چار دن کے راستہ پر رامو کی بند گاہ میں اراکانوں
ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس کی حفاظت پر فوجیوں کی ایک کثیر تعداد مامور تھی۔ میر تقی میر
اس قلعہ کا معاشرہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ دشوار گزار راستوں، گھنے جنگلوں اور خطرناک

یوں کو پار کرتے ہوئے بارہ دنوں کے بعد وہ رامو کے پاس پہنچے۔ کل ہو کر قلعہ پر حملہ کیا۔
اراکانی راجہ کے بھائی راوی نے سخت مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر اپنے فوجیوں کے ساتھ
ہاتھوں میں فرار ہو گیا۔ میر تقی میر نے ان کا تعاقب کر کے ان میں سے بہتے لگھوں کو قتل

یا اور بہت کافی گرفتار ہوئے۔ یہاں بھی بنگالی مسلمانوں کی ایک کافی تعداد مقید تھی۔ ان
کو رہا کر دیا گیا۔ سیالہ کو معلوم ہوا کہ اراکانی راجہ ایک نئی اور نازہ دم فوج رامو بھیج رہا ہے۔
انہوں نے سینا خاں، جمال خاں اور دوسرے فوجی حکام کو میر تقی میر کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

رامو ضلع چانگام کے جنوبی حصہ میں ساحل سمندر سے تقریباً آٹھ میل (اندازاً) ڈیڑھ دن کے صدر
غاکو کسٹرز بازار سے ۹ میل پورب تریہ دکن باگھ کھالی ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ تھانہ
صدر مقام ہے۔ یہ چانگام سے تقریباً ۶۵ میل اور ٹرک کے ذریعہ ۵۷ میل کے فاصلہ پر ہے۔ عید
۱۸۸۸ء میں ۱۸۸۸ء اور گریبانیا آٹھ میل آخر پورب ہے۔ یہاں اور دوسری
عیسوی میں عربت باجر یہاں کی روہی یا روہماہ سلطنت کا ذکر کرتے ہیں۔ (چانگام گزیر پورب)۔

رامو سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر حفاظت کے لئے ایک فوجی دستہ متعین تھا اور
 کی ایک بڑی فوج نے سات ہاتھیوں کے ساتھ یکا یک اس فوجی دستہ پر حملہ کر کے اس کو منتشر
 کر دیا۔ جب میر تقی کو یہ حال معلوم ہوا، تو اپنی فوج کا کچھ حصہ لے کر فوراً روانہ ہوئے
 ایک ندی کے کنارے تک پہنچے۔ ندی بہت گہری تھی اور اس کے جنوبی کنارے پر دشمن
 جنگی تیاریوں میں مشغول تھا۔ لیکن فوج نے بڑی جرات اور بہادری کے ساتھ بحفاظت
 دریا پار کر کے دوسرے کنارے پر اراکانیوں کا مقابلہ کیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ دشمن
 شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ میر تقی نے ان کا تعاقب کر کے ۸۰ توپیں اور بہت سا
 جنگی سامان چھین لیا۔

برسات کا زمانہ شروع ہو گیا۔ برسات میں چٹاگانگ سے رامو تک کا علاقہ سیلاب سے
 ڈوب جاتا تھا۔ ذرائع آمد و رفت اور ریل و رسائل کی دشواری کے پیش نظر سپہ سالار نے میر تقی
 کو واپس آنے کا حکم دیا۔ چنانچہ رامو سے میر تقی سرداروں اور مینداروں اور وفادار کسانوں
 کے ساتھ چانگام کے قریب دھن کول چلے آئے۔ عالم گیر نامہ میں مغل فوج کے رامو تک
 جانے اور وہاں کے دشوار گزار راستوں کا ذکر ہے۔

مغل فوج کی کامیابی اور چانگام کی فتح کی خبر شہنشاہ عالم گیر کو فوری ستمبر ۱۶۶۶ء میں
 ملی۔ مستر اور شادمانی کا اظہار کیا۔ اور اس فوجی مہم سے وابستہ تمام اُمراء اور حکام کو اعزاز
 و افتخار سے نوازا۔ امیر الامراء نواب شاہ خاں صوبہ دار کو بادشاہ نے اپنی ایک قیمتی مہر عطا کی۔

میر تقی نے اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں اس ندی کا نام متاموہاری لکھا ہے۔ جو مشکوک ہے کہ
 دشمن کی فوج ندی کے دھن تھی اور متاموہاری رامو سے تقریباً ۲۵ میل پورب پہاڑی علاقوں میں آتی
 تھی اور پھر تقریباً اتنے ہی فاصلہ پر اتر میں چٹاگانگ کے پاس پھم گڑھ گزرتی ہے۔ دونوں حالات میں متامو
 کا نام صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ رامو کے دھن اوکھیا کے قریب الی ندی ہو سکتی ہے۔

۱۶ تاریخ چٹاگانگ ص ۶۳
 ۱۷ چانگام گزیٹیر ص ۱۸۸

دو ہاتھی مع بوج، دو آراستہ گھوڑے اور ایک خلعت خاص عطا کیا۔ ان کے شاندار کارنامہ کے سلسلہ میں تعریف و توصیف کا ایک شاہی فرمان جاری ہوا۔ سیالکوٹ اور میرخان، امیر البحر ابن حسین، میر تقی اور محمد بیگ اباکش کو ترقی دی گئی۔ ابن حسین کو منصب نواح اور میر تقی کو مجاہدانہ کا خطاب ملا۔ شاہ کے حکم سے شہر چانگام کا نام اسلام آباد رکھا گیا۔ مسلمان فوجیوں، علما اور سرداروں کو چانگام میں جاگیریں دی گئیں۔

تقریباً ایک سو سال تک چانگام پر مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ پلاسی کی لڑائی کے بعد اکتوبر ۱۷۶۱ء میں بنگال کے نواب ناظم میر قاسم علی خاں نے مذاہنہ اور بردوان کے ساتھ چانگام کا ضلع بھی انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔

بزرگ امیرخان چانگام کے پہلے مغل گورنر مقرر ہوئے۔ انہوں نے قلعہ چانگام میں ۱۷۶۶ء میں ایک شاندار جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اس مسجد پر قطعات تاریخ کے دو فارسی کتبے لگے ہوئے ہیں جن میں ایک قلعہ تاریخ یہ ہے:

خداوند سلاطین قدر دینار
 رواج دین پاکِ مصطفیٰ کرد
 خردگفتہ بگو تاریخ تعمیر
 بعد الم کعبہ ثانی بنا کرد
 ۷۸ ۱۰ھ

۱۔ اس وقت بڑے عظیم ہندوپاک میں اسلام آباد نام کے تین مقامات ہیں۔ (۱) اسلام آباد چانگام سابق مشرقی پاکستان موجودہ بنگالہ دیش میں (۲) اسلام آباد انتہا ناک ضلع جنوبی کشمیر ریاست جموں کشمیر، منارستان میں (۳) پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد ضلع راولپنڈی پنجاب پاکستان میں۔ ۲۔ نواب میر قاسم علی خاں سید امتیاز صوبہ دار گجرات کے پوتے اور بنگال کے نواب میر محسن کے داماد تھے۔ انگریزوں نے میر محسن کو معزول کر کے ستمبر ۱۷۶۶ء میں ان کو بنگال کا نواب بنایا۔ انہوں نے انگریزوں کے دباؤ میں بردوان، مذاپور اور چانگام کے زرخیز اضلاع ان کے حوالہ کر دیے۔ خرچ کو گھٹایا۔ مالی اور فوجی اصلاحات نافذ کیں۔ دارالحکومت منڈلا باب سے ہونے لگا۔ انگریزوں کی دخل اندازی اور ریشمدوانی کی وجہ اختلاف پیدا ہوا۔ ۳۔ جولائی ۱۷۶۳ء کو انگریزوں نے انہیں معزول کر کے — (بقیہ حاشیہ ص ۶۶ پر)

Marfat.com

Marfat.com

۱۷۶۰ء میں انگریزی اقتدار کے بہت دنوں تک اس مسجد کو بطور میگزین استعمال کیا گیا۔ پھر اس میں محکمہ تعمیرات عامہ کا گودام رہا۔ ۱۹۳۸ء کے زلزلے میں اس کی لائبریری زمین پر الیسٹ انڈیا کمپنی نے قبضہ کر لیا۔ ایک بااثر اور دیندار مسلمان کی کوششوں سے تقریباً ایک سو سال بعد ۱۹۵۶ء میں یہ مسجد واکزار ہوئی۔

شہر سے چار میل کے فاصلہ پر نصیر آباد میں حضرت خواجہ بایزید بسطامی کی دگاہ کے متصل عہد عالم گیری کی ایک دوسری شاندار مسجد ہے جو نقش و نگار اور حسن و خوبصورتی کے لحاظ سے قابل دید عمارت ہے۔ جس زمانہ میں نواب شہت رخاں کے دوسرے بیٹے جعفر خان چانگام میں فوجدار کے عہدہ پر فائز تھے۔

بقیہ حاشیہ ۶۵ کا

پوٹھو تھری میر جعفر کو پھر نواب بنایا۔ ۲۷ جولائی کو پھلگیر یا ضلع مرشد آباد میں اور پھر ۲ اگست کو اڈانالا ضلع سندھال پر گنہ میں نواب میر قاسم علی خاں کو انگریزوں کے مقابلہ شکست ہوئی۔ ۲ اکتوبر ۱۷۶۳ء کو کبیر کی لڑائی میں نواب میر قاسم علی خاں شجاع الدولہ (نواب وزیر اودھ) اور بادشاہ شاہ عالم کی متحدہ فوج کی شکست کے بعد بنگال میں مسلمانوں کے اقتدار کا آخری چراغ گل ہو گیا۔ گوالیار کے پاس گوہ میں لڑے۔ وہاں سے جو دھپہ لپد گئے۔ پھر دہلی آئے۔ دہلی کے پاس موہنج کو قتل ہوئے۔ ۱۷۷۷ء میں نہایت سبکیسی کے عالم میں انتقال کیا۔ شال فرخت کے تاجر تکفین ہوئی۔

قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۳۷؛ جدید تاریخ ہند کا نصاب۔ سرکار اودھت؛ مستدان مرشد آباد ص ۶۵۔ تاریخ چٹاگانگ ص ۶۵۔ لے خط الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مظاہر۔

جدو نامہ باسک لین۔ ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۷۵ء (بقیہ حاشیہ ص ۶۷ پر)

(۸۷-۶۱۶۸۰) سید حمزہ خاں چودھری نے بارغ حمزہ خاں میں ۱۰۹۳ھ سے ۱۱۶۸ھ
 میں مسجد تعمیر کرائی۔ ان کے نام پر ایک حمزہ دگھی بھی ہے۔

حمزہ خاں سید رحمت خاں کے پوتے اور سید شمشیر خاں کے بیٹے تھے۔ ان
 کا خاندان ۱۵۷۳ء میں گوڑ کی تباہی کے بعد چانگام کے ہائی شہر میں آکر آباد ہوا۔
 ان کا ۱۵۹۲ء میں انتقال ہوا۔ جعفر خاں کے ایک نچستی حمید نے ایسا تھانہ بناس
 کھالی میں ۱۶۸۲ء میں تالاب کھودوایا اور مسجد تعمیر کرائی۔ اموسے میر مرتضیٰ کی واسطی
 کے بعد بزرگ امید خاں نے سانگو ندی کو مغل حکومت کی سرحد قرار دیا اور یہاں
 اراکینوں کے حملے سے حسرت کی حفاظت کے لئے ہزارہی عہدہ کے دو حکام کو
 متعین کیا جس مقام پر یہ دونوں افسر آباد ہوئے، اس کو دو ہزاری کہنے لگے۔ ان
 ہزاری حکام میں سے ایک ادھو خاں تھے۔ ان کو ساٹھ مواضعات جاگیر میں دینے
 گئے۔ انہوں نے سانگو ندی کے پانچ ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا۔ ہزاری ادھو خاں کے
 بھائی نواب بہادر خان روہل کھنڈ کے ناظم تھے جعفر خاں کے بعد بہادر خاں کے
 بیٹے منظر خاں چانگام کے فوجدار مقرر ہوئے۔

عظیم خاں کو کہ صوبہ دار بنگالہ (۱۶۳۲-۳۷) کے بڑے بیٹے فدائی خاں
 ۱۶۸۹ء سے ۱۶۹۳ء تک چانگام کے فوجدار تھے۔ ان کے زمانہ میں شہباز نے

(الغیب حاشیہ ص ۷۷ کا) : سو فی فتح علی صاحب لسی رح کے پر بھائی خان بہادر سید اللہ خاں
 مفتی اعلیٰ الخواتین (تاریخ حمید) راہ نجات اور گلزار شہادت لہ تاریخ چانگام ص ۶۵

دیوان ہاٹ میں ۱۱۰۲ھ ۱۶۹۳ء میں مسجد تعمیر کرایا گیا۔ ۱۶۹۹ء میں نواب شاہ خاں کے تیسرے بیٹے عقیدت خاں فوجدار تھے۔ ان کے دیوان محمد خاں نے جولا پارا میں ایک مسجد بنوائی اور اس کے قریب تالاب کھودوایا۔ ۱۷۱۳ء سے ۱۷۲۳ء تک ولی بیگ خاں چانگام کے فوجدار تھے۔ انہوں نے چانگام میں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی جو ان کے نام سے مشہور ہے۔ لکھنؤ سے شاہ مجاہد الدین کے صاحبزادے شاہ عبداللہ کو بلوا کر مسجد کا خطیب مقرر کیا۔ اور اس میں کافی جائداد وقف کی۔ اس مسجد کے بیرونی صحن میں عہدِ معلیہ میں بہت بزرگوں کو دفن کیا گیا۔ بیچ بھنڈا تھانہ پھاٹک چاری کے شاہ احمد اللہ صاحب (۱۹۰۵-۱۸۲۷ء) اور ان کے بھتیجے مولانا غلام الرحمن صاحب نے کافی دنوں تک اس مسجد میں چلہ کشی کی تھی۔ فوجدار ولی بیگ خاں قدل پور۔ نظام پور اور ساندوئیپ کی مسجدوں کی حفاظت اور مرمت کے لئے بھی کافی جائداد وقف کی۔ چانگام کا چوک بازار انہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ ہتھوڑادی تھانہ کی چار یا بستی میں انہوں نے ایک دوسری مسجد بنوائی اور وہاں تالاب کھودوایا۔ ان کی قبر چانگام کے عنایت بازار میں ہے۔

۱۷۲۳ء سے ۱۷۲۷ء تک حسین خاں چانگام کے فوجدار تھے۔ انہوں نے ۱۷۳۶ھ ۱۷۲۳ء میں تین گنبدوں کی ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی۔ اس کو قدم مبارک کی مسجد کہتے ہیں۔ مسجد کے پہلو میں دو کمرے ہیں۔ شمالی کمرے میں قدم مبارک کا نشان ہے۔ ڈھاکہ میں مغل فن تعمیر کی مسجدوں کے اندر

پر یہ مسجد بنوائی گئی اور باد وجود کافی تیزی اور سرعت کے اس کا مغل فن تعمیر نمایاں ہے
 یسین خاں نے شمشیر غازی سے قدم مبارک لگا کر نشان حاصل کر کے اس مسجد میں
 نصب کیا تھا۔ اور دس ہزار سالانہ آمدنی کی جائداد جس کا نام رسول نگر تھا۔ اس مسجد
 کی غریبوں کے لئے وقف کیا۔ وقف لاخراج کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے ضبط
 کر لیا۔ اور ماہانہ خرچ کے لئے صرف پچاس روپیہ اور سالانہ اخراجات کے لئے
 چھ سو روپے منظور کیا۔

فوجدار یسین خاں کے زمانہ میں اراکینوں نے آخری بار چانگام کو فتح
 کرنے کی ناکام کوشش کی۔ ان کا بھری بیڑہ یکا یک کرنا فلی ندی میں داخل ہوا۔
 اور چانگام پر حملہ کیا یسین خاں کو شکست ہوئی۔ لیکن دو ہزاری کے قلعہ دار
 اڈھو خاں کے بیٹے شیر جمال خاں نے آکر مقابلہ کیا اور اراکینوں کو شکست
 دے کر بھگا دیا۔ سانگو ندی کے کنارے شیر جمال خاں کی جاگیر میں مزید اضافہ
 کیا گیا۔

۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں ضلع چانگام کی آبادی تیرہ لاکھ تریس ہزار
 ۲۵۰ تھی۔ ان میں مسلمان نو لاکھ ۶۸ ہزار ۴۵ یعنی پوری آبادی کا ۷۲ فی صد
 تھے۔ مسلمانوں میں ۹ لاکھ ۵۴ ہزار ۲۹ شیخ تھے۔ یہ زیادہ مقامی نومسلموں
 کی اولاد ہیں۔ ۹ ہزار سید اور ۲ ہزار بھٹان تھے۔ کچھ عرب تاجروں کی بھی آبادی

۱۔ تاریخ چانگام۔ سید مرتضیٰ علی ص ۶۲-۶۳ اور ص ۱۳۷
 ۲۔ چانگام ضلع گریٹر۔ ایس۔ ایس ادیلی، کلکتہ ۱۹۰۸ء ص ۵۵

تھی۔ پٹھان اور سادات زیادہ تر ان بیرونی مسلمانوں کی اولاد ہیں، جو فوجی کارروائیوں
 کے زمانہ میں وہاں بھیجے گئے تھے۔ وہاں مختلف غباروں پر ماہور ہوئے اور ان کو
 جاگیریں دی گئیں۔ ان میں سے کچھ ان مسلمان بزرگان دین کی بھی اولاد ہیں جو تبلیغ
 و اشاعت اسلام کے لئے چانگام گئے تھے اور وہیں آباد ہو گئے۔ جیسے بختیار ماسی سوار
 حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیسی انیسویں صدی عیسوی کی پہلی اڑھائی میں
 اسلام آباد چانگام میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام مولانا شاہ صوفی سید وارث
 علی رحمت تھا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ سادات کا یہ خاندان کب چانگام جا کر آباد
 ہوا۔ جیسا کہ غالب نے ۱۲۵۲ھ میں پٹنہ کے ہندو راجہ دھنیا مانگیا (۱۵۱۵-۱۶۶۳ء)
 نے چانگام پر قبضہ کر لیا۔ اور بغدادی تاجر الفاسین کی ترغیب سے گورنر کے
 مسلمان سلطان علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۸-۱۶۶۳ء) کے بیٹے ناصر الدین
 نصرت شاہ (۳۲-۱۵۱۸ء) نے پٹنہ راجہ کے خلاف فوجی کارروائی کر کے چانگام پر
 پھر سے اسلامی اقتدار قائم کر دیا۔ اسی وقت سادات کا یہ خاندان گورنر کی شاہی
 فوج کے ساتھ چانگام جا کر آباد ہوا۔ عہد اکبری میں منعم خاں صوبہ دار ننگالہ کے زمانہ
 میں گورنر میں سخت وبائی بخار پھیل گیا۔ اس سے ۱۵۶۳ء میں شہر ویران ہو گیا۔ اس زمانہ
 میں یہاں علماء، شرفاء اور امراء کا بہت سا خاندان منگل کوٹ ضلع بردوان کے پاس سرکار
 شریف آباد میں اور کچھ خاندان چانگام جا کر آباد ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت شاہ صوفی
 وارث علی کے مورث اعلیٰ کا خاندان بھی اسی زمانہ میں چانگام منتقل ہوا ہو۔

۱۔ والد ضلع گڑھی پٹیہ۔ جی۔ ای۔ لیمبورنہ کلکتہ۔ ۱۹۱۸ء۔ ص ۲۲-۲۱۔ ۲۔ سرکار شریف آباد۔ دنیا پریس
 (اجید حاشیہ ص ۱۰ پر)

۳۔ چٹگانگی مسلمانوں کی مذہبی زندگی

جب سولہویں صدی عیسوی میں شری چیتنہ کی وشنوی تحریک، ہندوؤں میں نشاطِ ثانیہ کے احساس، بالائی ہند اور باہر کے مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو جانے اور بنگلہ زبان میں اسلامی ادب کی کمی کے باعث بنگالی مسلمانوں کے پچھلے طبقہ کے عقائد میں خلیفہ پیدا ہوا تو عام مسلمانوں کو مشرکاتہ خیالات سے محفوظ رکھنے کے لئے جن درد مند اور دنیوالہ مسلمانوں نے بنگلہ زبان میں اسلامیات پر کتابیں لکھیں، ان میں علاقہ چٹگانگ کے سید سلطان کا نام سرفہرست آتا ہے۔ آپ نے

[بقیہ حاشیہ ص ۷۱ کا]

کے حکیم بردوان اور مرشد آباد کا دمیانی علاقہ جس میں ۲۶ پرگنوں شامل تھے۔ اس کا صدر مقام منگل گڑھ ضلع بردوان تھا۔ یہاں بہت سے علماء و شایخ گور سے آکر آباد ہو گئے تھے۔ موجودہ ضلع بردوان کا کٹوا اور ضلع مرشد آباد کا کانڈی سب ڈویژن۔ بردوان ضلع گڑھیٹر۔ مرشد آباد ضلع گڑھیٹر اور گڑھیٹر ضلع مرشد آباد کے بانی شری چیتنہ نوادہ ضلع ندیا (مغربی بنگال) میں ۱۷۸۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۷۳۳ء میں انتقال کیا۔ رادھال پرش پر زور دیا اور بندگان ضلع متھرا میں ہندوؤں کے مذہبی مقامات کی نشان دہی کی۔ ندیا ضلع گڑھیٹر۔ جے۔ اچ۔ ای۔ گہرٹ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۵ء سلطان بنگال کے قدیم ترین شوار میں سے ہیں۔ بنگال میں چکر اشلا تھا۔ پائیا ضلع جٹگانگ میں پیدا ہوئے۔ وہاں کے میر خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ کچھ دنوں پرانگل پور (بقیہ حاشیہ ص ۷۱ پر)

سولہویں صدی عیسوی کے وسط میں بنی بنگشا (قصص الانبیاء)، اذقات رسول (وفات رسول)، شب معراج، رسول و جے، ابلیس نامہ، بیون پرادیپ (چراغ زندگی) حکیم راجہ لڑائی اور معرفتی گمان لکھانی بنگشا (قصص الانبیاء) ایک رزمیہ نظم ہے۔ یہ ضخیم کتاب حضرت سید سلطان کا شاہ کار ہے۔ اس میں عقیدہ توحید کی تلقین کی ہے۔ کام نہایت مشکل تھا۔ لیکن وہ پوری طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ اذقات رسول مختصر تصنیف ہے۔ یہ ۱۵۵۶ء میں اکبر اعظم کی تخت نشینی کے وقت لکھی گئی۔ شب معراج ۱۵۸۶ء میں لکھی گئی۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی فتوحات کا بیان ہے۔ رسول و جے ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں غزوات رسول کا ذکر ہے۔ ابلیس نامہ (نور فریوش نامہ) بنی بنگشا کے فوراً بعد لکھی گئی۔ اس میں بتلایا ہے کہ عظمت کے زوال کا حقیقی سبب زور اور تکبر ہے۔ بیون پرادیپ (چراغ زندگی) میں اسلامی تصوف اور مسائل شریعت کو پیش کیا ہے۔ یہ کتاب حدیث من عرف نفسه فقد عرف ربه کی تفسیر ہے۔ اس میں ناموت، ملکوت، بیروت، لاہوت، ذکر، رابطہ اور مراقبہ وغیرہ کا بیان ہے۔ حکیم راجہ لڑائی چھوٹی سی کتاب ہے۔ یہ رسول و جے کا ایک حصہ ہے۔ معرفتی گمان میں سید سلطان کی صوفیانہ نظریں شامل ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ۱ کا]

(قصہ شہر پراکھ خاں) میں مقیم ہے۔ یہ حضرت شاہ حسین کے خلیفہ تھے۔ طویل عمر پا کر ۱۶۴۸ء میں انتقال کیا۔ مسلم نگالی ادب، ڈاکٹر انعام الحق۔ اردو ترجمہ کراچی ۱۹۵۶ء، ۱۸۲-۱۱۶۰ اردو کوثر شیخ محمد اکرام ۱۹۵۱-۲۵۱۔ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ۱۶۷

سید سلطان رح کے معاصرین میں شیخ پیران نے نور نامہ اور نصیحت نامہ لکھا
 نور نامہ میں تخلیق کائنات اور نور محمدی کا بیان ہے۔ نصیحت نامہ کسی عربی یا فارسی
 کتاب کا ترجمہ ہے۔ حاجی محمد صاحب نے نور جمال اور بصیرت نامہ لکھا۔ نور جمال
 میں شریعت اور طریقت کے اصولوں اور توحید و جودمی اور توحید شہودمی کے
 نظریوں سے بحث کی ہے۔ صورت نامہ میں ایمان کی نشانیوں اور دوسرے مذہبی
 مسائل کا بیان ہے۔

سید سلطان کے جانشینوں میں نضر اللہ خان نے شریعت نامہ ،

۱۷ شیخ پیران رح (۱۶۱۷-۱۶۵۰) نعل چاٹنگام میں سیتا گند کے رہنے والے تھے۔ یہ کفایت
 المصلین (۱۶۳۹ء) کے مصنف شیخ مطلق کے والد تھے۔ مسلم بیگالی ادب ۱۸۰۵-۱۸۱۰ اور
 تاریخ چٹاگانگ ۱۶۷۔

۱۸ حاجی محمد رح شیخ پیران رح سے کچھ پہلے گذرے ہیں۔ شیخ پیران رح نے اپنی کتاب نصیحت نامہ
 میں ان کی تصنیف "صورت نامہ" کی بڑی تعریف کی ہے۔ ان کا زماں ۱۶۵۰ء سے ۱۶۸۰ء کے دریا
 تسلیم کیا گیا ہے۔ بزرگان ان تھے۔ ان کے بہت سے مرید تھے، جن میں محمد شفیع بہت مشہور ہیں۔
 مسلم بیگالی ادب ۱۸۷-۱۸۲۔

۱۹ نضر اللہ خان کے مورث حاجی گوڑ کے رہنے والے تھے حمید الدین خاں کے بیٹے برہان الدین خاں
 روشنگر کے اور کلن راہ منیگ سان دان (۱۴۳۲-۱۴۴۰ء) کے یہاں فوج افسر تھے۔ ان کے بعد
 ان کے بیٹے ابراہیم خاں اور پھر ابراہیم خاں کے بیٹے شجاع الدین خاں اس (بقیہ حاشیہ ص ۱۶۷ پر)

جنگ نامہ، موسسہ سوال (سوالات موہبی) اور ہدایت الاسلام لکھا۔ شریعت نامہ میں دین اسلام کے اصول و ضوابط کو نہایت خوبصورتی سے نظم کیا ہے اور شریعت کے اوامر و نواہی سے بحث کی ہے۔ جنگ نامہ رسول و جے کے قسم کی تصنیف ہے اس میں جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جنگی کارناموں کا ذکر ہے۔ موسسہ سوال مکالمہ کی شکل میں ایک معلوم تصنیف ہے۔ اس میں گوہر پر موسیٰ علیہ السلام کی ذات باری تعالیٰ سے ہم کلامی اور معراج نبویؐ کے موقع پر حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف ملاقات اور ہم کلامی کی روشنی میں نماز پنج گانہ اور تلاوت قرآن پاک کی اہمیت واضح کی ہے۔ یہ کتاب کسی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔

سید سلطان کے نامور شاگرد محمد خاں نے صحابہ اہل بیت نامیہ، مقتول حسین، قیامت نامہ، دجال نامہ، حنیفر لڑائی اور قاسمیر لڑائی لکھا۔ بنگال کے

[بقیہ حاشیہ ص ۷۳ کا]

میرزا عبدہ پر مامور ہوئے۔ شجاع اللہ خاں کے بیٹے بابو خاں تارک الدینا ہو گئے اور فقیر موٹل کے کام مشہور ہوئے۔ یہ شاعر نصر اللہ خاں کے دلہا تھے۔ نصر اللہ خاں کے وللا منصور خاں افندہ کار کو سادہ انداز میں مسلمانوں نے فتح خان نے بہت نوازا تھا نصر اللہ خاں طبع چانگام کے گوکسر بازار سب ڈویژن میں رہتے رہے والے تھے۔ یہ ۱۹۵۶ء کے قریب پیدا ہوئے۔ اور ۱۹۲۵ء کے قریب انتقال ہوا۔ حضرت حمید الدین

خلید تھے۔ چٹاگانگ ۱۹۷۱ء، مسلم بنگالی ادب ص ۱۹۰-۱۸۷

لے محمد خاں ہتھ ہزاری طبع چانگام کے رہنے والے تھے اور چانگام کے مشہور حکمران راستی خاں کے

بقیہ حاشیہ

ابین شاہی خاندان (۱۵۳۸-۱۷۹۳ء) کے فرماؤں نے بنگالی ادب کو ترقی دینے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں ہندوؤں کی مذہبی کتاب رامائن اور مہابھارت کا نسرت سے بنگلہ میں ترجمہ کرایا۔ علامہ الدین حسین شاہ (۱۵۱۹-۱۷۹۳ء) کے بحکومت میں چانگام کے گورنر پراگل خاں نے پرمیسور نامی شاعر جو کوندراکے نام سے مشہور ہے، اُس سے مہابھارت کا دوسرا بنگلہ ترجمہ کرایا۔ یہ کتاب پراگلی مہابھارت کے اُسے مشہور ہے اور بہت مقبول ہوئی۔ پراگل خاں کے بیٹے چوٹی خاں نے سری رائندی شاعر سے مہابھارت کے کچھ حصہ کا بنگلہ میں ترجمہ کرایا۔

مہابھارت کے لہزمیہ واقعات کی منظوم کہانیاں بنگالی ہندوؤں کے علاوہ مسلمانوں میں بھی پڑھی جاتی تھیں۔ بنگلہ زبان میں عالم مسلمانوں کے لئے اسلامی تاریخ سے اس طرح کی کوئی منظوم کہانی موجود نہ تھی۔ حضرت سید سلطانت کو اس کمی کا شدید احساس تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب 'شب معراج' کے دیباچے میں بڑے درد انگیز پیرایہ میں لکھی کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اپنی قابل قدر تصانیف بنگشا، رسول و بے اور

[بقیہ ماہیہ ص ۷۲ کا]

نت میدتے۔ ہتھ بڑاری میں تکلیف کی راستی خاں کی بنوائی ہوئی ایک پرانی مسیبت ہے۔ مورخان مشہور مبلغ دین شرت بختیار مہا سوار کی اولاد میں تھے۔ یہ ۱۵۸۱ء کے قریب پیدا ہوئے اور ۱۶۷۵ء کے بعد انتقال کیا۔ حضرت سید سلطان کے سب سے نامور شاگرد اور خلیفہ گذرے ہیں۔ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۷؛ مسلم بنگالی ادب ص ۲۱۱-۲۱۰

۱۔ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ جلد دوم۔ کالی کنکرت وغیرہ ص ۲۰۷

۲۔ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم ص ۲۰۸؛ تاریخ بنگال۔ سرحد و ناٹھ مرکز ص ۱۵۲

شبِ معراج کے ذریعہ بڑی حد تک اس کمی کو پورا کیا۔ سید سلطانؒ کے بعد ان کے
 لائق اور نامور مرید اور شاگرد محمد خاںؒ نے ان کی ہدایت کے مطابق دینی اور ملی
 کے اس سلسلہ کو بڑے جوش اور خلوص و عزم اور ارادے کے ساتھ جاری رکھا
 ۱۰۵۶ء - ۱۶۴۵ء میں مقتول حسینؑ لکھا۔ مقتول حسینؑ ان کی سب سے ضخیم شاہکار
 اور کامیاب تصنیف ہے۔ اس کے کئی ابواب ہیں۔ دو سرے باب میں اصحاب

کہتے کا قصہ منظم کیا ہے۔ تیسرے باب سے ساتویں باب تک سیدنا حضرت امام
 اور سیدنا حضرت امام حسینؑ کے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں۔ میدانِ کربلا
 حضرت امام حسینؑ اور ان کے اعزاء اور اقرباء کی شہادت کے جانگداز واقعات
 کو بڑی کامیابی سے پیش کیا ہے۔ تاریخی نوعیت کی اس مذہبی کتاب کو جس
 واقعات کی تفصیل کے ساتھ ساتھ بلند خیالی دل آویزی اور دیگر شاعرانہ خوبیاں بھی موجود
 مسلمانوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ محرم کے مہینہ میں چاند گام کے
 علاقوں میں اس کتاب کو بلند آواز سے پڑھنے کا رواج ہے۔

اصحاب نامہ میں خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ذکر
 قیامت نامہ میں روز قیامت کا تصور پیش کیا ہے۔ قیامت نامہ ان کی کتاب
 کا گیارہواں باب ہے۔ اصحاب نامہ بھی مقتول حسینؑ کا ایک حصہ ہے۔ دجا
 قیامت نامہ سے الگ ایک تصنیف ہے۔ تاسمیر لڑائی میں حضرت قاسمؑ

۱۔ مسلم بیگالی ادب - ڈاکٹر انعام الحق ص ۲۱۱-۲۰۸

ہر ان کے جنگی کارناموں کا ذکر ہے۔ حنیفر لڑائی ایک کامیاب تصنیف ہے۔
 کا آغاز ایک طویل دعائیہ نظم سے ہوتا ہے جس میں مقامات مقدسہ، انبیاء کے مکا
 گان دین اور مقدس و متبرک کتابوں کی تعریف و تصنیف کی گئی ہے۔ اس کے
 میں چائنگام کے بدر پیر کی طرح و ثنا بھی ہے۔ یہ کتاب سبر یاد خاں کی تصنیف
 ہے اور کائر اپری سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔ ضلع چائنگام کے بالکل جنوبی حصہ
 شاہ پیر کا جزیرہ (شاہ پیر دیپ) ہے وہ حنیفہ اور کائر اپری کے قصبہ سے
 باہر ہے۔

شیخ مطلب نے ۱۶۳۸ء میں فقہ اسلامی پر ایک کتاب "کفایت المصلین"
 اس میں مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی سے متعلق جیسے نماز، روزہ اور وغیرہ
 کے مسائل بیان کئے ہیں۔ اس سے قبل ننگرہ بان میں فقہ اسلامی پر کتابیں
 کا رواج نہ تھا۔ اس لئے مصنف نے بڑی معذرت کا اظہار کیا ہے

اسلم ننگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۲۰۷-۲۰۸

شیخ مطلب، لدا نامہ اور نصیحت نامہ کے مصنف شیخ پران کے بیٹے اور سیتا کنڈ کے رہنے والے
 بارہ بیترہ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ ان کی پرورش ایک دیوار بزرگ مولوی رحمت اللہ صاحب
 نے کی۔ ان کے حکم سے انہوں نے کفایت المصلین لکھی۔ کتاب میں اپنے محسن اور استاد مولوی رحمت اللہ
 کے بڑے محبت کے ساتھ کیا ہے۔ اپنے پر حنیاب حسین اور ان کے بیٹے سید محمد شعیب کا بھی احترام
 کیا ہے۔ تاریخ چٹاگانگ مکتبہ ۱۷۱، مسلم ننگال ادب ۲۲۱-۲۱۷، ۱۵۹۵ء میں پیدا ہوئے اور
 ۱۶۶۷ء میں انتقال کیا۔

Marfat.com

Marfat.com

نوازش خاں، ضلع چانگام میں ست کانیاتھانہ کے گاؤں شکھ چاری
 کے لیسنے والے تھے۔ انہوں نے دوسراری کے پٹھان خاندان کے شاندار کارناموں کے
 حلق ایک کتاب پٹھان پراسنگشا (پٹھان کی مدح سرائی) لکھا۔ سپہ سالار بزرگ
 مید خاں نے سانگو ندی کے کنارے ادھو خاں کو قلعہ دار مقرر کیا تھا۔ اور فوجدار
 سین خاں کے زمانہ میں ادھو خاں کے بیٹے شیرجیان خاں نے اراکانوں کو
 ملک سے دے کر بھگا دیا تھا۔ نوازش خاں نے ایک مذہبی کتاب بھی لکھا ہے
 جس کے ایک بیان میں انساں اور انس کے جسم کے درمیان
 حرکت دکھایا گیا ہے اور دوسرے بیان میں ریاکاری کے مسئلہ
 سے بحث کی گئی ہے۔

شاعر قمر علی، ضلع چانگام میں پاٹیا تھانہ کے گاؤں کارو ڈانگا کے
 بننے والے تھے۔ انہوں نے ۱۶۷۱ء میں ایک مسلمان عالم منشی منعم مسلم کی ہدایات کے
 مطابق ایک کتاب سیرین، تصنیف کی۔ اس میں مسلمانوں کے روزمرہ کے
 اخلاقی سے بحث کی گئی ہے اور ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ وہ فارسی

۱۔ مسلم بنگالی ادب ۲۳۸-۲۳۹؛ تاریخ چٹاگانگ ص ۶۸

۲۔ مسلم بنگالی ادب ۳۹-۲۳۸؛ سید مرتضیٰ علی نے تاریخ چٹاگانگ میں ان کو بوال کھالی تھانہ
 کے کردل ڈنگا کا باشندہ لکھا ہے۔ ص ۱۶۸۔ تھانہ بوال کھالی پٹیا تھانہ کے متصل آ رہے۔
 ڈاکٹر انعام الحق مسلمان عالم کا نام منعم مسلم اور سید مرتضیٰ علی منشی منعم لکھے ہیں۔

کی اچھی صلاحیت رکھتے تھے اور ماہر موسیقی بھی تھے۔ عبد اللہ بن علی نے ۱۰۹۶ھ سے ۱۱۸۲ھ
 میں امیر نامہ لکھا۔ اس کے واقعات فارسی کتاب داستان امیر حمزہ سے ماخوذ ہیں۔
 عبد اللہ بن علی نے بھی اس کتاب کو بنگلہ زبان میں پیش کرنے پر معذرت کا اظہار کیا
 ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن علی چیل پور کے رہنے والے تھے اور ان
 کا وہاں کے صدیقی خاندان سے تعلق تھا۔

محمد فصیح، سید سلطان رح کے شاگرد اور مقتول حسین کے مصنف محمد
 کے ہم عصر تھے۔ ان کا زمانہ ۱۱۶۱ھ سے ۱۲۸۰ھ تسلیم کیا گیا ہے۔ چھبیس صفحات کی ایک
 چھوٹی سی کتاب 'مناجات' ان کی یادگار ہے۔ کتاب کے اخیر میں حمد اور نعت
 بیان کیا ہے۔ یہ ایک نہایت کارآمد مدنی کتاب ہے اور زبان و بیان کے لحاظ سے
 بہت مقبول تصنیف۔ شاعر محمد جان نے بنگلہ زبان اور عربی رسم الخط میں نماز
 لکھا۔ اس مدنی کتاب کو بنگلہ رسم الخط میں لکھنا گناہ عظیم سمجھا ہے۔ شیخ منصور
 نے ۱۰۳۰ھ میں 'سمرنامہ' لکھا جو فارسی نظم اسرار المؤمنی، کا خلاصہ ہے۔ تصوف
 اور معرفت کی اس ضخیم کتاب میں کل ۹ ابواب ہیں۔ شیخ منصور کے والد تقی
 عیسیٰ چالگام علاقہ کے پیر تھے۔

۱۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۲۱-۲۳۰۔ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۸

۲۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۳-۲۴۱

۳۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۲-۲۲۳

۴۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۶-۲۲۵

محمد وزیر علی بہت ہزار ہی تھانہ کے گاؤں چاہیا میں پیدا ہوئے تھے۔

انہوں نے سلاطین میں اپنے بڑے بھائی نذیر علی کی خواہش پر ”شاہ نامہ“ یا نسل آوستان اسلام آباد“ لکھا۔ ۱۴۴۵ صفحات کی ایک ضخیم تصنیف ہے۔ اس میں چائنگام کی تاریخ اور یہاں کے بزرگانِ دین کے حالات ہیں۔ محمد وزیر علی کے بھائی نذیر علی بہت ہی بااثر رئیس تھے۔ انہوں نے چائنگ چاری تھانہ میں بہت ہزاری کی سرحد پر نذیر ہاٹ آباد کیا۔ اس میں اس قصبہ کی بنیاد رکھی گئی اور سات برسوں میں مکمل ہوا۔ نذیر ہاٹ بہت ہزاری کے اتریل کا آخری اسٹیشن ہے۔ علاوہ کاشمار بنگال کے چند ممتاز مسلمان شاعروں میں ہوتا ہے۔ یہ ضلع چائنگام کے تھانہ بہت ہزاری کے جوہا گاؤں میں ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ کرناٹکی اور ہلداتری کے مقام اتصال پر مشہور تاریخی مقام فتح آباد ہے۔ چائنگام کی فتح کے بعد ناصر الدین نصرت شاہ نے اس کو اپنا صدر مقام بنایا تھا۔ مجلس خاں فتح آباد کے حاکم تھے اور شانز علاوہ کے والد ان کے مساجد میں تھے۔ ان کے محدث علی رازا حکومت گورڈ سے چائنگام آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کے والد پرتگالی بحری قزاقوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ علاوہ بھی زخمی ہوئے لیکن کسی طرح جان بچا کر اسکان پینے اور راجہ تھادو منسور (۱۶۵۲-۱۶۶۵) کے محافظ دستے میں مقرر ہوئے۔ ۱۶۶۶ء میں شاد شجاع کی شہادت کے وقت

۱۶ مسلم نگالی ادب ۱۶۶-۱۶۷ء، تاریخ چائنگام ۱۶۹

Marfat.com

Marfat.com

ان کو قید کر دیا گیا۔ لیکن جلد ہی رہا کر دیئے گئے۔ زندگی کے آخری چند سال انہوں نے اپنے وطن جوہر میں بسر کیا۔ ۱۶۸۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔ جوہر میں علاول تالاب اور علاول مسجد ان کی یادگار اب تک موجود ہے۔ علاول نے ۱۶۵۱ء میں حضرت ملک محمد صاحب جالسی رح کی مشہور تصنیف پرمات کا ننگہ میں آزاد ترجمہ کیا۔ پھر ۱۶۶۰ء سے ۱۶۶۴ء تک چار سال میں نظامی گنجویؒ کی کتاب ہفت پیکر اور اس کے بعد عہد فیروز شاہی کے

۱۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق۔ ۲۴۰-۲۶۴۔

۲۔ حضرت ملک محمد صاحب جالسیؒ ۱۵۹۹ء = ۱۲۹۳ھ میں جالسی ضلع رائے بریلی (راوند) کے محلہ کچھنڈ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۲۹ء = ۱۵۲۲ھ میں ایٹھی ضلع رائے بریلی میں انتقال کیا۔ حضرت مخدوم سید شرف جہانگیر سمنانی کے سلسلہ میں حضرت محی الدین چشتیؒ کے فرید تھے۔ ایٹھی کا راجہ آپ کو بہت معتقد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے راجہ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تھا۔ ہندی کے پریم ہارگی شاعروں میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔ پرمات، اکھراوت اور آخری کلام تین کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ پرمات ایک منظوم افسانہ اور تمثیلی داستان ہے۔ یہ اودھی زبان اور فارسی رسم الخط میں لکھی گئی اس کا سن تصنیف ۱۶۲۶ء = ۱۵۲۰ھ ہے۔ اکھراوت میں مسائل تصوف اور آخری کلام میں اسلامی تعلیمات کو پیش کیا ہے۔ تاریخ ادب ہندی۔ ظہیر الدین غلوی؛ ہندی ادب کی تاریخ۔ ڈاکٹر محمد حسن صفحہ ۹۰-۸۵؛ رسالہ نیارو لکھنؤ۔

۱۶۸۱ء ص ۲۲

۳۔ شیخ نظام الدین، نظامی گنجویؒ ایران کے شہر گنجد کے رہنے والے تھے۔ ۱۵۰۳ء = ۸۱۰ھ میں (بقیہ صفحہ ۸۳)

Marfat.com

Marfat.com

فارسی شاعر یوسف گداز کی کتاب تحفہ (مرتبہ ۱۳۹۲ء) کا چار سال میں بنگلہ میں ترجمہ کیا گیا۔ ۱۹۶۳ء میں سکندر نامہ کا ترجمہ مکمل کیا۔ علاوہ کے ادبی کارناموں میں تحفہ ایک مذہبی تصنیف ہے۔ فقہ اسلامی کی یہ کتاب اب تک بنگال کے مسلمانوں میں بہت مقبول ہے۔

[بقیہ حاشیہ ۸۳ سہا]

پیدا ہوئے ۱۶۶۶ء = ۱۰۷۹ھ میں انتقال ہوا۔ فارسی کے مستم الثبوت استاد ملنے جلتے ہیں۔ مخزن اللہ سرکار
پہلی دہائیوں۔ خسرو شیرین۔ ہفت پیکر اور سکندر نامہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ سکندر نامہ ایک رزمیہ مثنوی
ہے جو ۱۵۹۷ء = ۱۰۰۶ھ میں مکمل ہوئی۔ ایک دیوان بھی یادگار ہے۔ قاموس المشاہیر دایہ دوم ۲۶۴-۶۵
۱۰۰۶ھ = ۱۵۹۷ء حضرت خواجہ نصیر الدین محمد دیراغ دہلی (متوفی ۱۵۷۷ء = ۱۰۳۵ھ) کے
خلیفہ تھے انہوں نے اپنے بیٹے ابو الفتح کے لئے چند موعظت، اخلاق و نصیحت اور قانون شریعت کی ایک
کتاب تحفۃ النصارح لکھی جس میں پانچ ابواب اور کل ۷۸۶ اشعار ہیں۔ کتاب کے اخیر میں لکھا ہے کہ انہوں
نے اپنی اس منظوم تصنیف کو ۲۰ جمادی الثانی ۱۰۹۵ھ = ۱۳۹۲ء کو مکمل کیا۔ اس کتاب کا ایک نسخہ
خدا بخش اونٹیل لائبریری پٹنہ میں، دو نسخے انڈیا آفس لائبریری میں نمبر ۱۲۷۶ اور ۱۲۷۷ اور ایک نسخہ
سینٹ پیٹرس برگ کی لائبریری میں ہے۔ آخر الذکر میں اس کا سن تصنیف ۱۰۵۲ھ = ۱۶۴۵ء لکھا ہے
جو زیادہ قریب قیاس اور صحیح ہے۔ شیخ یوسف گداز کا ۱۰۷۹ھ = ۱۶۶۶ء میں انتقال ہوا۔ دکن زبان
میں ملا قبطی نے ۱۰۴۶ھ = ۱۶۳۶ء میں شیخ یوسف دہلوی کی کتاب تحفۃ النصارح کا ترجمہ ہی ردیف
اور قافیہ میں کیا۔ سلک السلوک اور طوطی نامہ کے مصنف مولانا فیاض الدین بخشیشی بریلوی (متوفی ۱۳۵۷ھ)
تاریخ فیروز شاہی کے مصنف حضرت ضیاء الدین برنی، دوسری تاریخ فیروز شاہی کے مصنف شمس سراج
عقیدہ مشہور مثنوی فتوح السلاطین کے مصنف عصامی، ۱۶۴۶ء فیروز شاہی کے نامور غلام مولانا احمد کھانہ
(بقیہ حاشیہ ۸۳ سہا)

شاہ عبدالکریمؒ خود کار نے ہزار مسائل، تمیم انصاری، دلا مجلس، اور نور نامہ لکھا۔ ہزار مسائل اسی نام کی ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ جس میں اسلامی قوانین جمع کئے گئے ہیں۔ دلا مجلس ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے۔ اس میں اولیائے کرام، اصحاب رسولؐ اور صوفیائے کبار کے حالات ہیں۔ نور نامہ ایک مذہبی تصنیف ہے جس میں نور محمدی کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

علی رضاؒ (۱۷۸۰-۱۸۶۹ء) اوش کھان ضلع چانگام کے رہنے والے تھے۔ اسی مقام پر ان کا مقبرہ بھی موجود ہے۔ یہ کانو فقیر کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے سرسبز القلوب، جنان ساگر اور یوگ قلندر لکھا۔ جنان ساگر میں

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳ کا]

مولانا خواجگی اور قاضی عبدالقادر دہلوی ان کے ہم عصر تھے۔ خدابخش لائبریری کٹلاگ اب کوثر شیخ محمد اکرام، تاریخ ادب اردو رام بابو سکینہ ص ۲۵-۹۷

شاہ عبدالکریمؒ خود کار کا راجا کان کے دارالحکومت مردہانگ (۱۷۸۵-۱۸۳۰ء) میں رہتے تھے۔ ان کے مددگار اعلیٰ راجا بھوپال سنگھ کے حکم میں علی عہدہ پر فائز تھے۔ اور ان کو راجہ نے خطاب بھی دیا تھا۔ ان کے دادا حسن علی چنگی کے حکم میں مترجم تھے۔ ان کے والد کا نام علی اکبر تھا۔ مردہانگ میں راجہ اتی بار کے ہتھیار کی فرمائش پر انہوں نے ۱۶۹۸ء میں دلا مجلس، لکھی تھی مسلم ننگالی ادب ص ۷۲-۷۰

شاہ علی رضاؒ ایک صوفی بزرگ تھے۔ ان کے پیرو مشد کا نام قیام الدین تھا۔ علی رضا کا نام

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳ کا]

Marfat.com

Marfat.com

تصوف اور یوگ کی آمیزش ملتی ہے اور یہ شہزادہ داراشکوہ کی کتاب 'مجمع البحرین' کے قسم کی تصنیف ہے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۸۴ کا]

موضع اوش کھان میں موجود ہے۔ ان کے بیٹے کا نام شرافت اللہ تھا۔ جو سنک ۱۶۸۱ء تک حیات تھے۔

مسلم بنگالی ادب ص ۳۱۰، تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۹

۱۷ شہزادہ داراشکوہ قادری شہنشاہ شاہ جہاں کا بڑا بیٹا۔ ۳ مارچ ۱۶۱۵ء کو اجیر شریف میں پیدا ہوا

سنسکرت کی تعلیم بنارس میں حاصل کی۔ حضرت میاں میر لاہوری (متوفی ۱۶۳۵ء) کا بڑا معتقد تھا۔

۲۱ اپریل ۱۶۱۷ء کو حضرت میاں میر جگر کے خلیفہ ملا شاہ قادری (متوفی ۱۶۶۱ء) کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ۱۶۱۷ء

میں سفینۃ الاولیاء اور ۱۶۵۵ء میں مجمع البحرین تصنیف کی۔ سفینۃ الاولیاء میں دنیائے اسلام کے ۳۱ بزرگانِ دین

کے حالات ہیں اور مجمع البحرین مسلمان صوفیوں اور ہندو یوگیوں کے عقاید کا مجموعہ ہے۔ تصوف اور یوگ کو

ایک ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سیر اکبر میں پیشروں کے ۵۰ ابواب کا ترجمہ ہے۔ داراشکوہ نے

بھاگوت گیتا کا بھی فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ بادشاہ نے اس شہزادہ کو شاہ بلند اقبال کا خطاب دیا تھا اور اسے

اہلین پور خلافت لکھا تھا۔ حصول تاج و تخت کی راہی میں داراشکوہ کو پہلے اہلین کے پاس دست در فوج آبادی

میں (اپریل ۱۶۵۱ء) اور پھر آگرہ کے پاس سموگرہ میں (مئی ۱۶۵۸ء) اور اخیر میں اجیر کے پاس دلورانی

(اپریل ۱۶۵۹ء) میں شکست ہوئی۔ ان کو بلوچستان میں درہ بولن کے پاس داد میں گرفتار کر لیا گیا اور

فقائد اسلامی سے انحراف کے جرم میں ۲۹ اگست ۱۶۵۹ء کو دہلی میں قتل کر دیا گیا۔ مقبرہ ہمالون میں دفن ہوئے

رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۱۴-۳۹۴، قاموس المشاہیر جلد اول ص ۳۳-۲۳۲، ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا

ص ۸۴-۸۲، صالحہ راجیل مارچ ۱۹۶۷ء ص ۳۵، مضمون مجمع البحرین،

علی رضا کے مرید سید محمد مقیم نے گل بکاؤلی، فیض القدری اور ایوب
 نمبر کتھا (پہنمبر ایوب کا قصہ) لکھا۔ گل بکاؤلی ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے۔
 لیکن اس میں طبع زاد لکڑے بہت ہیں۔ نہایت ہی ولولہ انگیز انداز میں حمد و نعت لکھا
 ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اور ۱۴ اصوفیوں کی تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ اس میں
 سات آسمان، سات سمندر، زمین کے سات طبقات اور ہفت اقلیم کا ذکر کیا ہے۔ اپنی
 اس منظوم تصنیف میں انہوں نے بنگال کے سابق اور ہم عصر شاعروں کی ایک فہرست
 بھی پیش کی ہے جو بہت کبار آمد ہے اپنے خاندان کے حالات لکھے ہیں اور شاہ غازی ترمذی
 ضلع چانگام کے شاہ شہاب الدین رح کے متعلق نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہ
 کتاب ۱۹۶۷ء میں چانگام پرائمری اسکول، اقتدار کے چند مال بعد لکھی گئی ہے۔ اپنی کتاب
 فیض القدری کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کے حکم سے کلام
 مرگیاؤتی اور ایوب نمبر کتھا، تین مذہبی کتابیں لکھیں۔ فیض القدری جنگ بھائی

سید محمد مقیم نواب پڑھنے والے تھے۔ نواب اراؤجن تھانہ میں رہے اور
 جدید بنگالی اور بنگالی شہریت ترمذی چند زمین کی بھی جائے پیدائش ہے۔ سید محمد مقیم کے مورث علی فیض ضلع
 نواکھالی کے رہنے والے تھے۔ سیاسی وجوہات کی بنا پر وہاں سے فرار ہو کر چانگام چلے گئے۔ وہاں سے
 عظیم پورہ پھر نواب پڑی میں آکر آباد ہوئے۔ ان کے دادا کا نام سید محمد افضل اور والد کا نام سید محمد
 دوست تھا۔ بچپن میں عظیم ہو گئے۔ جیون حسین چودھری نے ان کو تعلیم دلوائی۔ مسلم سنگالی
 ادب عجائب... تاریخ چٹاگانگ ص ۱۷

سید محمد مقیم نے بنگالی میں کئی کتابیں لکھی ہیں ایک منظوم تمثیلی داستان
 (بقیہ حاشیہ ص ۸۷ پر)

۱۹۵۷ء کے سولہ سال بعد ۱۹۷۳ء میں لکھی گئی۔

محمد علی بوضیع چالڈگام میں عادل پور عظیم نگر کے رہنے والے تھے اور ۱۹۳۳ء میں جیات تھے۔ انہوں نے لیڈانگ کے زیددار یوسف حفیظ کی تجویز پر حیرت الفقه نامی کتاب لکھی۔ اس میں سوال و جواب کی شکل میں قوانین شریعت کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ حیرت الفقه کسی والد سی کتاب کا بنگلہ ترجمہ ہے۔ شاعر محمد علی سید محمد مفیم کے ہم عصر تھے اور حیرت الفقه کے دیباچہ میں انہوں نے چالڈگام کی بہت تعریف کی ہے اور سید محمد مفیم کو اپنے زمانے کا فاضل ترین شخص لکھا ہے۔ سید نور الدین بنگال کے مذہبی شاعروں میں سب سے اعلیٰ اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ یہ عربی فارسی ادب کے پوری طرح واقف تھے اور ان کی علمی سطح بہت بلند تھی۔ سیوفی شاعر تھے اور اصول شریعت کے سمجھنے سے پابند۔ ان کی نظموں عربی اور بنگلہ دونوں رسم الخط میں ملتی ہیں۔ انہوں نے تھاقوں، نمونوں اور سوالوں

درستیہ حاکمیہ ص ۸۶ کا

مرگادتی لکھی تھی اس پر تصویف کا رنگ، غائب ہے۔ مرگادتی ہندی میں پریم مارگی شاعری کا نمونہ ہے۔ اس میں چند کڑیوں کے راجہ گنپتی دیو اور کچن پوری راجہ مہاراجی مرگادتی کے شعروں کی داستان ہے۔ ہندی ادب کی تاریخ ڈاکٹر جسٹس ص ۸۲-۸۳

۱۔ مسلم بنگالی ادب ڈاکٹر انعام الحق ص ۳۱۵، تاریخ چٹاگانگ سید رفیع علی صاحب
۲۔ وقائق الحق ایق بن صنف نے لکھا ہے کہ سید نور الدین ابن عزیز، سرین چالڈگام لکھا ہے
۳۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۱-۳۱۹

راحت القلوب اور بہت اُپدیش لکھی۔ دقائق فقہ عربی کی مشہور کتاب کنز الدقائق
مصنفہ امام حفیظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن محمد بن لسنفی متوفی ۱۱۳۱ھ میں
کا بنگلہ ترجمہ ہے۔ بنگلہ کتاب کا پورا نام دقائق الحقائق ہے اور اسے سید نور الدین
نے ۱۷۹۶ء میں نظم کیا۔ یہ بائیس ابواب پر مشتمل ہے۔ موصلاً سوال کس صفات
کی ایک چھوٹی سی دلچسپ کتاب ہے۔ راحت القلوب یا قیامت نامہ اس
نام کی ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے۔ اس ضخیم کتاب میں کل ۱۹ ابواب
ہیں۔ اس میں حیات انسانی کے تمام اہم امور اور شریعت اسلامی کے اصول
وضوابط سے بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب میں وہ تمام باتیں درج ہیں جو ایک
سچے مسلمان کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ بہت اُپدیش یعنی برہان العارفین میں تصویق
کے اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۷۹۶ء میں لکھی گئی۔

علاقہ چانگام میں مغل روایات کے دلدادہ اور عربی فارسی ادب پر عبور
کامل رکھنے والے آخری مسلمان ادیب اور شاعر جناب خان بہادر حمید اللہ خاں
تھے۔ یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ تھے اور ان کو امیر المؤمنین سید
شہید کے خلیفہ صوفی نور محمد صاحب نظام پوری (متوفی ۱۸۵۸ء) سے شہرہ
بیعت حاصل تھا۔ یہ قطب الاشراف حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی
چانگامی کے پیر بھائی تھے۔ خان بہادر حمید اللہ خاں ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوئے
اور ۱۸۷۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔ مزار آپ کا چانگام کے شمالی مضافات قلیچ
میں ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں یہ چانگام میں ریویونیو آفیسر تھے۔

بیداری بھی تھی۔ ان کی اولاد پچھلیش میں آباد ہے۔ ۱۸۵۶ء کے غدر کے وقت ان

۵۰ سال تھی۔ قیام امن و امان کے سلسلہ میں انہوں نے سرکار انگریزی کی
 بہت مدد کی اور خطاب خان بہادر سے سرفراز ہوئے۔ چانگام کے رہنے والے
 ن سے پوری طرح واقف ہیں۔ انہوں نے بخشش کی ہاٹ سے کچھ فاصلہ پر لاما رانڈ
 می مارکٹ قائم کیا تھا۔ نہایت دردمند مسلمان تھے۔ چانگام میں عہدِ عالمگیری کی
 اب شاندار جامع مسجد ہے جسے امیر الامرا نواب شائستہ خاں کے دورِ حکومت میں
 بہ لاد بزرگ امید خاں نے بنوایا تھا۔ ۱۸۶۶ء میں چانگام پر انگریزی اقتدار
 نے بعد تقریباً سو سال تک اس مسجد کو پہلے بطور میگزین اور پھر محکمہ تعمیرات عامہ
 نے گودام کی حیثیت سے استعمال کیا گیا۔ چانگامی مسلمانوں کو خانہ خدا کی
 سب سے بڑی عزت کا بڑا افسوس تھا۔ اپنے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری
 کی ترغیب سے خان بہادر حمید اللہ خاں نے اس جامع مسجد کی واکزاری کے لئے
 اضابطہ تحریک شروع کی اپنے اثر اور سوخ سے کام لیا۔ اس مقصد کے تحت
 ۱۸۵۶ء خود کلکتہ گئے، بنگال کے لفسٹنٹ گورنر سر فریڈرک ہیلی ٹب سے
 نے اور مسلمانوں کی طرف سے محضر نامہ پیش کیا۔ آجران پر غلوں کو شیشوں کے نتیجہ
 ۱۸۵۶ء میں جامع مسجد واکزار ہوئی۔ صوفی نور محمد صاحب نے اپنے فرید
 مولانا اکرم صاحب کو اس مسجد کا امام مقرر کیا۔ چھیا لوتے سال بعد اس مسجد پر

۱۸۵۶ء تاریخ چٹکانگ۔ سید مرتضیٰ علی دہلوی

اذان کی آواز بلند ہوئی اور اسی موقع پر یہ شعر کہا گیا :

آن جا کہ بود نعرہ خونخائے مشرکان
الذین ترکش و غافل اللہ الذی است

جامع مسجد چٹنگام کی واگزار ہی خان بہادر حمید اللہ خاں کا بڑا شاندار کارنامہ
چٹنگام کے مسلمان اپنی قوم کے اس عظیم دشمن کو یاد رکھتے ہیں اور عبت سے انہیں
نواب خاں بہادر حمید اللہ خاں کہتے ہیں۔

خان بہادر حمید اللہ خاں نے فارسی اور لکھنؤی زبانوں میں کتابیں لکھی
ہیں۔ احادیث الخواتین۔ گمراہ شہادت اور راہ نجات ان کی تصانیف ہیں۔

احادیث الخواتین کا دوسرا نام تاریخ حمید ہے۔ یہ کتاب
فارسی میں چٹنگام کی ایک مستند تاریخ ہے جس میں چٹنگام کی بدرگاہ کے علاوہ

لے خطا الحاج نوالہ صاحب پیر محمد شہید الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف اور خط الماریج ۱۹۷۰ء

بجوالہ گلمس آیت اور ڈھاکہ اور اس۔ ام۔ طیفور خاں بہادر ۱۸۹۱ء اسلام آباد

۱۲۸۱ء مسلمانوں کی ادب۔ طواکیر العام الحق علیہ السلام اور ۱۲۸۲ء تاریخ چٹانگام سید مرتضیٰ

۱۲۸۱ء اور ۱۲۸۲ء، قاضیوں کی اشعار میر خدائے مسکات

۱۲۸۱ء احادیث الخواتین یعنی تاریخ اسلام آباد چٹنگام کہ ہم سو تاریخ حمید است، تصنیف

میرزا ملک انجم و شرح جناب دلدی حمید اللہ خاں بہادر دام ظلہ العالیہ شرفہ در مطبع مظہر العجا

(بقیہ حاشیہ ص ۹۱)

ان کے علماء اور فضلا، بزرگان دین اور صوفیائے کرام کے حالات ملتے ہیں۔ یہاں پر
 حروف میں سلاخوں میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔ گلزار شہادت اور راہ نجات
 یوں سنگہ زبان کی نظیں ہیں۔ گلزار شہادت کا دوسرا نام شہادت ادیان بھی ہے۔
 میں واقعات کر بلا کو نہایت درد انگیز پیرایہ میں نظم کیا ہے۔ یہ کتاب
 ۱۲۸ھ = ۱۸۶۳ء میں مکمل ہوئی۔ "مصنفان فقط" سے اس کی تاریخ نکلتی
 ۔ راہ نجات کا بزرگہ نام "نزدن پاتھ" ہے۔ یہ نظم ۱۸۶۸ء میں لکھی گئی اور پچھلے
 سالوں کے لئے مذہبی ہدایات کا مجموعہ ہے۔ ڈاڑھی منڈھانے کے متعلق اس
 جو کچھ لکھا ہے وہ بہت دلچسپ ہے۔

ضلع چانگام میں باہر سے جا کر آباد ہونے والے سادات اور پٹھان مسلمانوں اور
 کے متوسلین کو اپنی مذہبی ذمہ داریوں کا پورا احساس تھا۔ ان کو اسلام اور بانی
 م سے بے انتہا محبت تھی اور ان بزرگوں نے بڑے نازک موقع پر مقامی زبان
 اپنی ادبی اور مذہبی خدمات کے ذریعہ نہ صرف دشمنوں کی تخریب کے جا رہے تھے
 ات سے بنگالی مسلمانوں کو محفوظ رکھا، بلکہ ان کو مذہبی طور پر مغرب اور
 یوب ہونے سے بچایا اور ان کی یہ خدمات ہمارے قابل قدر ہیں۔

۱۔ بزم ماشیہ صفحہ ۹۰۔

شہر کلکتہ، محلہ تال نرہ مملوک مولوی ایوب الدین احمد صاحب چاب شد۔ کلکتہ کے اہل
 دست پر ورق احادیث الخواتم میرزا بیگم بیگم بیگم شہیر الدین صاحب، مولانا

۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء۔

Marfat.com

Marfat.com

۴۔ حضرت سید احمد شہیدؒ بنگالی فقہ کار

انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں حضرت سید احمد شہیدؒ نے
 نے اچھے دین کے سلسلہ میں جو اصلاحی تحریک شروع کی تھی۔ اس سے جن

۱۷۔ تیرہویں صدی ہجری کے مجدد امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہیدؒ اودھ
 عہد عالم گیری کے مشہور روحانی پیشوا سید علم اللہ (متوفی ۱۱۸۵ھ) کی اولاد میں
 سید علم اللہ حضرت آدم بنوریؒ (متوفی مدینہ منورہ ۱۲۰۲ھ) کے خلیفہ تھے
 واسطوں سے حضرت سید احمد شہیدؒ کا سلسلہ نسب امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 ہے۔ والد کا نام سید محمد عرفان تھا جس کا انتقال ۱۸۰۶ء میں انتقال ہوا۔ حضرت سید احمد
 ۶ صفر ۱۲۰۱ھ = ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی اودھ میں پیدا ہوئے۔ مئی ۱۸۰۶ء میں
 پہنچے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے اجازت و خلافت پا کر
 ۱۸۰۸ء میں وطن واپس آئے۔ اسی سال نقیر آباد ضلع رائے بریلی میں شادی ہوئی۔
 ۱۸۰۹ء میں نواب امیر خاں کی فوج میں ملازم ہو گئے۔ ۹ نومبر ۱۸۱۴ء کو انگریزوں سے
 ہونے کے باعث فوج سے مستعفی ہو گئے۔ ۱۲۳۳ھ = ۱۸۱۹ء کو رائے بریلی واپس آئے۔
 جولائی ۱۸۲۱ء کو ۴۴ آدمیوں کے قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے۔



۱ - بالاکوٹ ضلع ہزارہ (گنہارندی اور پل)

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

تی بنگال یعنی چٹاگانگم۔ نو اکھالی۔ سلہٹ۔ فرید پور اور باقرنگ وغیرہ کے مسلمان
 متاثر ہوئے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کے توسلین ،
 نائے کار اور وطن عزیز سے بہت دور صوبہ سرحد میں اسلام کی عظمت
 برتری کے لئے جنگِ نبیؐ لینے والے مجاہدین اور شہداء میں بنگالی
 نماؤں کی معتد بہ تعداد نظر آتی ہے۔ جس میں مولوی امام الدینؒ مولوی

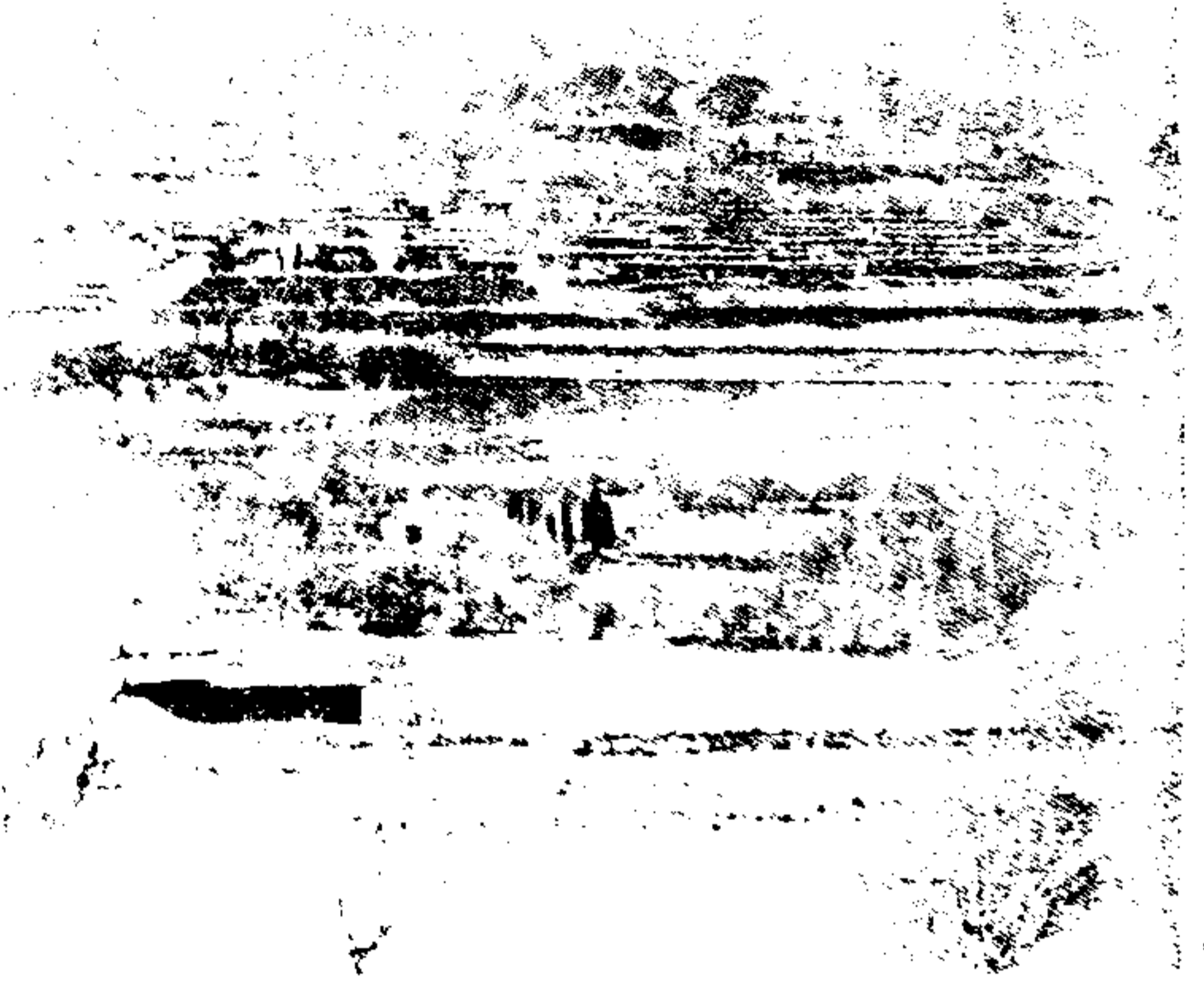
[بقیہ حاشیہ ص ۹۳ کا]

پریل ۱۸۲۴ء کو رائے بریلی واپس آئے۔ ۱۳ جنوری ۱۸۲۶ء دو شنبہ کے دن رائے بریلی
 تھاد کے لئے روانہ ہوئے۔ ۲۰ جمادی الآخر ۱۲۴۲ھ = ۱۳ جنوری ۱۸۲۶ء کو بیعتِ امت ہوئی
 خطبہ میں نام شامل کیا گیا۔ ۱۸۳۰ء میں پشاور فتح کیا۔ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ = ۱۴ دسمبر ۱۸۳۱ء
 جمعہ کے دن بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں شہید ہوئے۔ مزار مبارک بالاکوٹ میں ہے۔ سر مبارک
 محی حبیب الشرفاں ضلع ہزارہ میں دفن ہے۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہر، کتاب منزل لاہور
 بر ۱۹۵۲ء۔

۵ بنگالی مجاہدین۔ مولوی امام الدینؒ مولوی نور محمدؒ۔ ظہیر اللہؒ طالب اللہؒ قاضی مدنیؒ
 القادرؒ۔ حاجی چانر، مرد۔ اعجازؒ ضمیرہ خانہ یوں کی فہرست سید احمد شہید، غلام رسول تہر
 اول مسک، جلد دوم مسک۔ اور مسک ۲۶۳؛ بنگالی شہداء، فیض الدین، علیم الدین۔
 عت اللہ، شرف الدین، سید مظفر حسین، منشی محمدی انصاری، میر منشی حضور، ضمیرہ
 ایک فہرست جلد دوم مسک ۴۳۲؛ شیخ برکت اللہ، جلد اول مسک ۳۶۹؛ فضل الرحمان بردوانی
 جلد دوم مسک ۲۴۴



Marfat.com
Marfat.com



۲۔ گڑھی چیبب الشخان ضلع ہزارہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

دارت علیؑ اور مولوی نور محمدؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قلعہ پنجتار کے شمالی مشرقی
 بئج میں حضرت سید احمد شہیدؒ کی اقامت گاہ تھی اور اس سے متصل پتھر کے دو مکروں
 میں مولوی دارت علی بنگالیؒ اور مولوی امام الدین بنگالی رہتے تھے۔ اور قلعہ کی
 مشرقی دیوار سے باہر پورب کو جانے والی سڑک کے آخر مولوی نور محمد بنگالیؒ
 کا قیام تھا۔ قلعہ پنجتار سے چھٹن جاتے وقت بھی یہ تینوں محترم ہستیاں حضرت
 سید احمد شہیدؒ کے ساتھ تھیں۔

۱۸۲۵ء میں حضرت سید احمد شہیدؒ؟ نواب غازی الدین حیدر

کے عہد حکومت میں لکھنؤ تشریف لے گئے اور اس موقع پر جن اکابر و عمائد نے بیعت کی
 لی ان میں مولانا عبداللہ فرنگی محلیؒ اور مولانا لایت علی عظیم آبادیؒ کے ساتھ مولوی
 امام الدین بنگالیؒ اور مولوی نجیب اللہ بنگالیؒ بھی شامل تھے۔ مولوی امام الدین
 بنگالیؒ ضلع نواکھالی کے عساکر مقام سردارام کے پاس سعد اللہ پور نامی گاؤں کے

۱۷ پنجتار موہنہ کے ضلع سوات رنجیدہ مردان کی شمالی مشرقی سرحد کے قریب اپہاڑوں کے
 درمیان ایک پہاڑی نامے کے کنارے محفوظ مقام ہے۔ اس کے دکھن میں خورد خشتی اور مزید دکھن میں
 وٹالی ہے۔ پنجتار کی لڑائی اوائل جون ۱۸۲۹ء میں ہوئی تھی۔ سکھ فوج کا افسر ملی جنرل ورتورا تھا۔
 اسے شکست ہوئی۔ ۱۸۵۵ء میں انگریزوں نے اس قلعہ کو توپ سے اڑا دیا۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسولؒ

جلد دوم صفحہ ۶۶-۶۷؛ نقشہ پنجتار مقالہ ص ۶۹۔ جلد دوم۔

۱۸ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسولؒ، جلد اول ص ۱۶۹

۱۹ مولوی امام الدین بنگالیؒ کا آبائی وطن موضع حاجی پور، پیرکڑہ، سیر آباد۔ علاقہ روشن آباد تھا۔

ہے والے عالم باعمل اور بے مثال صوفی تھے حضرت سید احمد شہیدؒ کے خاص
 قیامت مندوں اور جاں نثاروں میں تھے۔ ۲۰ شوال ۱۲۳۶ھ = ۳۰ جولائی ۱۸۲۱ء
 : دہائے بریلی سے سید شہیدؒ کی رہنمائی میں چار سو تیس مسلمان مردوں اور عورتوں کا
 قافلہ حج بیت المقدی کے لئے روانہ ہوا تھا، اس میں مولوی امام الدین بنگالیؒ بھی
 شامل تھے۔ صفر ۱۲۳۷ھ (اکتوبر ۱۸۲۲ء) میں جب یہ قافلہ کلکتہ پہنچا، تو مولوی
 امام الدین بنگالیؒ حضرت سید شہیدؒ سے اجازت لے کر اپنی والدہ سے طاقات
 نے کے لئے وطن گئے اور جب واپس آئے، تو ان کے ساتھ اس غلاف کے تیس
 ایس مسلمان امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کی زیارت اور حصول معیت کی نیت سے
 آئے اور معیت سے مشرف ہوئے۔ مولوی امام الدینؒ حج اور جہاد میں ساتھ

[بقیہ حاشیہ کا]

ہی مقام آپ کی جلسے پیدائش بھی ہے۔ بعد میں آپ ضلع نواکھالی کے صدر مقام سدارام کے پاس
 عدالت پور نامی موضع میں سکونت پذیر ہوئے۔ خط مولانا ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ
 م راقم الحروف میرٹھ، ۲۴ مئی ۱۹۷۵ء، مولوی غلام رسول نقاہر نے بھی آپ کے وطن کا نام جاتی پور لکھا ہے۔
 سید احمد شہیدؒ (۱۲۱۹)؛ چکلا روشن آباد، اندھا پیر، نواکھالی اور سلہٹ میں بہاراجہ صاحب
 تی پورا کی زمیندار ریاست جس کا رقبہ ۵۷۰ مربع میل اور آمدنی ۸ لاکھ سالانہ تھی۔ نواب
 نجاش الدین خاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں ۱۸۳۳ء میں ریاست تری پورا کے اس میدانی علاقہ پر
 مسلمانوں کا باضابطہ قبضہ ہوا۔ اپریل گزیٹ آف انڈیا جلد دہم ۱۲۲۲ اور جلد سبست دہم ص ۳۸۲
 لے سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول نقاہر ص ۱۱۹۔

Marfat.com

Marfat.com

لے۔ جہاد میں حصہ لینے کے لئے آخری دور میں مولوی امام الدین رح کے بھائی علیہ السلام بھی بنگال سے ایک قافلہ لے کر گئے تھے اور کالا باغ سے ان کا قافلہ مولوی جعفر علی نقوی کے قافلہ کے ساتھ گیا تھا۔ مولوی غلام الدین رح عبویہ سرحد کی معرکہ آرائیوں میں شہید ہوئے۔ معرکہ بالاکوٹ (مئی ۱۸۳۱ء) کے بعد مولوی امام الدین بنگال واپس آئے اور اپنے علاقہ میں تبلیغ دین اور اصلاح عقائد کے کاموں میں مشغول رہے۔ کلکتہ میں منشی غلام الرحمن کی مسجد واقع محلہ مصری گنج (مدرسہ گرجا کی مغرب جانب) میں جہاں صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح بھی قیام فرماتے تھے۔ دوسری بائبل کو جاتے وقت آپ نے اس مسجد میں فرمایا تھا کہ لے اللہ میری قبر کی کوئی نشانی باقی نہ رہے دعا قبول ہوئی۔ حج سے واپسی کے وقت ۱۲۷۲ھ = ۱۸۵۷ء میں عدن کے پاس بحیرہ عرب میں جہاز پر انتقال ہوا اور لاش مبارک سمندر میں ڈالی گئی۔ مشرقی بنگال کے جنوبی حصہ میں آپ نے دی خدمات انجام دیں، جو مشرقی اور شمالی حصہ میں حضرت سید احمد شہید رح کے دوسرے خلیفہ حضرت مولانا کرامت علی جون

۱۔ سید احمد شہید غلام رسول جہر جلد دوم ص ۳۲۵ رد کوثر۔ شیخ محمد اکرام صاحب
 ۲۔ خط الحائج مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ مابنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۶۲ء
 بحوالہ تذکرہ اولیائے بنگالہ۔ مولانا عبید الحق اسلام آبادی ہستم مدرسہ عالیہ فلسفی ضلع نواکھالی ۱۳۵ھ
 ۳۔ مولانا کرامت علی صاحب جون پوری قاری ہفت قرأت، عالم باعمل، متقی اور پرہیزگار اور ان کی
 پایہ کے خوش نویس تھے۔ بہت ہی کتابیں آپ کی یادگار ہیں جو جمعہ ۳ ربیع الآخر ۱۲۹۰ھ = ۱۸۷۳ء
 (بقیہ حاشیہ ص ۹۹)

نے۔ خان بہادر حمید اللہ خاں نے اپنی کتاب احادیث الخواتین میں آپ کی اعلیٰ
دینی خدمات کا بڑی محبت سے ذکر کیا ہے۔

حضرہ کے چھاپہ کے بعد ہند کے پاس دریائے سندھ کے کنارے بازار
کی جوڑ پائی ہوئی تھی، اس میں قندھاری مجاہدین کی مدد کو جانے والوں میں شیخ
فیض الدینؒ اور شیخ برکت اللہ ننگالیؒ شامل تھے اس جنگ میں سکھوں سے
لڑتے ہوئے شیخ برکت اللہ ننگالیؒ شہید ہوئے اور شیخ فیض الدین ننگالیؒ زخمی
ہوئے۔ امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کی جب تنولی سردار پائندہ خاں ہندوال سے
ستھانہ کے پاس عشرہ میں ملاقات ہوئی تھی، تو امیر المومنینؒ نے حفاظت کے
خیال سے جن بارہ مجاہدین کو اپنے ساتھ لیا تھا، ان میں مولوی امام الدین ننگالیؒ
اور شیخ شرف الدین ننگالیؒ شامل تھے اور اس موقع پر حضرت مولانا اسماعیل صاحب
شہیدؒ نے ندی کے کنارے جن چولہیں مجاہدین کو مامور کیا تھا۔ ان میں سید
[بقیہ حاشیہ ص ۹۸ کا]

کو انتقال ہوا۔ مرادنگ پور، بنگالہ دیش میں زیارت گاہ خاص دعا ہے۔ موجب نور شیخ محمد اکرام

شیرازہ ہند جون پور۔ اقبال احمد ص ۷۹، قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۵۱

۱۷ احادیث الخواتین (تاریخ حمید)۔ خان بہادر حمید اللہ خاں۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء۔ ص ۲۰۷

۱۸ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول بہر جلد اول ص ۳۶۹

۱۹ مولانا اسماعیل شہیدؒ، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ کے پوتے،

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مہریت دہلوی رحمہ کے بھتیجے اور جناب مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ

(بقیہ حاشیہ ص ۹۸)

ظہور اللہ بنگالی، سیّد لطف اللہ بنگالی اور قاضی مہدی بنگالی در شامل تھے۔
 ذی قعدہ ۱۲۳۵ھ تا ۱۸۳۰ء میں ضلع ہزارہ کے مقام پھولپڑہ میں سید احمد شہید
 کے بھانجے سید احمد علی کی قیادت میں سکھوں سے جو جنگ ہوئی تھی، اُس میں
 امیر شکر کے ساتھ فیض الدین بنگالی بھی شہید ہوئے۔ مردان کے پاس ۱۸۳۰ء
 میں مایار کی لڑائی میں امیر المؤمنین سید احمد شہید کے دونوں بازوؤں میں آپ کے جو
 دو زائفل بردار تھے، اُن میں ایک حافظ صابر تھا نومی اور دوسرے شرف الدین
 بنگالی تھے۔ اس لڑائی میں فضل الرحمن بردوانی شہید ہوئے اور مولوی نور محمد
 اور اُن کے بھائی حاجی چاند قاضی مہدی اور مولوی عبدالحمید بنگالی در تھے ہوئے۔
 [بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹ کا]

کے بیٹے ۱۲۱۰ھ تا ۱۷۹۶ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے چچا کے خلیفہ حضرت سید احمد شہید سے
 بیعت ہوئے۔ پیر کے ساتھ حج بیت اللہ کو گئے۔ علم و فضل، تحریر و تقریر، تائید و دانائی، جرات اور
 بہادری میں یکساں روزگار تھے۔ سکھوں کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے۔ امیر شکر تھے۔ جموں و کشمیر
 ۱۸۳۱ء کو بالا کوٹ ضلع ہزارا میں شہید ہوئے۔ مزاد آپ کا بالا کوٹ میں شہر سے اتر ہے۔ تقویت اللہ
 آپ کی تصنیف ہے۔ صراط مستقیم، کا آدھا حصہ بھی آپ کا لکھا ہوا ہے۔ اصول فقہ، منصب اللہ
 مثنوی سلک نوردینہ آپ کی دوسری کتابیں ہیں۔ آثار الصنادید۔ سید احمدی خاں ص ۵۵۴۔
 موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۳۴-۳۳؛ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد اول ص ۱۱۱، داستان تاریخ
 حامد حسن قادری ص ۱۵۵-۱۵۶۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد دوم ص ۵۲-۵۱۔
 سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد دوم ص ۱۸۰، ہزارہ گزٹیر۔ اچ۔ ڈی۔ واٹسن۔ لندن
 ۱۹۰۴ء ص ۹۳-۸۸۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد ص ۲۳۱۔ سید احمد شہید۔ غلام

۵۔ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ

حضرت سید احمد شہیدؒ نے تین مہینے کلکتہ میں قیام فرمایا اس زمانہ میں آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے ہزاروں ہزار مسلمان راہ راست پر آگے سلہٹ اور چانگام کے دور دراز علاقوں سے بھی مسلمان کثیر تعداد میں آئے اور بیعت مشرت ہو کر سچے اور دیندار مسلمان بن گئے۔ چنانچہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے بڑے بھانجے سید محمد علی صاحبؒ نے اپنی کتاب "مخزن احمدی" میں لکھا ہے کہ "ہر خطہ اور ہر کشور سے ہزاروں بلکہ بے شمار مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اہل شرک و بدعت اور سرکش اور گناہ گار اپنے بڑے اعمال سے توبہ کر کے مخلص مومنوں زمرے میں شامل ہو گئے۔"

اسی زمانہ میں ضلع چانگام کے شمالی مغربی حصہ میں میر سرائے کے پاس مولیٰ کے ایک عالم مولانا صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کو خواب میں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت ہوئی کہ "ہمارا لڑکا سید احمدؒ ہے۔"

۱۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول چہر، جلد اول ص ۲۱۶ بحوالہ مخزن احمدی۔ قلمی نسخہ پنجاہ۔
یونیورسٹی لائبریری۔ لاہور۔ پاکستان۔

Marfat.com

Marfat.com

آیا ہوا ہے تو جا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر، چنانچہ صوفی نور محمد صاحب فوراً کلکتہ آئے اور بشارتِ نبوی کے مطابق امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اور جب سید شہیدؒ نے اوائل ۱۸۲۶ء میں بغرضِ جہاد ہندوستان سے صوبہ سرحد کی طرف ہجرت کی، تو آپ کے ساتھ گئے اور مختلف جنگوں میں حصہ لیا۔ پشاور کی فتح سے کچھ قبل رنجیت سنگھ کے ماتحت سلطان محمد خاں والی پشاور کے غلامانِ مردان کے پاس ۱۸۳۰ء میں مایار کی جو لڑائی ہوئی تھی۔ اس میں خود صوفی نور محمد صاحبؒ اور ان کے ایک بھائی حاجی چاندؒ (جو نگر، بالاج نگر۔ بنگال کے رہنے والے تھے) زخمی ہوئے۔ غالباً معرکہ بالاکوٹ (ہامی

۱۹۵۵ء میں مرتبہ مولانا زین العابدین صاحب اختری۔ کلکتہ ۱۹۵۵ء میں جمعہ اردو صوفی سید احمد شہیدؒ، غلام رسول تہرہ، دوم صلیب، جناب غلام رسول صاحب مہرنے حاجی چاندؒ کے گادوں کا نام ناگور۔ بنگال لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ ناگور راجستھان میں اور ناگور تامل ناڈو کے ضلع تھن جوڈور میں مسلمانوں کی زیارت گاہیں ہیں۔ ناگور تھنی حمید الدین ناگوریؒ کی وجہ سے مشہور ہے اور یہاں حضرت خواجہ بزرگ کے خلیفہ حضرت صوفی حمید الدین ناگوریؒ (متوفی ۱۳۶۰ھ) کا مزار ہے اور ناگور ضلع تھن جوڈور میں ساحل کنڈر پر حضرت میران صاحب تھن کے مقبرہ پر ۹۰ فٹ بلند مینار ہے۔ یہاں جنوبی ہندوستان کے مسلمانوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے (اپریل گزٹ میٹر، اردو ادب، ص ۲)۔ الخلیفہ مولانا سید محمد شہید الدین صاحب نے ڈھاکہ سے مطلع کیا ہے کہ بنگال میں ناگور نام کا کوئی مقام نہیں ہے۔ یہ ضلع بیرہوم کانگر نامی مقام ہو سکتا ہے، جس کو راج نگر بھی کہتے ہیں حضرت سید احمد شہیدؒ کے پیرنشی مولانا محمدی (نصاریؒ) (بقیہ حاشیہ ص ۱۲ پر)

۱۸۳۱ء) کے بعد صوفی نور محمد صاحب بنگال واپس آئے اور میر سرائے ضلع چائے
 کے پاس کلمے یا شب پرگنہ نظام پور میں مرشد و ہدایت کا چراغ روشن کیا۔ تبلیغ و اشاعت
 اور اصلاح عقائد و معاشرت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیا۔ یہیں سو وار ۱۲۲۷ھ سبج لاد
 [بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳ کا]

بھی اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ (خط جناب مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب بنام راقم الحروف مورخہ
 ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء)۔ بی بی اللہ سے واپسی کے بعد کلکتہ سے رائے بریلی جاتے ہوئے حضرت سید احمد شہید
 مرشد آباد سے منشی محمدی انصاری کے وطن تشریف لے گئے تھے اور ان کو وطن میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا
 کچھ دنوں بعد جب حضرت سید احمد شہیدؒ بغرض جہاد صوبہ سرحد کی طرف روانہ ہوئے، تو یہ بھی خدمت میں
 حاضر ہو گئے۔ سید احمد شہیدؒ غلام رسول بہرہ اول ص ۲۳۹، مغربی بنگال کے ضلع بیربھوم میں نگر یا
 راج نگر سب سے اہم تاریخی مقام ہے۔ یہ ضلع کے صدر مقام سیوری سے ۱۵ میل پچھم سمت حال پرگنہ
 کی سرحد کے قریب ہے۔ یہ اسلامی فتوحات کے بعد مسلمان راجاؤں کا صدر مقام تھا۔ کالی داما تالاب
 کے کنارے محلوں کے کھنڈ ہیں۔ کئی مسجدیں اور تالاب ہیں۔ بارہ گنبدوں کی موتی چور، نامی مسجد ہے۔ قلعہ
 میں قلعہ ہے۔ نگ کے قریب خوش بگری میں حضرت عبداللہؒ مانی کا مزار مرجع خلائق ہے۔ جو بیک کے
 شاہ ارزاں دیوانؒ متوفی ۱۶۳۰ء کے خلیفہ تھے۔ بیربھوم گزٹیر اس۔ اس۔ اوٹیلی، نگر
 پاس حضرت پور میں حضرت سید شاہ احمد مجنوں بخاریؒ کا مزار ہے۔ جو حضرت مخدوم جہانیاں
 گشتؒ کی اولاد میں ہیں۔

خط مولانا محمد رضا صاحب بخاری حضرت پور، ضلع بیربھوم
 بنام راقم الحروف، مورخہ ۲ فروری ۱۹۶۷ء

۱۲۷۵ھ = یکم نومبر ۱۸۵۸ء تا ۱۳ دسمبر ۱۲۷۶ھ تک ننگرہ فصلی کو انتقال ہوا۔ آپ کے نامور خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خاں صاحب احادیث الخواصین نے آپ کی وفات کی تاریخ لکھی ہے:

شاہ نور محمد وجہ مبرورے رفت چوں موسیٰ در تخیل نورے رفت
تاریخ برائے رحلت آن معقولہ شریف کہ اتفاق ہے نورے رفت

۱۲۷۵ھ

سترہویں صدی عیسوی کے نصف اول میں امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی کے خلیفہ مولانا حمید اللہ خاں صاحب نے سرکار شریف آباد

لے خط جناب مولانا محمد انوار الحق صاحب مدرسہ صوفیہ نظام پور ضلع چانگام بنام اہم بحرون مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۷ء کے قطعہ تاریخ مرسلہ جناب ابوالبشر سید محمد شہید لائبرین صاحب جلد و نامہ باکد میں لکھا کہ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۷ء کیارہویں صدی ہجری کے مجدد امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی (امام طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) شب جمعہ ۱۲ شوال ۱۲۹۷ھ (۱۸ جون ۱۸۷۶ء) کو سرحد پنجاب میں پیدا ہوئے اور ۲۸ ستمبر ۱۹۴۴ء (۳۰ نومبر ۱۹۲۳ء) کو مشکل کے دن بوقت چاشت انتقال کیا۔ مزار مبارک سرحد شریف ضلع پیالہ (پنجاب) میں منع فریض اور دنیلے اسلام کی بڑی زیارت گاہ ہے۔

انہی عالیہ قادیہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ کو اجازت و خلافت اپنے والد حضرت شیخ عبدالاحد فاروقی سرہندی (متوفی ۱۵۹۸ھ) سے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باں شہرہ قادی (متوفی ۱۶۰۳ھ) سے حاصل تھی۔ محمد اکبری کی مذہبی بے تاغذگیوں کا سر باب کہہ کر آپ نے ہندوستان

دوغری بنگال میں تبلیغ و اصلاح کا جو کام شروع کیا تھا اُسے مشرقی بنگال کے دُور علاقوں میں اسی سلسلہ عالیہ کے حضرت عوفی نور محمد صاحب نے مکمل کیا۔ یہی عوفی نور محمد صاحب جن کی رہنمائی تدریجاً ایک بخیر وقت کے زیر سایہ سفر و حضر کے علاوہ میدانِ جہاد میں بھی ہوئی تھی۔ حضرت عوفی سید فتح علی صاحب دہلی کے پیر و مرشد ہیں۔ اور میر سکر کے پاس، یہ گندہ نظام پود کے ٹے یا ش میں آرام فرما رہے ہیں۔ یہاں سالانہ عرس نہیں ہوتا ہے۔ لیکن ہر سال ہزاروں ہزار مسلمان آپ کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

[بقیہ حاشیہ دیکھنا کا]

میں اسام کو بچا لیا۔ آپ کے مکتوبات ابنِ تاشوف کے آنکھوں کا نور ہیں۔ ان کی تین جلدیں ہیں۔ دفتر اول کا نام نور المورثت، دفتر دوم کا نام نور الخلاق اور دفتر سوم کا معرفت الحقائق ہے۔ دفتر اول میں ۳۱۳، دفتر دوم میں ۹۹ اور دفتر سوم میں ۱۱۵ مکاتیب ہیں۔ مکاتیب کی مجموعی تعداد ہے۔ حضرت خواجہ محمود صاحب اور حضرت آدم بوریؒ آپ کے دوست ہیں۔ ہم خلفا ہیں۔ رد کوئی شیخ محمد اکرام ۲۸۵-۲۰۹، مسائل السالکین۔ مرزا عبدالستار بیگ۔ اور مجدد اعظم۔ محمد عظیم علیؒ کے نانا شیخ حمید الدین نائمن منگل کوئی رح قاضی ضیاء الدین احمد سالارؒ کی اولاد میں تھے۔ ان میں تعلیم حاصل کی شروع میں صوفیوں کے مخالف تھے۔ دہلی میں حضرت امام تاجی سے ملاقات و شرفِ صحبت کے ایک سال بعد خلافت سے سرفراز ہوئے اور منگل کوٹ ضلع بردوان آکر باقی زندگی گزار دی۔ میرٹھ میں شاہ تہاں آپ کا بہت معتقد تھا۔ ۱۲۵۲ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کا نام حضرت مجددی کے کلمہ ہے۔ حضرت بدر الدین سرہندی نے اپنی کتاب (بقیہ حاشیہ دیکھنا کا)

حضرت صوفی نور محمد صاحب، نظام پوری کہلاتے ہیں۔ نظام پور کے خاص موضع یاستی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک پرگنہ کا نام ہے جو ضلع چانگام کے شمالی مغربی گوشہ میں ساحل سمندر اور سیٹا گنڈ کے پہاڑی سلسلہ کے مابین واقع ہے۔ اس کے اتر میں فینی ندی ہے اور یہ میرسرا کے تھانہ پر مشتمل ہے۔ میرسرا کے تھانہ کے دکن سیٹا گنڈ تھانہ کا بھی کچھ حصہ اس پرگنہ میں شامل ہے۔ میرسرا اور زور اور گنج اس پرگنہ کے دو خاص اور اہم مقامات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ شور خاندان کے نظام شاہ کے نام پر اس پرگنہ کا نام نظام پور ہے۔

شیر شاہ شور نے ۱۲۵۰-۱۵۲۰ء کے درمیان میں حسین شاہی خاندان کے

بقیہ حاشیہ ص ۱۰۶ کا

حضرات القدس، میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ مولانا حمید الدین دانشمند کا مزاحمتی حال میں جنگوں سے گھرا ہوا تھا۔ بشیر ہاٹ ضلع چوہیں پرگنہ کے ایک دین دار خاندان کے نامور فرزند جناب خان بہادر ابو الخیر محمد صدیقی صاحب نے جنگوں کو صاف کر کے مزاحمتی کی مناسب مرمت کرایا ۱۹۳۶ء میں بنگال وقف بورڈ نے اس سلسلہ میں آپ کی خدایات کو بہت سراہا۔ رود کوثر شیخ محمد اکرام ص ۶۵-۶۶، خط الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب، بظلمہ ڈھاکہ، بنام راقم الحروف

مؤرخہ اربعہ ۱۹۴۵ء۔

۱۔ تاریخ چٹاگانگ۔ سید تقی علی ص ۱۰۶ اور خط مولانا محمد انوار الحق صاحب صوفیہ مدرسہ میرسرا کے ضلع چانگام۔ بنام راقم الحروف مؤرخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء۔ ۲۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۶ ۳۔ شیر شاہ کا اصلی نام فرید ناں تھا۔ ان کے دادا ابراہیم خاں نور پشاور کے پاس (بقیہ حاشیہ)

Marfat.com

Marfat.com

آخری فرماں روا سید غیاث الدین محمود شاہ کو شکست دے کر بنگال پر قبضہ کر لیا

{ بقیہ حاشیہ ص ۱۰۸ }

روہ نامی مقام سے فوجی ملازمت کی تلاش میں مشرق کی طرف آئے تھے۔ فرید خاں ۱۵۲۳ء میں پنجاب کے پرگتہ بھوڑہ میں پیدا ہوئے۔ فرید خاں کے والد الحسن خاں سور کو جون پور کے گورنر عمر خاں سردانی خاں اعظم نے مہسرا میں جاگیر عطا کیا تھا۔ فرید کی تعلیم و تربیت جون پور میں ہوئی۔ بہار کے آزاد حکمران بہار خاں لوہانی کی ملازمت اختیار کر لی۔ یہیں تنہا ایک شیر کو مارنے پر شیر خاں کا خطاب ملا۔ ایک سال تک شہنشاہ بابر کی ملازمت میں رہے۔ پھر بہار چلے آئے۔ چنار کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ لوہانی ٹھانوں اور بنگال کے سلطان کی متحہ فوج کو مارچ ۱۵۲۷ء میں سورج گڑھ ضلع مونگیر کے پاس شکست دیا۔ گورنر پر قبضہ کر لیا۔ جون ۱۵۳۹ء میں شہنشاہ ہمایوں کو چوسا میں اور پھر اترکھنڈ ۱۵۴۰ء کو قنوج کے پاس شکست دے کر ہندوستان کے تاج تخت پر قبضہ کر لیا۔ پنجاب راجستھان اور مالوہ کو فتح کیا۔ وسط ہند میں کابلینجر کے قلعہ پر حملہ کے وقت بارود کے ذخیرہ میں آگ جانے کے باعث ۲۲ مئی ۱۵۵۱ء کو انتقال کیا۔ لاش مہسرا لاکر دفن کی گئی۔ جہاں ایک تلاب کے وسط میں شاندار مقبرہ ہے۔ شیر شاہ کا شمار ہندوستان کے چند کامیاب عادل نامور بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ کالی کنکرت وغیرہ ص ۲۴۲۔ تاریخ بنگال سرحد و ناٹھ سرکار ص ۱۴۸-۱۵۹

۱۵۹۰ء عبد البدر سید غیاث الدین محمود شاہ فاتح چانگام نام الدین نصرت شاہ کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس نے نصرت شاہ کے بیٹے علاء الدین فیروز (۱۵۳۳-۱۵۳۴ء) کو قتل کر کے ۱۵۳۳ء میں بنگال کے تخت پر قبضہ کیا اور ۱۵۳۸ء تک حکمران رہا۔ مارچ ۱۵۳۴ء میں شیر شاہ نے (بقیہ حاشیہ ص ۱۰۸)

اور خضر خاں ترک کو بنگال کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن ابھی تک چانگام میں سید
غیاث الدین محمود شاہ کے دو حکام خدای بخش خاں اور امیر زبیر خاں بہ حکمراں تھے۔ ان
دونوں میں اختلاف تھا۔ اس اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیر شاہ کے
ایک سردار نظام خاں سور نے اس علاقہ پر قبضہ کر کے سور خاندان کی حکومت
ائم کر دی۔ پرتگالی اس نظام خاں کو نوگادل (نواڈش) خاں لکھتے ہیں۔

شیر شاہ کے بیٹے اسلام شاہ سور کے انتقال کے بعد بنگال کے پٹھان صوبہ دار محمد خاں
نے ۱۵۵۳ء میں شمس الدین محمد شاہ غازی کے نام سے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور اعلان
بلکہ کیا جون پور پر قبضہ کر کے اگرہ کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف شیر شاہ کے بھتیجے مبارز خاں
اسلام شاہ سور کے بیٹے فیروز شاہ سور کو قتل کر کے محمد شاہ عادل کے نام سے اپنی بادشاہ
اعلان کر دیا۔ اس بادشاہ کے جنرل ہیٹو نے محمد خاں سور (شمس الدین محمد شاہ غازی) کو کالی
ہیس میں پر بچھ گھاٹ (چھپرسو) کی زلی میں دسمبر ۱۵۵۵ء میں شکست دے کر ہینا خاں بنگال صوبہ دار

[بقیہ ملاحظہ ہو ۱۰۸ ص ۱۰۸]

اسے مونگیر کے پاس سولج گڑھ میں شکست دیا۔ ۱۶ اپریل ۱۵۳۸ء کو دار الحکومت گڑھ پر قبضہ ہو گیا۔
شاہ الدین محمود کا کہل گادل (بھاگل پور) کے پاس انتقال ہوا۔ تاریخ بنگال -

جدد ناٹھ سرکار ۱۶۵-۱۵۹

تاریخ بنگال مرتبہ سر جے ڈی ناٹھ سرکار ۱۶۳-۱۰۳، تاریخ بنگال - سید تقی علی ص ۲۴-۲۶

شیر شاہ کے دوسرے بیٹے جلال خاں سلطان اسد خاں کے نام سے ۲۵ مئی ۱۵۵۲ء کو

دشاہ ہوئے۔ زیادہ تر سلیم شاہ کے نام سے مشہور ہیں (۳۰ اکتوبر ۱۵۵۳ء کو گویا میں انتقال

ہوا۔ لاش تھمسام (ضلع رونتاس) صوبہ بہار لاکھنؤ، گڑھ -

منقر کیا گیا۔ لیکن محمد خاں سُور کے بیٹے خضر خاں سُور نے چھوٹی ضلع الہ آباد میں خیابان
بہادر شاہ کے نام سے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا اور شہباز خاں کو شکست
دے کر نیگال پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۵۶۳ء تک حکمراں رہا۔

زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ ضلع چانگام کے پرگنہ نظام پور کا نام شیر شاہ
سُور کے فوجی سردار نظام خاں سُور (نوگاڈل) کے نام پر ہے۔ شروع میں نظام خاں
سُور کی حیثیت ایک فوجی سردار اور عالم ضلع سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن چھپر گھاٹ
کی لڑائی میں، ہیمو کے ہاتھوں شمس الدین محی شاہ غازی کی شکست اور قتل کے بعد
ہوسکتا ہے کہ انہوں نے نظام شاہ سُور کے نام سے چانگام کے ایک آزاد حکمران
کی حیثیت حاصل کر لی ہو۔ نظام شاہ سُور کے دور حکومت میں مشہور شاعر دود

وزیر بہرام نے اپنی مشہور نظم لیلیٰ محبتوں لکھی، جو نیگاڈبان میں حضرت عبدالرزاق
جامی کی فارسی مثنوی لیلیٰ محبتوں کا آزاد ترجمہ ہے۔ اپنی اس کتاب میں
دولت وزیر بہرام نے نظام خاں کی بہت تعریف کی ہے۔ لکھا ہے کہ ان
محافظ دستہ میں سو آدمی تھے اور ان کے پاس سرخ اور سفید ہاتھی
کی کافی تعداد تھی۔ انہوں نے چانگام میں ایک قلعہ بھی بنوایا تھا۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب مرحوم نے لکھا ہے کہ نظام شاہ سُور شہباز
کے بھائی تھے۔ تاریخ چٹاگانگ کے مصنف سید مرتضیٰ علی لکھتے ہیں کہ یہ

۱۔ مسلم نیگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۸-۱۰۵

۲۔ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۷

قابل یقین نہیں ہے کہ شیرشاہ نے حضرت نذیر کو جس سے اس کی کوئی رشتہ داری
 نہ تھی بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا اور خود اپنے بھائی کو اس صوبہ دار کی ماتحتی
 میں چالگام کا حاکم ضلع بنایا ہو۔ لیکن ڈاکٹر شہید اللہ صاحب روم کی تحقیق صحیح
 ہے۔ شیرشاہ کے بھائی کا نام نظام شاہ سور تھا۔ بادشاہ اسلام شاہ سور کی
 شادی نظام شاہ سور کی صاحبزادی سے ہوئی تھی اور شیرشاہ کا بھتیجا مہاندزا
 جو اسلام شاہ سور کے انتقال کے تین روز بعد اسلام شاہ سور کے بیٹے فرزند شاہ
 نور کو قتل کر کے مہاندزا کے نام سے بادشاہ ہوا تھا وہ اسی نظام شاہ
 کا بیٹا تھا۔

۱۶۰۳ء میں اراکان کے حکمران مینگ سوام وان (نارامیکہ لاہ ۱۶۳۳ء
 ۱۶۰۴ء) کو راجہ کے بادشاہ نے معزول کر دیا۔ اور اس نے گوڑ کے مسلمان ^{سلطان}
 خیانت الدین عالم شاہ (۱۵۱۰-۱۶۰۹ء) کے دربار میں پناہ لیا۔ وہ ۱۶۰۳ء میں
 ایک گوڑ میں رہا۔ حضرت نور قطب عالم (متوفی ۱۶۱۰ء) کی دعوت پر راجہ
 کنیش کی سرکونی کے لئے جب جون پور کے بادشاہ ابراہیم شاہ شرقی گوڑ کے تخت
 تو اراکانی راجہ ہاں موجود تھا ۱۶۰۳ء میں راجہ کنیش کے بیٹے سلطان جلال
 علی شاہ نے اپنی فوج کی مدد سے اراکانی راجہ کو تاج و تخت واپس دلایا۔ راجہ
 نے شکریہ کے طور پر موج پورنگ کے پاس سمانی کنی سچا پیر کرایا۔ اراکانی راجہ بنگال

۱۶۰۳ء نارنگ چناگانگ بسید رفتنی علی ۱۶۰۳ء

Marfat.com

Marfat.com

کے مسلمان بادشاہ کی راجہ میں آگیا۔ اراکان میں اسلامی اثرات بڑھے۔ راجاؤں نے اپنے ناموں میں اسلامی نام بھی شامل کیا اور کلمہ شریف کے ساتھ اپنے سکے ڈھالے۔
۱۶۲۲ء تک یہ سلسلہ جاری رہا

پہنچنے اس نقطہ نگاہ سے ڈی۔ سی۔ بھٹا چارجی کا خیال ہے کہ شاعر دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی نظر لیلیٰ مجنوں میں جس نظام شاہ کا ذکر کیا ہے وہ نظام شاہ سور نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اراکان کے ماگھ راجہ کا دوسرا نام ہے۔ پروفیسر احمد شریف، ندی۔ سی۔ بھٹا چارجی کے خیال سے متفق ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اراکان کے راجہ سدا تھو دتا (۸۴-۶۱۶۵۲) کا اسلامی نام نظام شاہ تھا۔

راجہ مینگ ننگ زاہک (۵۳-۶۱۵۳۱) نے راجہ پر قبضہ کر لیا تھا اور
راجہ بسوا پیا کلیم شاہ (۸۲-۶۱۴۵۹) کے زمانہ میں اراکانیوں کا چابنگام پر قبضہ
ہو گیا تھا۔ شہر شاہ نے اپنے ابتدائی دور حکومت میں ۱۵۲۰ء کے قریب جب

۱۵ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی علیہ السلام - ۱۶ - اراکانی راجاؤں کے نام :- راجہ مینگ کھری علی
(۵۹-۶۱۳۳۳)؛ راجہ بسوا پیا کلیم شاہ (۸۲-۶۱۴۵۹)؛ راجہ گنج تی ایاس شاہ (۳۱-۶۱۳۳۳)
راجہ مینگ ننگ زاہک (مبارک یا بارک) (۵۳-۶۱۵۳۱)؛ راجہ مینگ کھلنگ سکندر شاہ (۹۳-۶۱۵۴۱)۔
ینگ داد زائی سیم شاہ (۱۶۱۳-۶۱۵۹۳) اور راجہ مینگ کھمونگ حسین شاہ (۱۶۲۲-۱۶۱۲)۔
۱۷ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی علیہ السلام - ۱۸ - تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی علیہ السلام
(۵۲-۶۱۵۴۱) راجہ مینگ

نظام خاں سُر کو چانگام کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا تھا، تو وہاں خدا بخش خاں
 برامیرزا خاں دو مسلمان سردار حکمراں تھے۔ دولت وزیر بہرام خاں نے لیلیٰ مجبوں
 نے اپنے خاندانی حالات لکھے ہیں۔ اُس کے مطابق اُن کا زمانہ اراکان کے راجہ
 سدا تھو دا (۸۴-۶۱۶۵۲) سے بہت پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔

حمید خاں نامی ایک معزز مسلمان سردار گوڈ کے مسلمان بادشاہ غلام الدین
 بن شاہ (۱۵۱۹-۶۱۴۹۳) کے دربار سے وابستہ تھے۔ چانگام کی فتح کے لئے
 بزادہ نہرت شاہ کی ماتحتی میں ۱۵۱۶ء میں جو فوج بھیجی گئی تھی اُس میں حمید خاں
 شامل تھے۔ چانگام کی فتح کے بعد وہ وہیں آباد ہو گئے اور اپنے نیک کاموں
 بامشغول رہے۔ نظام شاہ سُر کے زمانہ میں حمید خاں کی اولاد میں مبارک خاں
 بابت مشہور تھے۔ نظام شاہ نے ان کو "دولت وزیر" کا خطاب دیا۔ اس
 خطاب کے ملنے کے چند سال بعد مبارک خاں کا انتقال ہو گیا۔ اُس وقت
 مبارک خاں کے بیٹے بہرام خاں کی عمر ندرہ سال کے قریب تھی۔ لیکن نظام شاہ
 قندھارہ کرم باپ کا یہ خطاب بیٹے کو عطا کیا اور یہی بہرام خاں "دولت وزیر"
 بہرام خاں کے نام سے بنگلہ زبان کے نامور شاعر ہوئے۔ ڈاکٹر انعام الحق
 خیال ہے کہ شاعر نے اپنی کتاب میں جس نظام شاہ کا ذکر کیا ہے اور جن کے نام پر

۱۴۳-۱۴۲

ضلع چانگام کے سیتا کنڈ تھا نہ کا نظام پور پر گزشتہ مشہور ہے۔ وہ اس علاقہ کے جاگیردار نظام شاہ سورد تھے۔

شہزادہ نصرت شاہ نے چانگام میں کرناٹلی اور ہلدانندی کے مقامات اتصال میں فتح آباد کو صدر مقام بنایا تھا۔ دولت وزیر بہرام خاں کے داد حمید خاں اسی فتح آباد میں رہتے تھے۔ شاہ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے ایک طرف کرناٹلی ندی اور دوسری طرف سمندر ہے۔ اور شہر کے چاروں طرف ایک کھائی ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ اس زمانہ میں شہر چانگام بڑھتے بڑھتے فتح آباد تک پھیل گیا تھا۔ دولت وزیر بہرام خاں کی دوکتا میں یادگار ہیں۔ ایک لیلیٰ مجنوں

اور دوسری "امام و بے" لیلیٰ مجنوں ایک قابل قدر تصنیف ہے اور زبان و بیان کی نزاکت، متناسق، بنیاد کی اور پاکیزگی، جذبات کے لحاظ سے سولہویں

۱۔ مسلم ننگالی ادب - ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۸-۱۰۵
 ۲۔ مسلم ننگالی ادب - ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۸
 ۳۔ امام و بے - معنیفہ دولت وزیر بہرام خاں - مرتبہ پروفیسر علی احمد رضا گرین روڈ
 شائع کردہ ننگالی ڈیولوپمنٹ بورڈ - ڈھاکہ - جون ۱۹۶۹ء - بحوالہ خط از ملک
 صوفیہ نوییہ - طے یاش - میرسرے - ضلع چانگام - اگست ۱۹۶۹ء - بنام راقم الحروف

ستمبر ۱۹۶۳ء

Marfat.com

Marfat.com

غیسوی کے ننگل ادب میں کوئی دوسری نظم اس کے ہم پلہ نہیں ہے۔ امام و بے کے مقدمہ میں پروفیسر علی احمد صاحب نے کافی تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ دولت وزیر بہرام خاں نظام شاہ سُوَر کے وزیر خزانہ تھے۔ انہوں نے واقعہ کر بلا پر ننگل میں یہ نظم لکھی ہے۔ اور نظام شاہ سُوَر۔ جو شیر شاہ سُوَر کے بھائی تھے۔ ان کا دار الحکومت پرگنہ نظام پور کے علاقہ میں نطف آباد میں تھا۔ ان کے عہد حکومت کے تقریباً پچاس سال بعد یعنی ۱۶۱۶ء سے یہ علاقہ نظام پور کے نام سے آج تک مشہور ہے۔

پروفیسر علی احمد صاحب کی تحقیقات اور دوسرے تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ ضلع چانگام کے پرگنہ نظام پور کا نام نظام شاہ سُوَر کے نام پر ہے۔ شاہ دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی کتاب 'سلی محنوں' میں اسی نظام شاہ سُوَر کا ذکر کیا ہے۔ اور نظام پور کا اراکان کے راجہ سندھو داما (۸۴-۶۱۶۵۲) سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امیر المومنین شہید چہر شہید (متوفی ۱۸۳۱ء) کے خلیفہ حضرت عوفی نور محمد صاحب اسی پرگنہ نظام پور کی بستی لے یا ش کے رہنے والے تھے اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ اسی لئے نظام پور کو بلاتے ہیں۔

چانگام سے فیٹی۔ نکسام۔ کوٹلا۔ اکلورا اور بھیرب بازار ہوتے ہوئے ڈھاکہ کو جانے والی میٹریج (مچھولی پٹری) کی جماع لائن پر میٹر اسٹیشن

۱۰ میٹر کے ریلوے اسٹیشن کوٹلا سے ۶۰ میل (۹۷ کیلومیٹر) ڈھاکہ سے ۱۶۲ میل (۲۶۱ کیلومیٹر) سلہٹ

ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہ چانگام سے ۳۰ میل (۵۸ کیلومیٹر) اتر۔ اور کوٹلا
ضلع کے گکسام ریلوے اسٹیشن سے ۲۴ میل (۹۷ کیلومیٹر) دکھن پورب کے
عہدہ عالیگیری میں ۱۶۶۶ء میں چانگام کی فتح کے بعد راستہ کی حفاظت کے لئے
یہاں ایک فوجی چوکی قائم کی گئی تھی۔ اس کا نام مشہور فاتح میر مرتضیٰ کے نام پر
ہے۔ چانگام کی فوجی جہم میں سپہ سالار بزرگ امید خاں کے حکم سے میر مرتضیٰ
نے رات کو فتح کیا تھا اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اس جنرل کے شاندار
کارناموں سے خوش ہو کر اسے مجاہد خاں کا خطاب دیا تھا۔

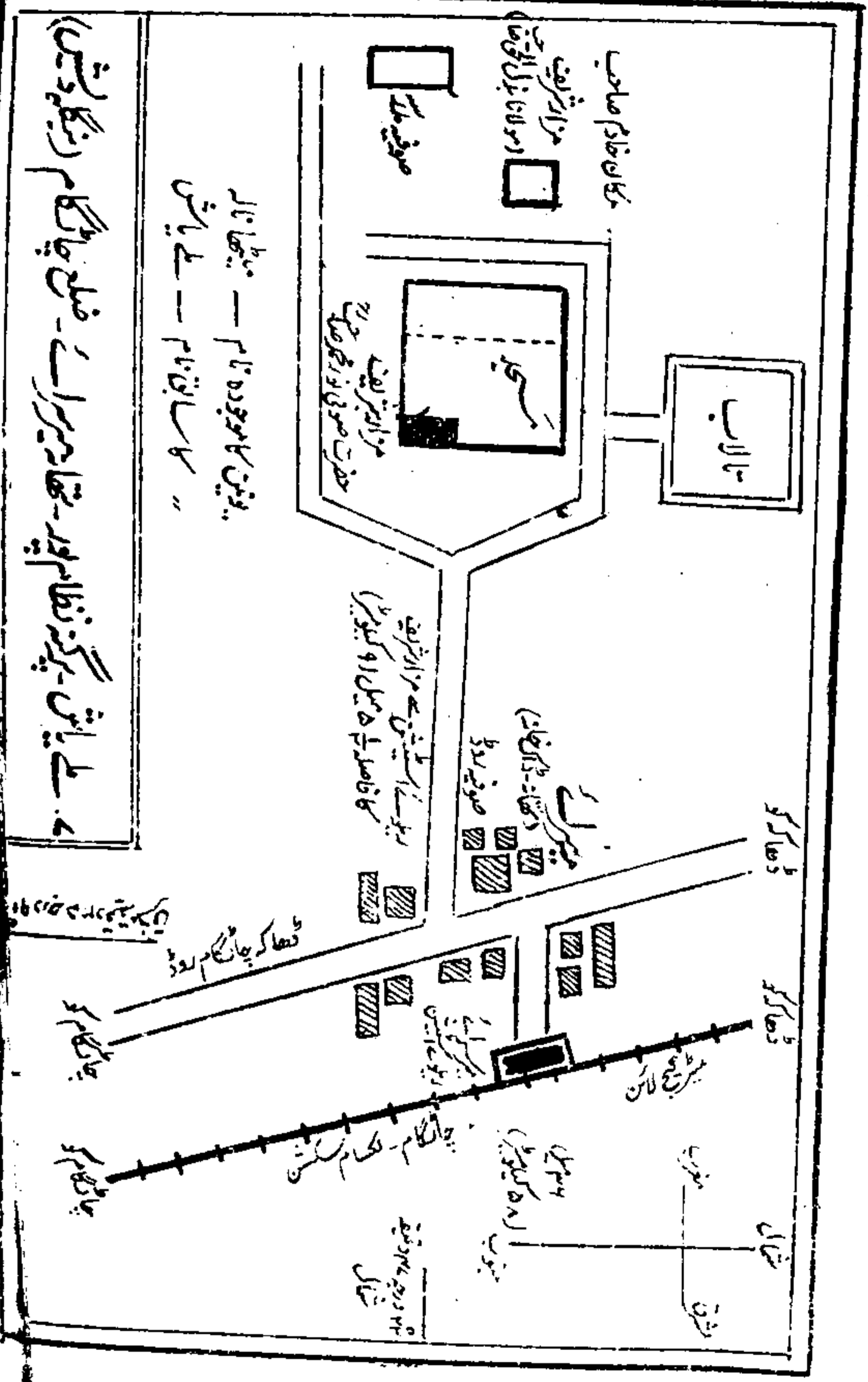
پرگنہ نظام پور ضلع چانگام کے شمالی حصہ میں ہے۔ اس کے پورب
میں سینٹاکنڈ کی پہاڑیاں ہیں اور پچھم میں سمندری ہے۔ میر سرائے ریلوے
اسٹیشن سے بخیر مستقیم پچھم میں ساحل سمندر کا فاصلہ سات میل سے زیادہ ہے۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۱۹

سے ۱۹۸ میل (۳۱۹ کیلومیٹر)، چانڈ پور ضلع کوٹلا سے ۷۶ میل (۱۲۳ کیلومیٹر)۔ کلکتہ سے ۲۹۸
۷۹ کیلومیٹر، دہلی سے ۱۱۹۳ میل (۱۹۱۱ کیلومیٹر)، سریندر شریف ضلع پٹیالہ سے ۱۳۱۳ میل (۱۵
کیلومیٹر)۔ ضلع بہارہ کے ۱۰ پٹیالہ اسٹیشن سے ۷۰۷ میل (۲۷۲۸ کیلومیٹر) ہے۔ جو پٹیالہ اسٹیشن
براہ ایبٹ آباد بالاکوٹ ۲۵۵ میل (۲۳ کیلومیٹر) ہے۔ اس وقت چانگام گکسام سٹیشن پر
میر سرائے تھانہ میں انڈیا کی طرف سے دھوم گھاٹ۔ دھوم۔ میر سرائے اور بڑا تکیہ چانڈ پور
اسٹیشن میں۔

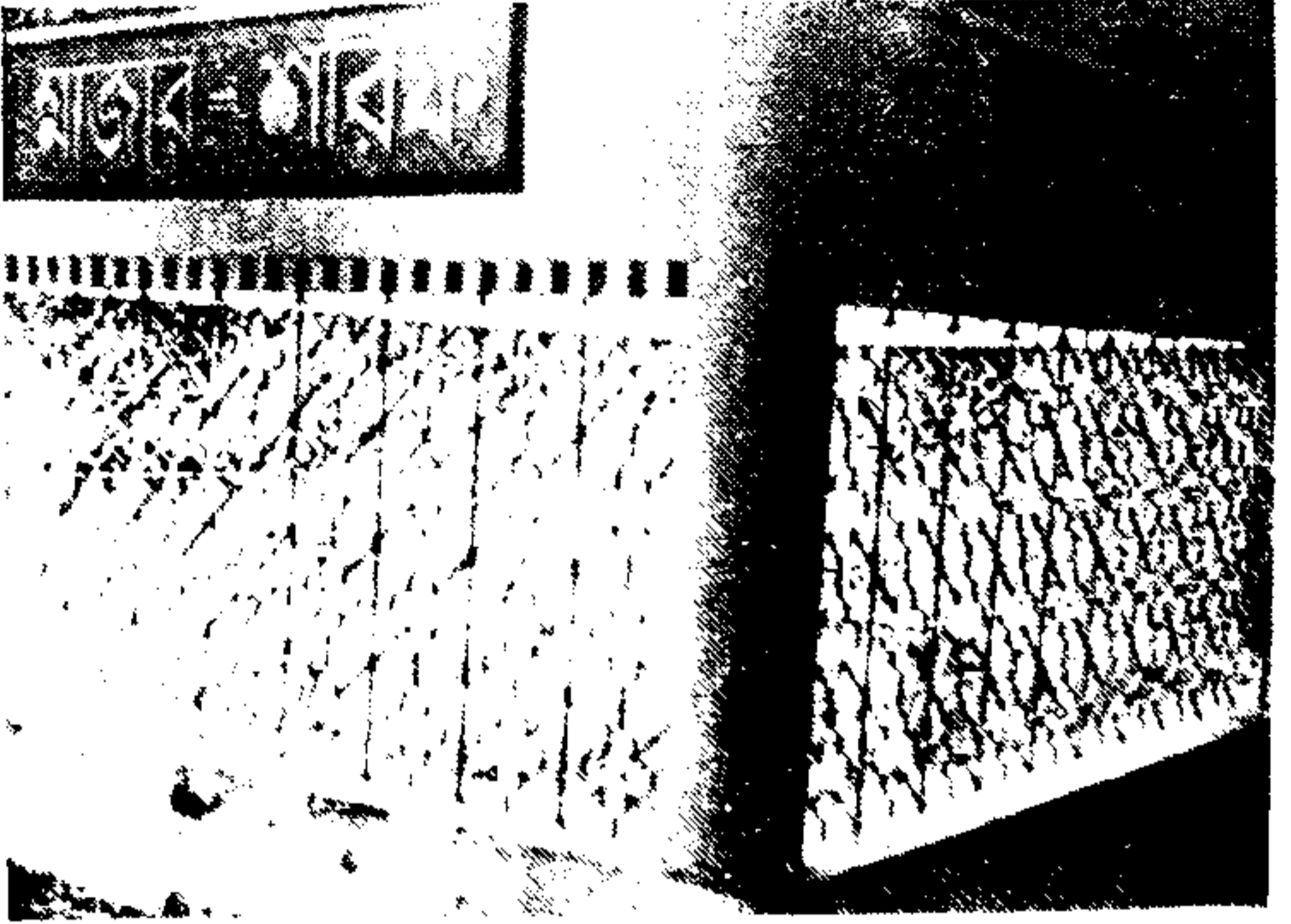
ریلوے اسٹیشن سے کچھ پچھم قدرے دکھن میرسرائے قصبہ ہے۔ جہاں سے ریلوے
لائن کے متوازی اتر دکھن ڈھاکہ سے چائنگام کو جانے والی قومی شاہ راہ
گذرتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے ۱۵ میل (۹ کیلومیٹر) پچھم لے یا نس بستی ہے۔
اور اس کے قریب دوسری بستی میٹھا نالہ ہے۔ دونوں بستیوں کے مابین

۱۵ قصبہ میرسرائے ۲۲ درجہ ۴۷ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۹۱ درجہ ۳۵ دقیقہ مشرقی طول البلد
پر واقع ہے۔ میرسرائے سے کچھ ہی دور اتر فنی ندی کا دہانہ ہے۔ جو اضلاع چائنگام اور
نواکھالی کے درمیان حد فاصل ہے۔ میرسرائے کے ساحل اور جزیرہ ساوندیپ کے درمیان
سمندر کی تلی ہی دھچی ہے جسے دو بار ساوندیپ کہتے ہیں۔ میرسرائے کے پاس اتر سے ایک
چھوٹی طسی ندی گذرتی ہے۔ جو اتر پورب کی پہاڑیوں سے نکلتی ہے اور دکھن پچھم کو بہتی
ہوئی دو بار ساوندیپ سے ملتی ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے تحت میرسرائے تھاانہ کا
لقبہ ۱۷۲ مربع میل تھا۔ اس میں ۸۶ مواضع شامل تھے۔ آبادی ۱۶۲,۱۵۵ نفوس تھی
۱۔ ۹۰۲ آدمی مربع میل آباد تھے۔ کل آبادی میں ۴۹,۴۱۰ مسلمان تھے۔ مکہ معظمہ
۳۳ درجہ ۲۵ دقیقہ شمالی عرض البلد پر ہے۔ اس طرف میرسرائے، قبلہ تریف کے عرض البلد سے
تحت ایک ڈگری ۲۲ دقیقہ اتر ہے۔ ضلع چائنگام میں کوسن بازار کے قریب مشہور تاریخی مقام
راجو میرسرائے سے ۱۰۸ میل دکھن پورب ہے۔ وہ تقریباً مکہ معظمہ کے سامنے واقع ہے۔ میرسرائے
کلکتہ سے ۱۹۶ میل پورب۔ بالاکوٹ ضلع ہزارہ سے ۳۰۶ میل اور ملتانہ منورہ سے ۲۰۰ میل
دکھن پورب ہے۔



یونین کا موجودہ نام — میٹھا نالہ
 " کارسابق نام — ملے یا اش

۷. ملے یا اش - پرگنہ نظام پور - تھا جدی سرسارے - ضلع چانگام (نیگلہ دیش)



۳ - مرقد انور حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ - طے یا ش ضلع چانگام

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مسجد کے جنوبی مشرقی گوشہ میں حضرت صوفی فتح علی صاحب دہلی کے پیر
 مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کا مزار مبارک ہے۔ مسجد اور
 مزار مبارک کا علاقہ پہلے ملے یا ش موضع میں تھا۔ لیکن ریونیو سروے کے بعد
 اسے میٹھانالہ موضع میں شامل کیا گیا۔ پورب میں تعصب میر سرائے سے
 نڈسنے والی قومی شاہ راہ سے میٹھانالہ مسجد تک جو سڑک تھی ہے، اسے
 موقیہ روڈ کہتے ہیں۔ مسجد سے قریب شمال مشرق کی طرف ایک بڑا تالاب ہے
 جس سے دو ذرائع پچھم حضرت کے نام پر عوفیہ نوریہ مدرسہ ہے۔ مسجد سے متصل
 شمالی مغربی گوشہ میں درگاہ شریف کے موجودہ خادم جناب مولانا بذل الحق
 صاحب کا رہائشی مکان ہے۔ میر سرائے کے بڑے ڈاک خانہ کی انتہی میں
 میٹھانالہ میں جو چھوٹا ڈاک خانہ ہے۔ اس کا نام عوفیہ مدرسہ ہے۔

حضرت صوفی نور محمد صاحب کے والد محترم کا اسم گرامی محمد فتنہ تھا۔
 آپ کی والدہ محترمہ کا نام اور آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات معلوم نہیں
 کئے ہیں۔ لیکن اکتوبر ۱۸۲۲ء میں امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کی کلکتہ میں
 تشریف آوری اور بشارت نبوی کے مطابق کلکتہ جا کر حضرت سے شرف بیعت
 حاصل کرنے سے قبل بھی آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ ہو چکے تھے
 آپ کے پہلے مرشد حضرت مولانا شیخ زاہد و لونابیؒ تھے۔ جو ضلع نواکھالی کے علاقہ
 بہمنی کے رہنے والے اور سلسلہ عالیہ مجددیہ کے نامور بزرگ صوفی سید محمد دہلی

دائرہ عظیم پورہ ڈھاکہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت صوفی سید محمد دائمؒ حضرت بختیار
ماسی سوار کی اولاد میں تھے اور حضرت شاہ امانت اللہ چانگامیؒ کے خلیفہ تھے
ان بزرگوں کا ذکر قبل آچکا ہے۔

مگر کہ بالا کوٹ (سٹی ۱۸۳۱ء) کے بعد آپ بنگال تشریف لائے اور
میرزاے ضلع چانگام کے پاس پرگنہ نظام پور کی بستی طے یاش میں رُشد و ہدایت
کے کاموں میں مصروف رہے۔ کوئی باضابطہ مدرسہ قائم نہیں کیا۔ لیکن طے یاش
کی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آپ نے شادی نہیں کی
اور نومبر ۱۸۵۸ء میں آپ کے انتقال کے وقت آپ کی ہمشیرہ آمنہ بی بی موجود
حضرت صوفی نور محمد صاحبؒ کی ہمشیرہ آمنہ بی بی کی شادی جناب

شیخ نجم الدین بھویاں سے ہوئی تھی۔ ان کے لڑکے کا نام شیخ عبدالرحمن تھے
اور شیخ عبدالرحمن کے ایک لڑکے شیخ عبدالغنی تھے۔ جناب شیخ عبدالغنی
کے پانچ بیٹے شیخ نور احمد منشی، شیخ عبدالرؤف، مولوی شیخ عبدالعزیز،
محمد میاں اور شیخ صدیق احمد تھے۔ جناب شیخ نور احمد صاحب منشی کے
بیٹے شیخ مجیب الحق، شیخ سعید الحق اور مولانا شیخ بذل الحق ہوئے۔ شیخ مجیب
صاحب نے لاہور انتقال کیا۔ جناب شیخ سعید الحق صاحب کا بھی انتقال ہو گیا
ان کے دو بیٹے مولانا شیخ محمد اطہار الحق اور شیخ محمد زین العابدین ہیں۔

۱۵ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ بنا کر رقم الخیرت مورخہ ۱۵

کے موجودہ خادم جناب مولانا شیخ بڈل الحق صاحب مدظلہ۔ حضرت صوفی نور محمد صاحب^{رحمۃ} کے بھانجے جناب شیخ عبدالرحمن صاحب^{رحمۃ} کے پرپوتے ہیں۔ درگاہ شریف کی مسجد کے موجودہ شیطیب مولانا محمد ضیاء الحق صاحب مدظلہ، شیخ عبدالعزیز صاحب^{رحمۃ} کے بیٹے اور مولانا بڈل الحق کے چچا زاد بھائی ہیں۔ مولانا شیخ محمد انوار الحق صاحب^{رحمۃ} مدرسہ صوفیہ نوریہ میں زیر تعلیم ہیں۔

فرزاد شریف ضلع ہنگلی کے حضرت مولانا شاہ صوفی ابوبکر صاحب مدظلہ^{رحمۃ} حضرت صوفی سید فتح علی صاحب لسی چانگامی کے خلیفہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ کلمے یاش، تھانہ میر سرائے ضلع چانگام کے جناب مولانا شاہ محمد غیب الغنی صاحب مدظلہ کو مولانا صوفی ابوبکر صاحب مدظلہ^{رحمۃ} سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ نے ۱۹۰۲ء میں کلمے یاش میں ایک مدرسہ قائم کیا اور ان کے پیروں میں حضرت مولانا صوفی ابوبکر صدیقی^{رحمۃ} نے حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کے نام پر اس دینی درس گاہ کا نام صوفیہ نوریہ مدرسہ رکھا۔

اس مدرسہ کے پہلے مہتمم خود بانی مدرسہ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ تھے۔ مولانا کی جسمانی حالت کمزور ہونے کے بعد ان کے بھائی مولانا عبدالواحد

مدظلہ خطوط جناب مولانا محمد انوار الحق صاحب نظام پوری۔ مدرسہ صوفیہ نوریہ کلمے یاش۔ براہ بیرونیہ ضلع چانگام۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۳ء اور ۱۸ جنوری ۱۹۶۵ء

عصائب مرحوم ہتیم مقرر ہوئے۔ اُن کے انتقال کے بعد مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد نور السلام صاحب ہتیم ہوئے اور وہی صدر مدرس کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ بانی مدرسہ الحاج مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ ابھی حیات میں۔ کافی ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں۔ آپ کا مکان مدرسہ صوفیہ نوریہ سے کچھ ہی پچھمیٹھا نالہ گرام میں واقع ہے۔

ضلع چانگام کی اس شہور دینی درس گاہ کا پورا نام "صوفیہ نوریہ سنہ ۱۹۶۰ء مدرسہ ہے۔ اور یہ مدرسہ انگریز ازمینیشن بورڈ دھاکہ کے ذریعہ فاضل تک منظور شدہ اور ملحق ہے۔ خارجی طور پر مدرسہ میں درجہ کامل بھی تعلیم ہوتی ہے۔ اس میں کل چودہ مدرس اور ۱۷۹ طلباء ہیں۔

۱۹۶۰ء میں چانگام پرائیویٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کے بعد انگریزوں نے شہر چانگام میں امیر الامراء نواب شائستہ خاں کی بنوائی ہوئی جامع مسجد کو بطور میگزین اور گودام استعمال کیا۔ خانہ خدا کی اس بے حرمتی کا حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کو بے حد ملال تھا۔ تعمیر مسجد کی تاریخ: —

۱۔ خط مولانا محمد اظہار الحق صاحب نظام پوری۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۶۲ء
 ۲۔ اگست ۱۹۶۲ء میں مدرسہ کی داخل جماعت میں ۸۶، عالم میں ۲۰، فاضل میں ۱۸،
 خاں میں ۱۲، حافظہ میں ۱۲ اور ابتدائی درجہ میں ۳۰ کل ۱۷۹ طلباء تھے۔ خط لاء مدرسہ صوفیہ نوریہ کے
 بنام راقم الحروف اگست ۱۹۶۲ء۔ موصولہ ۲۶ ستمبر ۱۹۶۲ء۔

”بعالم کعب ثانی بنا کرد“ سے نکالی گئی تھی، اور قطعہ تاریخ کا یہ کتبہ کئی مسجد
 میں لگا ہوا ہے۔ آپ نے اپنے خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خاں سے فرمایا کہ ”عبداللہ
 کے گستاخانہ الفاظ پروردگار کی ناکو اور گزیر سے۔ اس لئے تقریباً سو سال
 تک یہ مسجد ویران رہی۔ جاؤ اور اسے آباد کرو“ آپ کی ترغیب سے خان بہادر
 حمید اللہ خاں نے جامع مسجد جہانگیر گام کو داگذا کرانے کی باضابطہ تحریک
 شروع کی اور حضرت صوفی صاحب کی دعا کی برکت سے ۱۸۵۶ء میں ان
 کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔

جناب خان بہادر حمید اللہ خاں اپنی فارسی تصنیف احادیث الخواتین
 میں حضرت مولانا امام الدین رح اور اپنے پیر و حضرت صوفی نور محمد صاحب
 نظام پوری کے متعلق لکھتے ہیں: ”بفضل الہی ان ہمہ رسوم ازاں دیار
 بہرکت و ہدایت مذہبات خیر و حسنات عاصی و غازی و زاہد و عالم و فاضل
 عابد و مجاہد مولانا امام الدین مرحوم و خلاصہ انعمیا و زبیرہ احدییا غازی و حاجی
 و فاضل و عامل و اورغ و ازہد حضرت پیر و مرشد صوفی نور محمد رحمۃ اللہ الا علی و
 اتباع شاہ بر خاستہ آں اقوام جلیہ علم و عمل آراستہ شدند و پیدہ جائگار کسی
 دران نواحی بی نماز با شد، بلکہ قصداً گردن نماز اجماع ایشان ہمہ و انہی در نما
 و چوں وقت نماز رسد بہر کار یکہ با شد فی القیاس نماز اگذا شد بہر تہارت کردہ

لہ خط الحاج نوانا سید محمد شہیر الدین صاحب دہاکہ نام و اتم خود و انوار باریت

Marfat.com

Marfat.com

نماز مشغول می شوند۔ حتی کہ در عین وقت بازار اسباب بیع و شراہ نہاد نہ کر
 ہوا و نہ تعالیٰ در نماز استادم مطہر معنی کریم لَاتُلْهِیْهُمْ تِجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنْ
 ذِکْرِ اللَّهِ وَاقَامِ الصَّلَاةِ الْاِیْمٰی شُرَکَآءِ وَکَسْبِ تَحْمِیْلِ رِزْقِ حِرَآئِی وَ عَلٰی عَادَةِ
 لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَ يَزِيْدًا هُمْ مِّنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ
 مَن يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ دیگر امور خیر و ضرر در گاہ ہستند وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
 عَلٰی ذٰلِكَ وَهُوَ اَعْلَمُ

حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کے پیر بھائی حضرت مولانا
 امام الدین بنگالی حاجی پور پر گز خمبر آباد۔ علاقہ روشن آباد کے رہنے والے
 تھے۔ لیکن بعد میں ضلع نواکھالی کے صدر مقام سدھارام کے پاس سعدا ندر پور
 نامی گاؤں میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ایک بار ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۲۳ء میں
 پیر و مرشد حضرت سید احمد شہید بریلوی کے ساتھ حج کر چکے تھے۔ دوسری بار جب
 ۱۲۶۴ھ بمطابق ۱۸۵۶ء میں حج بیت اللہ سے واپس آ رہے تھے تو عدن
 پاس جہاز پر انتقال ہوا۔ لاش مبارک ہند میں ڈالی گئی۔ مولانا عبید الحق صاحب
 اسلام آبادی مہتمم مدرسہ عالیہ فیضی ضلع نواکھالی نے اپنی کتاب تذکرہ اولیائے

۱۲۴ قرآن پاک۔ سورہ نور (۲۴)۔ آیت ۳۷؛ پارہ ۱۸، رکوع ۱۲

۱۲۵ قرآن پاک۔ سورہ نور (۲۴)۔ آیت ۳۸؛ پارہ ۱۸، رکوع ۱۲

۱۲۶ احادیث الخواصین۔ مصنفہ خان بہادر حمید اللہ خان۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء۔ ص ۸-۷

چیزی از شعله یا نور خود را در آن دمیده و برآوردند و آن
 ماندگان در بدن شعله تا کوزه روح را می داشتند و هم چنان
 بعضی بی حضور خود بگذریدند اما بجماعت و امامت و
 خطبه و عبادت عبادین و مناسبت عبادت و ملائحت در بقدری از
 انبیا فی کرمه دار خوانده در آن بعد از آن زمانه بانه اشرفین
 میدادند که آنرا حین غیبت بدر پر امام های مرمومه تمام و
 انبیا و تقییدات که در آن میگردانیدند و بعد از آن اطعمه
 خورند چنانچه معاشقه و هم چنین با بودگی های دیگر
 می آموختند بفضله الهی آن همه روح از آن دراز به برکت
 و عبادت ذرات حیرت خیزات حاهی و عازی از عالم و عالم و
 اصل و عابد و عبادت سوره امام الدین مرحوم و ختمه انبیا
 در روز اعیان عازی و حاجی بر دانش و عامل و اوز و زنده
 حضرت پیر و مرشد صوفی نور محمد رحمه الله الاحد و اقلع شان
 برخاسته آن اقیام تعلیم هم در عمل آراسته شد و چه حائیه
 کسی در آن نزهی بی نیاز باشد بلکه قضا کردی قمار اهل
 ایشان هم روا تمیزند و چون دست نماز و صد بهر کویک باشد
 فی انوار آن را گذشته طهارت کرده بنداز مسفول می شوند حتی
 که در عین وقت بازار امباب بیع و عمارت باده بفرستند تا آن
 در نماز اجتناب مظهر مظهری که در آن است و در آن بیع
 در آن و تمام الملوک آیه می شود و در آن است و در آن است
 در آن عبادت الهی هم آیه احد را میخوانند و در آن است

۴ - احادیث الخوانین (تاریخ حمید) ص ۲۰۴

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

میں آپ کے انتقال کا یہ قطعہ تاریخ نقل کیا ہے۔

آں گوہر بکیتانہ بہ بجز و نہفت در تارخیش حمید گوہر در سفت
چوں رفت ز روئے بحر آں گوہر پاک شد در تقسیم اینک از دیا گفت

۱۲۷۲ = ۲ + ۱۲۷۲

”شد در تقسیم اینک از دیا“ کے اعداد میں بحر کی ’ب‘ کا عدد شامل کرنے سے
سال ۱۲۷۲ خارج ہوتا ہے۔

ضلع نواکھالی کی سرکاری کچھریاں سدھارام کے پاس میجڈی میں ہیں اور میجڈی کورٹ

لہ کو بلا ضلع کے لکسام جنکشن سے نواکھالی کو جانے والی میٹر گج برانچ ریلوے لائن پر اس وقت
اٹھوان اسٹیشن میجڈی، نواکھالی میجڈی کورٹ۔ دیواں ہری نارائن پور اور گیادھواں اور آڑی اسٹیشن نواکھالی
میں میجڈی کورٹ لکسام جنکشن سے ۲۸ میل (۴۹ کیلومیٹر) دکن اور آڑی اسٹیشن نواکھالی سے
۴۲ میل (چار کیلومیٹر) اتر ہے۔ نواکھالی سے اتر لیب اور میجڈی کورٹ سے دکن لیب سدھارام
نامی شہر نواکھالی کھال کے دائیں کنارے پر ۲۲ درجہ ۴۹ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۹ درجہ ۷۷
شرقی طول البلد پر واقع ہے۔ پہلے ضلع کے صدر مقام اور اس کی میونسپلٹی کا نام سدھارام تھا۔ پھر
ضلع کے نام پر شہر کا نام بھی نواکھالی رکھا گیا۔ اب ضلع کا نام نواکھالی اور اس کے صدر مقام کا نام میجڈی
ہے۔ لیکن تھانہ کا نام سدھارام ہے۔ ۱۹۲۱ء میں سدھارام تھانہ کا رقبہ ۱۶۶ مربع میل اور آبادی
۲۸۶۲۱۶ نفوس تھی جن میں مسلمان ۱۸۲،۷۳۶ تھے۔ شہر نواکھالی کی آبادی ۵،۵۱۸ تھی۔ اپریل
۱۹۵۱ء میں ریفرنڈم کے نتیجے میں اس کا نام نواکھالی رکھا گیا۔ (تہہ جوامعہ ص ۱۲۷)

Marfat.com

Marfat.com

کے متعلق پورب سدا اللہ پور واقع ہے۔ میٹری کورٹ ریل کے ذریعہ لکسماء خٹکشن سے ۲۸ میل اور چٹاگانگ سے ۱۰۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں نواکھالی کا نام کھلوا تھا۔ اب ضلع نواکھالی کے صدر مقام کا نام میٹری ہے۔ نواکھالی، ہری ناراٹن پور، سدھارام، میٹری کورٹ اور میٹری سب ایک ہی شہر میٹری کے مختلف حصے ہیں۔ میر سراس چٹاگانگ سے سدا اللہ پور ضلع نواکھالی تقریباً ۳۵ میل پچھم قندے اتر ہے۔ میر سراس تھانہ کے زور اور گنج سے نواکھالی ضلع کے سونا غازی اور کینی گنج ہوتی ہوئی ایک سڑک نواکھالی کو آتی ہے۔

سدا اللہ پور میں حضرت مولانا امام الدین ننگالیؒ کا خاندان آباد ہے۔ خان بہادر حمید اللہ خان چٹاگانگیؒ، صاحبِ احادیث الحوائین (تاریخ حمید نے اپنے پیروں میں حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ اور ان کے پیروں میں حضرت مولانا امام الدین ننگالیؒ کے منقول ایک دوسری کتاب انوار المیزان میں فی اخبار الخیرین لکھی تھی، جو طبع نہیں ہو سکی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ سدھارام میں مولانا امام الدینؒ کے کتب خانہ میں تھا۔ مولانا عظیم اللہ صاحب کے زمانہ میں آتش زدگی کے ایک حادثہ میں یہ کتاب ضائع ہو گئی۔ مولانا عبدالحق صاحب

{ بقیہ حاشیہ ص ۲۵ کا }

آر۔ اے۔ ڈوش سدا اللہ پور، ایسٹرن بنگال ریویس ٹائم ٹیبل نومبر ۱۹۵۲ء، ص ۳۵، انڈین نیوزین ستمبر ۱۹۴۲ء، ص ۲۹۳

Marfat.com

Marfat.com

تذکرہ اویسیائے برنگالہ میں انوار النیرین کا ذکر کیا ہے۔ سعد اللہ پوری میں حضرت مولانا
 امام الدین برنگالیؒ کے خاندان میں امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کا جسد و دستار
 اور آپ کی ٹوٹی ہوئی تلوار محفوظ ہے۔ اور حسب حضرت مولانا ابو بکر صاحب
 صدیقیؒ کے خلیفہ الحاج مولانا سید ابوالبشر محمڈؒ نے لکھنؤ صاحب مدظلہ
 ڈھاکہ سے کتاب انوار النیرین کی تلاش میں سعد اللہ پوری ضلع نواکھالی
 تشریف لے گئے تھے، تو جمعہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۸ء کو انہیں مولانا علیہ الشریف
 صاحب بھالی کے ذریعہ ان تبرکات عالیہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی
 حضرت صوفی نیر محمد صاحب نظام پوری تھے دوسرے پیر بھالی جن
 کی وجہ سے برنگالہ میں ایسے ذہن اور اصلاح رسوم کی دلی اللہ ہی تحریک
 بڑی تقویت حاصل ہوئی وہ مولانا کرامت علی صاحب بھون پوری
 ہیں۔ آپ ۱۸ محرم ۱۳۱۵ھ = ۱۲ جون ۱۹۰۱ء کو لاہور میں پورے اور
 میں پیدا ہوئے فقہ کی کتابیں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مدظلہ
 اور ان کے بھتیجے مولانا شاہ اسماعیل صاحب شہید سے پڑھیں۔ پھر
 بیت امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہیدؒ سے حاصل تھا۔ فن خطاطی کے

لے خواجہ ابان علی۔ ام۔ صفی اللہ صاحب۔ نارتھ برک روڈ ڈھاکہ۔
 بنام راقم الحروف مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۷ء اور خواجہ سید ابوالبشر سید محمد شہید بن صاحب
 ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۶۷ء

باہر اور خط نسخہ، مستنبق اور طبری میں اپنی مثال آپ تھے۔ تاریخی ہفت
قرآت، بڑے متقی اور پرمیز نگار، بہت ہی قابل، معاملہ فہم اور دانشمند
بزرگ تھے۔ اکاون سال تک، عوبہ بنگال میں تدریج علوم دین اور اصلاح
رسوم کے کاموں میں ہمہ تن مصروف رہے۔ سلطنت ہندیہ کے خاتمہ کے بعد
اپنے حقوق کی پامالی، غدر کے موقع پر انگریزوں کے بے پناہ مظالم، معاشی
بتاہی اور بد حالی، مظلمات، قید و بند اور حکومت کے شک و شبہہ کے
باعث مسلمانوں کا ایک، طبقہ ہندوستان کو دارالحرب سمجھ کر یہاں ہجرت
کی تیاری کرنے لگا۔ اس قسم کے خیالات رکھنے والے مسلمان بنگال میں بہت
تھے۔ ایسے نازک موقع پر نواب عبداللطیف خان بہادر مرحوم سکریٹری محرمین
بیسٹریٹن ایشیائی ایشین کلکتہ کی مساعی جمید اور حضرت مولانا کرامت علی صاحب
جون پوری کے فتویٰ اور و نظر و نصیحت سے عام مسلمانوں کے شبہات دور ہوئے

۱۔ نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ ای مناع فرید پور کے رہنے والے ایشیائی مدی
میں بنگال کے ایک عظیم مسلم رہنما گذرے ہیں۔ ویاسنٹ بھوپال میں وزیر متقرر ہوئے تھے۔ وہ
بنگال میں قیامی شریعت السننک تحریک کے سخت مخالف تھے۔ ۱۸۶۲ء میں محرمین ایشیائی ایشیائی
ایشیائی قائم کیا اور بنگالی مسلمانوں میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا۔ اس وقت آریبل
جسٹس امیر علی مصنف اسپرٹس اسلام (متوفی ۱۹۰۹ء) کے مرتبی اور اردو کے مشہور اسی
خان بہادر نواب سید محمد آئی، اس، اور مولانا آزاد، مصنف نوابی دوبارہ بقیہ جلد ۱۹

اور وہ سمجھنے لگے کہ جب تک فرائض اسلامی کے ادا کرنے کی ممانعت اور اس میں دشواری نہ ہو یہ ملک داخلہ نہیں دیا جاسکتا۔ حضرت مولانا جون پوریؒ کے اس فتویٰ سے مسلمانوں کے دلگنائے ہوئے قدم خم گئے ان کی مایوسی دور ہو گئی۔ غدر کے بارہ سال بعد جب لارڈ ڈیمبو (۱۸۶۲-۱۸۶۹ء) ہندوستان کے وائسرائے مقرر ہوئے تو مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کے طرز عمل میں تبدیلی پیدا ہوئی، ان کو کچلنے اور ختم کر دینے کی پالیسی ختم ہوئی۔ ان کے ساتھ کسی قدر نرمی اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جانے لگا۔

[بقیہ حاشیہ ۱۳۸]

شمس الملک مولانا کمال الدین احمد (انڈین ایجوکیشن سروس) اندھان بہادر ابوالخیر محمد عبدلیق رح کے خسر تھے۔ نواب صاحب صاحب اخبار انڈیا پوسٹل الہ آباد کے ڈیپٹی اور پھر میں ہندوستان کے سیر پید حسین مرحوم کے نانا تھے۔ موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۱۳۸ اور ص ۱۴۹؛ ماہ نوکراچی مئی ۱۹۵۶ء ص ۴۳-۴۴۔ عبدالرحمن بے خود، ماہ نوکراچی اپریل ۱۹۶۱ء ص ۶۱-۶۲۔ اسی ۱۹۴۵ء ص ۱۲-۱۳۔ خط مولانا نایب محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۵ء۔

۱۔ شیراز ہند جون یورسٹی اقبال احمد ص ۱۹۶۳ء ص ۴۴۹؛ موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ کراچی ص ۱۹۵۸ء ص ۴۳؛ ڈھاکہ ضلع گزٹیئر۔ بی۔ سی۔ این۔ ۱۹۱۲ء۔

۲۔ لارڈ ڈالرسن (۱۸۶۳-۶۹ء) کے بعد لارڈ ڈیمبو ۱۸۶۹ء میں ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے۔ یہ تجربہ کار نیک طبیعت اور عالی حوصلہ [بقیہ حاشیہ ص ۱۳۸ پر]

مولانا کر امت علی صاحب جون پوریؒ میانہ روی اور معاملہ فہمی میں
حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے جانشین سمجھے جاتے
ہیں۔ آپ نے بڑے مشکل زمانہ میں بہت سی تدبیر و دانائی کے دور اندیشی اور
ہوشیاری کے ساتھ قوم کی سچی رہنمائی کی۔ آپ نے شرک و بدعت کے
خاتمہ، مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی ترقی اور ان کے دینی و دنیاوی فلاح
و بہبود کی طرف خاص طور پر توجہ کی۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ کی رائے
ہے کہ ”بنگال میں اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی اصلاح کا کام ان
سے بڑھ کر کسی نے انجام نہیں دیا“ رد البلاغت۔ دافع الوساوس۔ ترجمہ
شمال ترمذی۔ ترجمہ مشکوٰۃ جلد اول۔ مفتح الحجّت وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف

[بقیہ ما شبہ ص ۱۳۹]

حکماں تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے ہمدردی کا برتاؤ کیا۔ ان کے زمانہ میں مکان کی ترغیب سے
ظہیم پٹرنے اور جرنلس آف انڈیا نامی کتاب لکھ کر مسلمانوں کے سیاسی اور سماجی حالات
مفصل جائزہ لیا۔ اجیر شریف میں وایان ریاست کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے میمو کالج اسی واقعہ
کے زمانہ میں قائم ہوا۔ ۱۸۷۲ء میں پورٹ بلیئر (جزائر انڈمان) میں شیر محمد خاں نامی ایک مسلمان
قیدی نے لارڈ میمو کو جہاز پر سوار ہوتے وقت لوہے کے ایک مضبوط چھوٹے قتل کر دیا۔ لارڈ
(۱۸۷۶-۷۸) نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ علی گڑھ محکمہ اننگلو اور
کالج کانسٹیبلیا رکھا۔ لارڈ رین (۱۸۷۸-۸۰) نے کالا پانی کے مسلمانوں کی قیدوں کو
کرایا اور کش مکش کا خاتمہ ہوا۔



۵۔ مزار مبارک مولانا اکرامت علی صاحب جون پوری۔ گنہ پور

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

اضلاع باقر گنج - فرید پور - نواکھالی - ٹیرا - چاٹنگام - ڈھاکہ - رنگ پور
 اور دیناج پور وغیرہ میں آپ کے مریدین اور متوسلین کی تعداد ایک لاکھ
 سے زیادہ تھی۔ آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، دینی اور ملی خدمات
 کے باعث برکات کے مسلمانوں میں آپ کا بڑا احترام تھا۔ جمعہ ۲ ربیع الآخر
 ۱۲۹۰ھ مطابق ۳ مئی ۱۸۷۳ء صبح سویرے رنگ پور میں انتقال ہوا۔ شہر رنگ پور
 (سنگھوش) کے محلہ منٹشی پور میں آپ کا مزار مسلمانوں کی بہت بڑی زیارت گاہ
 ہے۔ دور دراز سے مسلمان یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں۔ جون پور کے محلہ
 عمر خاں میں حسین شاہ شرفی کی نبوائی ہوئی عظیم الشان جامع مسجد میں آپ کا
 قائم کردہ مدرسہ قرآن پور ۱۲۶ سال سے جاری ہے۔

حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوری کے منجملے بیٹے مولانا حافظ
 احمد سر اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ یہ کلکتہ میں
 ۱۲۵۰ھ = ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم لکھنؤ اور جون پور میں ہوئی۔ اپنے

لے موح کوثر - شیخ محمد اکرام - کراچی ۱۹۵۵ء۔ عشاء، رنگ پور، ضلع گڑھی پور - لے - دس -
 ۱۹۱۱ء - ۱۲۴۰ھ : قاموس المشاہیر جلد دوم، ۱۵۱

لے مدرسہ قرآن جامع مسجد جون پور کو حضرت سید محمد شہیدؒ کے خلیفہ مولانا سعادت علی صاحب
 جون پوری (متوفی ۱۲۷۱ھ) نے باعانت مولانا کرامت علی صاحب جون پوری ۱۲۲۹ھ = ۱۸۱۳ء
 میں قائم کیا تھا۔ ۱۳۹۲ھ = ۱۹۷۲ء میں طبار کی تعداد ۲۲۵ اور اساتذہ کی تعداد ۱۶ تھی۔

دور کے بڑے نامور بزرگ گذرے ہیں۔ زندگی کا زیادہ حصہ بنگال میں گزارا۔
 ۱۲۹۱ھ سے ۱۸۶۲ء سے رشد و ہدایت کا کام شروع کیا۔ نبرد و تقویٰ، فیاضی،
 سخاوت اور دیادلی میں باپ کے مانس تھے۔ بہت سی کرامتوں کا اظہار ہوا
 زائرین کا ہجوم ہوتا تھا۔ کلکتہ سے جون پورے، نوشاہی پل سے لاٹولہ تک
 ۱۶ میل کے فاصلہ میں عقیدت مندوں کے ہجوم سے راستہ چلنا دشوار ہو گیا تھا۔
 سفر حج کے سلسلہ میں بھی کرامت کا اظہار ہوا۔ ۱۸ ذی قعدہ کو جون پور سے
 لاہور کو بمبئی سے روانہ ہوئے اور بغیر قرظینہ کے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ
 ۸ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے اور نویں ذی الحجہ کو آٹھ بجے میدان عرفات میں رخ
 گئے۔ حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد پھر مشرقی بنگال تشریف لے گئے۔
 قدم تلی تھانہ مطلب بازار ضلع کوٹلہ میں خان کا حمد ہوا۔ اور دارمضان المبارک
 ۱۳۱۶ھ سے ۱۸۹۶ء کو صدر گھاٹ ڈھاکہ میں بوٹ پر انتقال ہوا۔ ڈھاکہ
 چوک کی مسجد کے گوشہ میں دفن ہوئے۔

بقیہ حاشیہ مناسک

تقریباً ۷ ہزار سالانہ آمد و خروج ہے۔ بیرونی طلباء کی تعداد ۱۰۰۰۰ ہے۔

۱۔ شیراز ہند (جون پور) سید اقبال احمد ۱۹۶۳ء تا ۷۸۲ء۔ بکوالہ تجلی نور احمد ۱۳۷۰ء۔ نور الدین زید

جون پوری اور سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری ج۔ مولانا عبد الباطن ۱۰۱۰ء۔ بکوالہ تجلی نور

۲۔ سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری ج۔ مولانا عبد الباطن جون پوری ج ڈھاکہ ۱۳۸۹ھ

۱۴۲۲ صفحات۔

بنگال میں مولانا حافظ احمد جون پوری ۷۷ کے مریدین اور خلفا کی بہت کافی تعداد تھی۔ آپ نے باقرنگھ۔ نواکھالی اور کوٹلا ضلع میں زیادہ کام کیا۔ ضلع باقرنگھ کے دولت خاں نامی مقام میں دینی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا اس کا پورا خرچ خود برداشت کرتے تھے۔ وہاں ایک شاندار عید گاہ بھی بنوائی تھی۔ کلکتہ میں لارڈ ڈیمو کے عہد حکومت میں مولانا کرامت علی صاحب جون پوری کی امامت میں عید الفطر کی نماز کے لئے کلکتہ میں بیچلس ہزار مسلمانوں کا اجتماع ہوا تھا۔ ۳ نومبر ۱۸۸۱ء کو جموںات کے روز نواب عبداللطیف خان بہادر کی کوششوں سے کلکتہ میں نماز عید کفھی کا انتظام کیا گیا اور مولانا حافظ احمد صاحب جون پوری کی اقتداء میں تقریباً ۶۰ ہزار مسلمانوں نے نماز ادا کی۔ اس سے قبل شہر کلکتہ میں مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں ہوا تھا۔

مولانا حافظ احمد جون پوری جہ کے انتقال کے بعد آپ کے بھتیجے اور جانشین مولانا حافظ عبدالرشید نے بنگال میں اپنے دادا مولانا کرامت علی جون پوری کے دینی کاموں کو جاری رکھا۔ صفر ۱۲۹۱ھ = مارچ ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۱۶ھ = ۱۸۹۸ء سے ۱۳۵۴ھ = ۱۹۳۵ء تک رشد و ہدایت کے کاموں کو انجام دیتے رہے۔ جموںات ۲ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ = جون ۱۹۳۵ء کو جون پور میں انتقال ہوا۔

لے سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری ۹۱-۹۰ ۲۵ سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری ۱۳۸-۱۳۴

Marfat.com

Marfat.com

مولانا حافظ احمد جون پوری کے دوسرے نامور خلیفہ مولانا شاہ

محمد یعقوب صاحب بدر پوری تھے۔ جو مولانا حاتم علی صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ سلطان دہلی نے سلطنت کی مشرقی سرحد پر سلہٹ کے پور براج ندی کے کنارے ایک مضبوط قلعہ بنوایا تھا۔ یہ قلعہ ضلع کچھار (آسام) کے مقام بدر پور میں پوران بازار کے قریب تھا۔ اس قلعہ کی حفاظت کے لئے دہلی کے معزز خاندانوں سے شیخ سید، مغل اور پٹھان چار فوجی افسر بھیجے گئے تھے۔ بعد میں ان چاروں افسروں کی اولاد علاقہ بدر پور میں سکونت پذیر ہوئی۔ ان میں سے شیخ افسر کی اولاد بند اسل نامی موضع میں آباد ہوئی۔ مولانا محمد یعقوب کے مورث اعلیٰ اسی خاندان سے تھے۔ مولانا کے والد کا نام شاہ محمد باہر تھا مولانا محمد یعقوب صاحب ۱۲۶۴ھ ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سلہٹ، کٹک اور رام پور میں ہوئی۔ حدیث شریف کی تعلیم مولانا عبدالرحمن خیر آبادی اور مولانا ارشاد حسین

سے بدر پور۔ آسام کے ضلع کچھار میں کریم گنج سب ڈویژن کا ایک شہر اور ریوے جنکشن جو براج ندی کے بائیں کنارے پر ۲۴ درجہ ۵۱ دقیقہ شمال اور ۹۲ درجہ ۳۳ دقیقہ مشرق پر واقع ہے۔ بدر پور جنکشن سے ضلع کے صدر مقام سلچر کو ریوے لائن جاتی ہے۔ یہاں براج ندی پر ۴۵۴ گز لمبا ریوے کا مضبوط اور خوبصورت پل ہے۔ آسام کے پہاڑی علاقوں کے بعد وادی سرما کا یہ پہلا شہر ہے۔ ۱۹۱۱ء میں بدر پور تھانہ کا رقبہ ۴۷ مربع میل اور آبادی ۱۲۵،۱۲۵ تھی۔ ان میں مسلمان ۲۵،۸۱۴ تھے۔ بدر پور میں تیل کا کنواں ہے۔ [بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۵ پر]

لام پوری کے حاصل کی۔ خواب میں مولانا حافظ احمد جون پوری سے ملاقات ہوئی۔ تیسرے روز چاند پور ضلع کو ملا میں حاضر ہوئے۔ جمعیت کے بعد اجازت و خلافت مرحمت ہوئی اور فوراً واپس کر دیا گیا۔ پہلے چند مدرسوں میں نہایت خلوص کے ساتھ علم دین کی تعلیم دیتے رہے۔ بدو پور میں مدرسہ عالیہ اور دارالحدیث قائم کیا۔ آپ کی کوششوں سے بہت سی دینی درس گاہیں قائم ہوئیں۔ ۱۹۲۵ء میں بدو پور کے پاس بندر اسل میں انتقال ہوا۔

کچھ دنوں تک مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب نے اپنے حالات کو چھپایا لیکن حالات کے آشکارا ہونے ہی مسلمانوں کی کثیر تعداد اکتساب فیض کے لئے آپ کے پاس آنے لگی۔ اغلار سلہٹ۔ کچھار۔ نوگاؤں۔ گوال پور اور لکھیم پور کے مسلمانوں نے آپ سے بہت فیض حاصل کیا۔ آپ کے ذریعہ اچھے دین کی ولی اللہی تحریک اور امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ آسام کے پہاڑی علاقوں اور وادی برہم پور میں گما اور چین کی سرحدوں تک پھیل گیا۔

{ بقیہ حاشیہ ص ۱۳۴ کا }

تقریباً ۱۹۲۵ء سے قبل یہ علاقہ ضلع سلہٹ میں شامل تھا۔ امپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد ششم ص ۱۷۷؛ مردم شماری ۱۹۲۱ء۔ آسام۔ کے۔ ڈبو۔ پی۔ مرار۔ ۱۹۲۲ء۔
لہ سیرت مولانا حافظ احمد جون پوریؒ۔ ص ۱۳۲-۱۳۹۔

مشرقی بنگال میں امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید راجہ کے ایک اور خلیفہ
 حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری راجہ کے ایک دوسرے پیر بھائی حضرت
 مولانا شاہ گلزار ملارہ کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ آپ کے حالات زندگی معلوم
 نہیں ہو سکے ہیں۔ آپ کا مزار سونار چار، تھانہ داؤد کانڈی ضلع کوٹلا میں ہے
 وہیں آپ کا خاندان بھی آباد ہے۔ اس وقت آپ کے پوتے جناب خواجہ
 آفتاب الدین صاحب مظلہ، سجادہ نشین ہیں۔ خواجہ صاحب کی عمر ۸۰ سال
 ہے۔ لیکن ضعیف اور کمزور ہونے کے باوجود دینی خدمات میں منہمک ہیں اور
 اس مقصد کے تحت اس پیرانہ سالی میں بھی سفر کی زحمت برداشت کرتے ہیں
 حضرت مولانا شاہ گلزار ملارہ کے خلیفہ حضرت خواجہ لاسکر ملارہ تھے اور

کا مزار چار بھاسانی۔ بیدر بازار ضلع ڈھاکہ میں ہے۔ ڈھاکہ سے یہاں اسٹیم اور
 موٹر کوچ سے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ لاسکر ملارہ کے خلیفہ ڈھاکہ میں سلسلہ
 عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ احسن اللہ صاحب صدیقی

سے ڈھاکہ سے کوٹلا ہو کر چاٹگام کو جانے والی قومی شاہ راہ پر ڈھاکہ اور کوٹلا کے درمیان
 داؤد کانڈی مشہور مقام ہے۔ یہ ڈھاکہ ضلع کے منشی گنج کے تقریباً سولہ منے میگن ندی کے
 واقع ہے۔ ۱۹۴۱ء میں داؤد کانڈی تھانہ کی آبادی ۲۰،۵۳، ۵۳ تھی جس میں
 ۸۹۵ اور ۲ مسلمان تھے۔

۱۹۴۵ء خط الحجاج مولانا سید محمد شیر الدین صاحب ڈھاکہ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۴۵ء

گذرے ہیں۔ آپ کے مورث اعلیٰ اسلٹ کے حضرت جلال مجر و بھٹی کے ساتھ بنگال تشریف لائے اور ڈھاکہ کے پاس سنار گاؤں میں آباد ہوئے۔ آپ کے بزرگوں میں حضرت شاہ نوجوان بکرم پور، ضلع ڈھاکہ کے بابا آدم شہید کے پسر تھے۔ حضرت شاہ نوجوان کے صاحبزادے حضرت تاج محمد اور ان کے بیٹے حضرت شاہ صفی الدین تھے۔ حضرت شاہ صفی الدین کے صاحبزادے حضرت شاہ نور محمد اپنی بزرگی، تقویٰ اور یرہزگاری کے سبب عوام میں ٹھاکر ملا کے نام سے مشہور تھے۔ آپ سنار گاؤں کے پاس تیاریا موضع میں آباد ہوئے۔ حضرت شاہ احسن الشاہ یعنی رح مجازوں نے ۱۲۰۰ھ تک فصلی ز (۱۷۹۸ء) میں پیدا ہوئے۔

۱۔ ضلع ڈھاکہ کے منشی گنج سب ڈویژن میں دھالیسوری ندی کے کنارے بکرم پور شہور قصبہ اور پرگنہ کا صدر مقام ہے۔ ندیا ضلع کے نوادیپ کے بعد بنگال میں سنسکرت کی تعلیم اور مذہب و علوم و فنون کا دوسرا بڑا مرکز ہے تقسیم سے پہلے بنگال کے سرکاری دفاتر کے ایک تہائی ملازمین اسی پرگنہ سے آتے تھے۔ اپریل گزٹ پیر آف انڈیا جلد ہشتم ص ۲۲۰

۲۔ پرگنہ بکرم پور کے رام پال موضع میں منہورا جاؤں کا دارالحکومت تھا۔ راجہ بلال سین کی راج باہی سے تقریباً ایک میل پر حضرت بابا آدم شہید بکرم پوری کا مزار اور مسجد ہے۔ اس مقام کو قاضی قصبہ کہتے ہیں حضرت آدم شہید بکرم پوری کا تعلق تیرہویں صدی عیسوی کے آغاز سے ہے۔ اپریل گزٹ پیر آف انڈیا جلد نہم ص ۱۰۵۔ اور بکرم پور میں ایہا س "جوگندر ناتھ دت" طبع ثانی ۱۹۵۵-۵۴ء

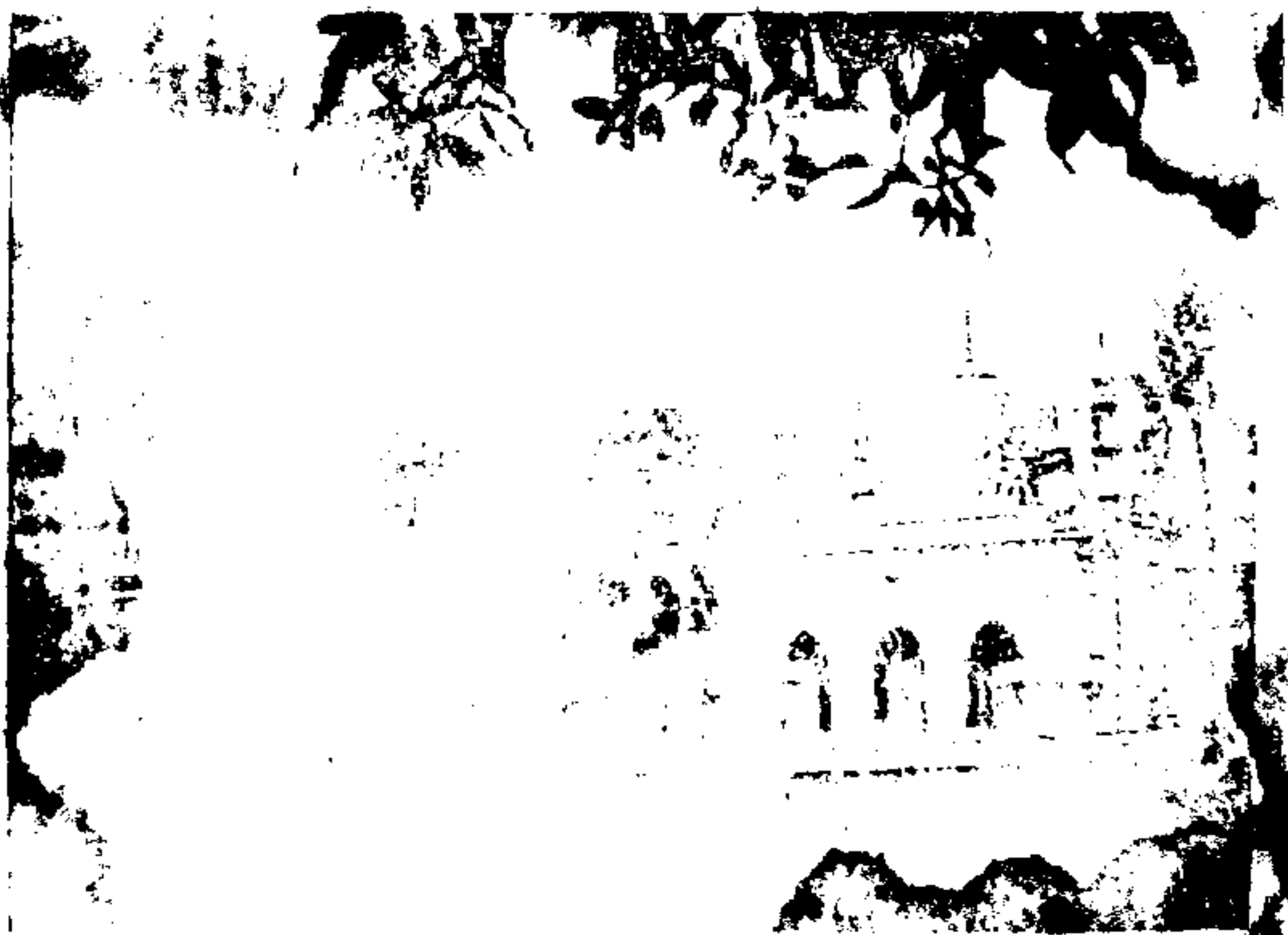
بحوالہ خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۶۵ء، ڈھاکہ گزٹ پیر ۱۹

آپ نے بوڑھی گنگاندی کے کنارے سوہری کھولا ضلع ڈھاکہ میں اقامت اختیار کی۔ بعد میں آپ نریندا نامی مقام کو منتقل ہو گئے۔ چھانگن ۱۳۷۷ھ تک فصلی (۱۸۷۷ء) میں حضرت لاسکیر ملاج سے بیعت ہوئے۔ پھر اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کی عمر میں اللہ نے بڑی برکت دی اور ۱۲۸ سال تین ماہ ۲۷ روز کی عمر میں الکا تک ۱۳۱۱ھ تک فصلی = ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۷۵ھ = ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو ڈھاکہ میں انتقال فرمایا۔ مزار آپ کا شاہ صاحب لین ڈھاکہ میں ہے۔

حضرت شاہ احسن اللہ صدیقیؒ کے حالات بنگلہ زبان میں مولانا عبد صاحب رشیدی مرحوم نے ”ڈھاکہ میساری کھولار حضرت قبیلہ“ کے نام سے لکھا ہے۔ حضرت شاہ احسن اللہ صاحب صدیقیؒ کی ملاقات اپنے دادا پیر حضرت گلرا ملاج سے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن ان کو امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کے دو خلفاء حضرت مولانا امام الدین بنگالیؒ (سعد اللہ پوپہ ضلع نواکھالی) اور حضرت مولانا کریم صاحب جون پوریؒ (منوفی ۱۸۷۳ء) کے ساتھ تبلیغ و اشاعت دین کے کاموں میں حصہ لینے کا موقع ملا تھا۔ حضرت شاہ احسن اللہ صاحبؒ نے حضرت صوفی نور محمد صاحب

مولانا ابوالفتح محمد عبدالماجد رشیدی مرحوم بی لے (دائرا) ۱۱۱۱ھ - ۱۱۷۱ھ (علی گڑھ)؛ ام فاکسی زکلکتہ) سابق لائبریرین اسلامیہ کالج کلکتہ اور پھر پروفیسر ایڈن گرسن کالج ڈھاکہ۔ کی کتاب شعبان ۱۳۷۹ھ = جنوری ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔

۲۰ خط جناب مولانا سید بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحرف محدثہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء



۶۔ مزار مبارک اور مسجد حضرت شاہ حسن القدوسیؒ - ڈھنگا



Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

نظام پوری (متوفی ۱۸۵۸ء) اور ان کے نامور خلیفہ حضرت صوفی فتح علی صاحب
 دلیسی چانگامی (متوفی ۱۸۸۶ء) کا زمانہ دیکھا تھا۔ آپ حضرت ولیؒ سے ۲۷ سال
 قبل پیدا ہوئے اور ان کے چالیس سال بعد انتقال کیا۔

حضرت شاہ آسن اللہ صاحب صدیقیؒ کے تین بیٹے جناب شاہ
 عبدالعزیزؒ، شاہ عبداللطیفؒ اور شاہ عبدالرحمانؒ تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد
 آپ کے بڑے صاحبزادے جناب شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سجادہ نشین اور
 زاد شریف مسجد اور مدرسہ حسینیک کے متولی مقرر ہوئے۔ جناب شاہ عبدالعزیز
 صاحب مجددیؒ نے ۷۸ سال کی عمر میں فروری ۱۹۴۸ء میں انتقال کیا اور
 شاہ صاحب لین ڈھاکہ میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ جناب شاہ
 عبدالعزیز صاحب مجددیؒ کی صاحبزادی صوفیہ بیگم کی شادی جناب سید
 ابوالبشر محمود حسین صاحب سے ہوئی۔ آپ بنگلہ دیش پریم کورٹ میں چیف
 جسٹس کے بعد سینیٹ میں اور آپ کو اجازت و خلافت اپنے خسر
 حضرت شاہ عبدالعزیز مجددیؒ سے حاصل ہے۔

عزت آف جناب سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مظلہ، پرگنہ زمان
 مغربی سوئی۔ ڈاک خانہ سکر پور ضلع سلہٹ کے رہنے والے اور فارغ التحصیل
 سپاہی حضرت سید نصیر الدینؒ کی اولاد میں ہیں حضرت سید نصیر الدینؒ

۱۷ حضرت سید نصیر الدینؒ گوڑ کے مسلمان بادشاہ سلطان فیروز شاہ دہلوی (۱۳۲۲-۱۳۰۱ء)
 [بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴ پر]

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیدائش یسٹ میں تھی۔ اور ان کے
 مہر حبش سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مظلمہ آپ کی اٹھارہویں پشت
 میں ہے۔ سالار حضرت سید نصیر الدین ۶۲۷ھ = ۱۲۳۰ء میں پیدا ہوئے۔
 آپ کی نماز فجر کبھی قضا نہیں ہوتی تھی۔ ۷۰۳ھ = ۱۳۰۳ء میں آپ نے
 حضرت جلال مجر دینی کی مدد سے سلہٹ کو فتح کیا تھا۔

بقیہ حاشیہ ط ۱۳۹ کا

کے سالار تھے اور بادشاہ نے آپ کو سلہٹ کے راجہ گوڑ گوڑ کے خلاف آپے بھانے
 سکندر فازی کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔ دیکھئے ص ۲۸-۲۷

سہ آزیل مہر حبش سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مظلمہ کو اللہ نے دین اور دنیا دونوں
 کی اعلیٰ نعمتوں سے نوازا ہے۔ وہ بنگلہ دیش کی سب سے بڑی عدالت میں خیرہ جلیہ پرفانز
 اور شرقی بنگال میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک صاحب اجازت معزز و محترم شیخ
 حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی طرح ان کی ذات میں دین اور دنیا کا حسین اجتماع ہو گیا ہے۔
 کے ایک صاحبزادے سید عزیز العین عالم گیر کا انتقال ہو چکا ہے۔ مرنے کے ایک بیٹے سید محمد
 یادگار ہیں۔ سید محافل حسین جہانگیر، سید محمد دستگیر حسین اور سید محمد کریم حسین صاحب آپ کے
 دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی پانچ صاحبزادیوں میں سیدہ ملکہ بیگم، ڈھاکہ میل کیل کے
 بصریات ڈاکٹر محمد عبدالرحیم چودھری سے، سیدہ شاہدہ بیگم سید محی الدین احمد صاحب
 فاطمہ ہرا بیگم، چودھری محبوب احمد صاحب اور سیدہ طاہرہ بیگم دیوان محمد نور الانوار حسین چوہدری
 سے بیامی ہوئی ہیں۔ پانچویں صاحبزادی سیدہ حسینیہ بیگم ہیں۔ خط الحزب مولانا سید ابوالبشر محمد
 صاحب ڈھاکہ، نام راقم الحروف مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء۔

Marfat.com

Marfat.com

۶۔ مولوی صوفی سید وارث علی صاحب مدظلہ

امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کے رفقاء کار میں مولوی سید وارث علی صاحب مدظلہ نے بڑے بے تحید عالم اور بے ہیز کار زندگی گزارے ہیں۔ وہ علامہ چاند گام کے والے تھے اور اپنے پیر و مرشد کے ساتھ عوبہ سرحد کی معرکہ آرا لڑائیوں میں شریک۔ حضرت سید شہیدؒ کے بنگالی رفقاء کار میں نہایت ممتاز مقام رکھتے تھے ان کے حالات زندگی کسی ذریعہ سے اب تک حاصل نہیں ہو سکے ہیں۔ مولانا مفتی جناب مولانا زین العابدین صاحب ختزی مدظلہ نے اپنی قابل تصدیق تصانیف میں جناب مولانا زین العابدین صاحب ختزی کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ حضرت مولانا شاہ صوفی سید وارث علی صاحبؒ کے فرزند ارجمند اور اسلام آباد چاند گام میں پیدا ہوئے تھے۔

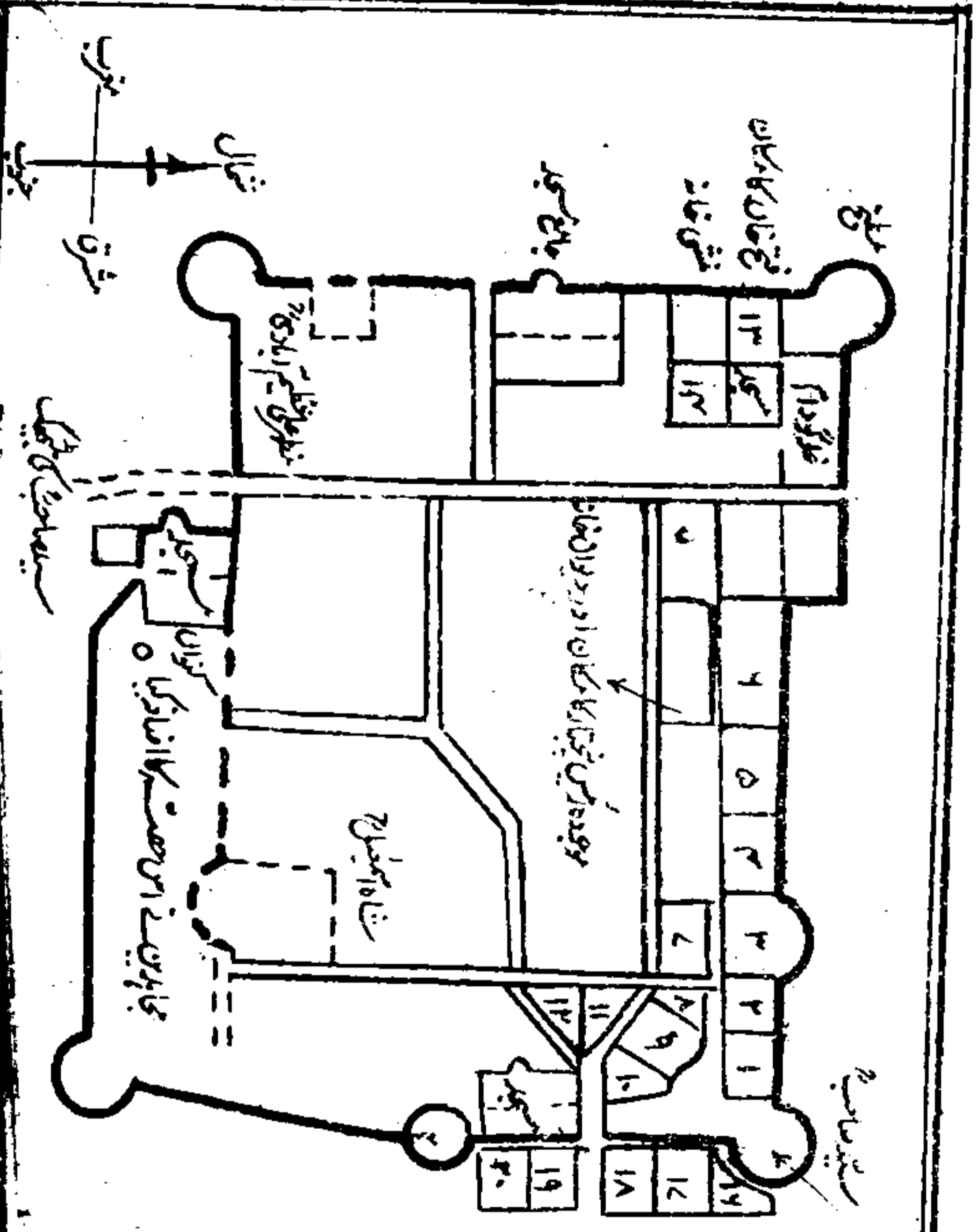
مولانا غلام رسول صاحب تہرنے اپنی کتاب "سید احمد شہیدؒ" میں لکھا ہے کہ مولانا صاحبؒ کے ساتھ جانے والے غازیوں کی تعداد پانچ سو اور چھ سو کے درمیان

سید احمد شہیدؒ - غلام رسول تہر - جلد دوم ص ۱۴۱

حیات شہادتی - حصہ اول ص ۸

Marfat.com

Marfat.com



- ۱- دارت علی جنگالی رہ
- ۲- لاسم اللہین جنگالی رہ
- ۳- احمد علی بڑھوی رہ
- ۴- ابوبکر نصیر آبادی رہ
- ۵- دادا ابوبکر حسن علم بڑھادی رہ
- ۶- سید بڑھوی رہ
- ۷- امان اللہ کھنوی رہ
- ۱۰- قاضی جمالیات اللہی رہ
- ۱۱- قاضی بربان اللہی رہ
- ۱۸- نور محمد جنگالی رہ

۸- قلعہ تخت الہ (صوبہ بہار)

تھی۔ قیام چنگی کے زمانہ میں جو غازی ساتھ تھے۔ اُن لوگوں میں سے جن جن لوگوں کے نام مولوی فتح علی صاحب عظیم آبادی کو یاد تھے۔ اُن کی ایک فہرست انہوں نے بعد میں مرتب کی تھی۔ اس فہرست کی مدد سے مولانا غلام رسول صاحب نے اپنی کتاب میں جن دو سو غازیوں کا نام لکھا ہے اُن میں مولوی سید وارث علی صاحب کا نام شامل نہیں ہے۔

علاقہ سوات کے قلعہ پنجتار میں شمالی دیوار سے ملی ہوئی مکانوں کا ایک قطار تھی۔ شمالی مشرقی بڑج میں امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کی قیام گاہ تھی اور اس سے متصل پچھ پہلے کمرہ میں مولوی سید وارث علی بنگالی رہتے تھے۔ پنجتار سے چینی جانے وقت جو ۱۳۵ اصحاب حضرت سید شہیدؒ کے ساتھ گئے تھے۔ اُن میں بھی مولوی وارث علی بنگالی کا نام شامل ہے۔ ماہار کی لڑائی سے چند دنوں قبل توگرو کے مقام پر مغرب کی نماز کے وقت ہانڈی نہ اتارنے کے باعث گوشت کو داغ لگ جانے کے سلسلہ میں حضرت سید شہیدؒ نے اپنے باورچی اور بخش کبج پوری کی تادیب کرنے پوسے اُس کے مددگار عبداللہ کے بارے میں جو "مردود" کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اس موقع پر میاں جی نظام الدین چشتیؒ

۱۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول تہر، جلد اول ص ۴۱۷-۴۱۲

۲۔ سید احمد شہیدؒ، غلام رسول تہر، جلد دوم، نقشہ قلعہ پنجتار مقابل ص ۶۹ اور ص ۷۱

۳۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول تہر، جلد دوم ص ۱۵۹

Marfat.com

Marfat.com

فاضل علم الدین ۷ مولوی امام الدین ۷ اور حافظ مسابری وغیرہ کے ساتھ مولوی دائر
 بھی موجود تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد ان تمام حضرات نے آپس میں مشورہ کیا
 کہ عادت شریف غلام نادانستہ طور پر یہ لفظ حضرت کی زبان مبارک سے نکل گیا
 ہے۔ اس لئے حضرت کے حکم کے مطابق یاد دلانا چاہیے۔ چنانچہ بعد نماز عشاء
 میاں جی نظام الدین چشتی نے یاد دلایا۔ آپ کو بہت افسوس ہوا۔ اور آپ نے
 عبداللہ کو بلوا کر تمام لوگوں کے سامنے اُس سے معافی مانگی۔ توبہ کیا اور مولانا
 اسماعیل صاحب شہید کے آنے پر سارا واقعہ اُن سے بیان کیا۔

مایاد کی جنگ کے وقت سے جناب مولانا غلام رسول صاحب مہر کی کہ
 میں حضرت مولانا صوفی سید وارث علی بنگالی کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ حضرت
 صوفی نور محمد صاحب مایاد کی جنگ میں تھی ہوئے تھے۔ معرکہ بالا کوٹ (مئی ۱۳۱۳ء)
 کے بعد حضرت مولانا امام الدین صاحب بنگالی ۷ اور حضرت صوفی نور محمد صاحب
 نظام پوری ۷ بنگالی واپس آئے اور ان دونوں بزرگوں نے نواکھلی اور چاند
 کے علاقہ میں اپنے پروردگار کے تبلیغی اور اصلاحی کاموں کو جاری رکھا۔ حضرت
 صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کے خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خلیفہ اسلام آباد
 احادیث الخوانین (تاریخ حمید) اور انوار النیرین میں ان دونوں بزرگوں
 اعلیٰ دینی خدمات اور اُن کی اصلاحی کوششوں کا بڑے احترام سے ذکر کیا

۱۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر۔ جلد دوم ص ۲۳۵-۲۳۶

مولانا غلام رسول صاحب تہرنے اپنی کتاب میں صوبہ سرحد کی معرکہ آرائیوں کے
سلسلہ میں جن ۱۳۵ شہداء کے اسلام کے اسمائے گرامی کی فہرست پیش کی ہے اس
میں مولانا سید وارث علی بنگالی کا نام شامل نہیں ہے۔

مولانا غلام رسول صاحب تہر کو اس کا اعتراف ہے کہ معرکہ بالاکوٹ
ور اس کے بعد ضروری کاغذات اور یادداشتوں کے ضائع ہو جانے کے باعث
تہر کی فہرست مکمل نہیں ہو سکی۔ اور یہ بھی یقین ہے کہ حضرت عوفی سید
ارث علی زچ اپنے وطن واپس نہیں آئے۔ ورنہ نمان بہادر میر اللہ خاں اور دوست
برخین اپنی کتابوں میں حضرت سید شہید کے اس نامور عقیدہ اور مجاہد اسلام کا
رود ذکر کرنے حیات و نبی کے مصنف جناب مولانا زین العابدین صاحب
ترمی مدظلہ کا خیال ہے کہ قلب الرشاہ حضرت عوفی سید فتح علی صاحب تہر
لے والد تہر حضرت مولانا صوفی سید وارث علی بختارہ خلع سوات کے پھیم
ہارٹی علاقوں میں شہید ہوئے اور سزا مبارک آپ کا پختارہ (صوبہ سرحد) میں
ہے۔ تمام حالات کی روشنی میں مجھے بھی مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ
کے خیال سے پوری طرح اتفاق ہے۔

۱۳۳۲-۳۵

خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ کلکتہ میں۔ بنام راقم الحروف مورخہ

۸ جولائی ۱۹۷۲ء

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

۱۔ حضرت صوفی سید فتح علی دینی کی پیدائش اور تعداد

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دینی کی ابتدائی زندگی کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ لیکن اگہن ۱۲۹۳ ہجری قمری = زمیع الاول ۱۳۰۴ھ = (دسمبر ۱۸۸۶ء) میں انتقال کے وقت آپ کی عمر ۶۱ سال تھی۔ اسی علاقوں میں زیادہ تر ہجری سال ۱۲۳۲ ہجری قمری یعنی ۱۲۴۱ھ مطابق شمسی سال کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۲۳۲ ہجری قمری یعنی ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۵ء میں ہوئی۔ امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رح ۷۷ ہجری اولیٰ ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۶ء کو رائے بریلی (اودھ) سے سفر جہاد پر روانہ ہوئے تھے۔ حضرت سید شہید رح کی سفر جہاد پر روانگی سے چند ماہ قبل حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دینی کی پیدائش ہو چکی تھی۔

مولانا زین العابدین صاحب بختری نے لکھا ہے کہ ”بچپن سے نہایت

۱۔ ہجری سال شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے عہد حکومت میں ۶۳-۶۲ھ مطابق

۵۶-۵۵ھ میں شروع ہوا۔ یہ فصلی سال ہے۔ ہجری اور عیسوی سال میں ۵۹۳ سال کا فرق

ہندوستان ایریکٹ ۱۹۷۰ء - ۳۹

۲۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول جہر۔ جلد دوم ص ۲۸۲

فہم اور ذکی الطبع تھے۔ کم سنی میں انہوں نے قرآن پاک اور دوسری چند ضروری کتابوں سے فراغت حاصل کر لیا۔ پھر تفسیر فرقانی، حدیث نبوی، فقہ اور اصول فقہ، عقائد، منطق اور فلسفہ، بلاغت اور خصوصاً عربی اور فارسی ادب میں مہارت کا اعلیٰ حاصل کیا۔

ضلع موڑہ کے جگت بیجہ پور تھانہ میں من شیر پاٹ کے قریب دہسہ ایک تاریخی مقام ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں دہسہ میں ایک شاندار مدرسہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسی رح نے اسی مدرسہ میں مکمل تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ حضرت صوفی صاحب تعلیم کے لئے چاٹگام سے کب اور کس عمر میں دہسہ تشریف لائے۔ ان کے اساتذہ کا بھی نام معلوم نہیں ہے۔ دہسہ میں حضرت مولانا شاہ صوفی غلام قادر صاحب ایک مشہور عالم اور کامل بزرگ گذرے ہیں۔ یہ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کے خلیفہ اور حضرت صوفی فتح علی صاحب ولیسی رح کے پر بھائی تھے۔ ان کا مزار دہسہ میں ہے۔ دہسہ کا مدرسہ اب باقی نہیں

۱۰ جات ولیسی، مایہ ناز تھ۔ مولانا زین العابدین اختر رحمتہ اردو ص ۱۰

۱۱ کہ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ، گارڈن ریج، کلکتہ، نام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۶۴ء۔ اس بات کی تحقیق کے لئے جناب مولانا زین العابدین صاحب محترم خود دہسہ تشریف لے گئے تھے اور تحقیق کر کے راقم الحروف کو خط کے ذریعہ مطلع فرمایا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ویسیؑ کو فارسی زبان و ادب اس کے محاورات، ضرب الامثال اور صنائع و بدائع پر اہل زبان کی طرح عبور حاصل ہے۔ وہ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کے تہذیبی اور تمدنی مراکز سے بہت دور سلطنت کے اس حصہ میں پیدا ہوئے تھے۔ جہاں مسلمانوں کا آفتاب اقبال ان کی پیدائش سے بہت قبل شروب ہو چکا تھا۔ ان کی مقامی زبان میں اسلامی ادب کا سرمایہ بہت کم تھا۔ لیکن ان نامساعد حالات کے باوجود اپنی فطری ذہانت اور طباعی، ادبی ذوق و شوق، مذہبی ماحول، روحانی تربیت اور جناب رسالت آداب سرکار و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیابانہ جذبہ خشق کی بدولت، عشق و محبت کی ایک لافانی یادگار اور ادب فارسی کا ایک زندہ جاوید کارنامہ پیش کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دیوان ویسیؑ ایک عاشق و عاشقہ کی طرف سے ملک بنگال کے مسلمانوں کے ایک ایسے ناز تھو ہے۔

۸۔ حصول بیعت اور تعلیم طریقت

حصول تعلیم کے بعد حضرت عوفیؑ نے فتح علی صاحب دیسیؑ کی طبیعت تصوف اور معرفت کی طرف مائل ہوئی اور وہ امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلیفہ اور اپنے والد محترم کے دوست اور شریک کار

حضرت مولانا صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔
 اور عرصہ دار تک اپنے پیرو مرشد کی خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر سلوک کی منزلیں
 طے کرتے رہے اور اپنی محنت اور ریاضت اور مرشد کی نگاہِ کرم سے علمِ طریقت
 میں کمال حاصل کیا اور اپنے وقت کے شیخِ طریقت اور عارفِ کامل ہوئے۔

۹ - سلاسلِ طریقت

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسی رح کو سلسلہ
 عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت و خلافت
 حاصل تھی۔ لیکن نقشبندیہ فیض غالب تھا۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ کا
 سلسلہ تین واسطوں سے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی
 تک سات واسطوں سے امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد رضا رومی سرمدی
 تک پندرہ واسطوں سے حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند رح امام طریقہ عالیہ
 نقشبندیہ تک، اکیس واسطوں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح تک
 پچیس واسطوں سے سلطان العارفین حضرت خواجہ باہر علی سیستانی رح تک اور
 تیس واسطوں سے امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ تک پہنچتا ہے۔

لہ جیات ولسی - مولانا زین العابدین اختر، حقہ اردو ص ۱-۹

Marfat.com

Marfat.com

طریقہ عالیہ قادریہ میں آپ کا سلسلہ معرفت سات واسطوں سے امام
 ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرسندی رح تک تیرہ واسطوں سے
 حضرت شاہ گدار رح اول رح تک، بیس واسطوں سے قطب العالم، غوث الاعظم
 حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رح پیران پیر دستگیر رح تک ستائیس
 واسطوں سے حضرت شاہ سید موسیٰ الجون رح تک اور تیس واسطوں سے
 امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔
 طریقہ عالیہ چشتیہ میں آپ کا سلسلہ معرفت سات واسطوں سے حضرت
 شیخ قاضی خان یوسف نامی ظفر آبادی رح تک، گیارہ واسطوں سے حضرت
 شیخ نور الحق نور قطب عالم رح پانچوہ شریف۔ ضلع مالہ رح تک، چودہ
 واسطوں سے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی رح
 تک، ستترہ واسطوں سے سلطان الہند، سلطان العارفین حضرت خواجہ
 معین الدین چشتی اجمیری رح تک، چوبیس واسطوں سے حضرت خواجہ
 شرف الدین ابو اسحاق شامی رح تک، تیس واسطوں سے حضرت خواجہ
 فضیل بن عیاض رح تک اور تیس واسطوں سے امیر المؤمنین سید
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

۱۰۔ ملازمت

جہاں کسی کے مصنف نے لکھا ہے کہ قطب الارشاد حضرت مولانا

Marfat.com

Marfat.com

سید فتح علی صاحب ویسی ریچا گام سے کلکتہ آکر ٹیبارج میں نواب
 واحد علی شاہ کے پرائیویٹ سکرٹری مقرر ہوئے اور بعد میں ترقی کر کے حکومت
 کے قائم کردہ پولیٹیکل نیشن آفس جہاں سے معزول والی اودھ اور ان کے
 اعزاز کو نیشن ملتی تھی۔ اس میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر ڈائری ہوئے۔

جان عالم نواب واحد علی شاہ اختر سلطنت اودھ کے آخری حکمران
 تھے۔ وہ ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۵۶ء کو تخت نشین ہوئے۔

لاڈ ڈھولہ زمی کے عہد حکومت میں ۱۳ جنوری ۱۸۵۶ء کو انتزاع سلطنت کا
 اعلان ہوا۔ اور ۷ فروری ۱۸۵۶ء کو جنرل اوٹوم ریزی ڈنٹ نے اودھ کے

چیف کمشنر کی حیثیت سے سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ سرکار انگریزی نے معزول نواب
 اودھ کی بارہ لاکھ اور ان کے اعزاز، اقرباء، ملازمین اور شاگرد پیشہ کی تین

لاکھ سالانہ پنشن مقرر کیا۔ نواب واحد علی شاہ ۵ رجب ۱۲۷۲ھ مطابق
 ۳ مارچ ۱۸۵۶ء کو لکھنؤ سے روانہ ہوئے اور ۱۳ مئی ۱۸۵۶ء کو ٹیبارج

کلکتہ پہنچے۔ زمانہ غدر میں بادشاہ اودھ کو فورٹ ولیم میں قید کر دیا گیا۔ ۲۶ ماہ بعد
 ۹ جنوری ۱۸۵۹ء کو قیام سے رہا ہوئے۔ ۳ محرم ۱۳۰۵ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۸۸۷ء کو

انتقال کیا اور کلکتہ میں ٹیبارج کے امام باڑے میں دفن ہوئے۔

۱۵ جیات ویسی۔ مولانا زین العابدین صاحب اختر نے ماہنامہ حقیقہ اردو میں

۱۵ تاریخ اودھ۔ نجم الغنی رام پوری۔ جلد پنجم۔ ص ۲۹۲-۲۹۱

ٹیبا بروج کا قلعہ سلیمانوں کے دور حکومت سے موجود تھا۔ یہ مقام کلکتہ کے جنوبی مغربی مضافات میں گارڈن ریج کی مغربی حد اور دریائے ہوگلی کے جنوبی کنارے پر نہایت پُر فضا مقام پر واقع ہے۔ دریا کی دوسری طرف ٹھیک سامنے اتر سید پور پورہ کا شہرہ آفاق میٹنل ہوسٹیکل گارڈن ہے۔ میٹنل کے اس قلعہ میں جہاں نواب واجد علی شاہ معزول نواب اودھ نے اپنے لئے عمارتیں بنوائیں اور امام بارگاہ اور جڑیا خانہ وغیرہ تعمیر کرایا اس کو سلطان خانہ کہتے ہیں۔ غریب الوطنی میں نواب مرحوم کے ساتھ بیس ہزار آدمی وابستہ تھے اور ٹیبا بروج لکھنؤ کا نمونہ بن گیا تھا۔

ٹیبا بروج میں معزول نواب اودھ اور ان کے متوسلین کو سیدرہ لاکھ سالانہ پنشن ملتی تھی اور حکومت ہند کی طرف سے اس پولیٹیکل پنشن کے انتظام کے لئے ایک باضابطہ دفتر قائم کیا گیا تھا۔ اسی محکمہ کی طرف سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی "نواب واجد علی شاہ کے پرائیوٹ سکرٹری مقرر ہوئے اور پھر ترقی کر کے اس دفتر کے سپرنٹنڈنٹ (ناظم) کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ یہ معلوم نہیں کہ حضرت دہلی "کلکتہ کب تشریف لائے اور کتنے دنوں تک پولیٹیکل پنشن کے اس دفتر سے وابستہ رہے۔

۱۸۵۶ء میں نواب واجد علی شاہ کی کلکتہ میں آمد کے وقت حضرت دہلی "کی عمر اکتیس سال تھی۔ ہو سکتا ہے کہ ان وقت کلکتہ میں موجود رہے ہوں یا نواب معزول کی فورٹ ولیم میں قید سے رہائی کے بعد یہاں مقرر ہوئے ہوں اور انہیں

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com



۶۔ دستخط مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی

Marfat.com

Marfat.com

ہے کہ حضرت ویسی ج دس بارہ سال تک یہ سلسلہ ملازمت اس دفتر سے وابستہ ہے
 کیونکہ نومبر ۱۸۶۷ء میں انہوں نے اس بلچیلیٹیکل پنشن آفس کے سپرنٹنڈنٹ کی
 حیثیت سے مشاہرہ لیا تھا اور حسب قاعدہ ایک آنہ کی ٹکٹ چسپاں کر کے
 مشاہرہ کے رجسٹر پر جو انہوں نے دستخط کیا تھا۔ اس کی فوٹو نقل ممتاز الموحی
 جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر می مدظلہ نے اپنی تصنیف حیات ویسی
 ج حصہ ہنگامہ ۱۵ پر پیش کیا ہے۔ ٹکٹ کے بائیں طرف بالائی گوشہ میں
 قحطی عینہ لکھا ہے۔

۱۸۶۷ء میں سو فی صاحب ج کی عمر بیالیس سال ہو چکی تھی اور وقت
 گیا تھا کہ قدرت نے جن اعلیٰ مقاصد کے لئے ان کو پیدا کیا تھا۔ ان کی طرف
 مذی طرح منوجہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا اختر می صاحب لکھتے ہیں
 ”اس کے بعد حضور قبلہ نے اس عمدہ نہدہ کو ترک کرتے ہوئے توکل اور قناعت
 طریقہ اختیار فرمایا اور اپنے ارشاد فیض بنیاد سے ایک جہان کی رشد و ہدایت
 میں معروف ہے۔ قیاس غالب ہے کہ ۱۸۶۷ء کے کچھ ہی دنوں بعد وہ اپنی
 کارنامی ملازمت سے مستعفی ہو گئے اور زندگی کے باقی ماندہ اٹھارہ انیس سال
 علموں کے اصلاح عقائد اور خلی خد کی رشد و ہدایت میں صرف کیا۔

حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین اختر می۔ حصہ اول و دوم

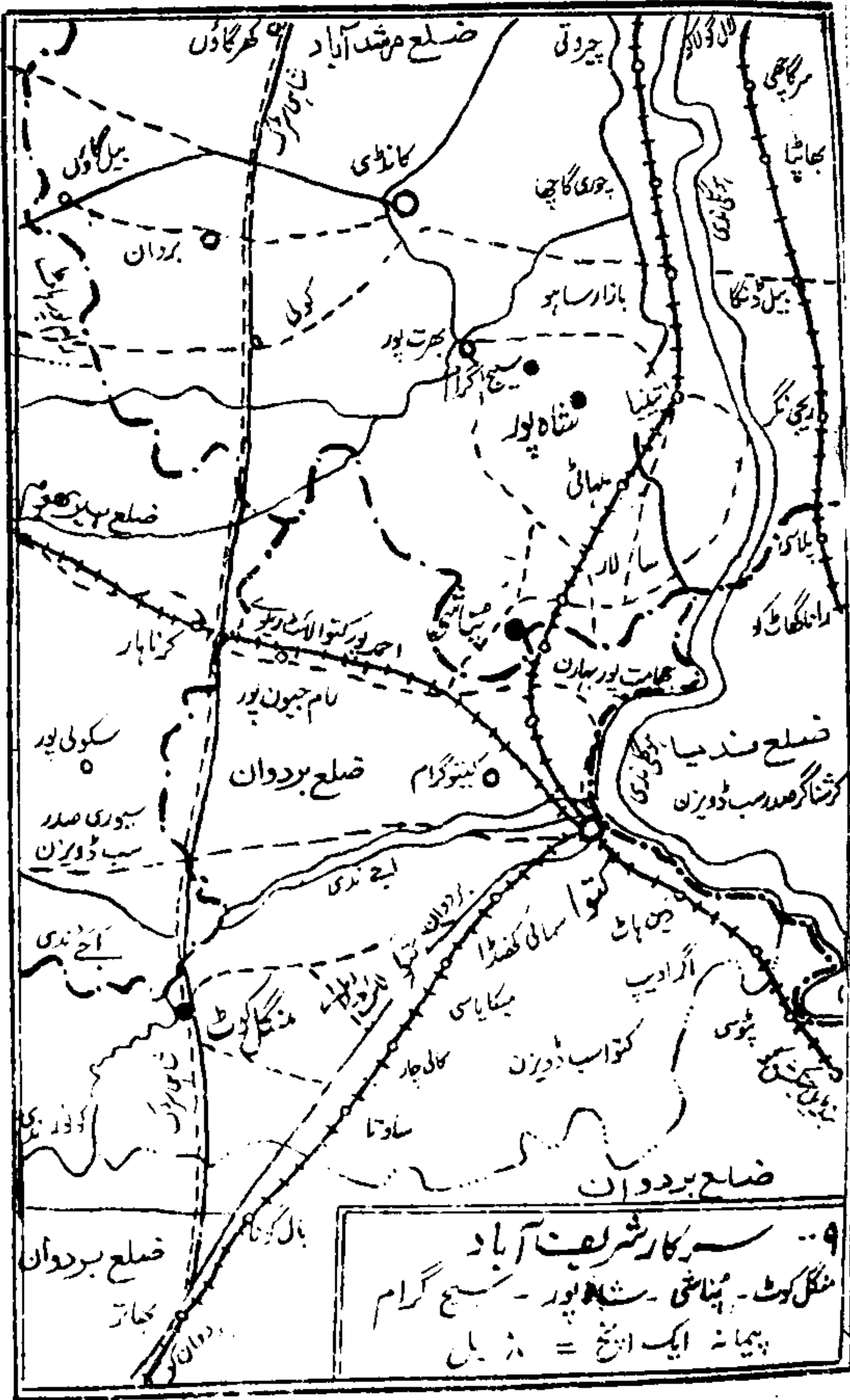
Marfat.com

Marfat.com

۱۱- شادی

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ونسی رح کی اہلیہ محترمہ بی بی فاطمہ
 پٹنہ سی ضلع مرشد آباد کی رہنے والی تھیں۔ شاید قیام کلکتہ کے ابتدائی زمانہ میں
 آپ نے پٹنہ سی میں شادی کی تھی اور سرکاری ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد
 سسرالی کشتہ داری اور پھر سرکار شریف آباد میں مسلمانوں کے اعلیٰ تہذیب
 تمدن کے باعث آپ نے پٹنہ سی ضلع مرشد آباد میں قیام کو پسند فرمایا ہو۔
 مسلمانوں کے دور کی قیام سرکار شریف آباد کا بڑا حصہ اس وقت
 ضلع بردوان کے کٹوا اور ضلع مرشد آباد کے کانڈھی سب ڈویژنوں میں اور کچھ
 حصہ بردوان صدر سب ڈویژن میں شامل ہے۔ یہاں مسلمانوں میں زیادہ تر
 شرفاء، علماء اور مشائخ کی آبادی تھی۔ دارالحکومت گوڑ سے مڈناپور اور کٹاک، گوجا اور

سے سرکار شریف آباد۔ شہر بردوان اور شہر مرشد آباد کا درمیانی حصہ جو ۲۶ پرگنوں پر مشتمل
 تھا، یہاں شرفاء کی آبادی تھی۔ دارالحکومت گوڑ کی تباہی کے بعد بہت سے علماء اور مشائخ یہاں آئے
 اور کچھ نے یہاں پر ۱۵۹۰ء میں بردوان شہر بھی اسی سرکار میں شامل تھا اور اس کی آمدنی چھالیس ہزار
 روپیہ تھی۔ بردوان ضلع گزٹڈ ایریج کے پیرسین ۱۹۱۰ء سے ۱۹۲۰ء اور
 گزٹڈ ایریج میں شیخ محمد اکرام صاحب
 گزٹڈ ایریج میں شیخ محمد اکرام صاحب، مرشد آباد ضلع گزٹڈ ایریج میں شیخ محمد اکرام صاحب اور



Marfat.com
Marfat.com

شاہی سڑک اس علاقہ سے گذرتی تھی۔ ۱۵۷۳ء میں گورکھ کی تباہی کے بعد وہاں کے بہت سے علما اور مشائخ اس علاقہ میں آباد ہو گئے تھے اور اس علاقہ کے بہت سے دیہات اسلامی علم و ہدایت کا مرکز بن گئے تھے۔ سرکار شریف آباد کا مذہبی، تہذیبی اور سیاسی مرکز کٹوا سب ڈویژن میں کوٹہ رندی کے کنارے منگل کوٹا کا قصبہ تھا۔ جہاں حضرت مخدوم شاہ محمد غزنوی عزمی عزمی پیر کا مزار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ۱۲۰۲ء میں یہاں تشریف لائے اور آپ کے فیض سے یہ علاقہ فتح ہوا۔ دوسرا مزار شاہ عبداللہ گجراتی کا ہے۔ سلطان علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۸-۱۶۷۳ء) اور ان کے بیٹے سلطان ناصر الدین نصرت شاہ (۱۶۲۰-۱۶۵۱ء) کی بنوائی ہوئی شاندار مسجدیں ہیں۔ یہیں عہد شاہ جہانی کے مشہور بزرگ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سندھی کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شیخ حمید الدین دانشمند کا مزار ہے۔

حضرت مولانا شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی کے مورث علی قاہ ضیاء الدین المعروف بہ احمد سالار چتر پور میں صدی عیسوی میں بادشاہ جلالہ خلیجی فیروز شاہ دوم کے عہد حکومت میں نپڑوہ ضلع ہوگلی کے مشہور بزرگ حضرت صفی الدین شہید کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ ان ہی کے نام پر سرکار

سے ہوگلی ضلع گڑھی پیر۔ ایس۔ ایس۔ اڈیلی ۱۹۱۲ء ص ۲۹۷

شریف آباد میں سالانہ نامی قضیہ ہے جو برسرِ اعظم گنج کٹوالہ سپہ سالاروں پر اسیران
 یوں، کا اسٹیشن بھی ہے۔ مولانا حمید الدین دانشمندؒ کو یہ سب سب پیرا ہوسے
 علی تعلیم کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔ جہاں غلام ظاہری کا پوری طرح مرطاب
 اور ان علوم کا ایسا اثر ہوا کہ وہ صوفیائے کرام کے مخالف ہو گئے۔ اسی
 لئے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ لاہور
 لے گئے۔ لیکن حضرات صوفیہ سے مخالفت کی بنا پر مولانا حمید الدین دانشمند
 مالی نے ان سے فیض حاصل نہیں کیا۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد وطن ماہیورنا جاتے
 سے دہلی آئے اور مفتی غلام گنجی کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ مفتی صاحب
 پاپا کے تلمذِ علمی سے بہت متاثر ہوئے لیکن اتنا سے گفتگو میں ان کو اسیم ہوا کہ
 ناہمید دانشمند تصوف اور مشائخ تصوف سے دور ہو اور حضرت مجددؒ سے خیر و صلاح لیں اور فکر میں
 تین دنوں بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی دہلی تشریف لے کر آئے اور مفتی غلام
 صاحب

۱۹۰۷ کو تشریح اکرام ۱۳۲۳ھ؛ جناب مولانا ابوجہ صاحب زیدی فاروقی۔ امر وی لکھتے ہیں کہ
 وہ سے وطن جاتے ہوئے حضرت مولانا حمید دانشمندؒ اگر وہ میں خواجہ عبدالرحمن صاحب مفتی کاٹی

مکان پر قیام پذیر ہوئے اور وہیں ان کی ملاقات حضرت مجدد الف ثانی سے ہوئی تھی۔
 مجدد الف ثانی ج۔ مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی لکھنؤ۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء۔ ص ۲۳، حضرت ابوجہ صاحب
 مفتی کیسی کے بعد جناب ڈاکٹر ام۔ لے۔ نواب صاحب، نور منزل منگل کوٹ، سے لکھتے ہیں
 حضرت شیخ حمید دانشمندؒ لاہور سے وطن جاتے ہوئے چند روز دہلی میں وہاں کے مفتی غلام
 مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے ان کی پہلی ملاقات یہیں ہوئی۔

کے مکان پر مولانا حمید دانشمند بنگالیؒ سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا حمید دانشمند بنگالیؒ کو مفتی صاحب کے مکان پر حضرت مجدد پاکؒ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس خیال سے کہ ان سے ملاقات نہ ہو، وہاں سے قبل ہی روانہ ہو گئے۔ لیکن اپنی ایک قیمتی کتاب وہاں بھول آئے۔ جب کتاب لینے واسطے آئے، تو حضرت مجددؒ تشریف لے چکے تھے۔ یہ اس مجلس میں نہایت خاموشی کے ساتھ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ مجلس ختم ہونے کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ یکا یک وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مفتی صاحب کی گزارش کے باوجود نہیں ٹھہرے۔ جاتے وقت حضرت شیخ حمید الدین بنگالیؒ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا ”ہائے شیخ حمید! اس جا بودہ اند“ مفتی صاحبؒ حضرت مجدد پاکؒ دروازہ تک پہنچاتے آئے، ان کا خیال تھا کہ مولانا حمیدؒ حضرت مجدد پاکؒ کی مخالفت اور ان سے بد اعتقادی کے سبب اپنی جگہ سے ہٹیں گے بھی نہیں لیکن دیکھا کہ حضرت مجددؒ کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ اس وقت حضرت مجدد پاکؒ ان کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ مولانا حمید بنگالیؒ دروازہ پر گرہاں و جیراں کھڑے رہے۔ اس کے حاضری کی اجازت دی گئی، بیعت سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت امام ربانی الف ثانیؒ دہلی سے سرسید تشریف لے گئے۔ تو یہ بھی ساتھ گئے، تقریباً ایک آستانہ عالیہ پر حاضر رہے اور منازل سلوک طے کئے۔ اجازت و خلافت سرفراز ہوئے اور پیر و مرشد کے حکم سے وطن کو واپس آئے۔

لے تذکرہ مجدد الف ثانیؒ۔ مولانا محمد منظور نعمانی۔ ص ۳۳۔ اور خط جناب ڈاکٹر محمد

اجازت و خلافت کے بعد حضرت مجدد پاک نے آپ کو اپنا ایک خرم بھی دینا چاہا لیکن مولانا شیخ حمید نے عرض کیا کہ ان کے لئے حضرت کا پاپوش مبارک کافی ہے۔ حضرت مجدد نے آپ کی اس درخواست کو قبول فرمایا۔ حضرت شیخ حمید بنگالی پیر و مرشد کی "کفتش مبارک" کی پیش بہادونت کو اپنی دستار میں لپیٹ کر وطن کو روانہ ہوئے اور زندگی کا باقی حصہ ارشاد و ہدایت میں صرف کیا۔ ۱۹۵۳ء میں انتقال ہوا۔ مزار مبارک منگل کوٹ ضلع بردوان میں اسلامی ہند کی بہت بڑی زیارت گاہ اور مزاج خلاق ہے۔

حضرت مولانا شیخ حمید دانشمند بنگالی تلمذِ شرقی ہندوستان میں حضرت امام کربانی مجدد الف ثانی کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں۔ بعدِ وفات کی وجہ سے آپ کو سرسند شریف میں آستانہ عالیہ پر دوسری بار حاضری کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن آپ کی ذات والا صفات سے سرزمین بنگالہ میں نقش بندی مجذبی فصیح کا چشمہ جاری ہوا۔ اور ہزاروں ہزار طالبین حق نے آپ سے فیوض و برکات کے خزانے حاصل کئے اور منزل مقصود پر پہنچے۔

کہا جاتا ہے کہ شاہ جاں بادشاہ آپ کا بہت معتقد تھا۔ نورجان سلیم

بقیہ ماشیہ ۵۵۵

منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الخرون موصولہ ۲۹ مئی ۱۹۶۵ء
 لے رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۶۳۔ تذکرہ مجدد الف ثانی۔ مولانا محمد منظور نعمانی ص ۳۲۲ اور
 خط جناب ڈاکٹر محمد ابوبکر صاحب مئی ۱۹۶۵ء

کی سازشوں کے باعث باپ سے بغاوت کر کے ۱۶۲۴ء میں جب اسے بردوان
کو فتح کیا، تو منگل کوٹ جا کر آپ سے ملاقات کی اور اخذ فیض کیا۔ اس سفر میں
بادشاہ نے منگل کوٹ سے پچھ میل کے فاصلہ پر ایک نئی کے کنارے جہاں آباد
نئی بستی میں قیام کیا اور وہاں سے با پیادہ دربار عالی میں حاضر ہوا۔ آپ کی مسجد
مدرسہ اور خانقاہ کے اخراجات کے لئے ۸۰ ہزار سالانہ آمدنی کی وسیع اراضی کا فرمان
جاری کیا۔ جب حضرت نے لاخراج زمین قبوں کرنے سے انکار کیا تو ایک آنہ
فی سیکھ سرکاری مال مقرر کیا گیا۔ مزار مبارک کے پاس جو مسجد تھی اُسے اسی بادشاہ
نے تعمیر کرایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ جہانی مسجد کی تعمیر کے زمانہ میں ایک شہتیر
چھوٹی تھی۔ کاریگروں نے آپ کو خبر کی۔ آپ نے کاریگروں کو ناشہ کرنے کے
لئے گھر بھیج دیا اور ان لوگوں کے غائبانہ میں شہتیر سے فرمایا۔ تم جنگل میں بڑھ
ہو کیا میری مسجد کے لئے یہاں نہیں بڑھ سکتی، چنانچہ شہتیر بڑھ گئی اور فرشتہ
سے زیادہ پائی گئی۔ بہت سے لوگوں نے مسجد کی دیوار سے باہر اس شہتیر
حصہ دیکھا تھا۔ اب اس مسجد کا صرف ایک ستون اور اس کے سنگ بنیاد

۱۵۰۰ء کو شہر شیخ محمد اکرام و ۱۶۳۰ء بحوالہ "حضرات القدس" مولانا بدرالدین سرہندی اور
مذکورہ صاحب مولوی عبد العلی متعلق منگل کوٹ دیوار اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی جنرل
خط ڈاکٹر محمد البتراب صاحب، نور منزل۔ منگل کوٹ ضلع بردوان۔ موصولہ ۲۹/۱۰/۱۹۶۵

۱۹۶۵ء

Marfat.com

Marfat.com



۸۔ مزار مبارک حضرت شیخ حمید دانشمند بنگالی حرمینہ گل کوٹ ضلع برہنہ ڈال

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

کامیابی کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

جب تک حضرت شیخ حمید الدین دانشمند ننگالی زندہ ہے۔ پیر و مرشد کی
کفش مبارک کو نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ اپنے بچرہ میں رکھا۔ آپ کے
انتقال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رح کے پاپوش مبارک کو مزاد شریف کے پاس
اُس تالاب میں ڈال دیا گیا جس کو پیر پو پھر کہتے ہیں۔ اُس تالاب سے بھی فیض
چاہی ہوا۔ اور آج بھی دُور دراز سے لوگ اس تالاب میں غسل کرنے آتے
ہیں اور حضرت مجدد پاکؒ کے فیض سے شفا پاتے ہیں۔ حضرت مولانا شیخ حمید الدینؒ
کے متعلق رشتہ شہزاد پوریؒ کے یہ چند اشعار بہت مشہور ہیں۔

نہے مخدوم سہندی کہ پیر سرخ پیش او خیمہ پشت آمد بچو طفل اندر بستن خوانی
ز علم او چہ بر گویم کہ کرسی کم شاید صحیفہ صفحہ گریوں و دودہ ترم کبودانی

”هُوَ الْبَيْتُ الْعَتِيقُ“ سے مسجد کی تاریخ ۱۰۶۵ھ سے ۱۰۵۳ھ تکتی ہے۔ شاہ جہانی مسجد کا
اگر کتبہ تاریخ یہ ہے: قَالَ ابْنِي مَحْمَدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ بَوَّأَ اللَّهُ لَهُ
بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ - قَدْ بَنَى لِمَنْ الْبَيْتِ فِي عَهْدِ سُلْطَانِ الْأَعْتَمِ وَخَانَاتِ
الْأَعْرَمِ صَاحِبِ قَرَارِ بَنَانٍ - إِذَا سَأَلْتَ عَنْ بِنَاءِ تَابِعِيهِ - فَقُلْ ”هُوَ الْبَيْتُ الْعَتِيقُ“
خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب منگل کوٹ بوضہ، ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء اور خط الحاج مولانا سید
محمد بشیر الدین صاحب مظلہ دہلہ، ۱۷ مئی ۱۹۷۵ء۔

خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب مظلہ صدر حضرت حمید ننگالی رح وقف کمیٹی منگل کوٹ بنام راقم الحروف
(بقیہ حاشیہ منسلک ہے)

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

چہ اولاد کبار او کہ قیوم زمان بودہ
 زبان کشتی نوح آمد در موج طوفانی
 زبنگالہ چہ بگویم کہ مولانا حمید او
 بیایوش جنابش آمدہ مقبول بانی
 نیسے پایوش پاک او کہ چیل خاک شفا کردہ
 شغلے ظاہر و باطن بخلق اللہ از زانی
 بمنگل کوٹ او نگر کہ گلزار ارم بودہ
 در دیوار او اکنوں نہادہ سر پورانی
 بلے کس گنج زرنہاں نیلید جز پورانی
 بلے کس آب حواں را نذیرہ جز بظلمانی
 ایاشاہ بلند اختر چراغ زم زم سندی
 کہ مرغ روح تو بودہ چو مرغ خان قانی

[بقیہ حاشیہ ۱۶۱ کا]

موصول ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء

۳ شہزاد پور۔ کارا قویا اور آترائی ندیوں کے مقام اتصال کے قریب ضلع پایہ مشرقی بنگال کے سراج گنج
 سب ڈویژن کا مشہور قصبہ اور تھانہ کا صدر مقام ہے۔ کلکتہ یعنی درہی کے سابق لکچر مولانا سید عبدالرشید
 صاحب مجددی رشید بیہا کے نامور عالم گذرے ہیں۔ گلبانگ رشید آپ کی مشہور تصنیف ہے جس میں حضرت
 امام ربانیؒ کی شان میں نہایت عمدہ قصیدہ شامل ہے۔ اس قصیدہ کا مطلع اور مقطع یہ ہے۔
 خورشید بزم اولیا مشتاق دیدار تو ام جمشید تخت کبریا مشتاق دیدار تو ام
 بندہ رشید با نوا مدح تو نغمہ سرا اے عیال باغ ولی مشتاق دیدار تو ام
 ماخوذ الفوقان ابرہی۔ مجدد الف ثانی نمبر ۹۵۔ ۱۳۵۷ھ۔ مرسلہ الحج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب

مظاہر ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۷ جون ۱۹۷۵ء

۱۷ ماخوذ از تحفہ مجددیہ، حصہ اول فارسی منہ نقل کردہ مولانا اس۔ ام۔ نواب علی صاحب مدرسہ عالیہ
 ڈھاکہ۔ مورخہ یکم مئی ۱۹۷۵ء۔ مرسلہ جناب مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب (مظاہر بقیہ حاشیہ ۱۶۲)

مکتوبات امام ربانی رحمہ میں حضرت شیخ حمید الدین دانشمند رنگالی رحمہ کے نام چار خطوط ملتے ہیں۔ پہلا خط دفتر اول حصہ اول میں (مکتوب ۵۸) ہے اس میں حضرت مجدد پاک رحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کمال کے مرتبوں میں استعداد کے تفاوت کے مطابق فرق ہوتا ہے۔ دوسرا خط دفتر اول حصہ دوم میں (مکتوب ۶۲) ہے۔ یہ اہم اور طویل خط ساڑھے چار صفحات میں ہے۔ اس میں مریدوں کے آداب ضروری اور مقامات روحانی کے متعلق صوفیوں کی بعض غلط فہمیوں کا مفصل بیان ہے۔ تیسرا خط دفتر دوم میں (مکتوب ۶۶) چھ صفحات میں ہے اس میں کلمہ طیبہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ طریقت، حقیقت اور شریعت پر مشتمل ہے اور کمالات نبوت کے مقابلہ کمالات ولایت کی کچھ مقدار نہیں صاحب ولایت کو شریعت سے چارہ نہیں وہ ہمیشہ شریعت کے ساتھ مکلف ہے۔ چوتھا خط دفتر دوم میں (مکتوب ۸۴) ہے۔ اس میں حضرت مجدد پاک نے اپنے دو افتادہ مرید سے شکایت کی ہے کہ ان کی طرف سے خط بہت کم آتے ہیں۔ لکھے ہیں:

”اخوی ارشدی میاں شیخ حمید عجب انزوا اختیار نمود مذکورہ سلام و پیام

بقیہ حاشیہ ۱۶۲ کا

بدناتھ باسک لین ڈھاکہ موصولہ ۶ مئی ۱۹۷۵ء؛ تذکرہ مجدد الف ثانی رحمہ۔ مولانا منظور نعمانی
۳۳۲ (صوف چار اشعار۔ چوتھا سے ساتواں تک)

۱۶ مکتوبات حضرت امام ربانی رحمہ (اردو ترجمہ) المجلتہ العلمیہ۔ حیدرآباد ۱۹۷۲ء

Marfat.com

Marfat.com

راہم انجا گنجائش کمتر است، دریں ہفت و ہشت سال یک کتابت

از جانب شمار سیدہ انہم نام تمام و بے سر انجام کتابت ہا کہ ازین جانب

خی دور معلوم نیست کہ بشما می رسد یا نہ

اسی خط میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ عبدالحی کو جو پانچ سال تک میرے

ساتھ رہے اور سلوک کے احوال سے واقف ہیں۔ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ تاکہ آپ

کے احوال سے آگہی حاصل کریں اور آئندہ کے لیے مناسب مشورے دیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی نے حضرت

شیخ حمید الدین دانشمند ننگالی رح کو جو خلافت نامہ غطا کیا تھا وہ حضرت بدر الدین

سرہندی کی کتاب "حضرات القاریں" دفتر دوم مطبوعہ لاہور میں درج ہے۔ تبرکاً

۱۰۰ آپ حماد شلوان علاقہ اصفہان، ایران کے رہنے والے تھے۔ مسکین طبع اور خموشی پسند بزرگ

تھے تعلیم طریقت کی تکمیل کے بعد حضرت مجدد پاک نے آپ کو پینہ (صوبہ بہار) روانہ کیا تھا۔ پینہ میں قبل

سے حضرت مجدد رح کے ایک خلیفہ شیخ نور محمد مانور تھے حضرت نے لکھا ہے کہ مولانا عبدالحی اور شیخ نور

دونوں عزیزوں کے جو دستہ (پینہ) میں قرآن السعدین کی مانند میں مکتوبات ربانی کا دفتر ربانی مولانا عبد

کا جمع کیا ہوا ہے۔ تذکرۃ العابدین (ص ۱۲۳) میں ہے کہ آپ نے سن ۱۰۹۶ھ میں انتقال فرمایا۔

تذکرہ مجدد الف ثانی۔ مولانا محمد منظر رحمانی ص ۴۰-۳۳۹

۱۱ نقل خلافت نامہ مع اردو ترجمہ برسلہ جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب نور منزل منگل کوٹ ضلع بوردو

مئی ۱۹۷۵ء، خلافت نامہ مع اردو ترجمہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی برسلہ جناب الحاج مولانا سید

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۵)

وتمنا اس مبارک تحریر کو یہاں نقل کیا جاتا ہے :

أَمَّا بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ فَيَقُولُ الْعَبْدُ الْبَقِيَّةُ
إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ الْمَلِكِ الْوَلِيِّ أَحْمَدُ بْنُ الشَّيْخِ عَبْدِ الْأَحَدِ
الْقَارِئِيُّ النَّقْشَبَنْدِيُّ رَحِمَهَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ رَحِمَهُ
وَاسْعَتْ أَنْ أَخَ الْعَالِمِ وَالصَّادِقِ الصَّالِحِ عَالِمِ عُلُومِ
الشَّرِيعَةِ وَالطَّرِيقَةِ الشَّيْخِ حَمِيدِ بْنِ الْبَنْكَالِيِّ وَفَقَدَ
اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِمَا يُحِبُّهُ وَبِرُضَاؤِهِ كَمَا قَطَعَ مَنَائِلَ السُّوَرِ
وَعَرَّجَ مَعَايِرَ الْجَذْبَةِ وَوَصَلَ إِلَى دَرْجَةِ الْوِلَايَةِ
بَعْدَ أَنْ حَصَلَ لَهُ إِفْدَارُجُ النِّهَايَةِ فِي الْبِدَايَةِ
أَجْرَتُهُ لِتَعْلِيمِ طَرِيقَتِهِ الْمَشَائِخِ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ
تَدَسَّ اللَّهُ أَسْرَارَهُمْ لِلطَّالِبِينَ الْمُسْتَرَشِدِينَ
وَالْمُرِيدِينَ الْمُخْلِصِينَ بَعْدَ اسْتِخَارَةِ اللَّهِ وَحُجُوعِهِ
الذَّنْبِ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالْمَسْئُولِ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ
أَنْ يُعْصِمَهُ عَمَّا لَا يَلِيُو وَيَحْفَظُهُ عَمَّا لَا يَنْبَغِي وَ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۴ کا]

مفسر الدین صاحب مدظلہ ذہالہ مولانا محی منظر نعمانی نے اپنی کتاب تذکرہ مجدد الف ثانی
میں صفحہ ۳۳۱ پر زبدۃ المقامات کے حوالے سے اس خلافت نامہ کو نقل کیا ہے۔ حضرات القاریں اور
زبدۃ المقامات کی عبارت میں دو جگہ الفاظ لا فرق ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

الْإِسْتِقَامَةُ عَلَى مَنَابِحِهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامَاتُ ۝

اردو ترجمہ

بعد حمد و نعت کے فقیر محتاج رحمت ایزدی احمد بن شیخ عبدالاحد فاروقی
نقشبندی (اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی رحمت واسعہ میں لے لے) کہتا ہے کہ
برادر عالم صدیق صالح عالم علوم شریعت و طریقت حقیقت شیخ حمید بنگالی
نے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی محبت و رضا کی توفیق دے، منازل سلوک کو طے کیا
اور معارض جذبہ پر غرور کیا اور رات و لایت پر داخل ہوئے اور اس کے بعد
انہیں اندراج نہایت فی البدایت حاصل ہو چکا۔ اس لئے میں نے ان کو اجازت
دی کہ طریقہ نقشبندیہ (اللہ تعالیٰ ان کے اسرار کو پاک کرے) کی تعلیم مریدین،
طالبین و مخلصین کو دیں اور یہ اجازت تعلیم بعد استخارہ و اجازت الہیہ دی
گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بجائے ان کو اُمود غیر لائقہ سے اور محفوظ رکھے
ان کو اعمال غیر مرضیہ سے اور اتباع سید المرسلین علیہم الصلوٰت
والتسلیمات پر استقامت کی توفیق بخشنے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی حضرت مولانا شیخ حمید
دانشمند بنگالی کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے منگل کوٹ تشریف لے
تھے۔ قصبہ منگل کوٹ میں آپ کے بہت سے مریدین اور متوسلین بھی

انہ خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب مظفر۔ نور منزل۔ منگل کوٹ، ضلع بردوان۔ بنامہ
مورخہ۔ ارمی ۱۹۷۵ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِحَمْدِ اللَّهِ كَمَالِهِ
 فِي كُلِّ حَالٍ وَحَالٍ

خِلَافَتِ نَامَہ

حضرت مولانا شیخ حمید ننگالی

قدوس سترۃ العزیز

مقام مشعل کوٹ ضلع پروان

حضرت مولانا شیخ حمید ننگالی صاحب مدظلہ العالی نے جو خرافات اور باطلات کو
 حیدرنگالی قدس سترۃ العزیز کو غایت فریاد کا دور ہے۔

خِلَافَتِ نَامَہ

أَمَّا بَعْدُ الْحَمْدُ وَالصَّلَاةُ بِمَقُولِ الْعَبْدِ الْمُنْقَرِبِ إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ الْمَلِكِ الْوَلِيِّ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْكَلْبِيِّ
 الَّذِي رُوِيَ فِي النَّقَشِ بِمَدِينَةِ رَحْمَتِهِمَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً أَنَّ الْأَخِي الْعَالِمَ وَالصَّادِقَ بَيْنَ الصَّادِقِينَ
 عَالِمَ عُلُومِ الشَّرِيعَةِ وَالظَّاهِرِ بِنِقَّةٍ وَالْحَقِيقَةَ السُّيُوفِيَّةَ الْبُكَالِيَّ وَنَعَمَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِمَا جَعَلَهُ وَرَهْمَهُ
 لَمَّا قَلَّ مَنَازِلَ الشُّرُوكِ وَعَرَجَ مَعَارِجَ الْجَدِيدِ وَوَصَلَ إِلَى دَرَجَةِ الْوَالِدِ بَعْدَ أَنْ حَصَلَ لَهُ الشُّرُوحُ وَالرَّاجِحُ
 تَوَلَّى بِحَيْثُ الْيَدِ الْبَدِيعَةِ لِتَعْلِيمِ طَرِيقَةِ الْمَنَاجِحِ النَّفْسِيَّةِ بِقُدْرَتِهِ اللَّهُ أَسْرَارُ حُكْمِهِ الْبَقَاءُ بِالسُّبْحِ
 الْكَلْبِيِّ وَالْمُرِيدِينَ الْغَنِيِّينَ بَعْدَ اسْتِعَارَةِ وَخُصُولِ الْإِذْنِ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالْمَسْئُولِ مِنَ الْغَنِيِّينَ
 أَنْ يَتَوَهَّجَ عَمَّا لَا يَبِينُ وَيَحْفَظَهُ عَنِ الْإِسْتِغْنَاءِ عَلَى مَا بَعْدَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِمُ وَعَلَيْهِمُ
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامَاتُ

ترجمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِحَمْدِ اللَّهِ كَمَالِهِ
 فِي كُلِّ حَالٍ وَحَالٍ
 بِحَمْدِ اللَّهِ كَمَالِهِ
 فِي كُلِّ حَالٍ وَحَالٍ
 بِحَمْدِ اللَّهِ كَمَالِهِ
 فِي كُلِّ حَالٍ وَحَالٍ

9 - خلافت نامہ حضرت شیخ حمید ننگالی

Marfat.com
 Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

جن کا ذکر آگے خلفا اور مریدین کے سلسلہ میں آئے گا۔

دہائی بنگا کے سبب دارالحکومت گوڑہ کی طرح جب منگل کوٹ کا قصبہ بھی تقریباً ویران ہو گیا، تو حضرت حمید الدین دانشمند کے مزار مبارک کے آس پاس علاقہ جنگلوں سے بھر گیا اور مزار شریف تک جانا مشکل تھا۔ مزار مبارک کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا۔ لیکن ۱۹۳۸ء میں کلکتہ سے دیندار اور صاحب ہمت مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت جناب خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب رحبڑار

لے خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح کے مورث اعلیٰ بغداد سے دہلی اور دہلی سے عہد شاہ جہانی میں بنگال آئے۔ ان کے والد جناب خان بہادر مولوی غلام قاسم صاحب (متوفی ۱۳۳۵ھ = ۱۹۱۹ء) بشیر پٹنہ ضلع چوہیس پرگنہ کے رہنے والے بڑے بااثر رئیس اور وسطی بنگال میں مسلمانوں کے ایک مشہور رہنما تھے۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح نومبر ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں بنگال رحبڑار شین سروس میں داخل ہوئے۔ رحبڑار اسٹورنس کی حیثیت سے ۱۹۲۳ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ ٹرون بیعت شمس العلماء مولانا غلام اسلامی صاحب (زرزہ شریف) سے حاصل تھا۔ اعلیٰ خدمات کے صلہ میں جنوری ۱۹۲۶ء میں ان کو خان بہادر کا خطاب ملا۔ ۱۵ جون ۱۹۵۶ء کو کلکتہ میں انتقال ہوا۔ مزار آپ کارلے چرن پل لین کلکتہ کے نیل جالا برستان میں ہے۔ ان کی شادی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ سی۔ سابق وزیر بھوپال کی چھوٹی صاحبزادی عصمت النساء بیگم سے ہوئی تھی۔ نوابزادی عصمت النساء بیگم کی فیہیل ریم پور (لوئیسی) کے مجددی خاندان میں تھی وہ اسلامیات اور ادب اردو میں ہمارے کاملہ رکھتی تھیں۔ اردو کی نہایت کامیاب شاعر تھیں۔ اکثر ان کا کلام (فقہ حاشیہ ۱۹۸)

آشورس کی نگرانی میں منگل کوٹ پہنچی۔ اس جماعت میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قسبی کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابوبکر صاحب صدیقی رح کے دو مرید پرزور کالج کلکتہ کے پروفیسر جناب مولانا عبدالحق صاحب اور جناب سید معین الدین

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۷ کا]

اور ان کے مفاہیم الفرقان بریلی اور عصر جدید کلکتہ میں شائع ہوتے تھے۔ ۲ جولائی ۱۹۵۷ء کو چانگام میں انتقال ہوا۔ مزار شاہ غریب اللہ کی پہاڑی پر ہے۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح نے حضرت امام ربانی رح اور ان کے نامور خلیفہ مولانا حمید الدین دانشمند سگالی رح کے متعلق بہت تحقیقی کام کیا تھا۔ منگل کوٹ میں مزار شریف کی صفائی اور مرمت کے سلسلہ میں بنگال وقت بورڈ نے ان کی خدمات کو بہت سراہا تھا۔ خان بہادر صاحب رح کے بڑے بیٹے فاروق احمد ام۔ لے چانگام میں اور دوسرے بیٹے ابوزہرہ جلیل احمد ام لے ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ المرحوم مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب بڑے ڈھاکہ آپ کے جیسے بھائی ہیں۔ خط جناب مولانا بشیر الدین صاحب مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۷ء اور خط جناب ابوزہرہ جلیل احمد صاحب مورخہ ۳ اپریل ۱۹۷۵ء اور خط جناب ڈاکٹر محمد ابوزہرہ صاحب منگل کوٹ۔ موصولہ ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء

۱۔ جناب سید معین الدین صاحب علی پور ضلع چوہیں پرگنہ۔ الیکٹرک پولیس کا حضرت مولانا شاہ ابوبکر صاحب صدیقی رح سے شرف بیعت حاصل تھا۔ یہ جناب سید عبدالعزیز صاحب (متوفی ۱۹۲۱ء) علی پور کے صاحبزادے اور جناب نمان بہادر غلام قاسم صاحب رح بسیراٹ ضلع چوہیں پرگنہ کے داماد تھے۔ ۱۹۲۲ء میں انتقال ہوا۔ مزار آپ کا ڈھوپور ضلع سنتھال پرگنہ میں ہے۔ آپ کی بھتیجی سیدہ منورہ بیگم (سنت سید غلام محی الدین صاحب) سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قسبی (بقیہ حاشیہ ص ۱۶۷ پر)

صاحب انسپکٹر پولیس شامل تھے۔ ان بزرگوں کی کوششوں سے حضرت حمید الدین
 والشہداء کے مزار شریف کے پاس جنگل کو صاف کیا گیا۔ راستہ بنایا گیا۔ مزار شریف
 کی عمارت کی ضروری مرمت کرائی گئی۔ اس کے بعد زائرین کی آمد و رفت میں آسانی
 ہوئی۔ مزار مبارک کی حفاظت اور اس کے مستقل انتظام کے لئے منگل کوٹ میں
 ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ جو جناب ڈاکٹر محمد الیومر اسب صاحب مدظلہ کی صدارت میں
 قابض قدر اور لائق ستائش خدمات انجام دے رہی ہے۔

قطب العالم غوث الاعظم حضرت پیران پیر دستگیر کی اولاد میں سیدنا
 حضرت ذاکر علی القادری بغدادی ایک اشارہ غیبی کے تحت ۱۷۶۱ھ
 میں منگل کوٹ نشریف لائے اور یہیں اکیبانی سال کی عمر میں ۱۱۹۲ھ =
 ۱۷۷۸ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ سیدنا مرثا علی القادری رحمتہ آپ کے
 وصال کا قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

نور چشم شیخ محی الدین کہ بود را ہی تاک بقاشد آں ولی
 گشت سالتش عاصی افسردہ دل ز ندہ دل آگاہ دل ذاکر علی

[بقیہ اشعار] ۱۱۹۲ھ

کے پوتے سید سعید الرحمن صاحب مرحوم کی شادی ہوئی تھی حضرت مولانا ابو کریم صاحب کے خلیفہ
 اور بحال کے نامور عالم اور صوفی الحاج مولانا سید شیر الدین صاحب مدظلہ جناب سید معین الدین
 صاحب کے صاحبزادے ہیں۔

لے ماخوذ از بیعتان فارغان فی مناقب محبوب جوانی زہد المویں بر دیوان حضرت جمال

منگل کوٹ ہی میں سیدنا حضرت ذاکر علی قادریؒ کے بھتیجے، داماد اور جانشین سیدنا شاہ طفیل علی قادریؒ بھی آرام فرماہیں۔ سیدنا حضرت ذاکر علی قادریؒ اور ان کے خاندان کے دوسرے بزرگوں کی مساعی جمید سے بزکال میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو بہت ترقی ہوئی۔ آپ کے بھائی سیدنا روشن علیؒ پورنیہ (بہار) تشریف لے گئے اور وہاں سلسلہ قادریہ کا مرکز قائم کیا۔ سیدنا شاہ طفیل علی قادریؒ کی دوسری شادی مدنا پور میں حضرت شہباز بھاگل پوریؒ کے ممتاز خلیفہ دیوان سید رحی البلیخیؒ (چندن شہید) کے

[بقیہ ماشیہ ص ۱۶۹]

قطعات ص ۳۹۵۔ مطبع ستارہ ہند لمیٹڈ کلکتہ۔ مرسلہ جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔
موصولہ ۶ مئی ۱۹۷۵ء

لے حضرت مولانا سید شہباز بھاگل پوریؒ (عہد شاہ جہانی میں مشرقی ہندوستان کے نامور بندگان گذارے ہیں حضرت سید جلال بخاریؒ کی پندروہوی پشت میں تھے۔ والد کا نام مولانا سید شاہ محمد خطابؒ اور داماد کا نام حاجی پیر الدینؒ تھا۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا سید حسین سہروردیؒ کا مزار محلہ دائرہ بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) میں مٹک کے کنارے ہے۔ باپ سے بغاوت کے بنا میں شاہ جہاں آپ کی خدمت میں دُعا کے لئے حاضر ہوا تھا۔ مولانا شوکت علیؒ نے یہی لکھے ہیں کہ ۱۹۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم والد کی نگرانی میں اور پھر قنوج میں ہوئی۔ ۱۶ صفر ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۹ء) میں پورا شمال ہوا۔ پروفیسر سید حسن عسکریؒ آپ کا سال وفات ۱۳۷۶ھ = ۱۹۶۶ء ہے کرتے ہیں۔ مزار مبارک آپ کا بھاگل پور میں ریلوے اسٹیشن سے متصل دکن مولانا چک میں منبج ہے۔

بقیہ ماشیہ ص ۱۶۹

خانہ میں ہوئی تھی۔ آپ نے ۱۸۳۶ء میں انتقال کیا۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے
 حضرت سید عہر علی قادری المعروف بہ حضرت اعلیٰ حضور تھے۔ ۱۸۰۸ء میں مدنا پور
 میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۸۶۸ء میں انتقال ہوا۔ آپ نے مدنا پور میں ایک مدرسہ
 اور خانقاہ قائم کیا۔ اور انداز مدنا پور۔ ہوڑہ۔ ہنگلی۔ بانکورا۔ بردوان۔ مرشد آباد۔
 اور برہم پور میں آپ کے دورہ کیے تملیح و ہدایت کی نیک اور اعلیٰ خدمات انجام دیں۔
 اور ان علاقوں کے مسلمانوں کو آپ سے بہت فیض پہنچا۔ حضرت صدیقی فتح علی صاحب
 ویسی (متوفی ۱۸۸۶ء) نے آپ کا زمانہ دیکھا۔ حضرت اعلیٰ حضور کے جانشین
 حضرت شاہ علی عبدالقادر شمس القادر مرشد علی القادری تھے۔ آپ مدنا پور میں جمعہ
 ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۶۸ھ = ۱۴ جولائی ۱۸۵۲ء کو پیدا ہوئے۔ سولہ سال کی عمر
 میں اپنے والد کے جانشین ہوئے اور تقریباً ۳۳ سال تک مسند ارشاد و ہدایت پر

(بقیہ ماضیہ صفحہ ۱۷۰)

ادرجہ خلائق ہے۔ بھاگل پور میں نرمل جوگی سے مقابلہ ہوا تھا۔ امور شریعت کے سختی سے پابند تھے۔
 بھاگل پور میں بہت بڑا مدرسہ قائم کیا تھا پانچ سو کتابیں دست مبارک سے لکھی تھیں۔ مدنا پور مغربی بنگالہ
 کے حضرت دیوان سید جی الطی (چندن شہید) اور ٹیپنہ غظیم آباد کے ملا شادمان جی آپ کے مشہور خلیفہ ہوئے۔
 میں حضرت چندن شہید کامزار مدنا پور کے محلہ مینا بانا میں ہے۔ وہاں مسجد میں قرآن پاک کا ایک قدیم
 نسخہ ہے۔ ملا شادمان رام کامزار بہار (بخیر ننگ کلہ پٹنہ کے میدان میں ہے) فرخ سیر آپ کا بہت
 معتقد تھا۔ مدنا پور گز بیٹر۔ ایس۔ ایس۔ او میسلی ۱۹۱۱ء۔ منہا اور پاکستان کے اولیا۔

شوکت علی نمبر ۱۸۲۷-۱۹۰۰ء کرنٹ اسٹریٹ، ٹیپنہ کالج۔ جنوری ۱۹۵۵ء ۶۱۹۵۵۔ سید حسن عسکری

جلوہ انشورہ ہے۔ زیادہ تر قیام کلکتہ میں رہا۔ التوالد ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ = ۱۹۰۱ء
 ۱۹۰۱ء کو انتقال ہوا۔ مزار مبارک مدنا پور میں ہے۔ جس پر ایک نہایت خوبصورت
 عمارت بنی ہوئی ہے۔ سینا حضرت مرشد علی القادری رح نے اردو اور فارسی
 میں اپنا دیوان مرتب کیا اپنے والد بزرگوار کی طرح آپ بھی حضرت صوفی فقیہ
 صاحب دسی کے ہم عصر تھے۔ صوفی صاحب کے پندرہ سال بعد آپ کا وصال
 ہوا سینٹ ڈیویس کالج کلکتہ کے پروفیسر مولانا عبدالرحمن قادری نے آپ
 کے سوانح حیات اور ارشادات ”تذکرۃ المولیٰ“ کے نام سے دو جلدوں میں
 شائع کیا۔ سیدنا مرشد علی القادری رح کے جانشین حضرت سید شاہ ارشاد علی
 قادری رح المعروف بہ حضور مولا ہوئے۔ یہ ۱۸۸۳ء میں کلکتہ میں پیدا ہوئے اور
 ۱۹۵۳ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ خان بہادر عبدالقادر صاحب ڈسٹرکٹ جج
 پیرانہ انگریزی میں اے بالوگرافی آف مائی حضور کے نام سے آپ کی سوانح
 حیات تصنیف کی جو کلکتہ سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی۔

سرکار شریف آباد کے علاقہ میں سالار بنو دیہ اور منصور پور وغیرہ
 مواضع کے خونداران صدر یعنی سلطان غیاث الدین کے قاضی القضاہ
 شیخ سراج الدین رح کی اولاد میں ہیں اور اپنا سلسلہ طریقت پانڈوا شریف ضلع

لہ روڈ کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۲-۴۶، خط جناب مولانا سید ابوالبشر محمد شبیر الدین صاحب
 ڈھاکہ۔ بنام راقم الخیرت موصولہ ۶ مئی ۱۹۴۵ء

کے مشہور بزرگ حضرت نور قطب عالم سے ملاتے ہیں۔ گیارہ واسطوں سے
 حضرت صوفی سید فریح علی صاحب لسی رہے۔ اس کا سلسلہ طریقت بھی حضرت نور قطب عالم
 سے ملتا ہے۔ بردوان بھی سرکار شریف آباد میں شامل تھا۔ جہاں سولہویں صدی
 عیسوی کے مشہور صاحب دیوان فارسی شاعر حاجی پیر بہرام سقہ رخ خواجہ نور شاہ،
 شہنشاہ جہانگیر کے کوکہ اور بنگال کے گورنر قطب الدین خان کوکلتاش (متوفی
 ۱۶۱۵ء) اور جہاں بیگم کے پہلے شوہر شیر افکن خاں اور فریح شیر بادشاہ کے زمانہ
 کے صوفی بایریدار کے مزارات ہیں۔ شہزادہ عظیم الشان اور فریح شیر بادشاہ کی
 نوابی ہوئی مسجدیں ہیں۔ حاجی بہرام سقہ رخ کی درگاہ میں وزیر اعظم شیخ ابوالفضل
 علامی کی کتاب اکبر نامہ کا ایک نسخہ موجود ہے۔ اس کتاب کا دوسرا نسخہ
 رٹش میوزیم لندن میں ہے۔

شہر بردوان سے ۲۴ میل (۳۹ کیلومیٹر) شمال مشرق کی طرف آتے ہی

نور کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۶۲-۶۱، مادہ منلیع گزیٹیر۔ جی۔ ای۔ ایمپورن کلکتہ
 ۱۹۱۵ء ص ۱۵

۱۵۶-۵۷ء بہرام سقہ رخ نے بردوان میں ۱۵۶۲-۶۳ء میں انتقال کیا۔ نور کوثر شیخ محمد اکرام
 بردوان منلیع گزیٹیر۔ جی۔ ای۔ کے پٹرن ۱۹۱۵ء

۱۹۴۵ء خط مولانا سید بشیر الدین صاحب ڈھاکہ موفی ۱۲ جون ۱۹۴۵ء۔ جواد مضمون جناب عبد المودود
 صاحب مروجہ ۱۳۴۵ء بنگلہ دیش۔

کی ایک معاون ندی کو لوزر کے کنارے منگل کوٹ کا قصبہ آباد ہے۔ مسلمانوں کے دور حکومت میں یہ بہت کافی بڑھا اور آباد شہر تھا۔ یہاں قاضی القضاة رہتے تھے اور اے عظام اور علمائے کبار یہاں آباد تھے۔ صوفیائے کرام کا مرکز تھا۔ دور دور سے مسلمان زائرین حصول فیوض و برکات کے لئے یہاں آتے تھے۔ نماز جمعہ میں مسلمانوں کا اتنا عظیم اجتماع ہوتا تھا کہ ان میں صرف علماء کی تعداد سات سو ہوتی تھی۔ اب بھی قصبہ کے مضافات میں عظیم الشان شاہ جہانی مسجد کا ٹھنڈا موجود ہے مسلمانوں نے شاہی مسجد کے ملکہ سے ایک دوسری مسجد تعمیر کر لی ہے۔ بہت سی پرانی مسجدیں ہیں۔ اس وقت قصبہ کی آبادی تقریباً چھ ہزار ہے۔ جس میں تہائی

منگل کوٹ بردوان ضلع کے کٹوا سب ڈویژن میں تھانہ کا صدر مقام ہے۔ یہاں دو افادہ ڈاک خانہ اور سب رجسٹری آفس ہے۔ مسلمانوں پر ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں قصبہ منگل کوٹ میں ۶۲۳ مکانات تھے اور آبادی صرف ۲,۳۳۵ نفوس پر مشتمل تھی۔ ہندوؤں کے زمانہ میں یہاں سادگوپ خاندان والوں کی ایک فوجی چوکی تھی۔ بردوان ضلع گزٹیر جے سی پٹرسن ۱۹۱۱ء ص ۲۰۰ ۱۹۲۲ء کی مردم شماری میں منگل کوٹ تھانہ کا رقبہ ۱۴۱ مربع میل اور ۱۹۵۱ء تکلی جن میں مسلمان ۲۲,۲۳۵ تھے۔ مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء جلد چہارم۔ بنگال۔ آر۔

ڈوش ۱۹۲۲ء

۲ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف
موصولہ ۱۹۶۵ء

مسلمان ہیں۔ ریل کی لائن سے دُور ہونے اور کوئی صنعتی مرکز نہیں ہونے کے باعث آبادی میں تیزی سے اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔

سرکارِ شریف آباد کے علاقہ میں مسلمانوں کی آبادی کبھی بھی ایک تہائی سے تجاوز نہ ہو سکی۔ لیکن شاید صوفیائے کرام کے گہرے اثرات اور علماء و مشائخ کی آبادی کے پیش نظر ہی حضرت موفی سید فتح علی صاحب دہلوی نے اپنے رشتہ مناکحت پر اپنی یورڈ باش کے لئے رٹھ کے اس علاقہ کا انتخاب کیا۔ حضرت موفی صاحب اپنی لائسنس کے لئے پینامی ضلع مرشد آباد میں ایک چھوٹا سا مکان تعمیر کرایا تھا اور ملازمت سے استعفا دینے کے بعد آپ کا برادر اسی بستی میں قیام رہا۔ یہاں سے آپ اکثر و بیشتر بنگال اور آسام کے دیہی اور دور دراز علاقوں میں رُشد ہدایت کی غرض سے دورہ کیا کرتے تھے۔ موضع پینامی کانڈی سب ڈویژن کے بھرت پور تھانہ کے بالکل جنوبی حصہ میں بردوان ضلع کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ بستی بندیل خلیشن سے کٹوا اور عظیم گنج ہوتے ہوئے برہوا خلیشن کو جانے والی

۱۔ خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب نور منزل منگل کوٹ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۴۵ء
 ۲۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق ضلع مرشد آباد کے کانڈی سب ڈویژن میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۴۰.۸۷ فی صد اور بردوان ضلع کے کٹوا سب ڈویژن میں ۲۳.۸۲ فی صد تھا۔ کانڈی سب ڈویژن کے بھرت پور تھانہ میں مسلمانوں کی آبادی کل آبادی کا ۱۷.۴۴ فی صد تھی۔ رپورٹ مردم شماری ہند ۱۹۳۱ء جلد چہارم بنگال آر۔ اے ڈوش (آئی سی۔ ایس) سہ ۱۹۳۲ء

ایسٹرن ریلوے کی لائن کے جھامت پور بہاراں ریلوے اسٹیشن سے نصف میل
 (پون کیلو میٹر) کے فاصلہ پر پیم کی طرف ہے۔ اس لائن کے سالانہ ریلوے اسٹیشن
 سے پناسی دو میل (تین کیلو میٹر) تک پیم ہے۔

۱۲۔ انتقال

تقریباً اٹھارہ، انیس سال تک رُشد و ہدایت کے کاموں میں مشغول
 رہنے کے بعد ۱۱ سال کی عمر میں حضرت عوفی سید فتح علی صاحب ولسی
 رحمۃ اللہ علیہ نے ۸ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ (۴ دسمبر ۱۸۸۶ء) = ۲۰ اگست ۱۲۹۳ھ
 فعلی کو اتوار کے دن چار بجے شام میں کلکتہ میں انتقال فرمایا۔ اور شہر کلکتہ کے
 شمالی مشرقی حصے میں اپر کیمز روڈ اور سرکڑ نہر کے درمیان ۲۴ منشی پارالین
 لال بھان۔ مانک تلہ کلکتہ عکے دلی وال قبرستان میں دفن ہوئے منشی پارالین

شہ کٹوا جنگشن سے اتر کی طرف جھامت پور بہاراں دوسرا اور سالانہ اسٹیشن ہے
 ہونہ سے جھامت پور بہاراں کا فاصلہ ۵۷ کیلو میٹر بندیل جنگشن سے ۷۱ کیلو میٹر اور کٹوا
 جنگشن سے تیرہ کیلو میٹر ہے۔ برہموا جنگشن (ضلع سنتھال پرگنہ بہار) سے جھامت پور بہاراں
 ۲۸ کیلو میٹر پورب ہے۔ جھامت پور بہاراں ضلع بردوان میں اور سالانہ ضلع مرشد آباد میں ہے اور
 دونوں اسٹیشنوں کے درمیانی صرف ڈھائی میل (چار کیلو میٹر) کا فاصلہ ہے۔ پناسی ضلع
 مرشد آباد میں ہے۔ لیکن ٹک کاپتہ پناسی ڈاک خانہ بہراں۔ براہ کٹوا۔ ضلع بردوان ہے۔



۱۰۔ مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی ۷۷ کلکتہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

کے وسطی حصہ میں راستہ سے اتر ایک مسجد ہے اور مسجد سے متصل اتر دلی والوں
کا ایک وسیع و عریض قبرستان ہے۔ اسی قبرستان کے وسط میں حضرت صوفی صاحب
کی ابدی آرام گاہ ہے

حضرت صوفی صاحب کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب
محمد یقینی (فرزہ شریف - ضلع بوگلی) نے عزاد شریف کے بیرونی حصہ کو نختہ بنوا کر
اس پر تاریخ وفات کا فارسی اور نیگلہ میں کتبہ لگوا یا۔ فارسی کتبہ کی عبارت
درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لَا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مَنْ شَئِ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ
مَنْ شَئِ هَالِكٍ اِلَّا وَجْهٍ

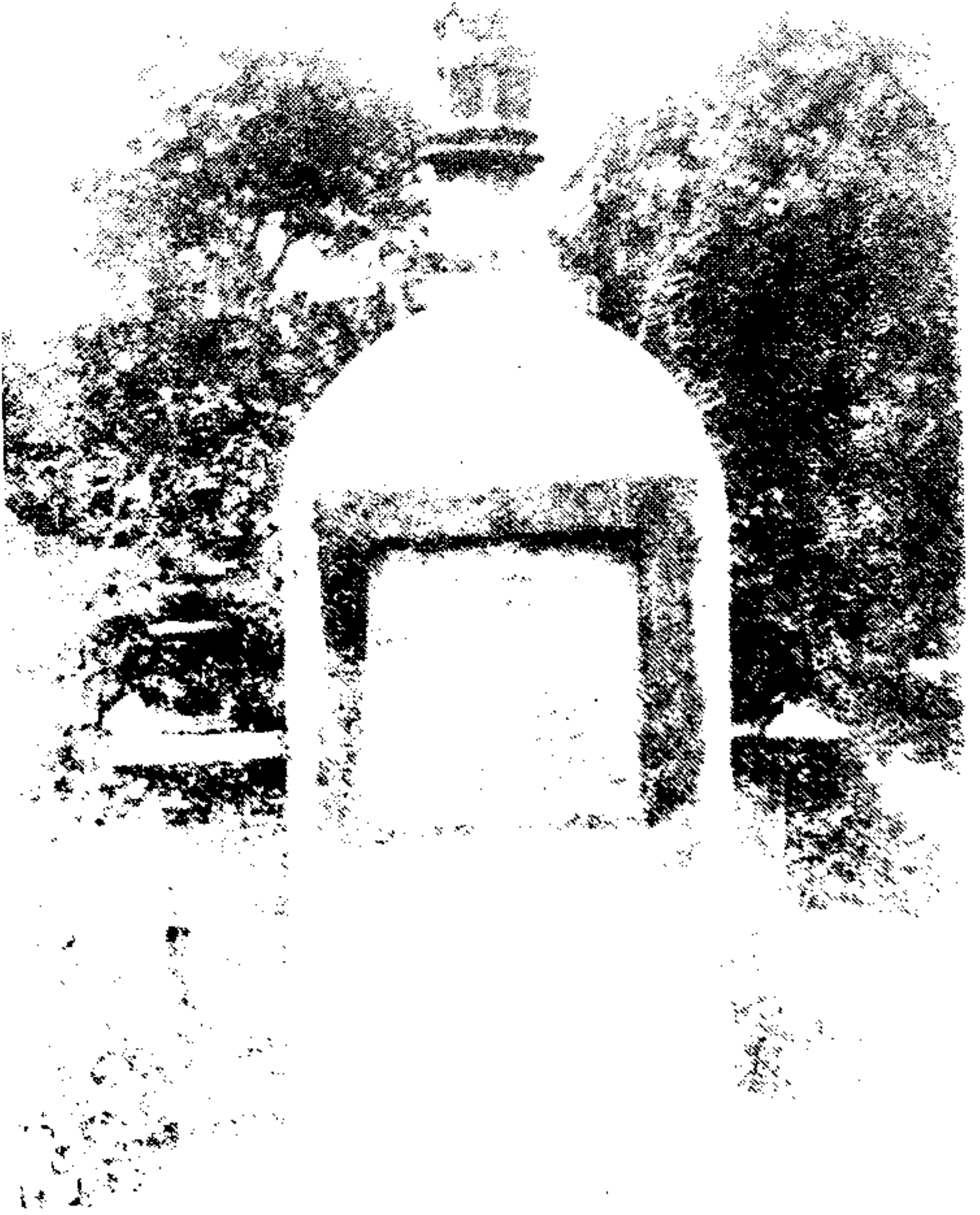
تاریخ بتم ماہ اکہن ۱۲۹۳ نیگلہ بروز یکشنبہ بوقت چار ساعت مسانی
جناب حضرت قارۃ السالکین، زبده العارفین قطب الارشاد حضرت صوفی صاحب
عاحب قدس سرہ از دار فنا بدار البقا جلوه گر شد۔ ہتم بذافیر محمد ابو بکر غنی
ساکن پھر پھر ہ ضلع بوگلی مطابق ہتم ربع الاول ۱۳۰۲ ہجری با شد۔

۱۵ حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین اختر سی۔ حصہ نیگلہ ۵۵ اور خط جناب مولانا
سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ

موصولہ ۳ ستمبر ۱۹۶۲ء

Marfat.com

Marfat.com



۱۱۔ لوح مزار پرنوار حضرت صوفی شہید فتح علی صاحب دہلی۔ مملکت

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی مدظلہ نے حضرت صوفی صاحب کے
وفات کی تاریخ لکھا ہے۔

تھے دادا پیر والی مرحوم کے حضور
سال وصال عیسوی شرقی تو کریم
آئینہ نبی تھے طریقت کے وہ ولی
زیر ایش بہشت میں صوفی فتح علی

۶۱۸۸۶

حضرت مولانا صوفی شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی (متوفی ۱۹۳۹ء) کے زمانہ
تک ہر سال ۲۷ رمضان المبارک کو دلی وال قبرستان، لالہ بگان، مانگ تلوہ کلکتہ
میں فاتحہ خوانی کے لئے صوفی صاحب کے مریدین اور متوسلین کا بڑا اجتماع ہوتا تھا
جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ام، لکھنؤ، ریٹائرڈ ٹیکسٹائل انسپکٹر جناب نواب سراج الاسلام صاحب
کے پوتے اور جناب خان بہادر امین الاسلام صاحب سیکرٹری جنرل رجسٹریشن بنگال کے صاحبزادے ہیں
نواب سراج الاسلام صاحب برہم پور یا ضلع کوٹلا کے رہنے والے تھے۔ شرقی صاحب کے نانا نواب سلطان عالم صاحب
ٹالی گنج کلکتہ کا تعلق شہزادگان میسور کے خاندان سے ہے۔ ان تمام حضرات کو صوفی فتح علی صاحب سی
کے غلیفہ شمس العلماء مولانا غلام سلمانی صاحب (متوفی ۱۹۱۲ء) سے شرف بیعت حاصل تھا۔ نواب سلطان عالم
صاحب کا مزار شاہی مقبرہ ٹالی گنج صاحب باغان کلکتہ میں ہے اور نواب سراج الاسلام اور خان بہادر
امین الاسلام صاحب خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب کے ساتھ تیل جالا قبرستان کے لئے چرون پال
لین کلکتہ میں امیر اور عبداللہ نامی دو شہیدوں کی قبروں سے متصل احاطہ میں آسودہ ہیں۔ خط
جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ مورخہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ بمطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۷۲ء
کے خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کے مطابق مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۲ء

اس مبارک و مسعود موقع پر تمام حضرات کے لئے اذطاری کا سامان بننا
 خان بہادر محمد سلیمان صاحب ام۔ ال۔ سی۔ مازک تار کے یہاں سے ہونا تھا جزا
 خان بہادر مرحوم توفیق کو حضرت صوفی صاحب اور ان کے خلفائے کمال عقیدت تھی۔
 حیات ونسی کے مصنف ممتاز المحدثین مولانا زین العابدین صاحب احقری
 مدظلہ کے محترم اور حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب مدظلہ کے ممتاز خلیفہ

۱۔ جناب خان بہادر محمد سلیمان صاحب مرحوم حاجی محمد یعقوب صاحب مرحوم کے صاحبزادے اور اوسیان ضلع غازی پور
 دیوبند کے رہنے والے تھے۔ کاروبار تجارت کے سلسلہ میں قیام برابر مانگ تار ککاکہ میں رہا۔ ۲۵ سال تک
 بنگال اسمبلی اور کونسل کے ممبر رہے۔ الگشن میں برابر مومن برادری کے پلیٹ فام سے کھڑے ہوتے تھے۔ اعلیٰ خدا
 کے عمل میں خان صاحب اور خان بہادر کے خطابات سے سرفراز ہوئے۔ ۷۵ سال کی عمر میں اپریل ۱۹۴۸ء
 میں اپنا قیام گاہ ۷۸ راجہ دیوندر اسٹریٹ مانگ تار ککاکہ میں انتقال کیا اور صوفی صاحب کی ابدی آرام گاہ
 دئی وال قبرستان مانگ تار میں دفن ہوئے۔ ۱۹۵۰ء کے ہنگامہ میں آپ کی بہت بڑی جائیداد پر دوسروں نے قبضہ
 کر لیا۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے جناب تقی محمد صاحب کا، نومبر ۱۹۴۳ء کو انتقال ہوا۔ بڑے صاحبزادے جناب
 حاجی بنی محمد صاحب گیس اسٹریٹ راجہ بازار ککاکہ میں رہتے ہیں ان کو بھی اپنے والد مرحوم کی طرح حضرت صوفی صاحب ان
 کے پیر و مرشد صوفی نور محمد صاحب نظام پوری اور صوفی صاحب کے خلفاء اور سلسلہ کے دوسرے بندگان سے کمال عقیدت
 اور محبت ہے۔ حاجی بنی محمد صاحب مدظلہ کی ایک صاحبزادی پٹنہ میں جناب رضا الرحمن صاحب وکیل (اقبال سنٹن۔ مانگ
 پٹنہ) سے بیاہی ہوئی ہیں۔ خط جناب مولانا شہید الزین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۴ء اور خط جناب حاجی
 بنی محمد صاحب ککاکہ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۶۵ء اور مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۶۵ء

حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی نور اللہ مرقدہ دکان کھولی شریف
گارڈین ریحہ کلکتہ ۲۴) نے دہلی وال قبرستان کی مسجد میں اپنے دادا پر حضرت ولیسی رح
کی یادگار میں ایک مدرسہ دار الفنون قائم کیا تھا۔ وہ خود بھی اس مدرسہ میں طلباء کو
قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ یہاں کے فارغ التحصیل طلباء بنگال
کے دیہی علاقوں میں دین اسلام کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ شمالی کلکتہ کے نامساعد حالات
کے سبب اب وہ مدرسہ باقی نہیں ہے۔

۱۳۔ ایصالِ ثواب کا سالانہ جلسہ

تفہیم ہند کے بعد جب کلکتہ میں فسادات ہوئے اور بانک تلہ کا علاقہ مسلمانوں
سے بالکل خالی ہو گیا، تو حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی نے اگست (دسمبر)
۱۹۴۹ء سے دہلی وال قبرستان کی مسجد میں حضرت ولیسی رح کے ایصالِ ثواب کے لئے
ماہانہ جلسہ منعقد کرنا شروع کیا۔ جس میں بڑے بڑے علماء اور شایخ کے علاوہ شہر کے
ممتاز اور بااثر مسلمان بھی شریک ہونے لگے۔ پہلا جلسہ ۵۔ ۶ اگست ۱۹۴۹ء کو
منعقد ہوا جس میں بنگال کے مشہور مسلم رہنما جناب مولوی سید بدر الدین صاحب
ام۔ ایل۔ اے بھی شریک ہوئے۔ دوسرا جلسہ ۲۰ اگست ۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کو ہوا
جس میں جناب ڈاکٹر آر۔ احمد۔ وزیر صوبہ مغربی بنگال شریک تھے۔ تیسرا جلسہ

۱۳۔ حیاتِ دیسی۔ مولانا اختر سیحہ اردو ص ۱۳

حضرت مولانا حمید جلالی کے داماد ممتاز الحدیث مولانا زین العابدین صاحب اختری
مذللہ کے زیر اہتمام ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کو منعقد ہوا۔ اس میں مولوی عبدالحمید طوطی
ہائی کمشنر پاکستان نے شرکت کی۔ چوتھا جلسہ سینچر
۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۲ء کو اورپانچواں جلسہ ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۳ء بروز اتوار
منعقد ہوا۔ چھٹا جلسہ ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۴ء کو حضرت صوفی صاحب کے پوتے
جناب مولانا شاہ صوفی مسعود الرحمن صاحب مرحوم کی صدارت میں منعقد ہوا۔

ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مذللہ گوشہ نشین
کان کھولی شریف ضلع چوہیں پرگنہ (مصنف حیات ویسی) کے زیر اہتمام ایصالِ ثواب کے
اس سالانہ جلسہ کا سلسلہ جاری ہے۔ جس میں بنگال کے مختلف علاقوں سے بہت کافی
مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ ۶ دسمبر ۱۹۴۳ء کو ایصالِ ثواب کا سالانہ جلسہ برطے
اہتمام سے منعقد ہوا۔ ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۴۴ء کو ایصالِ ثواب کے سالانہ جلسہ میں بھی
مختلف اضلاع سے پیرانِ طریقت اور سلسلہ کے برادران گرامی کثیر تعداد میں
شریک ہوئے۔

اتوار ۱۰ اگست ۱۹۶۹ء کو جب یہ ناچیز حضرت ویسی کے دربار میں سائے کے لئے

۱۔ حیات ویسی، مولانا اختری حقہ اردو ۵۲-۲۶

۲۔ خط جناب العابدین صاحب اختری مذللہ، بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ء

۳۔ خط مولانا زین العابدین صاحب اختری کلکتہ ۳۳۔ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۶۵ء

حاضر ہوا تھا، تو ان دنوں دلی وال قبرستان کی مسجد میں رجولی ضلع گیارا اب ضلع نوادہ کے بشارت کویم نامی موذن تہا رہتے تھے اور وہی مزار مبارک تک زائرین کی رہنمائی کرتے تھے۔ قبل والے فسادات ہی میں دلی وال قبرستان کے اکثر مزارات شہید کر دیے گئے تھے۔ صرف حضرت ولیسی رح کا مزار شریف باقی تھا۔ اُسے بھی کچھ نقصان پہنچا گیا تھا۔ ۱۹۶۱ء میں مشرقی بنگال میں جو سیاسی انقلاب آیا۔ اُس زمانہ میں یہاں ہندو پناہ گزینوں کا کافی تعداد آگیا اور ان لوگوں نے مسجد اور قبرستان پر قبضہ کر لیا اور مکانات بنائے۔ مولانا زین العابدین صاحب آخری مظلمہ کی تصنیف حیات ولیسی کا مطالعہ کرنے کے بعد منزل حسین نامی ایک مسلمان تاجر بنگلہ دیش سے کلکتہ آئے اور کافی خرچ کر کے حضرت صوفی صاحب کے مزار شریف کو نہایت عمدہ طریقے سے بنوایا جو قابل دید ہے۔

اپریل ۱۹۷۳ء میں میرے ایک ہم وطن دوست نے کلکتہ سے مطلع کیا کہ غشی پناہ کی مسجد پر ہندو پناہ گزین قافلہ ہیں اور اب اُس مسجد میں صرف حضرت ولیسی کے مزار شریف

مولانا زین العابدین صاحب - آخری مظلمہ کی قابل قدر تصنیف حیات ولیسی ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کے دو حصے ہیں۔ اس کا پہلا حصہ بنگلہ میں ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ اردو میں اس میں کل ۶۸ صفحات ہیں۔ اس میں حضرت ولیسی رح کے متعلق مضامین - کلام کا نمونہ اور تقریریں شامل ہیں۔ اور حضرت صوفی صاحب کے متعلق نہایت مستند کتاب ہے۔

مولانا زین العابدین صاحب آخری - جام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جون ۱۹۷۳ء

کی ذیلت کو جانے والے مسلمان ہی نماز پڑھتے ہیں۔ ایک ہندو پناہ گزین و صوفی کے لئے پانی کا انتظام کر دیتا ہے اور وہی حضرت صوفی صاحب کے مزار شریف تک رہنمائی کا کام انجام دیتا ہے۔ حضرت ویسیؑ کا مزار شریف اچھے حال میں ہے۔ ابھی شہر میں امن ہے۔ اس لئے وہاں آنا جانا آسان ہے۔ ورنہ بدامنی کے زمانہ میں وہاں کسی مسلمان کا جانا ممکن نہیں۔ جناب حاجی نبی محمد صاحب (ابن خان بہادر محمد سلیمان صاحب ام۔ ال۔ سی۔ سوم) گیس اسٹریٹ راجہ بازار کلکتہ کے خط مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۷۵ء سے بھی ان باتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

۱۴۔ اولاد و احیاء

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؑ قدس سرہ نے پناہی ضلع مرشد آباد میں شادی کی تھی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی فاطمہ قدس سرہ با کا مزار پناہی۔ تھانہ بھرت پور ضلع مرشد آباد میں ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے جناب سید مصطفیٰ علیؑ اور ایک صاحبزادی بی بی زہرا صاحبہؑ تھیں۔ جناب سید مصطفیٰ علیؑ عربی فارسی کے زبردست عالم تھے۔ اردو اور انگریزی ادب میں بھی آپ کو کافی مہارت حاصل تھی۔ اس زمانہ میں کلکتہ سے ایسا انگریزی اخبار "مسٹر کریٹل" نامی شائع ہوتا

۱۔ خط جناب مولوی عبدالباسط صاحب، نظر پور پناہی، پور کھڑی، ضلع مستان، محکمہ ازیام لوہن
اسٹریٹ کلکتہ کے مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۷۵ء۔

تھا سید صاحب اس اخبار میں مضمون لکھا کرتے تھے اور اپنے والد ماجد کی جگہ نواب واپس
 علی شاہ معزول شاہ اودھ کی پولیٹیکل نیشن آفس میں کام کرتے تھے۔

سید مصطفیٰ علیؒ کی شادی پنپاسی میں جناب نجابت حسین صاحب مرحوم کی صاحبزاد
 انوند کارنی اُمّہ البتول صاحبہ سے ہوئی تھی۔ آپ کے دو صاحبزادے سید مسعود الرحمن اور
 سید جان عالم اور دو صاحبزادیاں سیدہ تمنا خاتون اور سیدہ فاطمہ ہوئیں۔ ابھی دونوں صاحبزاد
 چھوٹے ہی تھے کہ جناب سید مصطفیٰ علیؒ کا انتقال ہو گیا وہ پنپاسی میں آرام فرما رہے تھے۔
 مسعود الرحمن صاحب پہلے کلکتہ بیرتل بورڈ میں ملازم تھے۔ پھر پنپاسی ضلع مرشد آباد
 میں قیام پذیر ہوئے۔ ان کی شادی علی پور کلکتہ کے ایک معزز و محترم سادات خاندان میں
 جناب سید غلام محی الدین صاحب کی صاحبزادی سیدہ منورہ بیگم سے ہوئی تھی۔ سیدہ
 منورہ بیگم نے ۱۹۳۲ء میں انتقال کیا۔ ان کا مزار مانگ تہ کلکتہ کے اسی دلی وال
 قبرستان میں اپنے دادا سید عبدالعزیز کے مزار کے قریب ہے۔ جہاں حضرت صوفی
 صاحب آرام فرما رہے ہیں۔ یہیں ان کے پہلو میں ان کی چھ دس سال صاحبزادی سیدہ سکینہ
 بھی مدفون ہیں۔ مولانا سید مسعود الرحمن صاحب کا انتقال ہو چکا ہے ان کا مزار

سے چلتا ویسی مولانا اختری حصہ ابد و صلہ

سے جناب سید غلام محی الدین صاحب جناب سید عبدالعزیز صاحب (متوفی ۱۹۳۱ء) کے بیٹے اور
 سید معین الدین اس صاحب کے بڑے بھائی تھے۔ سید عبدالعزیز صاحب مانگ تہ دلی وال قبرستان میں حضرت
 صوفی صاحب کے پچم دفن میں۔ سید غلام محی الدین صاحب کا مزار جیسور میں ہے۔ یہ دونوں بھائی شہزاد
 کے ماہر تھے۔ سید غلام محی الدین صاحب کے دوسری صاحبزادی کی شادی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۷)

پٹنہ میں ہے۔ اُن کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں یادگار ہیں۔ وہ نہیں بیٹے
 پہلے کراچی پاکستان میں رہتے تھے۔ اب جناب سید محفوظ علی صاحب مدظلہ کے
 محکمہ پینٹ اور ڈیزائن میں افسر ہیں اور دوسرے صاحبزادے جناب سید ود علی
 صاحب چارنگام میں محکمہ کسٹم میں پریوینشن آفیسر کے عہدہ پر فائز ہیں۔ مولانا سید
 مسعود الرحمن صاحب کی بڑی صاحبزادی سیدہ سارہ خاتون کی شادی پٹنہ میں
 اپنے ہی خاندان میں جناب آخوندگار محی الدین صاحب سے ہوئی۔ وہ پہلے محکمہ تعلیم میں
 اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان دنوں ڈھاکہ میں مقیم ہیں۔ دوسری صاحبزادی سیدہ
 محسن آباد کی شادی پٹنہ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب مدظلہ کے بیٹے
 جناب صوفی اکرام الحق صاحب مدظلہ کے پرستے جناب ضیاء الحق صاحب سے ہوئی۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۶ کا]

صوفی سید فتح علی صاحب مدظلہ کے نامور خلیفہ مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب مدظلہ کے نواسہ الحاج قاضی
 محمد سیف اللہ صاحب پیکر جنرل جسٹس مشرقی پاکستان سے ہوئے۔ سیدہ خدیجہ بیگم الحاج مولانا سید محمد
 بشیر الدین صاحب مدظلہ (خلیفہ مولانا ابو بکر صاحب مدظلہ) کی بیٹی ہیں۔ چچا زاد ہیں۔ تھیں ہر عورت نے بہت
 سید بشیر الدین صاحب سے ۱۹۳۴ء میں اپنے لئے کہ معافی سے کفن ماننے کی فرمائش کی تھی لیکن سید صاحب مدظلہ
 کا دعوت اللہ سے واپسی کے قبل ان کا انتقال ہو گیا۔ خط جناب الحاج مولانا بشیر الدین صاحب مدظلہ کا
 مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۵ء اور ۳ مارچ ۱۹۴۵ء۔

۱۲ خط جناب سید عبدالمتین صاحب شاہ پور۔ از پٹنہ میں منسلح مرشد اہل بد مذمت ۸ اکتوبر ۱۹۶۱ء۔

۱۳ صوفی اکرام الحق صاحب مدظلہ کے نام حضرت صوفی فتح علی صاحب مدظلہ کے خط کی عکسی نقل مولانا زین العابدین

یہ پناہی ضلع مرشدآباد میں دہتے ہیں۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کے دوسرے پوتے جناب الحاج محمد
محمد خان عالم صاحب ام۔ اے۔ بی۔ ال۔ ۲۹ وائر اسٹریٹ۔ وری۔ ڈھاکہ ۳ میں
ہیں۔ وہ سپریم کورٹ بنگلہ دیش کے نہایت سینیئر ایڈووکیٹ ہیں۔ پہلے ڈھاکہ ہائی کورٹ
میں پریکٹس کرتے تھے۔ جہاں وہ سرکاری ایڈووکیٹ کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں
اردو فائی ہے بھی واقعہ ہیں۔ ان کی شادی بھرت پور ضلع مرشدآباد میں جناب
خان بہادر اٹو نند کار فضل حق صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی صاحبزادی ستیہ بک
سے ہوئی۔ جو بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ جناب ڈاکٹر کمال حسین صاحب کی چھان
بہن ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ صاحبزادے
جناب سید شہید عالم صاحب ہار ایٹ لانسپریم کورٹ بنگلہ دیش میں پریکٹس کرتے ہیں
ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی ہے اور صاحبزادی جنابہ ستارہ بیگم صاحبہ
بی۔ اے کی شادی سپریم کورٹ بنگلہ دیش کے جج آرنیل مسٹر جسٹس عبدالرحمن

بقیہ حاشیہ ص ۱۸۷ کا

صاحب اختر نے حیات دینی حصہ بنگلہ کے صفحہ ۲۴ پر پیش کیا ہے۔ صوفی اکرام الحق کا مرزا ہلری
ضلع کوچ بیار (مغربی بنگال) میں ہلری ہلری اسٹیشن سے ایک میلی کے فاصلہ پر ہے۔ ہر سال ۵ ہجرت بنگلہ کو
ڈرامہ کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خدیمولانا زین العابدین صاحب اختر نے موصولہ ۲۷ فروری ۱۹۴۵ء اور

۲۴ مارچ ۱۹۴۵ء

۱۸ خط مولانا سید عبدالباقی صاحب لفظ ڈھاکہ کے مدرسہ ۱۹ ستمبر ۱۹۴۲ء

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

سے ہوئی ہے۔ سچ صاحب محترم کے دو صاحبزادے صبیح الرحمن چودھری اور ریاض الرحمن
 چودھری اور دو صاحبزادیاں رُوسیلی رحمن چودھری اور دافنہ رحمن چودھری ہیں۔
 رُوسیلی رحمن چودھری بی۔ اے میں ہیں۔ اور ریاض الرحمن چودھری نویں درجہ میں پڑھتے ہیں۔
 سید محمد مصطفیٰ علیؒ کی صاحبزادی سیدہ تمنا خاتون صاحبہ کی شادی
 بس محمد مبین صاحب کے ہوئی۔ ان دنوں وہ راج شاہی میں رہتی ہیں۔ دوسری
 صاحبزادی سیدہ فاطمہ صاحبہ کی شادی اپنے چھوٹے بھائی زاد بھائی سید احسان احمد
 صاحب کے ہوئی۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی حضرت بی بی
 سیدہ زہرا صاحبہ جو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں اور رابعہ نکال کے نام سے مشہور
 ہیں۔ ان کی شادی پنپاسی سے آٹھ میل (۱۳ کیلو میٹر) پر شاہ پور میں حضرت سید
 حسینؒ سے ہوئی تھی۔ حضرت سید محمد حسینؒ کے مولدات اعلیٰ سید محمد میر حسنؒ بلخ
 (فغانستان) سے دہلی تشریف لائے ان کی اولاد میں سید فدائی حسینؒ دہلی سے
 ال آکر ضلع مُرشد آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ شاہ پور ضلع مُرشد آباد میں حضرت

خط جناب الحاج سید محمد جان عالم صاحب مدظلہ۔ ودی اسٹریٹ ڈھاکہ ۳۔ بنام
 تم الخروف مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۶۵ء

خط جناب جسٹس عبدالرحمن چودھری مدظلہ مورخہ یکم جولائی ۱۹۶۵ء اور خط جناب عبدالسلام
 صاحب۔ جھونا تھہ باسک لین ڈھاکہ ۱۔ مورخہ یکم جولائی ۱۹۶۵ء

سید محمد حسین کا خاندان منشی باڑی خاندان کے نام سے مشہور ہے۔

بی بی سیدہ زہرا کے ایک بیٹے سید احسان احمد اور دو صاحبزادیاں بی بی ہاجرہ اور بی بی صدیقہ تھیں۔ حضرت ولایتی رح کے نواسے سید احسان صاحب کی شادی اپنی ماموں زاد بہن بی بی سیدہ فاطمہ سے ہوئی۔ جن سے تین صاحبزادے سید عبدالمتین، سید فردوس احمد اور سید ابوالبشر اور دو صاحبزادیاں سیدہ صالحہ اور سیدہ حلیمہ بانو ہیں۔ جناب سید فردوس احمد اور سید ابوالبشر راج شاہی میں اور سیدہ صالحہ بانو اور سیدہ حلیمہ بانو اپنے شوہروں کے ساتھ پانہ میں رہتی ہیں۔ سید احسان احمد صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے جناب سید عبدالمتین صاحب پہلے اپنے آبائی گاؤں شاہ پور میں رہتے تھے۔ اب کچھ دنوں سے اپنی نیمہال پٹناسی میں منتقل ہو گئے ہیں۔ ان کی شادی اپنی خالہ زاد بہن سیدہ حسمت آنا بیگم سے ہو چکی ہے، جو سیدہ تمنا خاتون اور جناب محمد امین صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ جناب سید عبدالمتین صاحب مدظلہ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ حضرت سیدہ زہرا اور ان کے صاحبزادے سید احسان احمد صاحب کے مزارات شاہ پور ضلع مرشد آباد میں ہیں۔ یہ دونوں

۱۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر کی کلکتہ ۲۲۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۲ء
۲۔ شاہ پور تھا۔ بھرت پور، سب ڈویژن کانڈی ضلع مرشد آباد، برسرِ اعظم گنج کٹوالوب لائن
تینیا ریوے اسٹیشن سے تین میل پانچ کیلو میٹر اور تھانہ کے صدر مقام بھرت پور سے تقریباً ۲۰
زچہ کیلو میٹر اگسٹ پور سے۔ بھرت پور سے سب سے گرام ہوتے ہوئے شاہ پور تک ایک خام ٹریک قائم
رہیگا۔

بہت اچھے حال میں ہیں۔ بی بی سیدہ زہرا کی صاحبزادی بی بی ہاجرہ مرحومہ کی شادی پناسی تھانہ بھرت پور میں اخوند کار عبدالحفیظ صاحب سے اور بی بی صدیقہ مرحومہ کی شادی اخوند کار حاجی مرحوم سے ہوئی تھی۔ ضلع مرشد آباد میں ہوئی تھی۔ اس وقت پناسی ضلع مرشد آباد میں حضرت مولانا مفتی محمد علی صاحب سیسی کی اولاد ظاہری میں نمائندہ ہستی جناب سید عبدالمتین صاحب مدظلہ کی ہے۔ یہ حضرت سیسی کی صاحبزادی بی بی سیدہ زہرا کے پوتے ہیں۔ یہ زیادہ تر پناسی میں اور بھی کبھی مارسیڈن اسٹریٹ کلکتہ ۱۶ میں رہتے ہیں۔ ان دنوں بروڈی پور جنکشن ضلع جوہیں پرگنہ کے قریب مدار ہاٹ (برٹنڈ) میں مقیم ہیں۔ انہوں نے ۱۹۷۳ء میں حضرت مولانا مفتی محمد علی صاحب سیسی کی حیات منظر زبان میں لکھی ہے۔ جو نکال اور آسام کے علاقہ میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ پناسی میں حضرت سیسی کے پوتے الحاج مولانا مسعود الرحمن صاحب کی چھوٹی صاحبزادی سیدہ حسنہ صاحبہ بھی رہتی ہیں۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۱ کا]

گلام سے شاہ پور دو میل (تین کلومیٹر) کے ٹاک کا پتہ: شاہ پور۔ براہ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد ہے۔ خط جناب اخوند کار عبدالرحمن صاحب پوسٹ ماسٹریٹ گلام۔ مورخہ ۱۹۷۳ء اور خط جناب مصطفیٰ صاحب پوسٹ ماسٹر شاہ پور، مورخہ ۳ جون ۱۹۷۴ء

۱۷ خط جناب سید عبدالمتین صاحب شاہ پور مدظلہ۔ از پناسی ڈاک خانہ بہران بجاہ کٹوا ضلع بدوان مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء (بزبان بنگلہ)

۱۸ خط جناب سید عبدالسلام صاحب جیدناٹھ باسک لین ڈھاکہ۔ مورخہ یکم جولائی ۱۹۷۵ء

۱۹ خط جناب سید عبدالمتین صاحب شاہ پور مدظلہ (بزبان بنگلہ) بنام راقم الحروف از برٹنڈ۔ نزد بروڈی پور ضلع جوہیں پرگنہ۔ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۷۴ء۔

۱۵۔ اخلاق و عادات

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و تسی قدس سرگاہ اپنے وقت کے شیخ طریقت و عادت کمال تھے۔ اخلاق بنوئی سے متصف تھے۔ ہمیشہ اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدرجہ کمال خیال رکھتے تھے طبیعت میں سیر حشمتی، سخاوت اور فیاضی کا مادہ بہت تھا۔ آپ کے دروازے سے کبھی کوئی سائل واپس نہیں گیا۔ جس زمانہ میں پولیٹیکل کلاس کے دفتر میں ملازم تھے مشاہیرہ کا زیادہ حصہ غریبوں یتیموں، بیواؤں، بے کسوں اور محتاجوں پر خرچ کرتے تھے۔ بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس اور قیام و طعام میں بیسادیگی تھی۔ کہیں بھی تکلف، نمود و نمائش کا نام نہ تھا۔ لباس سادہ لیکن صاف ستھرا پہنتے تھے۔ طبیعت میں صفائی، لطافت و نفاست بہت تھی۔ عطر اور خوشبو کا استعمال بہت پسند تھا۔ اکثر روزہ رہتے تھے اور افطار کے وقت بھی محتاجوں اور مسکینوں کا خیال رکھتے تھے۔ نظام اوقات کے سختی سے پابند تھے اور دو وظائف، نوافل وغیرہ پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اکثر سپرڈیل چلتے تھے، لیکن سوار کا آسانی سے مل جانے پر اس کا استعمال بھی پسند فرماتے تھے۔ اصلاح عقاید اور تبلیغ و اشاعت دین کی طرف بہت توجہ تھی۔ اللہ کے بندوں کو عراطیم مستقیم کی طرف لے کر اور اللہ سے ملانے میں مسرت محسوس کرتے تھے۔ فخر موجودات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے بے انتہا عشق تھا۔

وہیسا از دین و ایمان این قدر دایم بس

دین ما عشق محمد، حب او ایمان ما

کشف و کرامات کے اظہار کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی مریدوں کی تربیت و اصلاح کے سلسلہ میں اس کا اظہار ہو جاتا تھا۔ غرض کہ اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے حضرت وسیؒ کا اخلاق نبوی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔

۱۶۔ کشف و کرامات

اولیاء اللہ سے کبھی بالکل غیر شعوری طور پر اور کبھی حالت شعور میں غروراً کرامات ظہور ہوتا ہے۔ ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب اخترؒ نے اپنی کتاب "حیات وسی" میں آپ کی چند کرامتوں کا ذکر کیا ہے۔ حضرت وسیؒ سے سترہ اپنے مریدوں کو چند لمحوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے مشن کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس کرامت کے پیش نظر مولانا نے محترم نے ہر جگہ آپ کے دوسرے القاب کے ساتھ رسولؐ کا لفظ بھی نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

آپ کے خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ فر فر اشریفؒ لکھا ہے کہ ایک بار مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس مولانا شاہ صوفی سعادت حسین صاحبؒ

۱۔ حیات وسی - مولانا زین العابدین صاحب اخترؒ - حصہ اول ص ۲۴-۲۵

۲۔ حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب قدس سرہ - فر فر اشریفؒ - تھانہ جنگی پارہ ضلع ہوگی (مغربی بنگال) متوفی بہار جب ۱۳۳۳ھ - یکم جولائی ۱۹۱۳ء قطب الارشاد غوث ذوالحجرت حضرت سید عبدالباری شاہ گورکھ پور (دسمبر ۱۹۰۰ء) بنڈیل شریف ضلع ہوگی کے پیر و مرشد۔

۳۔ شمس العلماء مولانا شاہ سعادت حسین صاحبؒ موضع خیر پور کبیر پور ضلع بہار، تھانہ ریلوے - سب ڈیویژن حاشیہ ۱۹۵

Marfat.com

Marfat.com

قبلاً کی خدمت میں جا فرماتے۔ ایک حدیث نبویؐ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا کا خیال تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴)

بہار شریف ضلع نالندہ (سابق ضلع پٹنہ) صوبہ بہار کے رہنے والے مولوی رحمت علی صاحب کے صاحبزادے تھے۔
 کہہ میں پیدا ہوئے۔ معقولات میں جناب مفتی محمد یوسف صاحب لکھنؤ کے اور معقولات میں جناب مولانا سید نذیر حسین
 صاحب محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ مولانا احمد علی صاحب بہارن پوری سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ تکمیل تعلیم کے بعد
 کچھ دنوں تک آرہ ضلع شاد آباد کے ایک مدرسہ میں درس دیتے رہے۔ پھر آپ کی خدمات مدرسہ مہارن پور کے لئے
 حاصل کی گئیں۔ ۱۸۸۳ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دیوبند نے
 دسمبر ۱۸۸۶ء میں انتقال فرمایا اس لئے زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ۱۸۸۳ء اور ۱۸۸۶ء کے
 ماہ میں پیش آیا ہوگا۔ مولانا نے ۶۵ یا ۶۶ سال کی عمر میں می ۱۹۱۳ء میں پٹنہ میں انتقال کیا اور کہہ تھانہ سلاؤ
 کی مسجد میں دفن کئے گئے۔ کہہ بہار شریف سے دس میل اور قصبہ سلاؤ سے دو میل پور ہے۔

مولانا سعادت حسین صاحب اپنے زمانہ کے متبحر عالم، نامور محدث، منطق اور فلسفہ کے ماہر اور

نہایت بزرگ انسان تھے۔ معقولات میں کمال حاصل تھا اور لگانہ روزگار تسلیم کئے جاتے تھے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ
 کے پرنسپل سر ڈینی سن راس آپ کے علم و فضل کے بہت مداح تھے۔ کبھی کسی دربار میں حاضر نہیں ہوئے۔ فلسفہ
 کا مشہور کتاب ہدیہ سعیدیہ پر حاشیہ لکھا تھا۔ سالہ ابطال تنازعہ خواجہ میرزا اور حاجہ ہریت الحکمت کی
 مشہور تصانیف ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے آپ کے حدیث کا درس لیا تھا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا
 عبدالمجید صاحب علم و فاضل خدائش اور نیشنل پبلک لائبریری میں کٹیلر گئے۔ اور آپ کے پوتے مولوی محمد اکرم
 صاحب وکیل (عمر ۶۵ سال) بہاری ساد الدین مراد پور پٹنہ ملک میں رہتے ہیں۔ اور پٹنہ کی عدالت میں پریکٹس
 کرتے ہیں۔ بحوالہ عزیزینا صحیح الدین جیہ صاحب ام ۱۷۱-۱۷۲، دارالتحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ ۶۔
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۶ پر)

Marfat.com

Marfat.com

کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔ اور حضرت صوفی صاحب قبلہ کو اس کے صحیح ہونے پر اصرار تھا۔ چنانچہ حضور قبلہ نے مولانا پر اپنا فیض ڈالا۔ مولانا فوراً بے ہوش ہو گئے اور اس حال میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ حدیث جس کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی بالکل صحیح ہے۔ تھوڑی دیر بعد حیب مولانا سعادت حسین صاحب کو ہوش آیا، تو انہوں نے برحمتہ اقرار فرمایا کہ یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔

اس لئے کہا گیا ہے کہ صوفی ہرچہ گوید دیدہ گوید۔ اُن کا علم کتابی اور کتسابی نہیں ہوتا۔ وہ علم لدنی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ معشوق و محبت کی بھٹی میں وہ اس طرح تپتے ہیں کہ قلب اُن کا روشن اور منور ہو جاتا ہے اور قدرت کے بہت سے راز ہائے سرستہ اُن پر آشکارا ہوتے ہیں۔ لیکن عموماً وہ اس طرح کے رازوں کا انکشاف پسند نہیں فرماتے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیہ ر کے ہم عصر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک دوسرے بزرگ حضرت سائیں توکل شاہ نے انبالہ میں اپنے مرید اور خلیفہ جناب خواجہ

[یقیناً شیعہ ۱۹۵۵ء کا]

۲۷ جولائی ۱۹۶۲ء، خط مولوی قمر الہدی صاحب رٹھارڈ ہڈ مولوی از کہ طبع نالندہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ

۱۳ اگست ۱۹۶۲ء، اہم بھوالمولوی محمد اکرم صاحب دکیل پٹنہ ۲۲، ۱۷ اگست ۱۹۶۲ء، خط مولانا

زین العابدین صاحب اختر کی کلکتہ ۲۲، بنام راقم الحروف ۲۲، فوری ۱۹۶۵ء۔

۱۷ حضرت سائیں توکل شاہ، ضلع گرواس پور پنجاب میں ڈیرہ بابانک اور رتھارڈ پٹنہ کے درمیان پتھو کی کے
(یقیناً شیعہ ۱۹۵۵ء پر)

محبوب عالم صاحبؒ کو حضرت ابن عمرؓ کے سلسلہ میں طلباء کو ایک موضوع حدیث پڑھانے سے فوراً روک دیا تھا اور بعد میں مولانا کے دریافت کرنے پر فرمایا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نورِ عرش تک جاتا ہے اور چونکہ اس میں نور تھا ہی نہیں اس لئے میں نے پہچان لیا۔

قرآن پاک کی تلاوت کے وقت نور کی موجیں اٹھتی ہیں۔ ان کے آثار پڑھاؤ سے اور قرآن پاک کے جو فیوض و برکات ان کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔ ان سے اللہ کے ان قدسی صفات بندوں پر تلاوت کرنے والوں کی غلطیاں واضح ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سائیں توکل شاہؒ کے ایک ان پڑھ اور مٹی مرید امیر اللہ شاہ کا اپنے وطن پورہ (پنجاب) میں ایک حافظ قرآن کو ایک بار ایک آیت چھوٹ جانے اور دوسری بار متشابہ لگنے پر بتلا دینے کا واقعہ پنجاب میں مشہور ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و سیدی کے سلسلہ کے بزرگ قطب الارشاد حضرت

[بقیہ حاشیہ ۱۹۶ کا ۲]

پہنے والے ادب جہاں خیلان ضلع ہوشیار پور کے حضرت خواجہ قادر بخش نقشبندی رح کے خلیفہ عم الربیع الاولؒ

۲ اگست ۱۸۹۷ء کو انبالہ میں انتقال ہوا۔ مزار شریف انبالہ میں ہے۔ آپ کے متعلق جناب خواجہ محبوب عالم صاحبؒ کی کتاب 'ذکر خیر المعروف بصحیفہ محبوب نہایت مستند تصنیف ہے۔

۱۰ ذکر خیر، المعروف بصحیفہ محبوب سخا جہ محبوب عالم صاحبؒ (سیدہ شریف) تحصیل پھالیہ۔ ضلع گجرات۔ پنجاب۔ پاکستان، ص ۱۲۳۔

۱۱ امیر اللہ شاہؒ پورہ، تحصیل بگا دھری۔ ضلع انبالہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے دریافت حال پر (بقیہ حاشیہ ۱۹۸ پر)

سید عبدالباری شاہ رحمہ اللہ بظاہر بہت کم پڑھے لکھے تھے۔ لیکن جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا، تو بقیہ مسوومہ و سطر کتاب کا حوالہ دیتے تھے۔

کلکتہ کے شیخ خدا بخش کے حوالے سے ممتاز الحدیث مولانا زین العابدین صاحب اختر میڈیکل نے لکھا ہے کہ ایک بار ایک مرید نے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی سے عرض کیا کہ سخت ریاضت کے باوجود اس کا قلب جاری نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کسی سوڈ خوار کے یہاں تو کھانا نہیں کھایا؟ اس مرید نے اقرار کیا کہ اس کا داماد سوڈ خوار ہے اور اس نے اس کے یہاں صیانت کھائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس حرام لقمہ کے باعث قلب سیاہ ہو گیا اور جاری نہیں ہوتا ہے۔

ایک بار حضرت ولیمی قدس سرہ ایک گاؤں سے گذر رہے تھے۔ ایک پاکی والے کو سانپ نے کاٹا اور وہ بیہوش ہو گیا۔ حضرت نے اس پر توجہ ڈالا اور اللہ کی مہربانی سے وہ فوراً اچھا ہو گیا۔

کلکتہ میں جب حضرت ولیمی قدس سرہ بی بی سالت کی مسجد میں مقیم تھے، تو جناب

تفہیم حاشیہ ۱۹۷۷ء کا ۲

حضرت سائیں ڈوگل شاہ کو بتلایا تھا کہ لوح محفوظ پر قرآن پاک کی آیتیں نظر آ رہی تھیں۔ اس افشاءے راز پر انکی تادیب بھی ہوئی تھی۔ صحیفہ محبوب مسد۔

۱۔ تظہار الارشاد غوث زماں حضرت سید عبدالباری شاہؒ۔ بنڈیل شریف ضلع ہوگلی۔ مغربی بنگال۔ انتقال سنہ ۱۹۷۸ء
۲۔ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۷ء۔ خلیفہ حضرت مولانا غلام سلیمان صاحب فرزا شریف۔ ضلع ہوگلی۔
۳۔ سوانح حیات سید عبدالباری شاہؒ حضرت مولانا محمد سعید جلال صاحب مدظلہ۔ سنگرانواں ضلع اہم گڑھ مسد۔
۴۔ حیات ولیمیؒ مولانا زین العابدین صاحب اختر میڈیکل۔ حصہ اول ص ۱۸۔

شاہ مرشد علی القادریؒ کے ایک مریدین کو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بڑا اشتیاق تھا۔ آپ کے فریضے اُن کو زیارت نصیب ہوئی۔

۱۷۔ خلفا اور مریدین

دیوان دہلی کے مرتب مولوی سید محمد حسن صاحب پوری نے دیوان کے اخیر میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی قدس سرہ کے تینتیس خلفا اور مریدین کی فہرست دی ہے۔ مولانا زین العابدین احرسی ماظہ، حجر ہاشمین کان کھوں شریف (ضلع چوہیں پرگنہ) کی تصنیف حیاتِ بیسی میں مولوی مبین اللہ صاحب رام پاڑہ ضلع ہوگلی اور مولوی سید فدا الحقار علی صاحب ٹیکارگڑھ ضلع چوہیں پرگنہ کے سوا باقی تینتیس اصحاب کے نام شامل ہیں۔

۱۔ مولانا شاہ الحق صاحب۔ سب کرام۔ ضلع مرشد آباد۔

۲۔ مولوی ایاز الدین صاحب۔ علی پور۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کے ہم عصر بزرگ۔ ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے اور سن ۱۹۰۰ء میں انتقال ہوا۔
مزاہب ایک برناؤ میں ہے آپ کے حالات اور ارشادات مذکورہ مولیٰ میں ملتے ہیں۔ ر. و. ڈکٹر۔ شیخ محمد اکرام۔ ۱۹۶۱-۶۲

۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۵ء۔ ۸-۲۰

۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۵ء۔ ۲۲-۲۳

- ۳۔ صوفی نیاز احمد صاحب۔ کاترا پوتا۔ شہر بہرہ دوان۔
- ۴۔ صوفی اکرام الحق صاحب۔ پٹنہ سی۔ ضلع مرشد آباد۔
- ۵۔ مولوی مطیع الرحمن صاحب چانگام۔
- ۶۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب چانگام۔
- ۷۔ مولوی عبدالعزیز صاحب۔ چندوہ۔ جہان آباد۔ ضلع ہوگلی۔
- ۸۔ مولوی اکبر علی صاحب۔ سلہٹ۔
- ۹۔ مولوی امجد علی صاحب ڈھاکہ فی الحال سلہٹ۔
- ۱۰۔ مولوی احمد علی صاحب۔ سرید پور۔
- ۱۱۔ شاہ دیدار بخش صاحب۔ پدو پوکھر۔ ضلع ہوڈہ۔
- ۱۲۔ شاہ بقار اللہ صاحب۔ کان پور۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۳۔ مولوی شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحب۔ پھر پھرہ۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۴۔ مولانا شاہ صوفی غلام سلیمان صاحب۔ پھر پھرہ۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۵۔ مولوی غنیمت اللہ صاحب پھر پھرہ۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۶۔ منشی صداقت اللہ صاحب۔ پھر پھرہ۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۷۔ منشی شرافت اللہ صاحب۔ کھاتن۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۸۔ شیخ قسربان صاحب۔ بنیا تالاب۔ کلکتہ۔
- ۱۹۔ شمس العطار مولوی مرزا اشرف علی صاحب۔ کلکتہ۔
- ۲۰۔ سید واجد علی صاحب ہدی یاغ۔ کلکتہ۔

- ۲۱۔ مولوی گل حسین صاحب حراسان
- ۲۲۔ مولوی عطاء الرحمن صاحب ضلع چوہسین پرگنہ۔
- ۲۳۔ مولوی مبین اللہ صاحب۔ رام پور۔ ضلع ہوگلی
- ۲۴۔ مولوی سید ذوالفقار علی صاحب۔ پٹنہ۔ ضلع چوہسین پرگنہ
- ۲۵۔ مولوی عطاء الہی صاحب۔ منٹوٹ۔ ضلع بردوان
- ۲۶۔ منشی سلیمان صاحب۔ بارہ پور۔ ضلع چوہسین پرگنہ
- ۲۷۔ مولوی نصیر الدین صاحب۔ ضلع ندیا۔
- ۲۸۔ مولوی عبدالقادر صاحب۔ فرید پور۔
- ۲۹۔ مولوی قاضی خداتوار صاحب۔ دہلی۔ ضلع ہوگلی
- ۳۰۔ مولوی عبدالقادر صاحب۔ بڈیا یا بان۔ ضلع ہوگلی
- ۳۱۔ قاضی فصاحت اللہ صاحب۔ ضلع چوہسین پرگنہ
- ۳۲۔ شیخ لال محمد صاحب۔ پٹنہ۔ ضلع ہوگلی۔
- ۳۳۔ مولوی سید اعظم حسین صاحب ساکن الحال۔ مدینہ منورہ
- ۳۴۔ مولوی سید عبید اللہ صاحب۔ سانی پور۔ ضلع ندیا۔
- ۳۵۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب۔ پٹنہ پور۔ ضلع ہوگلی۔
- حضرت صوفی سید رفیع علی صاحب اسی قدس سرہ کے اکثر مریدوں کے بارے میں ہماری معلومات بہت کم ہیں۔ دیوان اسی میں ان میں سے اکثر حضرات کا پتہ اتنا مکمل ہے کہ ان کے بارے میں مزید تحقیق میں بڑی دشواریاں ہیں۔ پھر بھی

مختلف نواح سے کچھ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ان لوگوں کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو سکا ہے۔ وہ درج کیا جا رہا ہے۔ حضرت ویسیؑ کے تین خلفاء مولانا عبدالحمید الحق صاحب سیح گرائی، مولانا شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحب اور حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ فرزند شریف کی اہمیت کے پیش نظر ان بزرگوں کے حالات قدرے تفصیل کے ساتھ علیحدہ عنوانات کے تحت پیش کئے جا رہے ہیں۔

جناب مولوی ایاز الدین صاحبؒ علی پور کے رہنے والے تھے۔ لیکن علی پور کے اگے ضلع کا نام نہیں دیا ہے۔ بنگال میں علی پور نام کے دو مقامات ہیں۔ ایک شہر کلکتہ کا جنوبی حصہ ہے، جو ضلع چوبیس پرگنہ کا صدر مقام ہے اور جہاں اضلاع جو پرگنہ اور کلکتہ کی سرکاری کچھریاں، نیشنل لائبریری، مرکزی جیل اور شہرہ آفاق ریلوے گاؤں رچڑیا خانہ وغیرہ ہیں۔ اور دوسرا علی پور ڈووالہ جو ضلع جلیانی گوری (شمالی

۱۔ علی پور ڈووالہ۔ جلیانی گوری ضلع کے علی پور ڈووالہ سب ڈویژن کا صدر مقام کال جنی ند شمالی کنارے پر آباد ہے اور مچھوٹان کی خجگ ۱۸۶۵ء میں سرکار انگریزی کی نمایاں خدمات انجام دینے والے کرنل ہدایت علی خاں کے نام پر ہے۔ ۱۹۱۱ء میں یہاں کی آبادی صرف ۱۵۷۱ تھی۔ جلیانی گوری ضلع گز سٹر۔ جان۔ آف۔ گرونگ۔ ۱۹۱۱ء ص ۱۲۳، تقسیم شدہ اس کی اہمیت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ایک اہم رہنما۔ جنکشن ہے اور رسام کو جاننا قوی شاہ راہ ۱۲ اس کے قریب سے گذرتی ہے۔

کے مشرقی سب ڈویژن کا صدر مقام ہے۔ علی پور کلکتہ کے بہت سے دوسرے خاندان
 یعنی حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و کسی رح اور ان کے نحفاء مولانا شاہ
 صوفی محمد ابو بکر صاحب اور مولانا غلام سلطانی رح سے ارادت اور عقیدت رہی ہے
 جن میں سب نمایان خاندان الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد شیر الدین صاحب مدظلہ
 ہے۔ ظاہر ہے کہ مولوی ایاز الدین صاحب رح کا تعلق ضلع جلیانی گوری کے غلی پور
 انار سے نہیں بلکہ علی پور کلکتہ سے ہے۔

صوفی نیاز احمد صاحب رح منگل کوٹ ضلع بردوان کے رہنے والے تھے۔ وہ منگل
 کوٹ سے شہر بردوان کے محلہ کاٹرا پوتا میں منتقل ہوئے اور وہیں ان کا انتقال
 ہوا۔ ان کا پھر بردوان ریویس اسٹیشن سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر محلہ کاٹرا پوتا
 میں اسی مقام پر ہے، جہاں حاجی پیر بہرام سقہ رح (متوفی ۱۹۷۰ھ = ۱۳۶۳-۶۴ھ) نواب
 قطب الدین خاں کوکلتاش صوبہ دار بنگالہ (متوفی ۱۹۶۰ھ) اور گورنر جہاں بیگم کے
 چلے شوہر شیر افغان خاں کے خزاںات ہیں۔

نواب قطب الدین خاں کوکلتاش حضرت شیخ سلیم شہیدی رح سے اور شاہ محمد سلیم جہانگیر کے رضاعی بھائی
 تھے۔ عہد اکبری میں بردیوں کے ناظم تھے۔ جامع مسجد بردیوں کی مہمت رالی۔ نواب بردیوں میں اب تک آپ کی
 اولاد موجود ہے۔ عہد جہانگیری میں پنج سزادی منصب عطا ہوا اور مرزا راجہ مان سنگھ کے عہد ستمبر ۱۶۰۶ء
 میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ شیر افغان خاں نے ۱۶۰۶ء کو بردوان میں آپ کو دھکے سے قتل
 کر دیا۔ اس کے بعد صوبہ دار کی فوج کے سپاہیوں نے شیر افغان خاں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ قلموس المشاہیر
 جلد دوم، صفحہ ۱۴۳-۱۴۴ء تاریخ بنگالہ سرحد و ناظمہ سرکار حلیہ دوم، ۱۳۲۶ھ۔

صوفی نیاز احمد صاحب کے بڑے بیٹے ڈاکٹر محمد احمد منگل کوٹ خیل
 میں قیام پذیر ہے۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے اپنے والد کی زندگی
 میں انتقال کیا۔ دوسرے بیٹے جناب علی احمد صاحب مرحوم ننگال جوڈیشیل سہیل
 کے ایک سرکردہ رکن تھے۔ وہ آره ضلع شاہ آباد (ہمارے) میں ڈسٹرکٹ اور سٹی
 رہ چکے تھے۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد وہ بھاگل پور (بہار)
 میں آباد ہو گئے۔ تیسرے بیٹے آسام کی کسی چائے کمپنی میں ملازم تھے اور پھر
 بیٹے محسن احمد کارٹر اپوتاشہر بہار میں قیام پذیر تھے۔ جناب صوفی علی احمد
 صاحب بیچ نے ۷۲ سال کی عمر میں بھاگل پور میں انتقال کیا اور شہر سے دکن
 "جننگی" کے قریب خاندانی قبرستان میں آم کے باغ میں دفن ہوئے۔ یہ باغ
 اچھے حال میں ہے۔

جناب صوفی علی احمد صاحب مرحوم بیچ کی ایک صاحبزادی اور چار صاحبزادے
 تھے۔ صاحبزادوں کے نام صوفی سلطان احمد۔ صوفی احسان احمد۔ صوفی غفران
 صوفی طفیل احمد تھے۔ صوفی سلطان احمد صاحب پیکر جیلر جسٹیشن بہار کے پری
 انسٹنٹ کی حیثیت سے ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ان کا ۱۹۴۳ء میں ۶۲ سال
 عمر میں انتقال ہوا۔ صوفی احسان احمد صاحب نے بالکل عالم شباب میں ۲۰

لے خط جناب ڈاکٹر محمد بوتاب صاحب مدد حضرت حمید ننگالی وقف کمیٹی "نور منزل منگل
 ضلع برہمان۔ جام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۶۵ء

میں بھئی میں انتقال کیا۔ اُن کا مزار ناسک میں ہے تیسرے بیٹے صوفی
 نزان احمد کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا۔ چوتھے بیٹے صوفی طفیل احمد صاحب
 تہ میں رہتے تھے۔ اُن کا ۱۹۶۸ء میں انتقال ہوا۔

صوفی سلطان احمد صاحب مرحوم کے تین بیٹے صوفی عزیز احمد صوفی
 ن احمد۔ اور صوفی انوار احمد ہیں۔ صوفی عزیز احمد صاحب نے میڈیکل کی تعلیم گلگت
 ہاسپتال کی اور اس وقت بھاکل پور کے چند ممتاز اور کامیاب ڈاکٹروں میں
 جناب ڈاکٹر محی الدین صاحب اور مولوی محمد اختر صاحب وکیل ناتمار پور
 نل پور کے ساتھ سماجی اور ملی کاموں میں نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ اور ستمبر ۱۹۵۶ء
 ماچیز راقم الحروف کے مخلص دوستوں میں ہیں۔ ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی چار
 بیڑادیاں اور ایک لڑکا الٹرا احمد تیرہ چودہ سال کا ہے اور اسکول میں پڑھتا
 ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کے بھائی صوفی انیس احمد (بی۔ اے۔ سی ٹیکنالوجی) گلگت
 یب جوٹ بل میں اعلیٰ انتظامی عہدہ پر فائز ہیں اور دوسرے بھائی صوفی انوار
 (ایس۔ سی) سندری ضلع دھنبا د میں سیکرٹری لوجسٹکس ہیں۔ صوفی طفیل احمد صاحب کے
 یعنی ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کے چچا زاد بھائی ڈاکٹر امین احمد گلگت میں پریکٹس کرتے
 بھاکل پور میں جناب صوفی علی احمد صاحب مرحوم زوجہ کا خاندان کو نوالی ٹھانہ

جناب ڈاکٹر عزیز احمد صاحب بھاکل پور۔ مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۶۵ء۔ اور ۲ جولائی ۱۹۶۵ء؛
 ڈاکٹر عبدالعزیز ایم۔ اے۔ برہ پور۔ بھاکل پور۔ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۶۵ء

کے پورب آباد ہے۔

صوفی نیاز احمد صاحب منگل کوٹی راجہ کے ایک پوتے صوفی محی الدین
بنگلہ دیش میں ایگری کلچرل ریسرچ انسٹیٹیوٹ (زراعتی ادارہ تحقیقات) کے ڈائریکٹر
ہیں اور وہ جناب ڈاکٹر ابوتراب صاحب منگل کوٹی ضلع بردوان رشتہ میں کھلیے
کاٹرا پوتا شہر بردوان کے جس قبرستان میں صوفی نیاز احمد صاحب راجہ
مزار ہے۔ وہیں بنگال کے مشہور مسلم رہنما اور محدث لیٹریری ایسوسی ایشن کلکتہ
بانی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ اے کے نواسے اور خیالات آزاد۔
دربار (ناول) سوانح عمری مولانا آزاد (مزاجیہ) اور لوفز کلب نامی کتابوں کے
نواب سید محمد خان بہادر آئی۔ ایس۔ اے۔ ڈھاکہ (مولانا آزاد) کے صاحبزادے
سید علی اشرف مرحوم بھی آرام فرما ہیں۔ وہ بردوان میں آباد ہو گئے تھے اور
کی عمریں یہاں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بیٹے پروفیسر سید علی

۱۔ خط جناب سید عبدالسلام صاحب۔ جد و نانا تھہ باسک لین ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶
۲۔ تاریخ ادب اردو۔ رام بابو سکینہ۔ اردو ترجمہ حصہ ۲۶-۲۷، شہاب ثاقب، سید
ماہ نوکراچی ۱۹۶۱ء۔ ص ۴۱، بنگال کے دو نامور خاندان؛ صاحب حسن باڑھ۔ ضلع پٹنہ۔ آج کل
مئی ۱۹۶۵ء ص ۴۲-۴۳

۳۔ خط جناب مولانا ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۴ جون ۱۹۶۵ء، نواب
اشرف مرحوم، سید حسین ایڈیٹر اخبار انڈی پٹنہ۔ الہ آباد اور سفیر منڈ، متھینہ مہر متونی
(بقیہ)

پکلا چوک بردوان میں بستے تھے۔ ذیاب سید علی اشرف مرحوم کی نواسی بیگم سیدہ
فاطمہ فضل الرحمن عرف نسیمی بیگم کو شرف بہت مولانا شاہ صوفی عیوب بکر صاحب
کے خلیفہ مولانا عبدالخالق صاحب سے حاصل ہے۔ نسیمی بیگم، لیڈی براڈرن
کالج سکول میں اردو کی لکچر رکھتیں۔ ان دنوں دھاک منڈی ڈھاکہ میں رہتی ہیں۔
ان کے شریک حیات مسٹر فضل الرحمن مرحوم وزیر حکومت پاکستان نے علامہ
ابلی نعمانی کی شہرہ آفاق تصنیف "سیرۃ النبی" کا انگریزی میں ترجمہ کیا
اور مسٹر فضل الرحمن کے انتقال کے بعد اس کتاب کا مقدمہ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶ کا]

نے بڑے بھائی (سوتیلے) تھے۔ غیر منقسم بنگال کے وزیر اعظم ابوالقاسم فضل الحق مرحوم اور گلہ
نورسٹی کے پہلے مسلمان وائس چانسلر سر حسان سہروردی مرحوم ان کے برادر نسبتی (بھتیجے)
تھے۔ آج کل "مئی ۱۹۷۶ء" ص ۳۲-۳۰

۱۔ مسٹر فضل الرحمن مرحوم موضع شیبے پور گور۔ تھانہ دھہرہ پور گور۔ پورنہ ڈھاکہ میں ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔
۲۔ ستمبر ۱۹۶۶ء کو کار کے ایک حادثہ میں زخمی ہوئے اور ۱۸ دسمبر ۱۹۶۶ء کو ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔
۳۔ بیگم پور قبرستان میں دفن ہوئے۔ بڑا عظیم ہندوستان کے وہ ایک جنیل القدر اور نامور فرزند
کے ہیں تقسیم ہند کے بعد پاکستان کی پہلی کابینہ وزارت میں وہ شامل کئے گئے تھے۔ ذات
روی علی الشر علیہ وسلم سے ان کو عشق تھا۔ سیرۃ النبی کا انگریزی ترجمہ ان کا شاندار کارنامہ ہے۔
۴۔ مجموعہ صفحات کی یہ کتاب پاکستان ہٹائیکل سوسائٹی کی طرف سے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئی۔ قیمت ۳۰ روپے۔
۵۔ سیرۃ النبی۔ بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمن؛ خط جناب سید عبدالسلام صاحب ڈھاکہ۔ مودعہ بیگم جولائی ۱۹۷۵ء

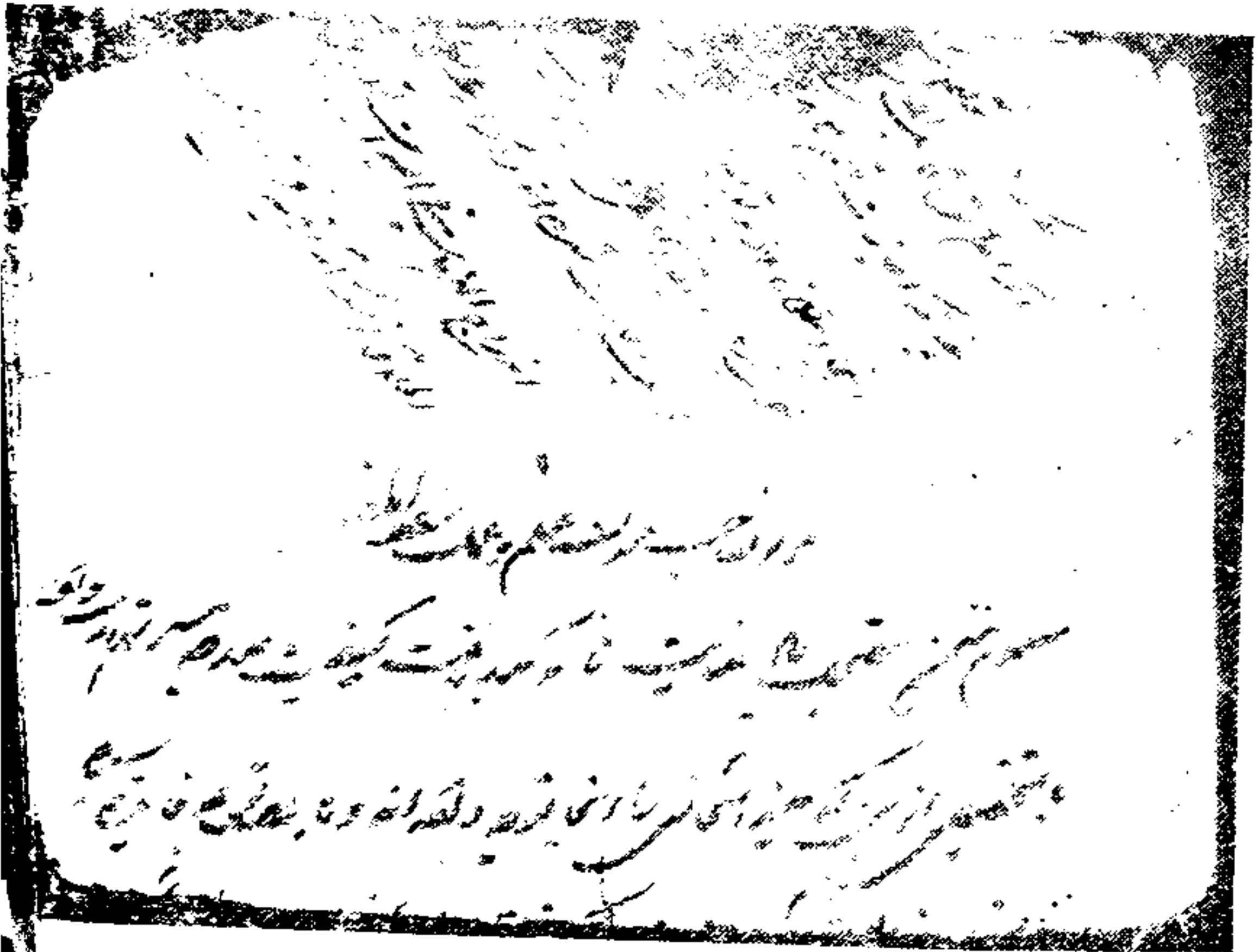
بیگم فاطمہ فضل الرحمن نے لکھا ہے۔

میرانا صدیقی اکرام الحق صاحب پناہی صنلع مرشد آباد کے
 رہنے والے تھے۔ پناہی صنلع مرشد آباد کے بھرت پور
 بھوانہ میں صنلع بردوان کی سرحد کے قریب بھامت پور بہار ان اسٹیشن سے
 نصف میل (یون کیلو میٹر) کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں حضرت صدیقی سید فتح علی
 صاحب قرین پیر کی شادی ہوئی تھی اور یہیں آپ نے اقامت اختیار کر لی تھی
 اسی بستی میں آپ کے صاحبزادے سید مصطفیٰ علی کی شادی نجابت حسین صاحب
 مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ یہیں آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی فاطمہ قدس
 سرہما اور صاحبزادے حضرت سید مصطفیٰ علی کے مزارات ہیں۔ یہیں آپ کی
 نواسی بی بی سیدہ ہاجرہ خاتون مرحومہ کی شادی اخوند کار خیر العزیز مرحوم سے
 ہوئی تھی۔ پناہی ہی میں حضرت کے بڑے پوتے جناب سید مسعود الرحمن صاحب
 کی بڑی صاحبزادی سیدہ سارہ خاتون کی شادی اخوند کار محی الدین صاحب
 اور چھوٹی صاحبزادی سیدہ حسن آرا کی شادی حضرت کے خلیفہ جناب صدیقی اکرام

سے بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمن عرفہ نسیمی بیگم، سپہ سالار حضرت سید نصیر الدین الہ آبادی
 فاتح سلہٹ کی اولاد میں ہیں۔ یہ علاقہ ترائی صنلع سلہٹ کی رہنے والی اور نواب سید علی شرف
 مقیم بردوان کی نواسی ہیں۔ کلکتہ میں ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئیں۔ ۱۹۵۷ء تک بیڈی براہون کلکتہ
 میں اردو کی لکچرر تھیں۔ بچوں کی تعلیم کی ترقی کے لئے سوسائٹی قائم کیا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com



۱۲۔ تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلیؒ

صاحبؒ کے پوتے جناب عینار الحق سے ہوئی ہے۔ انہوں نے کارِ محی الدین صاحب ان دنوں
ڈھاکہ میں مقیم ہیں اور عینار الحق صاحب پناہی میں رہتے ہیں۔

صوفی اکرام الحق صاحبؒ کا مزار ہلدی ہاڑی ضلع کوچ بہار (شمالی بنگال) میں
بنگلہ دیش کی سرحد کے قریب ہے۔ یہاں ہر سال پھاگن بنگلہ کی ۶۔۷ تاریخ کو
ایصالِ ثواب کے لئے سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ جس میں کوچ بہار، جلیپائی گوری
اور بنگال کے دوسرے اضلاع سے مریدوں، متوسلوں اور طالبانِ حق کا ایک کثیر اجتماع
ہوتا ہے۔ مولانا زین العابدین صاحب ختری مدظلہ لکھتے ہیں کہ جناب مولانا صوفی
اکرام الحق صاحبؒ حضرت ولسیؒ کے خاص خلفاء میں سے تھے اور اپنے وقت کے
عارف کامل اور صوفی باکمال تھے۔

جناب صوفی اکرام الحق صاحبؒ کے ایک خلیفہ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحبؒ
ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ یہ رنگ پور کے رہنے والے ہیں۔ ان کی ایک کتاب لندن میں چھپی

ہے ہلدی ہاڑی ضلع کوچ بہار (مغربی بنگال) کے میکلج سب ڈویژن کا ایک تھانہ اور بنگلہ دیش
کی سرحد پر ہندوستان کا آخری ریلوے اسٹیشن اور بڑا تجارتی مرکز ہے۔ ریل کے ذریعہ نو جلیپائی گوری
جکشن یہاں سے ۶۱ کیلو میٹر۔ جلیپائی گوری ۵۲ کیلو میٹر آرتھ اور ضلع کا صدر مقام کوچ بہار ۳۳ کیلو میٹر
پورب ہے۔ جلیپائی گوری اور ہلدی ہاڑی کے درمیان صرف ایک اسٹیشن منڈل گھاٹ ہے۔
ہلدی ہاڑی اسٹیشن صوفی اکرام الحق صاحبؒ کا مزار ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم
شماری میں ہلدی ہاڑی تھانہ کی ۲۳,۶۱۶ نفوس کی آبادی میں مسلمان ۲۳,۸۰۷ تھے اور شہر ہلدی
ہاڑی کی ۵۶۸ نفوس کی آبادی میں مسلمان ۷۰۰ تھے۔ مردم شماری ہند بنگال۔ آر۔ اے۔ ڈی۔

نمبر ۱۹۴۲ء؛ نارنگ ایسٹ فرنیچر ریویو 'نام ٹیل' اپریل ۱۹۴۵ء
کہ خط متاثرات محمد شین مولانا زین العابدین صاحب ختری مدظلہ، کلکتہ ۲۲۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲/۷/۱۹۴۵ء

جناب مولانا زین العابدین صاحب انختری مدظلہ نے حیات ویسی حصہ ۲۳-۲۴ پر حضرت ویسی رح کے ایک خط کی جو عکسی نقل پیش کی ہے۔ اس میں مولانا صوفی اکرام الحق صاحب کا ذکر آیا ہے۔ مولانا نے کتاب کے صفحہ ۲۶-۲۷ پر خط کا مضمون بھی نقل کیا ہے۔ خط کا کنار اقدے کرم خوردہ ہے۔ اس کا جو مضمون پڑھا جا سکتا ہے اس کا متن حسب ذیل ہے۔

مولوی صاحب، معین علم و عمل زاد لطفہ

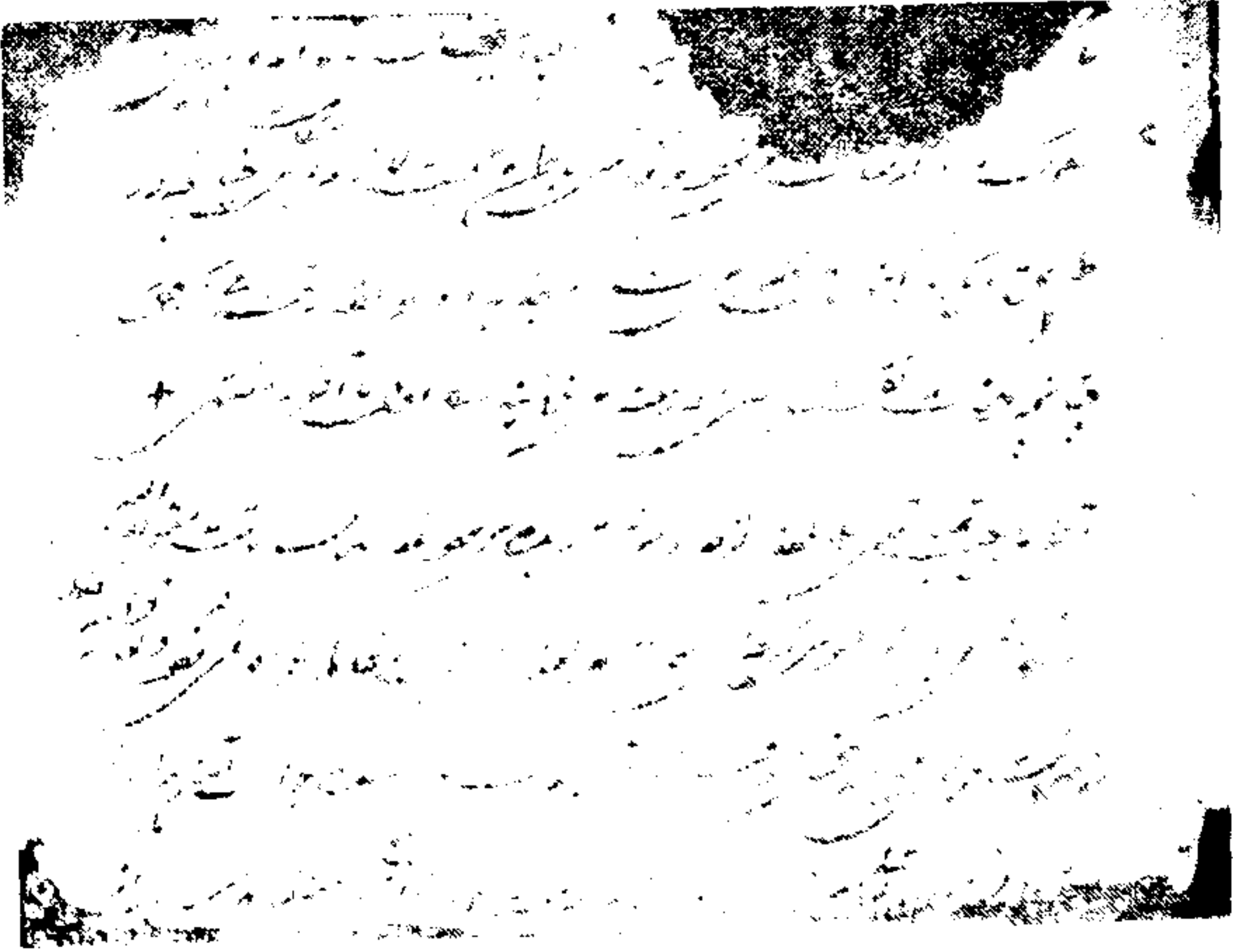
سلام مسنون قبول باد عنایت نامہ سید۔ بدریانت کیفیت بدربہ منتر تھا
دست دادہ۔ بالتحصیل ازین کہ چند اشخاص را آں جا توجہ دادہ اند و باوصف توجہ
فائدہ سیدہ

مکر۔ تعلیم..... اکرام الحق قابل اجازت..... چنانکہ اجازت تعلیم
تا..... این جا امتحاناً از توجہ دہانیدم۔ خوب کرد و بعض اشخاص دیگر ہم
قریب قابل اجازت شدہ اند و اکرام را..... اندر لوج النہایت فی البلیت
تعلیم نمودہ..... اطلاعاً نوشتہ شد..... فی التاریخ عدد۔

..... البیاریت نشانہ ام دہیں سلوک او بالاصالت می شود، و
شورش باطن و محبت لازمہ این مقامست۔ چنانچہ در طریق دیگر در آخر حال ظهور
می کنند جزبہ و..... نقد وقت می گردد چنانچہ حضرت نقشبذ رضی اللہ عنہ

می فرماید : س

اول ما آخر ہر منتہی :: آخر ماجیب تنہا تہی



۱۳ - تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید سراج علی صاحب دہلی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

لہذا توجہ اور موثر تردید ہی شود، بلکہ بہاں وقت متوجہ الیہ در خود اثر می یابد۔

مگر افسوس کہ چیز سے علم نلاند، لہذا تربیت اد خاطر خواہ نمی شود۔ دعا فرمائید۔ فقط

ان خدمت مولوی محی الدین حسن صاحب، نیز قطعہ عنایت نامہ رسیدہ۔

جواب آن ہم امروز فردا اشارہ اللہ تعالیٰ نوشتہ التماس

بخدمت جواد اللہ صاحب، مدوح دین کہ دوسرے روز بار

مولوی مطیع الرحمن اور حافظ محمد ابراہیم صاحب کے بارے میں صرف

یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں چائنگام کے رہنے والے تھے۔ یہ واضح نہیں ہوتا ہے کہ شہر چائنگام کے باشندے تھے، یا کسی دوسری علاقہ کے۔ ان دونوں بزرگوں کے متعلق مزید کچھ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔

جناب مولوی سعید العزیز صاحب کے پتہ میں چندور۔ جہان آباد ضلع ہوگلی

لکھا ہے۔ دامودرنڈی کے چھم ضلع ہوگلی کے مغربی سب ڈویژن کا نام پہلے جہان آباد

تھا۔ بہار کے گیا ضلع میں بھی جہان آباد نام کا ایک سب ڈویژن تھا۔ صوبہ بنگال میں

جہان آباد نام کے دو سب ڈویژنوں کی وجہ سے انتظامی وقت ہوتی تھی چنانچہ ۱۹۱۹ء

میں ضلع ہوگلی کے جہان آباد شہر کا نام بدل کر آرام باغ رکھا گیا۔ شہر کے نام پر سب ڈویژن

سے آرام باغ نام میان لوگوں کے ایک خوبصورت باغ کے نام پر رکھا گیا۔ آرام باغ، ہوگلی ضلع

کے صدر مقام چیتنورہ سے تقریباً ۳۸ میل پچھم قدامتہ دھال کیسورنڈی کی دو شاخوں کے میان

واقع ہے۔ آرام باغ کے پاس مسلمانوں کی اچھی آبادی ہے۔ اور ان کے آثار قدیمہ (بقیہ صفحہ ۲۱۲ پر)

کا نام بھی بدل گیا۔ آرام باغ تاراکیشور دیو سے اسٹیشن سے ۱۹ میل (۳۳ کیلو میٹر) پچم، بردوان سے ۲۶ میل (۴۲ کیلو میٹر) دکن قدرے پچم اور شیو پور ضلع بانکوا سے ۲۵ میل (۵۶ کیلو میٹر) دکن پورب واقع ہے۔ آرام باغ سے بردوان کو جانے والی پختہ ٹرک پر شہر سے تقریباً تین اتر چنڈور نامی بستی ہے۔ اس بستی کے سامنے پچم دھال کیسور تیزی دوستانوں میں بٹ جاتی ہے۔ چنڈور سے اتر میاں گروہ بستی ہے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب اسی چنڈور بستی کے رہنے والے تھے۔

میرے خطوط کے جواب میں مولانا سید عبدالعزیز صاحب کے واحد بھتیجے جناب مولوی سید عبدالعظیم مرحوم کے صاحبزادے سید شمس العالم صاحب اکتوبر ۱۹۶۹ء میں مطلع کیا کہ مولانا سید عبدالعزیز صاحب ڈھاکہ کالج میں پروفیسر تھے اور آج سے ساٹھ اتر سال قبل انہوں نے (چنڈور) میاں پاڑہ) میں لاؤڈا انتقال کیا۔ مولانا نے ڈھاکہ کالج کی ملازمت کے زمانہ میں چنڈور (میاں پاڑہ) میں ایک مسجد

بقیہ صفحہ ۲۱۱ کا

پائے جلتے ہیں مسلمان ائمہ دار لوگوں کی کثیر تعداد ہے۔ آرام باغ سے چھ میل اتر شیو پور کو جانے والی سٹریٹ پر دینہ نامی بستی میں سادات کی آبادی ہے اور سات میل دکن پچم اٹورندی کے کنارے گروہ مندراں کا قلعہ ہے۔ جہاں حضرت اسماعیل غازی رح کا مزار ہے۔ اس علاقہ کے لوگ ان کے بہت معتقد ہیں۔ برداہ کے ہندو راجہ نے آپ کا آستانہ تعمیر کرایا۔ مسلمانوں کے زمانہ میں گروہ مندراں ایک سرکار کا صدر مقام تھا۔ بنگالی زبان کے ناول نگار بابو بنکم چندر چٹرجی نے اپنے ناول دگیش مندلی کا پس منظر گروہ مندراں کے قلعہ سے حاصل کیا ہے۔ ہوگی ضلع گزنیٹر۔ اس۔ اس۔ اومیلی ۱۹۱۲ء ص ۲۴۸

تعمیر کرایا تھا۔ مولانا کے بھائی کے پوتے سب گرچہ مالی حیثیت سے بہت امودہ حال نہیں ہیں۔ لیکن اپنی مالی پریشانیوں کے باوجود حتی الامکان مسجد کی حفاظت اور نگہداشت کی طرف پوری طرح متوجہ رہتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کے یہاں اخراجات کی زیادتی اور مناسب مستقبل آمدنی کی کمی کے باعث مسجد خستہ حال ہے۔

چنڈور (میاں پاڑہ) میں مولانا سید عبدالعزیز صاحب کا مقبرہ بھی تعمیر کیا گیا اور حضرت کے پوتے اس مقبرہ کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں۔ مولانا سید عبدالعزیز صاحب کے صرف ایک بھتیجے مولوی عبدالعظیم صاحب مرحوم تھے۔ ابھی ان کے بچے سب بہت چھوٹے تھے اور کوئی مستقبل ذریعہ معاش نہ تھا، ان کا انتقال ہو گیا۔ ان بچوں کو بڑی پریشانیوں کے دور سے گذرنا پڑا۔

مولانا عبدالعزیز صاحب کی اولاد میں ان کے بھتیجے جناب مولوی عبدالعظیم صاحب مرحوم کے تین بیٹے یادگار ہیں۔ بڑے بیٹے سید سراج العالم صاحب آرام باغ میونسپلٹی میں بطور خزانچی کام کرتے ہیں۔ دوسرے بیٹے سید شمس العالم صاحب میٹرک کولیشن کے برابر اسکول فائنل ٹرینٹ کا امتحان پاس کیا ہے۔ ان پر ایک بڑے خاندان کی پرورش و پرداخت کا بوجھ ہے اور اب تک کوئی مستقل ذریعہ معاش حاصل نہیں ہو سکا ہے۔ تیسرے بیٹے سید بدر العالم صاحب مقامی طور پر دزدی کا کام کرتے ہیں آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہیں اس لئے ان کو بھی پریشانی ہے۔

۱۰ خط جناب سید شمس العالم صاحب موضع چنڈور (میاں پاڑہ) ڈاکخانہ آرام باغ ضلع ہوگلی بنام راقم الحروف مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۷ء۔

اللہ پاک اپنے حبیب کریم محمد علی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان سیدزادوں کی پریشانیاں دور فرمائیں اور ان کے لئے ہر طرح کی آسانیاں پیدا کر دیں۔

جناب مولوی اکبر علی صاحب، سلہٹ کے رہنے والے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں جماعت ششم کے مدرس تھے۔ چنانچہ مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب نندن پوری، شمس العارفین میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کے سلسلے میں لکھتے ہیں برہان العاشقین، چارہ بیچارگان، ماویٰ غریباں، راحت عاشقاں، بدرالافتیاء، سیدالذکیاء، مقتدائے ارباب یقین حضرت مولانا مولوی شاہ صوفی فتح علی قدس سرہ، آپ قطب الارشاد کلکتہ کے تھے اور آپ کے جنازہ میں فقیر شریک تھا مولانا حافظ جمال الدین صاحب اور سائے مدرسین مدرسہ عالیہ کلکتہ آپ کے مدح خواں جناب مولوی اکبر علی احمد اللہ علیہ مدرس جماعت ششم اور مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب مدرس چہارم آپ کے مرید ہیں اور بڑے بڑے علمائے ہند اور ننگل حضرت صوفی صاحب کے مرید ہیں۔ آپ کی قبر شریف، کلکتہ، مانگ تڈ، دہلی وال کے باغیچے میں زیارت گاہ ہے۔ اور حضرت صوفی صاحب کے بہت مریدان ذی شان صاحب تاثر اس احاطہ میں ہیں۔
مولانا اکبر علی صاحب کے بارے میں مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

۱۔ حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین صاحب آخری مظلہ، حصہ دوم ۲۸-۲۷ بحوالہ شمس العارفین ص ۲۲، شائع کردہ حاجی محمد سعید تاجر کتب و مالک مطبع رزاقی و مجیدی کان پور مطبوعہ ۱۳۱۵ھ۔ کتاب شمس العارفین کی ایک جلد مولانا شاہ صوفی عبدالرحمن صاحب بقمبری کے پاس موجود ہے۔ حیات ویسی ص ۱۵۱

دیوان ویسی میں لکھا ہے کہ ۱۳۱۶ھ = ۱۸۹۸ء تک مولانا کا انتقال ہو چکا تھا۔

مولوی امجد علی صاحب کے بارے میں اس سے زیادہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ ڈھاکہ کے رہنے والے تھے اور دیوان ویسی کی ترتیب کے وقت سلہٹ میں مقیم تھے۔ مولوی احمد علی صاحب اور مولوی عبدالقادر صاحب کے بارے میں بھی ہر فن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں فرید پور کے رہنے والے تھے۔ لیکن ان دونوں کا پتہ بھی واضح نہیں ہے کہ فرید پور شہر کے رہنے والے تھے۔ یا ضلع فرید پور کے کسی دیہات کے۔

شاہ دیدار بخش صاحب پڑو پوکھر ضلع بوڑھ کے رہنے والے تھے۔ ساؤتھ ایسٹرن (سابق بنگال ناگ پور) ریلوے کے سٹیشنر اچھی اسٹیشن سے دریائے بوگلی کے کنارے شالی مار کو جانے والی براچ لائن پر پڑو پوکھر درمیانی اسٹیشن ہے۔ یہ ضلع بوڑھ کے سبب پور تھانہ میں شہر بوڑھ کا جنوبی حصہ ہے۔ یہاں شالی مار اسٹیشن اور گیس کمپنی کے درمیان کری روڈ، پڑو پوکھر میں شاہ دیدار بخش کا مزار ہے۔ شاہ دیدار بخش کے ایک خلیفہ صوفی شادمانی خاں تھے، جو دہلی کا کام کرتے تھے۔ صاحب نسبت اور صاحب تصرف تھے۔

جناب شیخ قربان علی صاحب بنیا تالاب کلکتہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی

۱۰ دیوان ویسی ۲۸

۱۰ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر، مظاہر، کلکتہ۔ تمام راتم الحروف مورخہ

۲۳ جون ۱۹۷۲ء

۱۰ خط جناب مولانا سید محمد شہیر الدین صاحب مظاہر ڈھاکہ۔ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

پیدائش پھول بنگان، بارنیش پاڑا کلکتہ میں ہوئی تھی۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ بمبر
 ۱۹۰۶ء) کو انتقال ہوا۔ مزار آپ کا ہوڑہ شہر کے جنوبی حصہ میں بدو پوگر اور شمالی مار
 اسٹیشنوں کے درمیان ریلوے لائن سے پچھ ۳۰ شمالی مارگیٹ کے پاس ۱۳۶۷ء
 روڈ میں مسجد کے متصل ہے۔ آپ کے صاحبزادے کا نام اصغر علی صاحب ہے ہر سال
 ۲۰ جمادی الاول کو ایصالِ ثواب کا انتظام ہوتا ہے۔ اور حیاتِ ولی کی مصنف
 ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحبِ اُختری مدظلہ ایصالِ ثواب کے
 سالانہ جلسہ میں شریک ہوتے ہیں اور تقریر فرماتے ہیں۔

سید واجد علی صاحبِ ہمدی باغِ کلکتہ میں رہتے تھے۔ ہمدی باغ، دکنی
 پارک اسٹریٹ۔ تھانہ تال تہ کلکتہ ۱۶ کے حلقہ میں ہے۔ اس راستہ کو پہلے آغا ہمدی
 اسٹریٹ کہتے تھے۔ اب صرف ہمدی اسٹریٹ لکھتے ہیں۔

ہمدی اسٹریٹ لوہر کلا روڈ میں واقع جوڑا گر جا کے پچھ ہے۔ یہ نواب عبداللطیف
 اسٹریٹ کے پورب اور علیم الدین اسٹریٹ کے اتر ہے۔ سید واجد علی صاحب
 کا مزار گوبرا قبرستان کے پاس ہے۔ وہاں ایک مسجد بھی ہے۔ ان کے متوسلین میں خاں بہادر
 بدرالدین صاحبِ محرم رحبڑا رہائی کورٹ کلکتہ تھے۔ ان کا کراچی میں انتقال ہوا۔ ان
 کی صاحبزادی رضیہ بیگم ام، اے ڈھاکہ میں اردو کی لکچر تھیں۔ اب ان کا قیام لندن اور
 کراچی میں ہے۔ سید واجد علی صاحب کے مریدین اور متوسلین کی تعداد بہت ہے۔

۱۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحبِ اُختری مدظلہ کلکتہ ۲۳۔ بنام راقم الحروف

مورخہ ۲۴ جون ۱۹۶۲ء

میر حیدر وڈنارائن گنج ضلع ڈھاکہ سے ان لوگوں کا ایک ماہوار رسالہ 'المہدی' کے نام سے، جناب خواجہ عبدالقدوس کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ خواجہ عبدالقدوس صاحب خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب لغنائت پور پانینما کے صاحبزادے ہیں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی کے مزار شریف کی ضروری مرمت کے بعد ۱۹۷۲ء میں جو ننگہ کتبہ لگایا گیا ہے۔ وہ خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب اور ان کی بیگم کی طرف سے تیار کیا گیا۔

مرزا اشرف علی صاحب پریزیڈنٹ کالج کلکتہ میں پروفیسر تھے۔ ان کے مفصل حالات معلوم نہیں ہیں۔ ان کے صاحبزادے حافظ مولانا محمد حسین مرحوم صوفی صاحب کے مزار شریف کے پاس لالہ بگان مانک تلہ مسجد کے امام اور خطیب تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۷۱ء میں انتقال ہوا۔ انہوں نے صوفی صاحب کے مزار شریف کی بڑی خدمت کی۔

مولوی عطاء الرحمن صاحب اور قاضی فصاحت اللہ صاحب کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں ضلع چوہیں پرگنہ کے رہنے والے تھے۔ ادیبی حال مولوی نصیر الدین صاحب کا ہے۔ جو ضلع ندیا کے باشندے تھے۔ مولوی سید ذوالفقار صاحب ٹیٹا گڑھ کے رہنے والے تھے۔ ضلع چوہیں پرگنہ میں بارک پور کے پاس سیالہ (کلکتہ) سے تقریباً ۱۰ میل اتر، ٹیٹا گڑھ اب ایک مشہور صنعتی مقام ہے اور کاغذ کے کارخانہ کے لئے مشہور ہے۔ کل بازار کے قریب اس کاغذ کے کارخانہ

۱۔ خط جناب مولانا سید محمد شیر الدین صاحب مدظلہ - مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء
۲۔ خط جناب مولانا سید محمد شیر الدین صاحب مدظلہ - مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء

کے اندر سید ذوالفقار علی صاحب کا مزار ہے۔ مزار چہار دیواری سے گھرا ہوا اور محفوظ ہے۔ اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ باہر سے لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ان کے ایک مزار سید نظام الدین رابعی بارک پوری۔ فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ ان کا دیوان کلکتہ سے شائع ہوا تھا۔ ننگہ اکبری نے ان کے کلام کا کچھ حصہ ”کلام رابعی“ کے نام سے ننگہ میں شائع کیا ہے۔ اردو کے مقابلہ فارسی سے دلچسپی زیادہ تھی۔ ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔ مزار ان کا عظیم پورہ قبرستان ڈھاکہ میں ہے۔ ان کے بیٹے سید امام الدین سے الحاج سید محمد شہیر الدین صاحب مدظلہ کی کھیتی کی شادی ہوئی ہے۔ سید نظام الدین رابعی بارک پوری کے دو فارسی اور دو اشعار پیش کئے جاتے ہیں: ۵

۱۔ ذکر خدا کن ہر نفس، اللہ بس، باقی ہوس

از ما سوائے بوالہوس، بزار شو، بزار شو

ما آغیب درین دارالمن، بیکار منشیں یک زمین

بر حال زار نوشتن، غمخوار شو، غمخوار شو

۲۔ زمانہ کے مشاغل سے نہیں وابستگی کچھ بھی

مگر ہر وقت رہتا ہوں نئی دنیا بسا نے میں

پس مردن محبت رنگ لائی ہے، وہ کہتے ہیں

نہیں مرا غیب سا کوئی با وفا پایا زمانے میں

۱۔ خطا الحاج مولانا سید محمد شہیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء

مولوی عطاء اللہ صاحب کا پتہ مغل کوٹ ضلع برہان لکھا ہے یہ
 مغل کوٹ اصل میں منگل کوٹ ہے، جو برہان کوٹ ضلع کے متوازی ڈیویژن میں گونڈوڑ
 کے کنارے واقع ہے اور مسلمانوں کے دورِ حکومت میں سرکار شریف آباد کا صدر مقام
 تھا۔ یہاں بہت سے مسلمان بزرگانِ دین کے مزارات ہیں جن میں حضرت امامِ ربانی
 مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا حمید الدین منڈو (متوفی ۱۶۵۳ء) بہت
 مشہور ہیں۔ جناب قاضی عطاء اللہ صاحب کا اپریل ۱۹۲۰ء میں منگل کوٹ میں
 انتقال ہوا۔ ان کے ایک صاحبزادے قاضی عبداللہ اور ایک صاحبزادی تھیں جنہیں
 عبداللہ کی جوانی میں انتقال ہوا۔ ان کے دو بیٹے یادگار تھے، جن میں سے بڑے
 صاحبزادے کا دو سال قبل انتقال ہوا۔ قاضی عبداللہ مرحوم کی صاحبزادی فاطمہ
 خاتون صاحبہ مولانا حمید الدین منڈو وقتِ کمپنی کے موجودہ صدر جناب ڈاکٹر محمد بوٹرا
 صاحب مدظلہ کی خوشدامن تھیں۔ ان کے صرف ایک بیٹے تھے۔ بیٹے کے انتقال
 کے بعد وہ اپنی چھوٹی صاحبزادی کے پاس ڈاکٹر محمد بوٹرا صاحب کے یہاں نوڈ منزل میں
 رہتی تھیں۔ تین سال قبل یعنی ۱۹۷۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔

جناب ڈاکٹر محمد بوٹرا صاحب نے مجھے مطلع کیا کہ حضرت صوفی سید فتح علی
 صاحب دہلوی، حضرت مجددِ پاکؒ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا حمید الدین منڈو
 بنگالی کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے منگل کوٹ شریف لائے تھے اور یہاں

لے خط جناب ڈاکٹر محمد بوٹرا صاحب، نوڈ منزل۔ منگل کوٹ ضلع برہان۔ جام
 مقام المحدث، مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء

Marfat.com

Marfat.com

ن کے بہت سے مرید تھے جن میں ان کے نانا اور دادا دونوں شامل تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے نانا کا نام جناب قاضی میرزا الحق تھا۔ وہ منگل کوٹ میں سلیمانوں کی شادی کے رجسٹرار تھے۔ فروری ۱۹۱۸ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کے دادا کا نام جناب قاضی جلال حسین تھا۔ انہوں نے اپریل ۱۹۳۰ء میں انتقال کیا۔ جناب موصوفی نیاز احمد صاحب، جو منگل کوٹ کے رہنے والے تھے اور ہر مردان کے محلہ کا پوتا میں منتقل ہو گئے تھے۔ جن کا ذکر قبل آچکا ہے۔

ن کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔ دیوان ویسی اور حیات ویسی دونوں میں سے کسی کتاب میں حضرت موصوفی سید فتح علی صاحب ویسی کے خلفاء اور مریدین میں منگل، جناب قاضی میرزا الحق صاحب اور جناب قاضی جلال حسین صاحب کے نام شامل نہیں ہیں۔ جناب ڈاکٹر ابوتراب صاحب کی مہربانی سے ان دونوں بزرگوں کے اسماء گرامی معلوم ہونے کے بعد خلفاء اور مریدین کی فہرست میں دو ناموں کا اضافہ ہوتا ہے

و تعداد ۳۷ ہو جاتی ہے۔

منشی سلیمان صاحب باراساٹ کے باشندے تھے۔ لیکن ان کے کچھ حالات معلوم نہیں ہیں۔ باراساٹ ضلع چوہدری پرگنہ کے شمالی مشرقی حصہ میں ڈوہڑی محلہ مقام ہے۔ اس علاقہ میں مسلمانوں کی آبادی پچاس فی صد سے زیادہ ہے۔

۱۹۷۵ء
خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب نور منزل منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۰/۱۱/۷۵
خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب نور منزل منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۰/۱۱/۷۵

باراساٹ کے مصافحات میں حضرت یک دل صاحبؒ کا مزاج ہے۔ اس علاقہ میں عیسویوں
 مدی عیسوی کے تیسرے دورے میں جب ہندو زمینداروں نے مسلمانوں کی ڈاڑھی پر
 ٹیکس لگایا تھا، تو ۱۸۳۱ء میں مغربی بنگال میں فراہنی تحریک کے سرکردہ رہنما میرٹھار علی
 عرف تیتو میر نے بغاوت کی اور نادر کل باڑی میں اپنی آزاد حکومت قائم کر لی۔ بالسن
 کا قلعہ تعمیر کیا۔ تقابلی حکام کی شکست کے بعد کلکتہ سے بھاراساٹ فوج کی ایک
 بٹالین کے ساتھ آئے اور تیتو میر انگریزی فوج سے لڑتے ہوئے اپنے بچاوس
 ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوئے۔

جناب شاہ بقا والہ صاحبؒ کا وطن کان پور ضلع ہو گئی لکھا ہے۔ ہو گا
 ضلع میں آرام باغ سے تقریباً پانچ میل دکن پورب کان پور نامی بستی ہے جہاں
 مسلمان بزرگوں کے مزارات ہیں اور ایک مدرسہ بھی ہے۔ اس کے چند میل اتر تارا کید
 آرام باغ روڈ پر رسول پور اور کچھ اتر کچھ میں مبارک پور اور بھالچ پور نامی بستیا
 ہیں۔ کان پور نامی دوسری بستی ضلع ہوڑہ کے جلگت بلجھ پور کھانہ میں شہود قصبہ
 اور سابق ہوڑہ امٹالانٹ ریلوے کے اسٹیشن من شیر ہاٹ سے ۸ میل (۱۳) کیلومیٹر
 قدرے دکن ہے اس کان پور بستی میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ من شیر ہاٹ ڈاکخانہ کا

۱۔ امیرلی گزیٹرن آن انڈیا جلد ششم ص ۲۳

۲۔ امیرلی گزیٹرن آن انڈیا جلد بست وچہارم ص ۱، بیان چوبیس پرگنہ، مسلم بنگالی ادب
 لکٹر انعام الحق۔ کراچی ۱۹۵۶ء، ص ۲۹، مضمون بنگال کی سیاست اور معاشرت، عہدالحمزہ
 بہ خمد۔ ماہ لاکراچی۔ مئی ۱۹۵۶ء ص ۲۳

Marfat.com

Marfat.com

مانجھی میں ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ شاہ بقعاء اللہ صاحب کس کان پورستی کے رہنے والے تھے۔ لیکن ممتاز المحدثین مولانا زین العابدین صاحب اختر سی مظاہر کا خیال کہ جناب شاہ بقعاء اللہ صاحب آرام باغ کے پاس کان پورستی کے رہنے والے تھے۔ پوری کوشش کے باوجود ان کے کچھ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

مولوی قاضی خدا نواز صاحب دہسہ ضلع ہوٹلی کے رہنے والے تھے۔

اب یہ گاؤں بھی ضلع ہوڑہ کے جگت بلیم پور تھا نہ میں من شیر ہاٹ قصبہ سے متصل

پورب من شیر ہاٹ ڈاکخانہ کے حلقہ میں ہے۔ من شیر ہاٹ ہوڑہ سے ۷۷ میل (۲۸ میل)

کیلومیٹر کے فاصلہ پر دکھن پچم کی طرف ہے۔ دہسہ ایک تاریخی مقام ہے۔ یہاں حضرت

مولانا شاہ صوفی غلام قادر صاحب ایک مشہور عالم اور کامل بزرگ گذرے ہیں

آپ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری قدس سرہ کے خلیفہ اور حضرت صوفی

سید فتح علی صاحب ولسی کے پیر بھائی تھے۔ دہسہ میں پہلے ایک شاندار مدرسہ تھا۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسی نے اسی مدرسہ میں مکمل تعلیم حاصل کی تھی

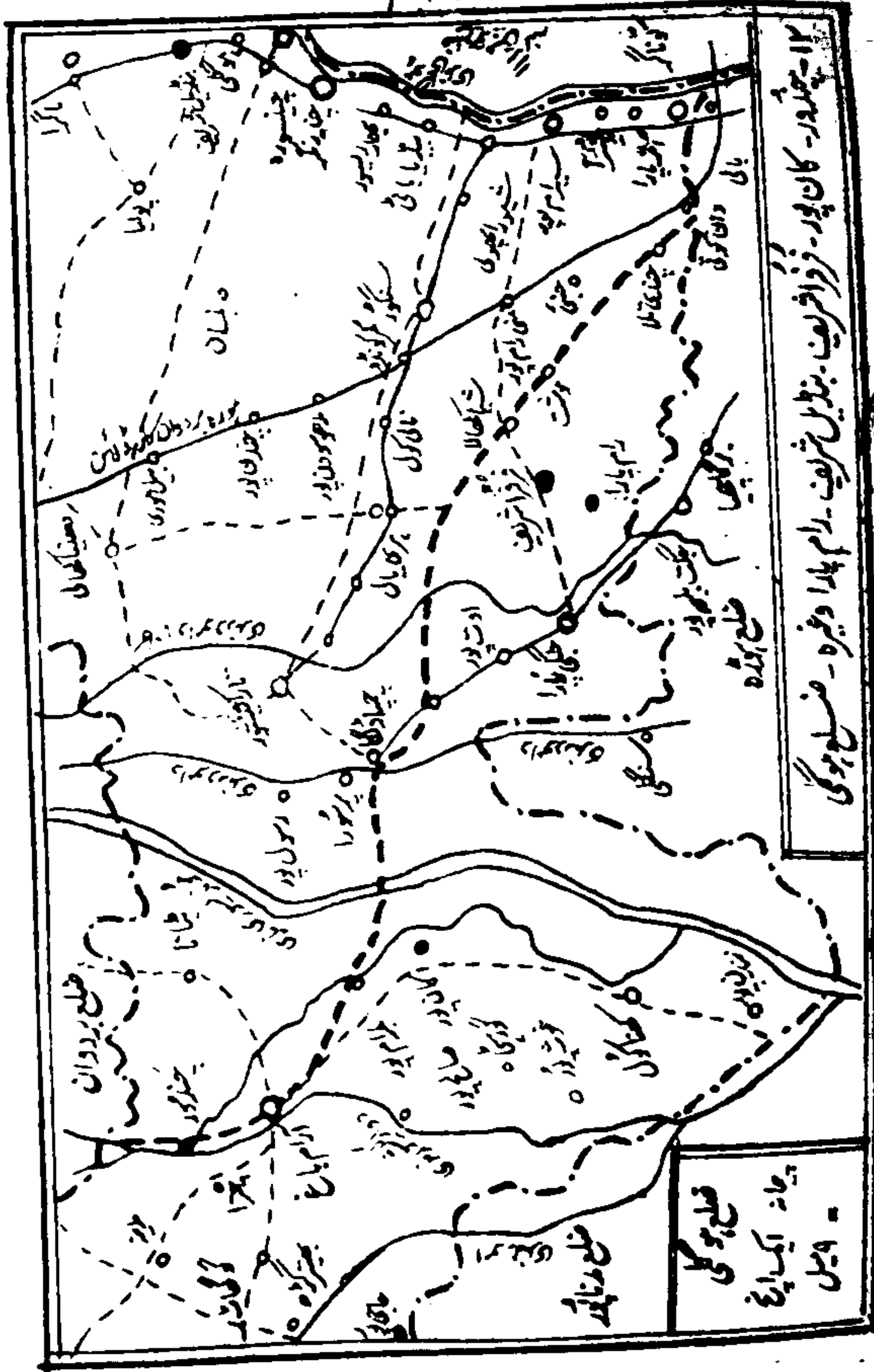
اب مدرسہ ختم ہو چکا ہے۔ مولانا شاہ صوفی غلام قادر کامزار دہسہ میں ہے۔ مولوی

قاضی خدا نواز صاحب کے مزید حالات معلوم نہیں ہیں۔

۱۰ خط سب پوسٹ اسٹریٹ من شیر ہاٹ ضلع ہوڑہ (۷۱۱۴۱۰)۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۴۲ء

۱۱ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر سی مظاہر۔ کان کھولی شریف۔ کلکتہ۔ بنام راقم الحروف ۳ ستمبر ۱۹۴۲ء

۱۲ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر سی مظاہر۔ کلکتہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۴۲ء



۱۲- جھڑور۔ کان پور۔ زفر اشرفیہ۔ بنڈیل شریف۔ رام پلا و غیرہ۔ ضلع ہوگی

ضلع ہوگی
پیمانہ ایکسائیج
۹ میل

منشی شرافت اللہ صاحب کھاتن ضلع ہوگلی اور مولوی حسین الملک

عاحب رام پارا ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ یہ دونوں بستیاں حضرت مولانا شاہ

محمد ابوبکر صاحب اور حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب کے وطن اور مشہور تاریخی قبضہ

فرز شریف سے متصل ضلع ہوگلی کے سیرام پور سب ڈویژن اور جنگلی پارا کھانہ میں

واقع ہیں۔ کھاتن فرز شریف سے ایک میل اتر اور (سابق لائٹ ریوے

کے اسٹیشن) سیا کھالا سے دو میل دکھن ہے۔ یہاں کا ڈاکخانہ چار پور ہے

رام پارا فرز شریف سے ایک میل دکھن پچھم اور سیا کھالا سے چار میل پر ہے

یہاں کا ڈاکخانہ دکھن ڈمبی ہے۔ فرز شریف کی طرح چار پور اور دکھن ڈمبی

کے ڈاک خانے بھی پوست کے بڑے ڈاک خانہ کی ماتحتی میں ہیں۔ سب ڈویژن

صدر مقام اور مشہور ریوے اسٹیشن سیرام پور سے بروئی پارہ و سیا کھالا اور رام پارا

ہوتے ہوئے کھانہ کے صدر مقام جنگلی پارا تک پختہ سڑک بن گئی ہے اور اس پر

بس آتی جاتی ہے۔ رام پارا سے ہوڑہ بردوان کارڈ لائن کا بروئی پارا

اسٹیشن ۹ میل (۱۴ کیلو میٹر) اور سیرام پور ۱۵ میل (۲۴ کیلو میٹر) پورب ہے

جناب منشی شرافت اللہ صاحب کے والد کا نام منشی شرافت اللہ تھا۔ منشی

شرافت اللہ صاحب کو کوئی اولاد ذکر نہ تھی۔ ان کے چچا ناد بھائی کی اولاد میر

۱۹۴۲ء خط جناب مولانا زین العابدین صاحب انجمنی مظاہرہ۔ کلکتہ ۲۴۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۴۲ء

۲ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب مظاہرہ۔ فرز شریف۔ ضلع ہوگلی۔ بنام راقم الحروف۔ مورخہ

۲۴ جولائی ۱۹۴۲ء۔ ۶ اگست ۱۹۴۲ء اور ۱۴ اگست ۱۹۴۲ء



۱۳- مرقدا نور حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی - ڈیرا شریف

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

منشی دیانت اللہ، منشی محمد قاسم، منشی میزان الرحمن اور مولانا عبدالقادر صاحب
 وغیرہ موضع کھاتن میں موجود ہیں۔ مولانا عبدالقادر صاحب عالم دین ہیں اور ان کو
 دورہ حدیث شریف کی سند حاصل ہے۔ فرزند شریف میں حضرت مولانا غلام سلطانی صاحب
 کے عزیزوں میں مولانا عبدالسلطان صاحب ہیں۔ جو پہلے مدرسہ فتحیہ فرزند شریف
 کے شعبہ عربی میں اسٹنٹ مولوی تھے اور ان دنوں فرزند شریف ڈاکخانہ کے
 پوسٹ اسٹر ہیں۔ شرف بیعت حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب سے حاصل ہے۔
 ان کے صاحبزادے مولانا ابو واصل محمد عزیزنا الرحمن صاحب کی شادی موضع کھاتن
 میں جناب منشی شرافت اللہ صاحب کے خاندان میں منشی محمد قاسم صاحب کی
 صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ مولانا عبدالقادر صاحب سیتا پور ضلع ہوگلی کے وقف
 سینیئر مدرسہ میں ملازم ہیں۔

جناب مولوی مبین اللہ صاحب (رام پاٹھ) کے کچھنی اولاد ذکر نہ تھی۔ ان
 کی صاحبزادی منورہ خاتون صاحبہ کی شادی فرزند شریف میں قاضی فضل الحق صاحب
 سے ہوئی تھی۔ بی بی منورہ خاتون ابھی حیات میں۔ بہت ضعیفہ اور کمزور ہیں۔ ان
 کے ایک بیٹے قاضی ظہور الحق اور دوسرے بیٹے قاضی اکرام الحق صاحب ہیں۔ قاضی
 ظہور الحق صاحب کے چار بیٹے ہیں۔ ان میں سے بڑے مولانا قاضی سراج الحق صاحب

۱۰ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب مدظلہ فرزند شریف ضلع ہوگلی۔ بنام راقم الخروف۔ مورخہ

۲۴ جولائی ۱۹۶۴ء - ۱۶ اگست ۱۹۶۴ء اور ۱۴ اگست ۱۹۶۴ء

۱۰ خط جناب مولانا عبدالقادر صاحب سیتا پور۔ ڈاک خانہ جلگت پور۔ ضلع ہوگلی۔ مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۶۴ء

عالم دین ہیں اور دورہ حدیث شریف کی سند رکھتے ہیں۔ مولوی مبین اللہ صاحبؒ کے بھتیجے حاجی فضل الرحمن، تفضیل حالدار اور قدیم حالدار مرحوم تھے۔

مولانا عبدالقادر صاحبؒ بیڈیا بائی ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ بیڈیا بائی ہوڑہ سے ۱۶ میل (۲۵ کیلو میٹر) اتر شیورا پھولی جنکشن اور کھدریشور کے درمیان ایک ریلوے اسٹیشن اور سیرام پور کا مضافاتی قصبہ ہے۔ اردو کے سب سے پہلے ناول مرآة العروس گیارہ سال قبل ۱۸۵۸ء میں نیگلہ بان کا سب سے پہلا ناول پایا۔ چند مترانے یہیں لکھا تھا۔ شیخ لال محمد صاحبؒ چچیر اضلع ہوگلی کے باشندہ تھے۔ اسی چچیر کو چندیسورہ کہتے ہیں۔ جو ہوگلی اور چندر نگر کے درمیان ہوگلی ضلع اور بردوان ڈویژن کا صدر مقام ہے۔ یہاں ولندیزیوں کے دور کا ایک بڑا بارگ حاجی محسن ہوگلی کالج اور ہوگلی مدرسہ ہے۔ اب پھر ریلوے اسٹیشن کا نام چوچورا کر دیا گیا ہے۔ مولانا عبدالقادر صاحبؒ اور شیخ لال محمد صاحبؒ کے کچھ حالات معلوم ہو سکے۔

مولوی سید اعظم حسین صاحبؒ کا وطن معلوم نہیں ہے۔ دیوان ویسی کی ترتیب کے موقع پر وہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ مولوی سید عبداللہ صاحبؒ شانتی پور ضلع نریا کے رہنے والے تھے۔ قصبہ سمانتی پور راناگھاٹ سب ڈویژن

۱۷ و ۱۸ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب۔ فرزا شریف۔ ضلع ہوگلی بنام راقم الحروف
موجودہ ۱۲ اگست ۱۹۴۵ء۔ خط مولانا محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۴۵ء

۱۹ شانتی پور کے قریب مشہور تاریخی مقام نوادیپ ہوگلی ندی کے کنارے ہے، جو بلال سین اور نیشنل سین کا دارالحکومت تھا۔ ۱۹۳۳ء میں اس پر اختیار الدین محمد بختیار علی نے قبضہ
دقیقہ حاشیہ ۲۲۴

میں لانا گھاٹ سے تیرہ میل اور ضلع کے صدر مقام کرشنا نگر سے ہمیں کے ذرا صلہ پر ہے۔
یہاں مغل بادشاہوں کے دور کا ایک قلعہ تھا اور عہد عالم گیری کی ایک مسجد ہے۔ یہیں منگہ
دبان کے مشہور شاعر جناب محمد مزمل ^{رحمۃ اللہ علیہ} حق نے جناب رسالت آبا صلی اللہ علیہ وسلم کی
ایک منظوم سبیت "حضرت محمدؐ" اور مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے چند دوسری کار آمد
کتابیں لکھیں۔ ڈاکٹر ہرنیدر چند پال نے اپنی کتاب "پارشمہ شاہترایتیہاش" میں
سانی پور ضلع ندیا کے ایک فارسی شاعر پنڈت منشی رام تاملن موکھو پادھیہا کا ذکر
کیا ہے اور اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۵ پر ان کا یہ شعر نقل کیا ہے:۔

آئینہ صاف کن کہ بہ مینی جمال دوست
زنگہ اور گرفت نہ مینی بجز سفلتہ

حضرت عوفی سید فتح علی صاحب دتسی قیس سترہ کے مریدوں میں ایک

(بقیہ حاشیہ منظر)

کر لیا۔ اور یہیں سے بنگال میں مسلمانوں کی فتوحات کا آغاز ہوا۔ ریاض السلاطین میں نوادیب کی فتح
کا صفحہ میں حال لکھا ہے۔ سنسکرت کی مشہور نظم گیت گووندا کا منسخت ہے دیوانہ گشتن سین کا
دیوانی شاعر تھا۔ دیشنوی تحریک کے بانی شری چیتنہ ^{۱۴۸۳ء} میں نوادیب میں پیدا ہوئے
تھے۔ نوادیب گزیٹیر ہے۔ اچ۔ ای۔ گیت ^{۱۹۱۱ء} اور ^{۱۸۶۰-۸۶}

اب جناب محمد مزمل حق (۱۹۳۳ء - ۱۸۶۰ء) جانیہ سنکلیپ۔ جاتیہ فوارہ۔ ہمارے منشی منہ مور۔

شاہنامہ اور پسر سلطان دن کی مشہور تصانیف ہیں۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ^{۱۹۲۰-۲۱}
لکھ خط جناب الحاج مولانا محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۹ جون ۱۹۷۵ء

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

نام مولوی گل حسین صاحب کا ہے اور ان کا وطن خراسان لکھا ہے معلوم نہیں کہ اس خراسان کا مطلب ایران کا صوبہ خراسان ہے جس کا کچھ مشرقی حصہ افغانستان میں بھی شامل ہے۔ افغانستان میں ہرات اور ہرات سے متصل مرکز روہانیت قصبہ چشت اور ایران میں مشہد مقدس، سبزوار، نیشاپور، طوس اور تربت شیح جام وغیرہ اس صوبہ کے خاص شہر ہیں۔ اتر پردیش کے ضلع اعظم گڑھ میں پھول پور کے پاس اسی تحصیل کے اہرولہ بلاک میں خراسان نامی ایک بستی ہے اسے شہنشاہ ہمایون کے ساتھ ایران سے آنے والے سید احسن اخوند کی اولاد میں راجہ سید جان علی، جان جہان، جاگیر دار پرگنہ ماہل نے عہد اکبری میں آباد کیا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں اس خاندان کے نمائندہ راجہ ارادت جہاں کو بھانسی دی گئی ان کی ساری جائیداد ضبط کر لی گئی اور خراسان ایک انگریز کو دے دیا گیا اس خراسان بستی کے نام پر پھول پور کے ریلوے اسٹیشن کا نام خراسون روڈ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مولوی گل حسین صاحب اسی موضع خراسان ضلع اعظم گڑھ کے

۱۔ خراسان اور راجہ ارادت جہان وغیرہ۔ شیراز مندرجون پور سید اقبال احقر ۱۹۶۲ء، ص ۲۳۷؛
 اعظم گڑھ ضلع سنس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء ص ۲۶۸۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس بستی کی آبادی
 ۱۰۵۳ نفوس تھی۔ خراسان بستی کو اب خراسون بولتے ہیں۔ یہ خراسون روڈ اسٹیشن (پھول پور) سے ڈھائی
 میل اتر نوادہ کے پاس ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادا م اللہ فریونہ کے نواسے محترم المقام بابو اسرار الحق
 نڈلا۔ بی۔ اے؛ بی۔ ایڈ، نوادہ کے رہنے والے ہیں۔

کے باشندہ ہوں۔ لیکن قرین قیاس یہ ہے کہ مولوی گل حسین صاحب خراسان کے
یعنی والے کوئی ایرانی تاجر کلکتہ میں تھے۔

مولوی غنیمت اللہ صاحب، منشی صداقت اللہ صاحب اور حافظ
محمد براہیم صاحب کا تعلق حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب اور شیخ العلماء حضرت
مولانا غلام سلمانی صاحب کے وطن فرزند شریف سے ہے، جو ضلع ہوگلی کے
جنوبی حصہ میں اشراں کا ایک قریب اور مشہور قصبہ ہے۔ جناب حافظ محمد براہیم
صاحب کے والد مولوی محمد منعم صاحب مرحوم، پٹنہ میں صدر اعلیٰ کے عہدہ پر فائز تھے۔
منشی صداقت اللہ صاحب کی صاحبزادی سے حضرت مولانا شاہ ابو بکر صاحب
کی دوسری شادی ہوئی تھی۔ حضرت مولانا کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا
ذوالفقار علی صاحب مدظلہ اسی محل سے ہیں۔ منشی صداقت اللہ صاحب کی جوہلی
میں مدرسہ فتحیہ قائم ہے اور اسی میں ان کا مزار بھی ہے۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب
مدظلہ مدرسہ باڑی میں قیام رکھتے ہیں۔ ان کے برادر نسبتی کا نام حاجی قاضی عبدالمنان

۱۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۶ جون ۱۹۷۵ء
۲۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۶ جولائی ۱۹۷۵ء۔

Marfat.com

Marfat.com

۱۸۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ

حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ سی قریں بڑے کے خلفاء میں تین اصحاب بڑے باکمال اور نامور بزرگ گذرے ہیں۔ جناب مولانا عبدالحق صاحبؒ سیج گرام، تھانہ بھرت پور، ضلع مرشدآباد کے رہنے والے تھے اور خلیفہ اقل سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ سلسلہ نسب آپؒ کی ۲۶ واسطوں سے جناب صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام محمد ثابتؒ اور دادا کا نام مولوی محمد واعظؒ تھا، آپ کے اجداد میں شاہ عثمان ولی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ کے صاحبزادے کا نام محمد عبدالحق اور پوتے کا نام محمد عبدالحلیم ابو احمد تھا۔ اس خاندان کی اب صرف ایک صاحبزادی ہیں، جو ڈھاکہ میں رہتی ہیں۔

سیج گرام ضلع مرشدآباد کے تھانہ بھرت پور کی ایک سٹی ہے جہاں شاہ پور

۱۔ سیج گرام تھانہ بھرت پور، سب ڈویژن کاندھی، ضلع مرشدآباد۔ بھرت پور سے ڈومیل پور اور شاہ پور سے ڈومیل اتر ہے۔ ایٹرن ریوے کے تین اسٹیشن سے تقریباً پانچ میل اور سالار اسٹیشن سے تقریباً سات میل (۱۱ کیلومیٹر) ہے۔ خط پوسٹ ماسٹر سیج گرام بنام راقم الحروف مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۶۴ء اور خط پوسٹ ماسٹر شاہ پور، بنام راقم الحروف۔ مورخہ ۳ جون

۱۹۶۴ء -

کی طرح بھرت پور کی ماتحتی میں ایک ڈاک خانہ بھی ہے۔ جناب مولانا عبدالحمید صاحبؒ اپنے زمانہ کے علماء میں بڑا بلند مقام رکھتے تھے اور عربی فارسی ادب پر ان کو عبور کامل حاصل تھا۔ اہل زبان کی طرح فارسی بڑی روانی سے لکھتے تھے۔ دیوان ویسی میں آپ کے چار فارسی سقے نقل ہوئے ہیں۔ یہ چاروں خطوط مولانا نے اپنے والد محترم جناب مولانا محمد ثاب صاحبؒ کے نام لکھے ہیں۔ ان میں تصوف و معرفت کی باتیں ہیں۔ پیر و مرشد کی نگاہ کرم اور ان کی مہربانیوں کا ذکر ہے۔

پہلے رقومیں لطائف خمسہ کی وضاحت ہے اور ایک بار ۱۸ رمضان المبارک کو لطیفہ قلب کی عروجی کیفیت میں مولانا کو چار انبیاء کرام علیہم السلام، امام طریقہ حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد رومیؒ سرمندیؒ اور پیر و مرشد حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ کی موجودگی میں جناب رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گھر بار میں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے ان کو شرب معرفت پلائی۔ پھر حضور اکرمؐ کے حکم سے ان کے تینوں مشائخ نے پلایا مولانا نے اس عروجی کیفیت میں اپنی خوش قسمتی کے ان واقعات کو بڑے لطف و انبساط ادب و احترام اور عجز و انکسار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

دوسرے رقوم میں لکھا ہے کہ ایک روز سینچر کو درود شریف پڑھنے کے وقت دربار رسالت مآب میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ اور بائیں طرف حضرت امام ربانی

مجدد الف ثانی رحمہ موجود تھے۔ خیال ہوا کہ کاش جدا مجد سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کی زیارت نصیب ہوتی۔ چنانچہ اللہ کی مہربانی سے حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور جمال نبویؐ کے دیدار میں مشغول ہو گئے۔ پھر ان کو دیکھا اور اپنے سینہ مبارک سے لگایا۔ اس کے بعد آں حضرت صلعم کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست شہادت و رحمت پھیرا اور ایک دعا پڑھی جو ان کو یاد ہو گئی۔

ایک روز اپنے شیخ کے حکم سے اس دعا کی برکت سے لوح محفوظ میں فتح سلطان کا حال اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں اپنے والد محترم کا نام دیکھا۔ پھر غوث الاعظم سیدنا حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت غوث الاعظم رحمہ کا فیض اپنے والد محترم کے سینہ میں آتے دیکھا۔ اسی رقعہ میں جامع التفاسیر اور ریاض الصالحین دو کتابوں کا ذکر بھی لکھا ہے کہ حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ یہ خط غیروں کے ہاتھ میں نہ جائے پائے۔

تیسرے رقعہ میں اپنے پیر و مرشد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قدس سرہ کے درجات عالیہ اور دربار رسالت مآبؐ میں ان کے اعلیٰ مرتبہ اور اپنے حال پر پیر و مرشد کی نگاہ کرم، شفقت و عنایت اور توجہ خاص کا ذکر ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ سے گریہ و زاری کے ساتھ حضور رسول اکرمؐ کی زیارت کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت مجدد پاکؐ کی توجہ سے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابروئے مبارک کی زیارت نصیب ہوئی۔ نیز

ایک روز مولانا کے پیرو مشد نے ان کے والد محترم کے بارے میں فرمایا کہ ان کے حالات بہتر ہیں۔

یہ سچے واقعے میں فرمایا ہے کہ ایک روز اپنے شیخ سے عرض کیا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت رگ صدیقی میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ تم اولاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہم میں ہو۔ انشاء اللہ زیارت بھی نصیب ہوگی۔ چنانچہ بعد مغرب عروجی کیفیت میں دیکھا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک تخت زدیں پر جلوہ افروز ہیں اور نیچے سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت صوفی سید فتح علی صاحب تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے تمام مشائخ موجود ہیں۔ اس کے بعد جب عروجی کیفیت ختم ہوئی تو حضرت شیخ رح نے فرمایا کہ انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دربار میں ان کو پیش کیا۔ پھر سلسلہ کے تمام بزرگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اس روز سے اپنے کو شیخ کے زر خرید غلام سے بھی حقیر اور کمتر سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ اپنی توجہ سے دوسرے شیطانی کو دور کر دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ظاہری کرامت بچوں کا کھیل ہے اور قلب کی اصلاح کرنا بہادروں کا کام ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جو کچھ حاصل کیا، وہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے۔ اس لئے تصوف و معرفت کی دنیا میں صحبت شیخ کی بڑی اہمیت ہے۔

جناب مولانا عبدالحق صاحب کے خطوط میں ان کے رشتہ کے دو بھائیوں، مولوی محمد الدین حسن اور مولوی جہدی حسن اور مولانا کارنٹی عبدالعزیز کا ذکر آیا ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ کے وصال کے دو برس بعد جناب مولانا عبدالحق صاحبؒ کا یکم ماہ پوس ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۵ دسمبر ۱۸۸۸ء = الاربع الاول ۱۳۰۶ھ (گیارہویں شریف) سینچر کے روز بکے دن میں انتقال ہوا۔

۱۹۔ فر فر شریف

ضلع ہوگلی کے شمالی حصہ میں پنڈوا شریف اور مغربی حصہ میں گڑھ منڈران کی طرح بالکل جنوبی حصہ میں فر فر انام کی ایک پرانی بستی مسلمانوں کا ایک بڑا مرکز ہے یہاں مسلمانوں کی کافی آبادی ہے اور ان میں سے اکثر ائمہ دار ہیں۔ یہ اشرف کہلاتے ہیں اور ان مسلمان فوجیوں کی اولاد ہیں، جو بنگال کی فتح کے وقت پٹھانوں کے ابتدائی

۱۵ پنڈوا شریف ضلع ہوگلی (چھوٹا منڈوا) گریڈ ٹرنک روڈ (قومی شاہراہ ۷۷) اور لیٹن ریلو کی خاص لائن پر ہوگلی سے ۱۴ میل اور کلکتہ سے ۲۴ میل اتر چیم کی طرف ہے۔ یہ ایک تاریخی مقام ہے۔ یہاں تھانہ ڈاک خانہ، سب رجسٹری آفس، بنگلہ اور ریلوے اسٹیشن ہے۔ اشرف مسلمان آباد ہیں جن میں بہت سے ائمہ دار ہیں۔ یہاں حضرت شاہ صفی الدین شہیدؒ کا آستانہ ہے۔ ۱۳۴۰ء کا بنا ہوا ۱۲۵ فٹ بلند فیروز مینار ۱۳۷۷ء کی بنی ہوئی ایک مسجد ہے۔ دو منہ پوکھرا اور پیر پوکھرا ہے۔ انگریزوں کے ابتدائی دور حکومت میں پنڈوا شریف کے بہت سے اشرف مسلمان قاضی اور ڈپٹی مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ یہ کئی ضلع گزٹیئر۔ اس میں ۱۹۱۲ء۔ ۱۹۷۸ء۔ ۱۹۷۹ء کی مردم شماری میں پنڈوا تھانہ کا رقبہ ۱۱۱ مربع میل اور آبادی ۸۹،۷۸۹ تھی جس میں ۵،۸۷۸ مسلمان تھے۔ مردم شماری ہند ۱۹۷۱ء۔ بنگال۔ آرا۔ اے۔ ڈوش۔ ۱۹۷۲ء۔ گڑھ منڈران۔ تھانہ گوگھاٹ، سب ڈویژن آرام باغ۔ یہاں امورندی کے (بقیہ حاشیہ ص ۲۳۵)

دور حکومت میں یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ پہلے یستی سیرام پور سب ڈویژن کے
چند می تلامتھانہ میں تھی۔ اب جنگی بازار تھانہ میں ہے اور تھانہ کی مشرقی سرحد پر واقع
ہے۔ یہاں ایک ڈاک خانہ ہے۔ جس کا نام فر فر ہے۔ یہ موست کے بڑے ڈاکخانہ
کی ماتحتی میں ہے۔

فر فر اشرفین کو عام طور پر پھر پھر اشرفین کہتے ہیں۔ دیوان ویسی
میں پھر پھر لکھا ہے۔ ہوگلی ضلع گزیٹیر میں پھر پھر اشرفین کیا ہے۔ ڈاک خانہ کا نام
فر فر ہے۔ بنگال کے تعلیم یافتہ مسلمان فر فر اشرفین لکھتے ہیں۔ لیکن بول چال کی
زبان میں عام لوگ اسے پھر پھر اشرفین ہی کہتے ہیں۔ الحاج مولانا سید محمد شبیر الدین

[بقیہ حاشیہ ۲۳۲ کا]

کنائے قلعہ ہے اور قلعہ میں حضرت اسماعیل غازی رہ کا مزا ہے۔ قریب میں فرمان دیکھی اور مبارک منزل
ہے۔ حضرت اسماعیل غازی کا ایک مزا ضلع رنگ پور (بنگلہ دیش) میں پرین گنج سے سات میل پھر ہوتا
میں بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت کا سردفن ہے۔ حضرت شاہ اسماعیل غازی کی شہادت کا واقعہ
غلاؤ الدین حسین شاہ (۱۵۱۸-۱۶۲۹ء) کے دور حکومت میں رسائی نامی ایک برہمن کی سازش سے
پیش آیا۔ ہوگلی ضلع گزیٹیر (حالات مندرجہ) میں۔ اسی۔ اسی۔ اویلی ۱۹۱۲ء۔ اور رنگ پور ضلع
گزیٹیر جے۔ اے۔ واس ۱۹۱۱ء ص ۳۲؛ ڈاکٹر انعام الحق نے اپنی کتاب مسلم بنگالی ادب (ص ۱۰۱) میں لکھا ہے
کہ شاہ اسماعیل غازی، ہنگ شاہ کے عہد حکومت میں ۱۵۱۸ء میں شہید ہوئے۔

۱۹۱۲ء کی مردم شماری کے وقت جنگی بازار تھانہ کا رقبہ ۶۳ مربع میل اور آبادی ۹۲،۰۹۲ تھی
جس میں مسلمان ۱۲،۳۹۱ تھے۔ مردم شماری رپورٹ بنگال ۱۹۱۲ء۔ آر۔ اے۔ ڈوش

صاحب نظر نے ڈھاکہ سے مطلع کیا ہے کہ ننگہ زبان میں ایک کتاب تاریخ فرزہ ہے جس میں صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے نامور خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب کے حوالہ سے لکھا ہے۔ اس علاقہ کو سید حسین بخاری رح نے فتح کیا تھا۔ اسی پر بارہ کی رسیدگی، تازگی اور شادابی سے متاثر ہو کر اس کا نام پُرفرح رکھا۔ یہ پُرفرح فرزہ بن گیا۔ نام کے تلفظ کی یہ تبدیلی بڑی حد تک قرن قیاس اور قابل یقین معلوم ہوتی ہے۔ پُرفرح کا فرزہ پور پھر پھرہ یا پھر پھر ابن جانا بالکل فطری امر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فرزا شریف میں کبھی ایک باگدی شاہ ہندو راجہ حکمراں تھا اور اس مقام کا قدیمی نام بلیا سنی تھا۔ باگدی شاہ کو شاہ محمد کبیر جلیلی رح اور حضرت شاہ کرم الدین رح نے شکست دی اور یہاں مسلمانوں کا اقتدار قائم کیا۔ فرزا شریف کے قریب مولانا (ملا) سملہ میں ایک پرانی مسجد ہے اور وہیں حضرت کبیر جلیلی رح کا مزار ہے۔ ان کو عام طور پر حلب (الپتو) کے شاہ انور قلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۳۷۷ء میں آپ کا وصال ہوا۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو آپ سے بہت عقیدت ہے۔ اور یہاں زائرین بہت کافی تعداد میں آتے ہیں۔ درگاہ شریف کے دروازہ پر طغزی میں سنگ سیاہ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کا خان اعظم الخ مخلص خاں نے ۱۷۷۷ء (۱۱۷۵ھ) میں تعمیر کیا۔ دوسری مسجد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک تاجر جس کی کشتی سروستی ندی کے طوفان میں بھنس گئی تھی

۱۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ملہ ڈھاکہ۔ بنام راقم الحدودہ اور حضرت

اُس نے منتانا اور حضرت کے فیض سے پرخ گیا۔ اُس نے سنہ ۱۰۰۱ھ (۱۵۹۲ء) میں
پسوجہ تعمیر کرایا۔

ہوگلی ندی کے کنارے ایسٹرن ریلوے کی خاص لائن اور گریڈڈ ٹرنک روڈ
(قومی شاہ راہ ۱) پر پوڑہ سے بارہ میل (۲۰ کیلو میٹر) اتر سیرام پور ایک تاریخی مقام
اور مشہور صنعتی شہر ہے۔ عیسائی مشنریوں نے سب سے پہلے یہیں سے اپنا کاروبار شروع کیا تھا۔ سب سے پہلا پرسی

یہیں قائم ہوا تھا۔ بائبل کا پہلا اردو ترجمہ یہیں سے شائع ہوا تھا۔ حج بیت المقدس
جاتے وقت اکتوبر ۱۸۲۳ء میں امیر المومنین سید احمد شہید نے سیرام پور میں قیام
فرمایا تھا یہیں آپ کے خلیفہ سید عبداللہ ابن سید بہادر علی رہتے تھے۔ جنہوں نے سیرام پور
میں ٹائپ کا ایک پرسی قائم کیا تھا۔ مولوی سید عبداللہ صاحب سیرام پور ہی جہ سے
۱۸۳۶ء میں حضرت سید احمد شہید کی فارسی کتاب 'تنبیہ الغافلین' کا اردو ترجمہ اور
۱۸۳۸ء میں مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے اردو ترجمہ قرآن پاک کو پہلی بار
ٹائپ میں شائع کیا۔ ان کے علاوہ سیکڑوں دوسری دینی کتابیں اہتمام کے ساتھ شائع کیے
سب ڈویژن کے صدر مقام سیرام پور سے سروستی ندی کا فاصلہ ۶ میل ہے

۱۵ ہوگلی ضلع گریٹر۔ اس۔ اس۔ اوپلی ۱۹۱۲ء۔ سنہ ۳۰۳

۱۶ ہوگلی ضلع گریٹر۔ اس۔ اس۔ اوپلی ۱۹۱۲ء (بہان سیرام پور) ۱۹۱۱ء میں شہر سیرام پور کی آبادی

۲۹,۵۹۳ اور ۱۹۲۱ء میں ۵۵,۳۲۹ تھی جس میں مسلمان ۶,۳۲۲ تھے مردم شماری بتا رہا ہے

بھال۔ آ۔ لے۔ دوش۔ ۱۹۲۲ء؛ ۳۰ سید احمد شہید۔ علانا علام رسول بہر۔ بلداؤں

Marfat.com

Marfat.com

اور ندی کے کنارے سے تقریباً اسی قدر پچھم فرزا شریف واقع ہے۔ سابق ہوڑہ شیلا کھا
لائٹ ریوے ۱۹ میل کے آخری اسٹیشن شیلا کھالا سے فرزا شریف تین میل
دکھن پچھم ہے۔ سیرام پور سے بروٹی پارا شیلا کھالا، چک تاج پور، کھاتن اور
رام پارا ہوتے ہیں پختہ ٹرک تھانہ کے صدر مقام جنگلی پارا کو جاتی ہے۔ رام پارا

فرزا شریف سے ایک میل دکھن پچھم کی طرف ہے۔

فرزا شریف سے شیلا کھالا تین میل اتر پورب، ہوڑہ بردوان کارڈ

لائن کا اسٹیشن بروٹی پارا ۸ میل پورب اور سب ڈویژن کا صدر مقام ۱۴ میل
پورب ہے۔ آمدورفت کا آسان ترین راستہ یہی ہے۔ فرزا شریف سے تھانہ کا صدر

مقام جنگلی پارا ۸ میل پچھم۔ بڑا ڈاک خانہ موہنٹ ۵ میل دکھن پورب اور اسی
چندی نلا دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ دکھن میں برگھیا ۸ میل اور دکھن پچھم میں جنت

بلجھ پور عورت ہاسپتال پر واقع ہے۔ یہ دونوں مقامات ضلع ہوڑہ میں ہیں۔ برگھیا
پہلے ہوڑہ آمتا لائٹ ریوے کا اسٹیشن تھا۔ جہاں سے ایک لائن دکھن پچھم میں

آمتا کو اور دوسری لائن اتر پچھم میں جنت بلجھ پور۔ جنگلی پارا ہوتے ہو۔
داند ندی کے کنارے جھاڈنگا تک جلتی تھی۔ اس لائن کی موخر الذکر

پرسیٹا پور ہاٹ اسٹیشن فرزا شریف سے پانچ میل دکھن پچھم کی طرف تھا
لائٹ ریوے تو ختم ہو چکی ہے۔ لیکن ہوڑہ سے آمتا اور جھاڈنگا تک بڑی

کی لائن زیر تعمیر ہے۔

ایسٹرن ریوے کی شیورا بھولی تارا ایشور براچ لائن پر ٹالیکول اسٹیشن

فرز شریف سے سات میل اتر اور ہری پال اسٹیشن میں اترے پھر ہے۔ نالی
 کول اسٹیشن سے ایک نیم پختہ سڑک دکن کی طرف آتی ہے۔ اور شیاکھالا چمپاڈنگا
 روڈ کو الہی پور میں عبور کرتے ہوئے شیاکھالا جنگلی پارہ روڈ سے چک تاج پور میں مل
 جاتی ہے۔ چک تاج پور شیاکھالا اور فرز شریف کے درمیان واقع ہے۔ ہری پال
 اسٹیشن اور کھانہ کے صدر مقام سے ایک خام سڑک دکن پورب کو آتی ہے۔
 شیاکھالا چمپاڈنگا روڈ کو سپاہی گا بھی میں اور شیاکھالا جنگلی پارہ روڈ کو فرز شریف
 سے دکن پھم ہیل پارہ میں عبور کرتی ہوئی ضلع ہوڑہ کے برگھیا کو جاتی ہے۔ سابق
 ریوے اسٹیشن سینٹا پور ہاٹ سے ایک خام سڑک آکر اس سے منڈولیکا میں
 ملتی ہے۔ بڑی سڑی کی لائن بن جانے پر فرز شریف کے لئے یہ سب سے آسان
 راستہ ہوگا۔

فرز شریف کے اٹکھان موضع ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب
 ولیسی رح کے مرید منشی شرافت اللہ صاحب رح اسی بستی کے رہنے والے تھے۔ ان
 کے چچا زاد بھائی اولاد میں مولانا عبد القادر صاحب سینٹا پور کے مدرسہ میں ملازم ہیں
 پورب میں چندی تھاکھانہ کا پانول موضع ہے۔ یہاں مسلمانوں کی آبادی نہیں ہے۔ دکن
 میں دکن ڈبھی بستی ہے۔ دکن پھم میں رام پارہ ہے۔ حضرت ولیسی رح کے مرید
 مولوی مبین اللہ صاحب اسی موضع رام پارہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی صاحبزادی
 منورہ خاتون ابھی حیات ہیں۔ ان کے لڑکے فرز شریف میں قاضی ظہور الحق اور
 قاضی اکرام الحق ہیں۔ اور ایک پوتے مولانا قاضی سراج الحق صاحب عالم دین ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

فرز شریف کے پچھلے پاراموضع ہے جہاں شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلطانی صاحب
 کی شادی جناب ملا عنایت اللہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔
 حضرت کی ایک صاحبزادی عزیزہ خاتون صاحبہ کی شادی بھی پچھلے پاراموضع میں
 فرز شریف جانے کا آسان ترین راستہ سیرام پور یا بروئی پاراسٹیشن
 سے ہے۔ سیرام پور جنگی پارا روڈ پرس آتی جاتی ہے۔ فرز شریف کے لئے اس
 روڈ پر رام پارامیں اترنا چاہیے، جو فرز شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔
 کلکتہ سے آنے والے لوگ ہوڑہ، بردوان کارڈ لائن کے بروئی پاراسٹیشن میں
 جنگی پارا جانے والی بس پکڑتے ہیں۔ یا دھرم تلا کلکتہ سے شیا کھالا ہوتے ہوئے
 چمپا ڈنگا اور آرام باغ کو جانے والی بس میں جگہ حاصل کر کے شیا کھالا میں اتر جاتے
 ہیں اور پھر سیرام پور سے جنگی پارا جانے والی بس میں رام پارا تک سفر کرتے ہیں۔
 ہوڑہ سے پچھلے (دس کیلومیٹر) اتر، ایسٹرن ریوے کے اتر پاراسٹیشن سے
 دان کوئی۔ کالی پور۔ چندی تلا ہو کر شیا کھالا تک بس آتی جاتی ہے۔ اس روڈ سے
 بھی سفر کیا جاسکتا ہے۔ اتر کی طرف سے آنے والے ہوڑہ، بردوان کارڈ لائن کے
 کمرکنڈر جنکشن پر گاڑی بدل کر تارا ایشور لائن کے نالی گول اسٹیشن سے فرز شریف
 پہنچ سکتے ہیں۔

۱۔ خط مولانا عبدالسلطان صاحب (رابق مدرسہ فتحیہ فرز شریف) پوسٹ ماٹرز فرز۔

تمام راتم الحدود مورخہ ۹ اگست ۱۹۶۴ء۔ ۱۱ اگست ۱۹۶۴ء؛ ۱۵ اگست ۱۹۶۴ء۔

فر فر اشریف ایک بڑا قصبہ ہے۔ اس کا حلقہ پانچ میل سے زیادہ ہے۔
اس میں بہت محلے ہیں۔ جیسے: قاضی پارا۔ مفتی پارا۔ ملا پارا۔ میر صاحب پارا۔
قصاب پارا۔ میاں صاحب پارا وغیرہ۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی
کا مکان اور مرزا شریف میاں پارا محلہ میں ہے۔

۲۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہ کے
خلفا میں حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحب صدیقی کو سب سے زیادہ شہرت اور
مقبولیت حاصل ہوئی۔ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کی
اولاد میں تھے۔ فر فر اشریف میں ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۶ء) میں پیدا ہوئے۔ عالم باعمل
اور صوفی کامل تھے۔ ساری زندگی خلق خدا کی اصلاح و ہدایت میں صرف کردی۔ آخرت
طریقیت اور حشر فیض کی حیثیت رکھتے تھے بغیر کسی تعقیبش حال اور جارح بڑے تال
بڑی آزادی اور قیاضی سے لوگوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک
کلکتہ کے ایک میدان میں جہاں ہزاروں ہزار کا مجمع تھا اور سب کے سب بیعت کے
مشاق تھے۔ سب کا آپ کے قریب پہنچنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ پہلے آپ نے اپنا عام

۱۹ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب فر فر اشریف ضلع ہوگلی۔ مورخہ ۵ اگست ۱۹۷۷ء
۲۰ خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب دکنیل۔ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۳ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء

پھیلا دیا۔ قریب کے لوگوں نے اسے تمام لیا۔ پھر حاضرین سے کہا کہ بیعت ہونے والے تمام لوگ
 کندھے سے کندھا لائیں۔ اس طرح سب کو بیعت کر دیا اور فرمایا کہ جو لوگ تعلیم طریقت
 حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ کل ہو کر اس مسجد میں آئیں جہاں حضرت قیام پذیر تھے۔
 صرف پچیس^{۲۵} آدمی حصول تعلیم کے لئے حاضر ہوئے۔ لیکن آپ کے فیض سے بہت کافی
 لوگوں کی اصلاح ہو گئی۔ اور آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں ہزار تک پہنچ گئی۔ جن
 میں عام مسلمانوں کے علاوہ نامور علمائے اسلام، حکام عالی مقام اور روسائے عظام
 کی کافی تعداد شامل تھی۔ اور سب کو آپ سے کمال عقیدت اور بے پناہ محبت تھی۔
 آپ کے خلفاء کے ذریعہ رُشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔

فرزِ اشریف کے دوسرے بڑے بزرگ اور حضرت سو فی سید فتح علی صاحب
 ویسی کے دوسرے۔ نامور خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلیمانی صاحب عباسیؒ
 کی نھیال آپ کے خاندان میں تھی اور وہ رشتہ میں آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہونے لگے۔
 فرزِ اشریف میں عام طور پر حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ کو بڑے
 حضرت اور حضرت مولانا غلام سلیمانی صاحب عباسیؒ کو بڑے مولانا کہتے ہیں
 ۲۴/۱، منشی پارالین، لالہ بکان، مانیک تلہ، کلکتہ ۷۰ میں حضرت صوفی
 سید فتح علی صاحب ویسیؒ کے مزار مبارک پر کتبہ تاریخ حضرت مولانا ابو بکر صاحبؒ
 نے لکھوایا تھا۔ اور ہر سال آپ کے زیرِ اہتمام ۲۷ رمضان المبارک کو فاتحہ خوانی کے لئے

علامہ جناب عبدالرحمن صاحب استاد شعبہ تعلیمات اسلامی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ پینہ جون ۱۹۷۲ء

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

صوفی صاحبؒ کے مریدین اور متوسلین کا یہاں ایک بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد اس تاریخ کو فاتحہ خوانی کے اس اجتماع کا سلسلہ بند ہو گیا۔ لیکن سال ۵-۶ اور ۶-۷ء کو ایصالِ ثواب کا سالانہ جلسہ جاری ہے۔

حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحبؒ کے خلیفہ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ نے میرسے ضلع چانگام کے پاس ملے یاش میں سالہ ۱۹۰۴ء میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحبؒ نے اپنے دادا پیر حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ (متوفی ۱۸۵۸ء) کے نام پر اس دینی درس گاہ کا نام صوفیہ نوریہ مدرسہ رکھا، جو پولسے آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ اپنے اپنے وطن فرزا شریف میں اپنے خسر جناب منشی صداقت اللہ صاحب کی حوٹی میں اپنے پیر و مرشد کے نام پر مدرسہ فحیمہ قائم کیا یہ مدرسہ بھی جاری ہے اور مغربی بنگال میں علم دین کا ایک بڑا مرکز ہے۔ اس مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھتے وقت مولانا محمد ابو بکر صاحبؒ کے خلیفہ مولانا احمد علی حمید جلالی بھی موجود تھے اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ونسیؒ کے مرید مولوی غنیمت اللہ صاحب فرزا شریف اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے تھے۔

حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ کا ۲۵ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ = ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو جمعہ کے دن صبح پھیکے فرزا شریف میں انتقال ہوا۔ مرزا مبارک آپ کا میاں پارا محلہ میں ہے۔ اس وقت آپ کے بڑے صاحبزادے جناب الحاج

۱۸۲-۱۸۳ دیکھے

۱۸۰-۱۸۹ دیکھے

۱۸ خط ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب ختری مدظلہ۔ کان کھولی شریف کلکتہ ۲۴-۲۵۔ مورخہ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔

مولانا عبدالحی صاحب مدظلہ سجادہ نشین ہیں اور تعلیم طریقت کا سلسلہ جاری ہے۔ ہر سال ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ مارچ کو فرزا شریف میں مسلمانوں کا شاندار اور روح پرور اجتماع ہوتا ہے۔ دور ومانہ سے ہزاروں ہزار مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ ایصالِ ثواب کا جلسہ ہوتا ہے۔ وعظ و نصیحت کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ اس مبارک و مسعود اجتماع میں خلافتِ سنت کوئی کام نہیں ہوتا۔ ذرا سرین کی کثیر تعداد سے قصبہ کی رونق میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس عظیم دینی اجتماع میں شریک ہونے والے بزرگوں کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

قطعہ تاریخ

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی نے حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ کی وفات کا قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

وہ پیر بھائی جو کہ تھے والد کے پیر کے

روشن ضمیر، اہل و فناء، صاحبِ نظر

تھا بہت وقیح ماہِ محرم جمعہ کا روز

جو آپ نے کیا سوئے دارالبقا سفر

شرقی طلب کے تھے سے جو سالِ وصال کی

یوں لکھ "میر خلد میں صوفی ابو بکر"

۱۳۵۵ھ

۱۔ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۲ء

۲۔ جناب خاں بہادر امین الاسلام صاحب انسپکٹر جنرل ریلوے ٹریننگ کالج

۳۔ محسن اعجاز حضرت مولانا غلام اسلامی صاحب فرزا شریف فیصلہ ہوگئی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

۱۹۳۹ء میں حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے انتقال کے

وقت آپ کے پانچ صاحبزادے موجود تھے ۱۔ مولانا ابونصر محمد عبدالحمید صاحب ۲۔
 مولانا ابوظفر محمد وجیہ الدین صاحب ۳۔ مولانا محمد نجم السعادت صاحب ۴۔ مولانا
 عبدالقادر صاحب ۵۔ مولانا محمد ذوالفقار علی صاحب پانچوں صاحبزادوں کو اپنے
 والد محترم سے شرف بیعت اور اجازت و خلافت حاصل تھی۔ چوتھے صاحبزادے جناب
 مولانا عبدالقادر صاحب صدیقی رح کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کے ایک بیٹے مولانا ابوالفرح
 صاحب یادگار ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب رح کے باقی چار صاحبزادے جیسا
 ہیں اور رشد و ہدایت کے کاموں میں مشغول ہیں۔ جناب الحاج مولانا ابونصر محمد عبدالحمید صاحب
 صدیقی مدظلہ سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔
 الحاج مولانا ابوظفر محمد وجیہ الدین مصطفیٰ صاحب صدیقی مدظلہ کے تین بیٹے اور تین
 بیٹیاں ہیں۔ مولانا محمد نجم السعادت صاحب صدیقی مدظلہ کے تین بیٹے اور ایک صاحبزادی
 ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب رح کی دوسری شادی حضرت ویسی رح کے مرید جناب
 منشی صدیقت اللہ صاحب رح کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اس محل سے جناب مولانا
 محمد ذوالفقار علی صاحب صدیقی مدظلہ ہیں۔ جو اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے
 ہیں۔ مدسہ نتیجہ آپ کے نانا مرحوم کی حویلی میں قائم ہے۔ آپ وہیں مدسہ
 باڑی میں رہتے ہیں۔ آپ کے کئی صاحبزادے اور کئی صاحبزادیاں ہیں۔ آپ کے

۱۔ جناب مولانا عبدالقادر صاحب مدظلہ ذوالفقار علی صاحب صدیقی رح کے صاحبزادے ہیں۔

برادر نسبتی کا نام جناب قاضی عبدالملتان صاحب ہے

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے تین سوانح حیات بنگلہ بان میں اور ایک اردو میں ہے۔ اور ہر کتاب میں تین سو صفحات سے زیادہ ہیں

اردو سوانح حیات نایاب ہے اور اس کو دوبارہ شائع کرنے کا انتظام اب تک نہیں سکا ہے۔ بنگلہ زبان والی ایک کتاب آپ کے خلیفہ جناب مولانا روح الامین صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے خلفاء میں آپ کے پختہ صاحبزادوں کے علاوہ حسب ذیل بزرگوں کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

- (۱) جناب شاہ صوفی تاج محمد حسین صاحب صدیقی رح۔ ندیہ۔ (مغربی بنگال)
- ۲۔ جناب شاہ صوفی صدر الدین صاحب۔ گنگارام پور۔ ضلع جیسور (بنگلہ دیش)
- ۳۔ جناب مولانا شاہ صوفی نثار الدین صاحب۔ سرسینا ضلع باریسال (بنگلہ دیش)
- ۴۔ جناب مولانا شاہ صوفی روح الامین صاحب۔ بشیر پور۔ ضلع چوہیس پرگنہ (مغربی بنگال)
- ۵۔ جناب خان بہادر الحق مولانا احمد علی صاحب۔ عنایت پور۔ ضلع جیسور (بنگلہ دیش)
- ۶۔ جناب پروفیسر مولانا عبدالخالق صاحب۔ ستورا۔ ضلع کوٹلا (بنگلہ دیش)
- ۷۔ جناب مولانا احمد علی صاحب حمید جلالی رح۔ ٹپاہنچ۔ کلکتہ (مغربی بنگال)
- ۸۔ جناب مولوی تمیز الدین خاں خاں خاں پور۔ ضلع فرید پور (بنگلہ دیش)

خط جناب الحاج مولانا سید ابوالبشر عثمانی شیر الدین صاحب عبدو ناظر باسک لین ٹھکانہ۔ مظفر جہاں ۱۹۷۵ء

خط جناب مولانا ابوصالح محمد رفیعون الکریم صاحب بند پوری ۲۱۔ بیار بخش لین کلکتہ ۱۹۷۵ء

۱۹۷۵ء

۹۔ جناب مولانا سید عاتم علی صاحب۔ حاجی گنج۔ سب ڈویژن چاند پور۔ ضلع کوٹلا
(بنگلہ دیش)۔

۱۰۔ جناب مولانا طفیل احمد صاحب ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔

۱۱۔ جناب الحاج مولانا حافظ سید ابوالشیر محمد بشیر الدین صاحب نڈلا
ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔

۱۲۔ جناب صوفی محمد شفیع صاحب۔ کلکتہ (مغربی بنگال)۔

۱۳۔ جناب صوفی عبدالستار صاحب ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔

۱۴۔ جناب مولانا محمد عبد الغنی صاحب ملے پاش۔ میر کے اضلع چانگام (بنگلہ دیش)

۱۵۔ جناب ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب۔ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب صدیقی ر کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

ان میں سے کچھ لوگوں کے نام پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ جناب خان بہادر عبدالحکیم چودھری۔ ریٹائرڈ۔ ضلع مجھڑیٹ۔ ناکھالی (بنگلہ دیش)

۲۔ جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب۔ ریٹائرڈ اکسائز سپرنٹنڈنٹ۔ بنگال

۳۔ جناب مولانا عبدالعزیز صاحب۔ ریٹائرڈ پبلکشنز انکم ٹیکس

۴۔ جناب مولانا ابوعلی محمد سیح صاحب۔ ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر انڈسٹریل ڈسٹری بیوٹن

۵۔ جناب الحاج مولانا افضل الکریم صاحب۔ ریٹائرڈ ضلع اور سٹیشن جج۔

۶۔ جناب الحاج سید ابوالنصر محمد نصیر الدین صاحب۔ ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

ڈھاکہ۔ (بنگلہ دیش)۔

۷۔ جناب سید ابو ظفر محمد ظہیر الدین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔

۸۔ جناب مولوی ابو حامد۔ فاروق احمد صاحب ام۔ اے۔ چٹاگانگ (بنگلہ دیش)

۹۔ جناب مولوی ابو زاہد حلیل احمد صاحب ام۔ اے۔ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

۱۰۔ جناب مولوی عبدالستار صاحب۔ ریٹائرڈ انکم ٹیکس کمشنر

۱۱۔ جناب پروفیسر اے۔ کے۔ ام۔ جلال الدین صاحب ج۔ ریٹائرڈ پرنسپل

۱۲۔ جناب مولوی ابو مجتبیٰ محمد موسیٰ صاحب ایڈووکیٹ۔ گورنمنٹ پلیڈر۔ کوٹلا

(بنگلہ دیش)

۱۳۔ جناب سید محی الدین احمد صاحب ج۔ پولیس ٹریننگ اسکول۔ کلکتہ (مغربی بنگال)

۱۴۔ جناب خان بہادر عبدالرحمان ج۔ بشیر ہاٹ۔ سابق وزیر غیر منقسم بنگال

۱۵۔ جناب خان صاحب عبدالقادر ج۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل۔ بھاکل پور

الحاج مولانا شاہ صوفی ابوالنصر محمد عبدالحمید صاحب سجادہ نشین ذر ذر شریف

کے مرید بہت ہیں۔ ڈھاکہ میں جناب اس اے پودھری ریٹائرڈ ڈویژنل کمشنر اور ریویو

سکرٹری آپ کے خلیفہ ہیں۔ ہنگا جیہ ضلع سلہٹ (بنگلہ دیش) کے الحاج جناب محمد نظام الدین

سفیان صاحب جنہوں نے دنیا کے مختلف حصوں کی سیر و سیاحت کی ہے۔ ان کو بھی مولانا

۱۔ خط جناب الحاج مولانا محمد بشیر الدین صاحب منظر ڈھاکہ اے۔ ٹی۔ ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء

۲۔ جناب محمد نظام الدین صاحب سفیان کے دادا جناب شاہ صوفی محمد عبداللہ صاحب حبیب سجاد نشین
ضلع سلہٹ (بنگلہ دیش) میں پیدا ہوئے۔ وہ پودہ سال تک حضرت مولانا نظام سلمانی صاحب ج کی
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲ پر)

محمد عیاری صاحب مظلّم سے شریف بیعت حاصل ہے۔

بشیر ہاٹ ضلع چوہدری پرگنہ کے حضرت مولانا شاہ صوفی محمد روح الامین

صاحب، حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ کے نامور خلفاء میں سے ہیں آپ

اپنے دور کے جلیل عالم، فصیح البیان مقرر اور غارو کمال گزشتہ میں بنگال کے اولیاء کرام

اور صوفیائے عظام پر آپ نے کافی تحقیقی کام کیا۔ اور بنگالہ بان میں تقریباً دو سو کتابیں

تصنیف کیں۔ بشیر ہاٹ کلکتہ سے براہ راست چالیس میل (۶۵ کیلومیٹر) مشرق

قدرے شمال کی طرف سب ڈویژن کا صدر مقام ہے۔ یہاں ہر سال ۱۳-۱۴-۱۵

پھاگن بنگالہ (خیر عشرہ فروری) کو آپ کے مزار شریف پر اور آپ کے قائم کردہ مدرسہ امینیہ

میں ۱۷-۱۸-۱۹ کو ایصالِ ثواب ہوتا ہے۔

جناب مولانا محمد الخالق صاحب مرحوم ستورا، ضلع کوٹلا کے رہنے والے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴۹)

کی خدمت میں حاضر ہے۔ انہوں نے ۱۳۳۲ھ - ۱۹۱۴ء "مرآة السلک" نامی ایک رسالہ لکھا جو

۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کا ادیبان کے صاحبزادے یعنی سفیان صاحب والد جناب شاہ محمد شہود

چودھری کا مراد کریم گنج ضلع کچھار ڈاسم کے پاس بسکوٹ میں ہے۔ خط جناب محمد نظام الدین

صاحب سفیان لڈوہا کے رہنے والے۔ مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء، تعلیم مولانا فرید الدین عطار ام۔ اے

۱۳۷
کہ خط ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر مظلّم، گارڈن پریس کلکتہ

مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۶۵ء

Marfat.com

Marfat.com

بل ام۔ اے، پیریز، ٹینیسی کالج اور لیڈی برابرن کالج کلکتہ میں پروفیسر تھے۔ تقریباً ۲۰ سال بل انتقال ہوا۔ مولانا نے مرحوم کے مریدوں کی تعداد بہت ہے۔ سیرۃ النبی کے انگریزی ترجمہ جناب فضل الرحمن صاحب مرحوم (متوفی دسمبر ۱۹۶۶ء سابق وزیر پاکستان کی جناب سیدہ فاطمہ فضل الرحمن عرف نسیمی بیگم سابق لکچرارہ امدو بیڈی برابرن کالج کلکتہ) کے شرف بیعت حاصل ہے۔ مولانا نے بنگلہ میں اسلامیات پر بہت کتابیں لکھی۔ اور یہ کتابیں بہت مقبول ہیں۔ سید المرسلین تین جلدوں میں ہے۔ دو ضخیم یا شائع ہو چکی ہیں۔ تصوف و معرفت میں آپ کی کتاب سراج الشاکین بہت مشہور پہلی بار کلکتہ سے شائع ہوئی۔ ڈھاکہ سے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت امام شریعی (متوفی دسمبر ۱۱۱۱ھ) کی کتابوں کا بنگلہ میں کیا۔ ایک کتاب آپ کی مہذبات ہے۔

حکومت پاکستان نے انگریزی دور حکومت کے ملکی قوانین کو قرآن پاک اور سنت رسولؐ میں ڈھالنے کے لئے جو تعلیمات بورڈ قائم کیا تھا۔ مولانا عبدالخالق صاحب مرحوم اس کے ایک سرکردہ لیڈر تھے۔ آپ کے صاحبزادے ریٹائرڈ بریگیڈیئر جناب محمد عبدالقدوس بنگلہ آپ کے جانشین ہیں۔

دیکھو صفا۔ بحوالہ ایوگرافیکل انسائیکلو پیڈیا آف پاکستان۔

پیش قدم ۱۹۶۵ء انٹرنیشنل پبلیشرس۔ لاہور۔ فریڈنکٹ، بندوبست مولانا محمد بشیر اللہ صاحب

۱۹۶۵ء جون ۱۹۶۵ء؛ مقدر۔ ترجمہ انگریزی سیرۃ النبی۔ کراچی ۱۹۶۵ء

حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید، جلالی، بڑے جید عالم اور عارف
 لائے تھے۔ آپ کا شمار بنگال کے مشاہیر علماء اور مشائخ طریقت میں ہوتا ہے۔ عربی، فارسی
 اردو اور بنگلہ چاند بانوں میں شاعری کرنے تھے۔ ایک طویل عرصہ تک اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا
 شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی رح کی صحبت سے مستفید ہو کر ان کے اہل خلفاء میں شامل ہوئے
 پوری زندگی دین اسلام کی عظمت و ترقی اور خلق خدا کی اصلاح و ہدایت میں مہرت کر دی اس
 مقصد کے تحت مضافات کلکتہ اور بنگال کے دوسرے علاقوں میں سفر بھی کیا کرتے تھے۔ دینی
 کے سلسلہ میں حضرت مولانا تجوید کے اصول و ضوابط کے ساتھ قرآن شریف کی تعلیم اور حفظ قرآن
 کو بہت ضروری سمجھتے تھے اور مسلمانوں کے مذہبی جلسوں میں قرآن پاک کی اہمیت اور افاد
 اور اس کی تعلیم پر بہت زور دیتے تھے۔ حلقہ ذکر و حفظ القرآن سوسائٹی کے صدر اور اس کے
 نواح روالی تھے اور ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتے رہے کہ سرکاری مدرسوں کے نصاب میں حفظ
 کو شامل کیا جائے۔ چنانچہ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۹ء کو حلقہ ذکر و حفظ القرآن سوسائٹی کے زیر اہتمام
 کا پوٹا نڈار طلبہ کلکتہ مسلم انسٹیٹیوٹ ہال میں آپ کی صدارت میں منعقد ہوا تھا اور جس میں ٹاکم
 کی تلاش نامہ کارٹ جو گورنمنٹی بنگال بحیثیت جہاں خصوصی شریک ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں
 گورنمنٹ کی خدمت میں اردو میں سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے جہاں مدرسہ عالیہ کلکتہ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۱ کا]

سیرۃ النبی انگریزی ترجمہ۔ پاکستان پبلسنگ سوسائٹی۔ کراچی ۱۹۷۰ء۔ قیمت: ۳۰ روپے

۱۹۷۵ء خط جناب الحاج مولانا ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ۔ ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۹ جون ۱۹۷۵ء

دوبارہ کھولے جانے پر مسترت اور شادمانی کا اظہار کیا اور حکومت کو مبارکیا پیش کی، وہیں نہایت پُر زور الفاظ میں اس بات کی درخواست کی کہ مدرسہ مذکورہ میں حفظ القرآن اور تجوید کے ساتھ تعلیم القرآن کا ایک شعبہ قائم کیا جائے۔

اسی مقصد کے تحت مولانا احمد علی صاحب حمید جلالی نے اوائل ۱۹۵۰ء میں جناب مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیمات حکومت کو جو خط لکھا تھا۔ وہ مولانا زین العابدین خٹا خٹا کی کتبی سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے :

۶۸۶

ان ہو الا ذکر و قرآن مبین صنتہ خیر امتہ۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

جناب فیضیاب اخیانا المعظم والحریم آنریبل مولانا ابوالکلام آزاد صاحب آزاد مجدکم وزیر تعلیم حکومت عالیہ ہند :-

۱۔ گذشتہ ۲۱ دسمبر مسلم انسٹیٹیوٹ میں ہزار کھینسی جناب گورنر بہادر کے قدم مہینت لازم سے ہم لوگوں کے خاطر افسردہ کو غایت درجہ کی مسترت اور تازگی حاصل ہونے کے ساتھ ہی ساتھ جناب والمالی کلکتہ میں تشریف آوری کی خبر تازہ تازہ، نو بہ نو اور بیشتر از بیشتر اس درجہ تک طرب خیز اور فرحت انگیز ہوئی کہ ہم اپنی دلی آرزو کو کھول کر خدمت فیضیاب میں گزشتہ کے بغیر مطمئن نہیں رہ سکتے اور وہ یہ ہے کہ :-

۱۔ حضرت شاہ جلالی پر قبلا رجسٹری "بکلمہ مطبوعہ" بکلمہ ۱۹۴۲ء - ص ۱۸۳ بلحات شاہ جلالی پر قبلا
ضمیمہ اردو حصہ۔

۲۔ حضرت شاہ جلالی پر قبلا رجسٹری (حیات شاہ جلالی پر قبلا) بکلمہ - مولانا زین العابدین خٹا خٹا مطبوعہ کلکتہ
۱۹۴۱ء - اردو حصہ ۸۸-۱۸۴

Marfat.com

Marfat.com

۲۔ جس حیثیت سے کہ حفظ القرآن بنائے اسلام کی بنیاد ہے۔ اس لئے مدرسہ عالیہ

میں تعلیم حفظ القرآن کی ایک جماعت کہ جس میں انہام و تفہیم معانی و محاورات و اسرار
قرآنی حفظ کرنے والے طلباء کو خاص طور پر تعلیم دی جائے اور بعد امتحان، کامیاب
طلباء کو "سند اور لقب حافظ" کا سرکار دولت مدار کی جانب سے عنایت کی جائے۔

دوسری جماعت تجوید کے ساتھ قرآن خوانی سیکھنے کے لئے ہم مسلمان رعایا کی دلی تمنا خواہ
عنایت کی ہے۔ ہمارے تہریبان حکومت ہند کے غایت کرم گستری سے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے
دوبارہ افتتاح سے جس طرح ہم لوگوں کو ممنون فرمایا ہے۔ اسی طرح مذکورہ دو جماعتوں کے افتتاح
و انتظام سے ہم لوگوں کو تشفی کا طر عنایت ذرا کر قوم اسلام کو مرہونِ دائمی کریں گے۔

۳۔ جناب والہ کی توجہ سے انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی کا پورا یقین ہے۔ چند کاغذات
اس کے تعلق میں مطالعہ کے لئے ارسال خدمت عالی کرتا ہوں۔

بارک اللہ لنا ولکم فی القرآن العظیم

اللہم انصر من انصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عوض گزاد کترین خادم القرآن

احمد علی حمید جلالی

مولانا شاہ صوفی احمد علی حمید جلالی کا ۱۶ بجان ۱۳۵۷ھ تکبیرتکلی، ۲۱ جمادی الاول

۲۸ ذی قعدہ ۱۹۵۱ء کو بوقت ظہر انتقال ہوا۔ آپ کی ابدی آرام گاہ ٹیبا بڑے کے پاس کالہ

پیر ڈنگ شریف۔ گارٹن ریح۔ کلکتہ ۱۹۵۲ء میں نہایت پر فضا مقام پر ہے۔ مزار شریف بہار

نوبھوت عمارت بھی ہوئی ہے۔

مولانا حمید جلالی رحمہ کو تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا۔ میلادِ مصطفیٰ ۲۱ جمادی

سیف الغوث الاکظم، بزم الاساس الثمناس فی صدور الناس۔ حلقہ ذکر جام حیات۔ آب

Marfat.com

Marfat.com

آپ کی تصانیف ہیں۔ چند ننگہ کتابیں بھی یادگار ہیں۔

حضرت مولانا حمید جلالی رح کے بڑے صاحبزادے الحاج مولانا محمود بخت بختاری صاحب مدظلہ، اور آپ کے بڑے داماد ممتاز الحدیث الحاج مولانا زین العابدین صاحب انخروی مدظلہ کو آپ اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔ مولانا محمود بخت بختاری صاحب کان کھولی شریف میں سجادہ نشین ہیں اور مولانا انخروی صاحب مدظلہ گوشہ نشین۔ حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی رح نے مانگ تہ دلی وال قبرستان کی مسجد میں اپنے دادا پیر حضرت ویسی رح کی یادگار میں ایک مدرسہ دارالافتون قائم کیا تھا۔ خود بھی اس مدرسہ میں طلباء کو قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد فسادات کے باعث جب مانگ تہ علاقہ مسلمانوں سے بالکل خالی ہو گیا، تو مولانا شاہ حمید جلالی نور اللہ مرحوم نے دسمبر ۱۹۴۹ء سے دلی وال قبرستان کی مسجد میں حضرت ویسی رح کے ایصالِ ثواب کے لئے باہا بیٹہ جلسہ منعقد کرنا شروع کیا۔ دو سال تک یہ جلسہ آپ کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کے انتقال کے بعد سے یہ جلسہ ہر سال ۵، ۶ اور ۷ دسمبر کو آپ کے بڑے داماد اور خلیفہ ممتاز الحدیث الحاج مولانا زین العابدین صاحب انخروی مدظلہ کے زیر اہتمام بڑے آب و تاب اور بڑی کامیابی سے منعقد ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا حمید جلالی رح کے دوسرے صاحبزادے جناب مولانا نور المعین صاحب حشتی ہیں۔ حضرت حمید جلالی رح کے نواسے یعنی مولانا زین العابدین صاحب انخروی، مدظلہ کے صاحبزادے ممتاز الحدیث مولانا غلام علی الدینی صاحب جلالی سلسلہ کے کاموں اور حضرت ویسی رح کے ایصالِ ثواب کے لئے منعقد ہونے والے سالانہ جلسوں کے اہتمام میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔

مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی کے حالات زندگی اُن کے بڑے والد اور خلیفہ مولانا زین العابدین صاحب اختر سی مظللہ نے بنگلہ زبان میں "حضرت شاہ جلالی پیر قبیلار" کے نام سے لکھا ہے، جسے کلکتہ سے ۱۹۴۲ء میں اُن کی اہلیہ جناب فاطمہ خاتون صاحبہ اور صاحبزادے جناب مولانا غلام محی الدین جلالی نے شائع کیا۔ اس کتاب کو حضرت مولانا زین والد محترم جناب غین الحق مظللہ اور والدہ مرحومہ بی بی صادقہ خاتون کے نام سے معنون کیا ہے۔ ۱۹۲ صفحات کی اس کتاب میں دس صفحات اردو میں بھی ہیں۔ اسی حصہ میں مولانا حمید جلالی کے چھ خطوط بھی شامل ہیں۔

ممتازہ المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر سی مظللہ، کو حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسی قدس سرہ سے کمال عقیدت اور محبت تھی۔ اُس دربار عالی کے ناچیز اہل علم جیسے ایک سگ خاک نشین کو وہ پیارا اور محبت کی نگاہ سے دیکھے ہیں۔ مولانا اختر سی مظللہ نے بڑی جستجو، کاوش، محنت اور عرق ریزی سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسی کے متعلق ایک کتاب "حیات ولسی مرتب کر کے ۱۹۵۵ء میں کلکتہ سے شائع کیا۔ اور اسے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی کے نام سے معنون کیا۔ اس کتاب کا ایک حصہ بنگلہ میں اور دوسرا حصہ اردو میں ہے۔ حصہ بنگلہ میں ۸۸ صفحات اور حصہ اردو میں ۷۰ صفحات ہیں۔ بنگلہ والے حصہ میں حضرت صوفی صاحب اور مولانا شاہ احمد علی صاحب حمید جلالی کے مزارات کی تصویروں ہیں۔ جناب صوفی اکرام الحق صاحب، پناہی ضلع مرشد آباد کے نام حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے ایک خط کی عکسی نقل ہے۔ اور اس کے

۱۷ حیات ولسی (حصہ بنگلہ) ۲۳-۲۴

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

متن بھی ہے۔ صوفی صاحب نے نواب واجد علی شاہ، معروف والی اودھ کی پولیٹیکل نیشن آفس سے نومبر ۱۸۶۷ء میں آفس سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے جو شاہراہ لیا تھا اور کتب خانہ کے رجسٹرڈ ریڈر تھے لیا تھا۔ اس کی فوٹو نقل ہے۔ خط اور دستخط کی فوٹو نقل سے پڑھنے والوں کو صوفی صاحب کے ہر وہ کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اس حصہ میں حضرت صوفی صاحب کے مزار مبارک کے اس کتبہ کی نقل بھی شامل ہے۔ جسے آپ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحب صدیقی "فرز اشرف" نے لکھوایا تھا۔

حصہ اردو میں خدا کی حمد کے بعد ادب و ولایت کے اوصاف کے متعلق حضرت داتا گنج بخشؒ کی کتاب "کشف المحجوب" کا اقتباس ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ہے۔ پھر حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے حالات زندگی، اخلاق و عادات، کشف و کرامات اور اولاد کا بیان ہے۔ حضرت صوفی صاحب کے خلیفہ مولانا عبدالحق صاحبؒ کی ایک سوجی کیفیت اور دربار رسالت کا شرف باریابی کا حال ہے۔ مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب نندن پوری اور مولانا عبدالرحمن صاحب عمیری کی طرف سے حضرت صوفی صاحب کے دربار میں فارسی میں منظوم ترانہ عقیدت ہے۔ غزلوں کا انتخاب ہے۔ صوفی صاحب کا شجرہ عالیہ چشتیہ ہے۔ مریدوں کی فہرست ہے۔ ایصال ثواب کے چند سالانہ جلسوں کی مختصر روایت ہے۔

۱۰ حیات ولسی ۲۶-۲۷ ۱۱ حیات ولسی ۲۵ ۱۲ حیات ولسی ۲۵

۱۳ حیات ولسی (حصہ اردو) ۳-۴ ۱۴ حیات ولسی (حصہ اردو) ۲۷-۲۸

۱۵ حیات ولسی (حصہ اردو) ۵-۶ ۱۶ حیات ولسی (حصہ اردو) ۲۲-۲۳ ۱۷ حیات ولسی (حصہ اردو) ۲۴-۲۵ ۱۸ حیات ولسی (حصہ اردو) ۲۶-۲۷

اور کتاب کے متعلق چیز اہم سستیوں کی تقریبات ہیں۔ لفظ ویسی کی تحقیق اور دعا ہے
 غرض کہ صوفی صاحب رح کے متعلق حضرت مولانا زین العابدین صاحب اختر سی، مظلہ کے
 یہ کتاب نہایت کارآمد اور قابل فخر کارنامہ ہے۔ حضرت صوفی صاحب رح کے انتقال
 کے ۶۸ سال بعد اس کتاب کو مرتب کر کے مولانا کے موصوف نے حضرت صوفی صاحب
 کے متعلق بہت سارے حالات کو محفوظ کر دیا۔ اور اس قابل قدر کتاب کی ترتیب
 و تالیف کے لئے ودلائق صد مبارک باد ہیں۔ ناچیز راقم الحروف نے مولانا صاحب
 محترم کی اس کتاب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

ابھی حال میں حضرت مولانا زین العابدین صاحب اختر سی مظلہ کی مسلسل کو
 سے تقریباً ایک سو سال بعد مغربی بنگال کے تمام اسکولوں کے نصاب فارسی میں
 صوفی صاحب رح کی چند غزلیں شامل کی گئی ہیں۔ ان کی غزلوں کی مدد سے بنگال کے فا
 خواں طلباء کو حضرت ویسی رح اور ان کی شاعری سے روشناس ہونے کا موقع ملے
 مغربی بنگال، بہار، اتر پردیش، مدھ پردیش، راجستھان، اندھرا پردیش
 گجرات اور بہار اشتر کی یونیورسٹیوں کے نصاب فارسی میں بھی اس عظیم المرتبہ
 اور قادر الکلام شاعر کا کلام شامل کرنا مناسب ہو گا۔ تاکہ فارسی پڑھنے والے

۱۔ جیات ویسی (حصہ اول) ص ۶۲

۲۔ نصاب فارسی برائے امتحان ہائی اسکول، مغربی بنگال ص ۱۴۳

۳۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر سی مظلہ۔ بنام راقم الحروف۔ مورخہ ۲۲ جون ۱۹۴۲ء

حضرت مولانا صاحب فاضل سترہ کی بلند پایہ ہستی اور ان کے کلام کی گونا گوں خوبیوں سے واقف ہو سکیں۔

مشرقی بنگال کے ضلع فرید پور میں ایک مشہور مقام خان خانان پور ہے یہ
عہد اکبری کے مشہور فوجی جنرل اور بنگال کے صوبہ دار منعم خاں خان خانان (متوفی ۱۵۷۵ء)
کے نام پر ہے۔ جناب مولوی تمیز الدین خاں نے اسی موضع خان خانان پور کے رہنے
والے اور جناب مولوی امیر الدین خاں مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ برصغیر ہندوستان کے
اس نامور فرزند سے ہر پڑھا لکھا آدمی واقف ہے۔ وہ پاکستان نیشنل اسمبلی کے
اسپیئرکے تھے۔ اور جب پاکستان کے تیسرے گورنر جنرل غلام محمد مرحوم نے ۱۹۵۳ء
میں وزیر اعظم جناب نوحہ ناظم الدین صاحب مرحوم کو معزول کر کے قومی اسمبلی کو معطل کر دیا
تھا۔ تو مولوی تمیز الدین خاں نے قومی اسمبلی کے اسپیکر کی حیثیت سے گورنر جنرل کی اس غیر آئینی

۱۵ منعم خاں خانان ۱۵۶۱ء بمقام خاں انتقال کے بعد خان خانان معزز خطاب گورنر اور خان زمان خان ک
شکت کے بعد جون پور کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ جون پور میں گومتی کا مشہور و معروف تاریخی پین انہیں
کا بنوایا ہوا ہے (۱۵۶۷ء) ۲۵ ستمبر ۱۸۶۳ء کو منگل کے نیم آزاد حکمران داؤد قرانی کے اراکین
مانڈہ پر قبضہ کر لیا۔ ۳ مارچ ۱۵۵۵ء کو ضلع مدنا پور کے جنوبی حصہ میں مغل ماری (لوکار دلی) کے
مقام پر داؤد قرانی کو شکست دیا۔ ۱۲ اپریل کو داؤد قرانی نے کلک میں ہتھیار ڈال دیا اور پورا بنگال
سلطنت مغلیہ میں شامل ہو گیا۔ منعم خاں خان خانان نے کورٹ کے دہالی بخار کے موقع پر ۲۳ اکتوبر ۱۵۷۵ء
کو مانڈہ میں انتقال کیا۔ — تیسویں المشاہیر جلد ۱ ص ۲۳۵، شہزادہ مندر جون پور۔ سید اقبال احمد
۱۲۱۱
پہلی آن بنگال جلد ۱ ص ۱۹۳۔ ۱۸۹ء مدنا پور ضلع گریٹر ایس۔ ایس۔ ایس۔

کارروائی کے خلاف پاکستان کی عدالت عالیہ میں مقدمہ دائر کر کے گورنر جنرل کے اختیارات کو چیلنج کیا اور بڑی بہرات اور بہادری کے ساتھ ان کا سخت آئینی مقابلہ کیا۔ گریجویٹ ماہ کی آئینی جنگ کے بعد عدالت عالیہ کا فیصلہ حکومتِ وقت کے حق میں ہوا اور ان کو ناکامی ہوئی۔ لیکن پورے بزرگ عظیم میں ان کی بہادری اور عظمت کی دھاک بیٹھ گئی۔ پاکستان کے سب سے اہم انگریزی قومی اخبار ”ڈان“ نے ان کو ”ہیروائٹ دی لوسٹ سٹیل“ (ہاری ہوئی لٹھالی کا مرد غازی) کا خطاب دیا۔ اور اس عنوان سے ایک ادارہ سپرد قلم کر کے ملک و قوم کے اس عظیم المرتبت اور جلیل القدر فرزند کو خراج عقیدت پیش کیا۔

اس واقعہ کے تقریباً ساڑھے تین سو سال قبل حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسندی رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ میں سطوتِ جہانگیری کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا تھا اور اس جرم میں مغل شہنشاہ کے حکم سے ان کو

قلعہ گوالیار کے مرکزی جیل میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانی پڑی :

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفس گرم سے ہے گرمی اجوار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان

اللہ نے بروقت کیا، جس کو خردار (اقبال)

اور اس واقعہ سے ۱۲۲ سال قبل پنجاب اور سرحد میں سکھوں کی نیم وحشی اور فوجی جاہل و ظالم

حکومت کے خلاف امیر المومنین سید احمد شہید اور ان کے رفقاء کار نے باضابطہ اور بالاعمال

جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں وادی گوہار کو اپنے خون سے لالہ زار بنا دیا تھا۔

بعدِ نیاز شہیدوں کی انجمن کو سلام
بعدِ خلوص شریبان بے وطن کو سلام
وفا پے مٹ گئے شمع وفا کے پروا
لفظ فرور ستار و کجا انجمن کو سلام
قبائے گل بھی شہیدوں کا رشک کرتی ہے
بڑی حیات کے ہر لالہ پیر کو سلام
امیر مملکت دین، سیدِ والا
تجلیاں میں ترے عزم ہے نہایت کی
نیازِ عشق کی خوابیدہ جراتوں دُرود
تجھے خلوص ترے جذبہ وطن کو سلام
چین کوہ کے اجلال پر شکن کو سلام
مہرِ نیاز کے احباب بے کفن کو سلام

نثارِ شہدِ عشاق پر دلِ خفا اور

شعاعِ مہر کا، پھولوں کی انجمن کو سلام

مولوی تمیز الدین خان، لپ پیرو مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب
صدر فقہی فر فر اشراف کے ذریعہ ان بزرگوں کے سلسلہ عالیہ نقشبندی کے واسطے تھے۔
اور ان کے کردار میں جو عظمت و بلندی ہے اور ناحق کے خلاف جرات و ہمت کے
ساتھ آواز اٹھانے کی جو صلاحیت ہے۔ وہ انہیں بزرگوں کی فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔

مولوی تمیز الدین خان بڑی صدائیتوں کے حامل تھے اور عہدہ جلیلہ پر
فائز تھے ہمیشہ ٹوپی اور شیر والی پہنتے تھے۔ لمبی ڈاڑھی تھی۔ بہت ہی متشہر، متقی
اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ انہیں اپنے پیرو مرشد سے بڑی تبت تھی۔ ایصالِ ثواب کے

طہ اقباس از نظم "مشہد عشاق" - عبداللہ خان اور۔ ماہ نوکراچی۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۱۹

کے موقع پر فرزند شریف میں حاضر ہوئے تھے۔ اور شیبا کھالار پلوے اسٹیشن سے
 فرزند شریف تک حضرت مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مظلہ کے بڑے بھائی الحاج سید
 ابونصر محمد نصیر الدین صاحب کے ساتھ بیل گاڑی میں سفر کرتے تھے۔ سوموار ۲۸ ربیع الاول
 ۱۳۸۳ھ - ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء کو ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔ ڈھاکہ میں پاکستان کے
 دوسرے دارالحکومت کی عمارتوں کے پاس۔ ایوب گریڈ کے قریب آپ کا مزلا ہے۔ مزلا کا
 احاطہ کافی وسیع ہے۔ ایک نناندار مقبرہ زیر تعمیر تھا۔ مدرسہ اولہ کتب خانہ بھی قائم
 کرنے کا منصوبہ تھا۔

جناب مولوی تمیز الدین خاں رح کی تین صاحبزادیاں، فاطمہ بیگم، کلثوم بیگم،
 اور رضیہ بیگم ہیں۔ بڑی صاحبزادی فاطمہ بیگم کے شوہر جناب سید کے، ام خنطار
 صاحب۔ چٹاگانگ میں پھیل کالج کے پرنسپل تھے۔ دوسری صاحبزادی کلثوم بیگم ام، لے
 کی شادی جناب ڈاکٹر مرزا نور الہدی صاحب سے ہے۔ جو ڈھاکہ یونیورسٹی میں شعبہ اقتصادیات
 کے صدر ہیں۔ صوم و صلوة کے سختی سے پابند اور متشروع مسلمان ہیں۔ ان کا شمار ایک
 زبردست ماہر اقتصادیات میں ہوتا ہے۔ وزیر خزانہ لہجے ہیں۔ ایک روز کے لئے
 گورنر بھی مقرر ہوئے تھے۔ مولوی تمیز الدین خاں کی تیسری صاحبزادی رضیہ بیگم ڈھاکہ یونیورسٹی
 میں انگریزی کی پروفیسر ہیں۔ ان کی شادی مشرقی بنگال کے سابق وزیر اعظم اور
 پاکستان کے سابق نائب صدر مشر نور اللہ مین مرحوم کے صاحبزادے انوار اللہ صاحب
 سے ہوئی ہے جو لندن میں بنگلہ دیش کے بینک کے پبلیسر ہیں۔

۱۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب۔ ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۵
 (بقیہ صفحہ ۲۶۳)

اور نیک چاروں زبان اور اس کے ادب پوری واقفیت رکھتے ہیں اس لیے
 خصوصاً تصوف و معرفت کے ادب کا مطالعہ تشنہ کمانِ علم کی رہنمائی اور خدمتِ خلق
 آپ کے محبوب مشغلے ہیں۔ بزرگِ عظیم ہند کے مشرقی حصے میں وہ سلسلہ عالیہ، نقشبندیہ، مجددیہ
 کے آپ نہایت مستحکم ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آئینہ ویسی کی ترتیب و تدریس
 کے سلسلے میں گزشتہ بارہ مہینے میں انہوں نے ناچیز راقم الحروف کو اپنی علالت، کمزوری
 اور ہرنیا کے آپریشن کے باوجود تقریباً ۳۰ خطوط لکھے۔ بہت سارے استفسارات
 کے نہایت گرم جوشی اور محبت کے ساتھ جواب دیئے۔ دوسروں سے خط لکھوایا
 کچھ ضروری کتابیں بھیجیں۔ آئینہ ویسی کی ترتیب و تالیف کی خبر سے ان کو دلی مسرت
 حاصل ہوئی۔ اور اس کتاب کو مفید اور کارآمد بنانے کے لئے میری اعانت میں اس
 بزرگِ سستی نے کوئی دقیقہ فرود گذاشت نہیں کیا۔ اس سلسلے میں ان کا حسنِ قدر بھی
 شکر یہ ادا کیا جائے وہ ان کی علمی فصیلت، درجہ، اور استحقاق کے لحاظ سے
 بہت کم ہوگا۔

الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب، نڈلا، کی حضرت صوفی سید فتح علی
 صاحب ویسی اور خود ان کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب ویسی کے خانقاہ
 سے بہت قریبی پشتہ داری ہے۔ سید غلام محی الدین صاحب کی بڑی صاحب زادی کا
 یعنی مولانا کی چچا زاد بہن سیدہ منورہ خاتون رحمہ سے صوفی صاحب کے بڑے پوتے
 جناب مولانا سید مسعود الرحمن صاحب کی شادی ہوئی تھی اور انہیں سیدہ منورہ
 کی دوسری بہن کی شادی حضرت صوفی صاحب کے نامور حنیف اور مولانا کے پیر و

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب مدنی رحمہ فرما شریف کے ذوالحجہ فاضل محمد
 سیف اللہ صاحب ہوئی۔ جنہوں نے مشرقی پاکستان کے انسپٹر جنرل رحیم بخشین کی
 حیثیت سے ریٹائر کیا۔ یعنی صوفی صاحب کے بڑے پوتے اور حضرت مولانا محمد ابوبکر
 صاحب کے ذوالحجہ کے ہم زلف تھے۔ اور دونوں مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے نسبتی بھائی۔

مولانا سید بشیر الدین صاحب کا تعلق علی پور کلمتہ کے ایک نہایت ہی معزز
 و محترم سادات خاندان سے ہے۔ یہیں ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان
 کا قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیفی اور ان کے خلفائے کبار تعلق
 تھا۔ آپ کے والد کو مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب سے اور آپ کے ماموں کو حضرت مولانا علامہ سلمان
 صاحب سے شرف بیعت حاصل تھا۔ چار سال چار ماہ کی عمر میں حضرت شاہ محمد ابوبکر صاحب
 مدنی کے ہاتھوں آپ کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا ہوئی۔ اس موقع پر میلاد خوانی کے ذریعے
 مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب کے حلیفہ مولانا احمد علی صاحب تمبدر جلالی نے
 انجام دیا۔

مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مذکورہ کی اعلیٰ تعلیم مدرسہ عالیہ کلمتہ میں ہوئی
 ہوئی۔ وہاں اس تاریخی درس گاہ کے آخری یورپین پرنسپل مسٹر لے۔ اچ۔ ہارٹ
 اور پہلے ہندوستانی پرنسپل شمس العنار کمال الدین اسد رام لے، شمس العنار ڈاکٹر
 ام۔ ہدایت حسین شمس العنار مولانا ولایت حسین اور شمس العنار مولانا صوفی اللہ شمس العنار

مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مذکورہ۔ ڈھاکہ کے موضع اسرار پورہ میں

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مولانا محمد کچی شمس العلماء مولانا اظہر حسین شمس العلماء مولانا وصی الدین اسماعیل کسبھلی مولانا
محمد جمیل صاحب انصاری۔ مولانا اے۔ اے۔ ام۔ فصیح الاظہری آپ کے اساتذہ میں
شمس العلماء کمال الدین احمد انڈین ایڈوکیٹیشنل سروس، نواب عبد اللطیف
خان بہادر سی۔ آئی۔ اے کے داماد اور مولانا محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کے ماموں
خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب کے پرنسپل تھے۔ شمس العلماء ڈاکٹر ام۔ ہدایت حسین
صاحب مولانا کو "دیوان قسی" کا نسخہ بطور تحفہ دیا تھا۔ شمس العلماء مولانا ولایت حسین صاحب
ابھی حیات میں۔ ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ تقریباً ۹۰ سال کی عمر ہے۔

مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے دادا سید عبدالعزیز رح کا ۱۹۲۱ء میں

سلہ مولانا محمد جمیل صاحب انصاری۔ شیخ اور موضع بہار پور۔ تھانہ سربرا۔ سب ڈویژن سیوان
ضلع۔ سارن۔ ادب ضلع سیوان بہار کے رہنے والے تھے۔ وہیں آپ کا مزاج ہے۔ آپ کو اکثر
علم و فضل اور دنیاوی ثروت و وجاہت دونوں سے پوری طرح نوازا تھا۔ اجازت و خفانت آپ کو حضرت
مولانا شاہ محمد نعمت اللہ صاحب نقشبندی مجددی سے حاصل تھی (متوفی ۱۳۳۸ھ = ۱۹۱۹ء) مولانا
شاہ نعمت اللہ صاحب کا مزار ضلع گوپال گنج بہار میں تھا۔ وہے خکشن کے پاس اندر واقع تھا۔
نامی موضع میں مرجع خلائق ہے۔ حکیم محمد مظہر الحق صاحب مدظلہ آپ کے پوتے ہیں۔ مولانا محمد جمیل صاحب
انصاری نے اپنے پیر و مرشد کے متعلق ایک کتاب خصائص نعمت لکھی ہے۔ جو ۱۹۳۴ء میں کلکتہ
سے شائع ہوئی۔ مولانا محمد جمیل صاحب انصاری کے بڑے بیٹے مولانا محمد عطار الرحمن صاحب طبیبہ کالج علی گڑھ میں اور نچلے مولانا
ڈاکٹر محمد فضل الرحمن صاحب ندوی شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پڑھ چکے ہیں۔ اور چھوٹے بیٹے مولانا محمد طیب الرحمن
صاحب ندوی جڈہ یونیورسٹی (سئو عرب) میں لائبریری کے عہدہ پر فائز ہیں۔

۱۵ اپریل ۱۹۴۵ء

انتقال ہوا۔ وہ دہلی وال قبرستان مانگ تہ میں حضرت صوفی صاحب کے مزار ملک کے
پہم مدفون ہیں۔ ان کے قریب ہی ان کی پوتی سیدہ منورہ بیگم اور ان کی چھوٹی بچی سیدہ

لینہ بھی آرام فرما ہیں۔ مولانا کے چچا سید غلام محی الدین صاحب کا مزار جیسور میں ہے۔

ملانا کی والدہ کوکب النساء بیگم جناب خان بہادر مولوی غلام قاسم صاحب مرحوم ہیں

شیراٹ کی صاحبزادی تھیں۔ جناب خان بہادر صاحب مرحوم جنوبی بنگال کے بڑے

پڑوسی گذرے ہیں۔ ان کے انتقال پر جناب شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد یوسف صاحب

ری (علیگ) رنجور، عظیم آبادی نے یہ قطعہ تاریخ لکھا تھا۔

کنج مرت میں جا کے سوئے اے دائے غضب غلام قاسم
رنجور شاگر ہونے کا تاریخ لکھ "کیا ہوئے اب غلام قاسم"

۳۶ ۱۳ ۳۷

ملانا کی والدہ کوکب النساء بیگم کا مزار بشیراٹ میں آبائی قبرستان میں ہے۔

ان کے والد جناب غلام معین الدین صاحب بنگال پولیس میں ملازم تھے۔ ان کی

جگہ بجا کل پور پولیس ٹریننگ سکول میں ہوئی۔ انہوں نے کلکتہ پولیس کے چیف ٹریننگ

سٹرکچر کی حیثیت سے ریٹائر کیا گیا۔ ۱۹۴۲ء میں انتقال ہوا۔ ان کا مزار مدھوپور

میں انتقال پر گن (دہار میں) ہے۔ ان دونوں سے قبل اس خاندان کے کسی فرد نے

۱۷ خط جناب ابو زاہد جلیل احمد صاحب ام۔ اے۔ دھان منڈی۔ ڈھاکہ۔ بنام راقم لکھوت

سیدہ اریبہ بیگم

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

سرکار انگریزی کی ملازمت قبول نہیں کی تھی۔ دونوں پشتو زبان کے ماہر تھے۔
 کے والد نے پولیس کی ملازمت سے قبل اسٹریٹ لائیوٹیکل نیشن آفس میں بھی ایگوراسٹنسٹ
 کام کیا تھا۔ جہاں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیاح اور ان کے صاحبزادے
 سید مصطفیٰ علی صاحب ان کی جگہ پر کام کر چکے تھے۔ سید مصطفیٰ علی صاحب بھی
 علی پور میں قیام رکھتے تھے اور وہیں ان کے چھوٹے صاحبزادے سید جوان عالم صاحب
 کی پیدائش ہوئی تھی اور ان ہی تعلقات کے سبب سید مصطفیٰ علی صاحب کے بڑے
 صاحبزادے مولانا سید محمود الرحمن صاحب کی شادی سید غلام محی الدین صاحب
 کی بڑی صاحبزادی سیدہ منورہ بیگم سے ہوئی تھی، جن کا انتقال ۱۹۲۳ء میں اتفاقاً
 جناب مولانا محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کے ہاتھوں، خان بہادر ابوالخیر
 محمد صدیق صاحب بنگال ہسپتال سروسٹن سروس میں ایکٹو اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ ان
 شادی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ اسی مرحوم سابق وزیر ریاست
 کی چھوٹی صاحبزادی عصمت اہدایہ بیگم سے ہوئی تھی۔ قیام بھوپال کے زمانہ میں نواب
 صاحب کی دوسری شادی رام پور ریو۔ پی کے محبذی خاندان میں ہوئی تھی۔ اپنی
 کے رشتہ سے مولانا بشیر الدین صاحب کی شمس العلماء مولانا کمال الدین احمد صاحب
 (انڈین انڈکٹیشنل سروس) پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ اور خان بہادر نواب سید
 صاحب مرحوم آئی، ایس، او (مولانا آزاد) ڈھاکہ سے قرابت مندی تھی۔ یہ دو
 خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق کے ہم زلف تھے۔ نواب سید محمد صاحب مرحوم
 صاحبزادی خورشید طلعت بیگم کی شادی شیر ننگال مسٹر ابوالقاسم

لے خدا جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۵ء اور ۳ مارچ ۱۹۴۵ء

فضل حق سابق وزیر اعظم بنگال اور شہر پارہ سیکم کی شادی کرنل سر حسان سہروردی
 چیف میڈیکل آفیسر ایٹ انڈین ریویو سے ہوئی تھی۔ کرنل سر حسان سہروردی
 غیر منقسم بنگال اور پاکستان کے وزیر اعظم مہر حسین شہید سہروردی کے ماموں اور
 کالج یونیورسٹی کے پہلے مسلمان وائس چانسلر تھے۔ نواب سید محمد صاحب مرحوم
 کے بیٹے سید علی حسن کی شادی حیات بہ نے فیض کے مصنف پر و فیضیہ انور
 تہار بہاری (سرمیرا) سب ڈویژن بارہہ ضلع پٹنہ کی صاحبزادی کبشری بیگم
 سے ہوئی تھی۔ ان کے صاحبزادے سید اختر حسن کی شادی مولانا سید محمد بشیر الدین

صاحب کی ماموں زاد بہن یعنی خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق کی صاحبزادی
 رحمت آرا بیگم سے ہوئی۔ نواب سید محمد مرحوم کے دوسرے بیٹے سید حسین صاحب
 تھے۔ جو آجہائی پنڈت موتی لال نہرو کے سکریٹری اور ان کے شہر دارانگریزی اخبار
 "انڈیا پنڈیٹ" آباد کے نامی ریڈیٹر اور کیلی فورنیا یونیورسٹی میں بین الاقوامی
 تعلقات کے پروفیسر تھے۔ آزادی کے بعد وہ مصر میں ہندوستان کے سفیر
 مقرر ہوئے۔ جہاں ۱۹۴۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔ مصر میں ان کا مقبرہ بن گیا
 ہے۔ اور مقبرہ جس شاہ راہ پر واقع ہے اس کا نام ان کے نام پر رکھا گیا ہے۔
 مولانا بشیر الدین صاحب کے ماموں خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق نے
 منگل کوٹ ضلع بردوان میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے شہور خلیفہ

مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ناٹلا کے چند خطوط اور مضمون "بنگال کے دو مورخانہ"
 صاحب حسن صاحب نواب کوٹھی۔ بارہہ ضلع پٹنہ۔ راج کل نیو دہلی می ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء اور ۲۰۰۰ء

مولانا حمید الدین دانشمندؒ کے مزار مبارک کی صفائی - مرمت اور حفاظت میں
 نمایاں حصہ لیا۔ ۱۵ جون ۱۹۵۶ء کو ان کا کلتہ میں انتقال ہوا۔ کلتہ کارپوریشن کے
 حلقہ میں ان کے نام پر ایک راستے کا نام ابوالخیر محمد صدیق لین ہے۔ خان بہادر ابوالخیر
 محمد صدیق رح کا تعلق ننگال کے نہایت ہی معزز و محترم خاندان سے ہے۔ ان کے مورث
 علی عہد شاہ جہانی میں بغداد سے دہلی اور دہلی سے ننگال آئے۔ خان بہادر
 صاحب کے چھوٹے بھائی جناب ابو الفتح محمد عبدالرحمان صاحب غیر منقسم ننگال میں
 وزیر تھے۔ ان کو شرف بیعت حضرت مولانا ابوبکر صاحب سے حاصل تھا۔

خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب کی اہلیہ نواب زادی عصمت آرا بیگم صاحبہ
 سرمنڈ شریف میں حضرت امام ربانی کے دربار گہر بار میں حاضر ہوئیں، تو بوش خفیرت اور
 محبت میں مزار اقدس پر اپنا جو کلام کھلائے عقیدت کے طور پر پیش کیا ان میں سے چند
 اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

بہار گستاں نظروں میں آئے خار دکھایا لب گل و گلزار سرمنڈ
 در دولت پہ آتے ہیں تک بھی وہ عالی شان ہے سرکار سرمنڈ
 وہ روز خیر و برکت کا مہم جنون سوز ہے در و دیوار سرمنڈ

۱۔ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱۳ مارچ ۱۹۷۵ء

”نیگزہ دیشیر پیر اولیا گن“ جولائی ۱۹۶۹ء ص ۳

۲۔ پھر عالی شان دربار امام دین ربانی

لائک صف بہ صف استادہ این جاہر ربانی

پئے تعظیم جھکتے ہیں ستارے بڑی سرکار ہے، سرکارِ سرمنہ

قیامت میں کرم عصمت پہ کرنا خدایا از پئے سردارِ سرمنہ

نواب زادی عصمت آرا بیگم کا چٹنگام میں ۳ جولائی ۱۹۵۷ء کو انتقال

ہوا۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیقی صاحب کے بڑے صاحبزادے ابو حامد فاروق احمد صاحب
ام لے چٹنگام میں اور چھوٹے صاحبزادے ابو زاہد جلیل احمد صاحب ام لے دھان منڈی

ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ جناب فاروق احمد صاحب کلکتہ یونیورسٹی کی سٹریکچرل سوسائٹی کے پہلے

اعزازی سکریٹری تھے۔ ان کی شادی ۱۹۳۹ء میں اپنی پھوپھی زاد بہن، یعنی مولانا سید محمد

بشیر الدین صاحب کی ہمیشہ سیدہ عابدہ خاتون سے ہوئی۔ ان کی صاحبزادی خالہ

ماتون کی شادی چٹنگام کے مشہور قومی رہنما مرحوم رفیع الدین صاحب صدیقی کے صاحبزاد

طرخند اللہ صدیقی سے ہوئی ہے۔ جناب ابو زاہد جلیل احمد صاحب پہلے چٹاگانگ

میں سپلائرز کے ضلع کنٹرولر تھے۔ اب وہ بنگلہ دیش میں شہور امریکی فوم وینیل کا پلڈر

کے ایک اعلیٰ انتظامی عہدہ پر فائز ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کو شرفِ معیت حضرت

مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی سے حاصل ہے۔

جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ۱۹۳۷ء میں حرمین شریفین کی زیارت

سے مشرف ہوئے۔ اسی موقع پر نواب سید محمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی اور جناب ابو القاسم

لے ماخوذ از "الفرقان" بریلی۔ مجدد الف ثانی نمبر ۱۳۵ھ ۱۹۳۸ء ص ۲۱۳

لے خط جناب ابو زاہد جلیل احمد صاحب ام لے۔ مکان ۹۲، سڑک ۲، دھان منڈی ڈھاکہ
مدفہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء

فضل الحق صاحب (وزیر اعظم غیر منقسم بنگال) کی اہلیہ خورشید طلعت بھی حج بیت اللہ کو گئی تھیں، وہ نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ اسی کی فیاسی تھیں اور ان کا تعلق رام پور کے مجددی خاندان سے تھا۔ چنانچہ ان کے وسیلے سے مولانا کی مکتبہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور ہندوستان کے مجددی خاندان کے بہت بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔

جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ نے کلکتہ میں ایک انجمن اشاعت مجددیہ کے نام سے قائم کیا تھا۔ مولانا خود انجمن کے صدر تھے اور آپ کے ماموں زاد بھائی جناب مولوی فاروق احمد صاحب ام۔ اے۔ اس انجمن کے نہایت سرکردہ رکن تھے۔ ۱۹۳۸ء میں جب مولانا محمد منظور نعمان مدظلہ نے 'الفرقان' بریلی کا مجدد الف ثانی ۷ نمبر شائع کیا تو اس خاص نمبر کی اشاعت اور کامیابی کے لئے ان دونوں بزرگوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ کوششیں کیں۔ سلسلہ عالیہ مجددیہ کے متعلق بہت سا لٹریچر ہٹیا کیا۔ اشتہار چھپوا کر شائع کیا۔ مولانا محمد منظور نعمانی نے اس رسالہ میں اپنے مضمون "نگاہ اولین" میں ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ کو بہت سراہا اور ان حضرات کے خلوص اور انہماک کی بہت تعریف کی۔

الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ شجرہ طیّبہ مطبع ستارہ ہند کلکتہ میں چھپوا کر شائع کیا۔ جناب مولانا شاہ محمد ابوالشاہ مجددی معصومی دہلوی ثم المدنی نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی

لہ الفرقان - بریلی - مجدد الف ثانی نمبر ۱۳۵۷ "مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی
"نگاہ اولین" ص ۱۲

سرمندی کی طرح میں ایک قصیدہ "آفتاب شرف" کے نام سے ۱۳۵۵ھ یا ۱۹۳۲ء میں لکھا تھا۔ یہ قصیدہ مجیبہ بھی مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب نے لکھا تھا۔ "ہند پرسیں" کلمتہ سے شائع ہوا تھا۔ بنگال کے نادر عالم دین اور شہید ماسٹر اسلامیات ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب نے فروری ۱۹۶۳ء میں اسلامی طریقہ حیات کے متعلق بنگلہ دیش میں ایک قابل قدر کتاب "اسلام پر اشنگا" لکھی تھی۔ اس کتاب کو ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کے لائق فرزند جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب نے جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کی اعانت سے نظر ثانی اور اضافہ کے بعد "التوریک" ۱۹۷۰ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔

الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کی شادی بردوان میں جناب سید بدیع الرحمن صاحب کی صاحبزادی سیدہ سنجیدہ خاتون سے ہوئی تھی۔

یہ قصیدہ "آفتاب شرف" میں کُل گیارہ مطلعے ہیں۔ اسی قافیہ اور ردیف میں سات اشعار کی ایک غزل اور چودہ اشعار کا ایک قطعہ ہے۔ ردیف "آفتاب" ہے اور قافیہ "احمر"۔ منور۔ خنجر۔ جوہر وغیرہ ہیں۔ فٹ نوٹ میں تعلیمی اشارات کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل لاکھ پوری نے قطعہ تاریخ لکھا تھا: ۵

فکر رکشن کا وہ چمکا آفتاب
نور کی تاریخ لکھی لے جلیل
ہو گیا سارا قصیدہ آفتاب
ہے یہ کیا بروج شرف کا آفتاب

۵۱ ۵۱۳

قصیدہ کا پہلا شعر ہے: ۵

مرحمتوں سے نکلا فلک پر آفتاب
خسروا کلیم انجم شاہ خاور آفتاب
۵۱ خط جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب ڈھاکہ بنام راقم الطروف مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء

اُن کا ڈھاکہ میں ۱۹۶۱ء میں انتقال ہوا۔ پوسٹہ گولا قبرستان میں مدفون ہیں۔ ۴
 اگست ۱۹۷۵ء کو مولانا کے ہم رفق جناب الحاج سید ابوبکر صاحب کا ڈھاکہ میں ظہر
 کی نماز کے بعد جائے نماز ہی پر انتقال ہوا۔ سید عبداللہ الیوب، سید عبدالسلام
 سید تمیز الدین اور سید شمس الدین اسلم مولانا کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی سیدہ
 بدیع السلطان بیگم ہیں۔ سیدہ بدیع السلطان بیگم کی شادی آستانہ سید شہید
 میدان میان صاحب ڈھاکہ کے سجادہ نشین جناب مولانا شاہ احمد اللہ صاحب
 کے صاحبزادے سے ہوئی ہے۔ جناب سید عبدالسلام صاحب بی لے۔ ال۔ ال۔
 کرنے کے بعد وکالت شروع کر لے ہے ہیں۔ سید عبدالسلام صاحب کے بچوں کے نام
 سید رضی الدین، سید رفیع الدین اور سید انیس الدین ہیں اور ایک صاحبزادی سیدہ
 عظیم النساء تین سال کی ہیں۔

جناب مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ میرسر کے نضلع جھانگام کے پاس

مے پاش کے رہنے والے ہیں۔ یہیں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کے پیر و مرشد
 حضرت صوفی نور محمد صاحب نطنج سلم پورہ کا مزار ہے۔ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب
 ۱۹۶۳ء میں نئے پاش میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ کا نام آپ کے پیر
 مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب مدظلہ نے اپنے دادا پیر محمد کے نام پر

۱۹۶۳ء میں جناب سید ابوبکر صاحب مرحوم پورنہ (بہار) کے رہنے والے تھے۔ اُن کا آبائی وطن
 بردوان تھا۔ پروفیسر سید ابونصر صاحب سابق مدرسہ شعبہ انگریزی ٹی۔ بی۔ بی کالج بھگل پور کے
 بھائی تھے۔ (خط جناب سید عبدالسلام صاحب مدظلہ سے)۔ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب

ہوئیہ فوریہ مدرسہ رکھا۔ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب اب کافی نسیبیت اور کمزور ہو گئے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب مدنیؒ کے خلفاء میں علم و فضل کے لحاظ سے الحاخ علامہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ ایک ٹوٹے تابدار اور گوہر شہت چراغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسی نامور اور قابل قدر ہستیاں کبھی پیدا ہوتی ہیں اور جس قوم اور ملک میں پیدا ہوتی ہیں۔ اُس کے لئے باعث صد ناز و افتخار ہوتی ہیں۔ اُن کا علمی اور ادبی کارنامہ قوم کے لئے سرمایہ حیات کا کام کرتا ہے اور اُن کی زندگی حیات انسانی کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ :-

قرہنا باید کہ تا یک کودک از لطف طبع
عالم دانا شود یا شاہز شیریں سخن
ساہا باید کہ تا یک سنگ خار از آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندرین

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ کی باکمال شخصیت اور اُن کے علم و فضل کی افادیت اور نابانی کے سامنے لعل بدخشاں اور عقیق بمبئی کی آب و تاب اور چمک دمک کا کوئی حیثیت اور قدر و قیمت نہیں ہے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ کے مورث اعلیٰ شیخ دارالکلی، حضرت شاہ جلال مجر دینیؒ فاتح سلطنت ہوتو فی ۱۳۲۶ھ کے خلیفہ حضرت شاہ صوفی عباس علیؒ کے خادم کا حیثیت سے ہندوستان آئے اور ضلع جوہپور کے پرگنہ کے پرگنہ بلندہ میں آباد ہوئے۔

لے دیکھو ۱۳۲-۱۳۱

Marfat.com

Marfat.com

سلطان علاء الدین خلجی نے (۱۳۱۶-۱۲۹۶ء) نے ان کو سزاور جاگیر عطا کیا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کے بڑے چچا منشی غلام عابد صاحب گورنر جنرل لارڈ آکلینڈ (۱۸۴۱-۱۸۳۶ء) کے دور حکومت میں میر منشی کے عہدہ پر فائز تھے۔ ان کے دوسرے بھائی منشی حبیب الشہجان صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کا تھیبالی خاندان بھی بہت ہی دیندار اور معزز و محترم تھا۔ مکہ معظمہ (سعودی عرب) میں طرہ رسدہ صولتیہ بڑی دینی درس گاہ ہے۔ حج بیت اللہ کو جانے والے تمام تعلیم یافتہ مسلمان اس مدرسہ سے واقف ہیں۔ اس مدرسہ کو ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی والدہ محترمہ کی خالہ صولت النساء بیگم نے قائم کیا تھا۔ جو اس وقت مکہ معظمہ میں اپنے قسم کا واحد دینی ادارہ تھا۔ صولت النساء بیگم صاحبہ بیلجا گھٹا کلکتہ کی بسنے والی تھیں۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کے انتقال (۶ دسمبر ۱۸۸۶ء) سے ڈیڑھ سال قبل علامہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کو جولائی ۱۸۸۵ء کو ضلع جوہیں رکنہ

لے سرپازس شکاوت عارضی گورنر جنرل کے ہولڈ آکلینڈ ۱۸۳۶ء میں برطانوی ہند کے گورنر جنرل مقرر ہوئے تھے۔ ان کے زمانہ میں افغانستان کی پہلی روائی ہوئی۔ لارڈ آکلینڈ نے بہار اور پنجاب سنگم سازش کر کے امیر دوست محمد خان کی جگہ شاہ شجاع کو کابل میں بادشاہ بنایا۔ لیکن ۱۸۴۱ء میں بغاوت ہو گئی۔ انگریزی میگزین کو قتل کر دیا گیا۔ سولہ ہزار انگریزی فوج کابل سے ہندوستان روانہ ہوئی۔ راستہ میں افغانستان نے تمام انگریزی فوج کو ختم کر دیا۔ مرثیہ ایک شخص ڈاکٹر برائین کسی طرح جان بچا کر جلال آباد پہنچ سکے۔ تاریخ ہند۔ ڈاکٹر الشوری پرشاد آباد ۱۹۲۵ء۔ ص ۲۹-۲۴۲

دعوتی بحال، کبستی پیارا میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم زیادہ تر کلکتہ میں ہوئی۔
 کلکتہ یونیورسٹی سے انہوں نے سنسکرت آنرزس کے ساتھ بی۔ اے، پھر ایم۔ اے
 اور بی۔ ایل کے امتحانات پاس کئے۔ اس کے بعد پیرس (فرانس) گئے اور فونٹیکس
 میں ڈپلومہ ڈیپل فون حاصل کیا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے قیام کے بعد وہ ۱۹۳۱ء
 میں مستقلاً ڈھاکہ منتقل ہو گئے اور برابر یونیورسٹی سے وابستہ رہے پہلے ڈھاکہ یونیورسٹی
 میں اور بعد میں راج شاہی یونیورسٹی میں ہنگلہ اور سنسکرت کے یونیورسٹی پروفیسر اور
 صدر شعبہ رہے۔ دونوں جگہ فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین بھی رہے۔ ۱۹۶۹ء کو
 ڈھاکہ میں ان کا انتقال ہوا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی میں ان کے نام پر شہید اللہ ہال ہے۔
 اس کے قریب ہوسٹل خاں کی مسجد کے بیرون لہجوں میں دفن ہوئے۔

جناب امیرالسلام صاحب شرقی نے قلم تار تار لکھا: سہ

مخبر پاک و مہند بحر السنہ بحر العلوم
 زبیر و نسبتاں حیات اودا قضا دارد
 عیسوی سال و ماہش زماقت خواہند
 گنجی جنت رحمت شہید اللہ گفت

۹۶۹

خط جناب امیرالسلام صاحب شرقی ریٹائرڈ انکم ٹیکس کلکتہ۔ دیکھئے صفحہ ۱۶۹
 خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب۔ جدو نامہ باسک لین۔ ڈھاکہ۔
 صفحہ ۱۲ مئی ۱۹۷۵ء۔

Marfat.com

Marfat.com

ڈاکٹر محمد شہید الشریعی - فارسی، اردو، ہنگلہ، سنسکرت - انگریزی اور

فرانسیسی، زبان اور اس کے ادب سے واقف تھے۔ عربی، فارسی، ہنگلہ اور سنسکرت کے ادب پر ان کو بخوبی کامل حاصل تھا۔

بابائے اردو مولانا عبدالحق مرحوم ان کو بابائے زبان کہا کرتے تھے۔

وہ ایک زبردست ماہرِ تعلیم اور ماہرِ لسانیات تھے۔ دنیا کی مختلف زبانوں اور مختلف مذاہب کا انہوں نے تقابلی مطالعہ کیا تھا۔ اسلامیات پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔

اور مطالعہ بہت وسیع تھا۔ وہ ایک بلند پایہ عالمِ دین اور نہایت متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ اسلام اور بانیِ اسلام سے انہیں بڑی محبت تھی۔ بنگال کے

بعض صوفیائے کرام اور ان کی ادبی طلبہ سے پراگ کے کارنامے بہت واقع میں۔ کراچی یونیورسٹی میں لکھات اردو کی تدریس کے عظیم منصوبے اور ڈھاکہ

کی ہنگلہ اکیڈمی سے وابستہ تھے۔ اسلامک اکیڈمی ڈھاکہ (پیت العلوم اسلامک) کی مجلسِ انتظامیہ کے ممبر تھے۔ مشرقی پاکستان کی حکومت نے ایک عربی یونیورسٹی

کمیون قائم کیا تھا۔ اس کے بجایہ ایک اہم کن تھے۔ ان کے پیرو مشد حضرت مولانا شاد محمد ابوبکر صاحب مدنی تھے۔

صفر ۱۳۵۵ھ (مئی ۱۹۳۶ء) کو انہیں اجازت و خلافت حاصل ہوئی تھی۔ نامہ میں پیرو مشد ان کے لئے لفظ "مولانا" استعمال کیا ہے اور ان کے

کے بعد فاتحہ خزانہ کی مغل میں ان کے مشد زادہ جناب مولانا عبدالرحمن صاحب فرطی تھے۔ تادمہ نشین فرزند شریف نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اب سے ڈاکٹر

شہید الشہر جوم کے لئے علامہ کا لفظ استعمال کیا جائے۔ کیونکہ مولانا صاحبان اُن کے علم و فضل سے روشنی اور بصیرت حاصل کر سکتے ہیں۔

مشرقی بنگال سرِ دامت سماج کی طرف سے اُن کو ”وڈیا بجیش پتی“ کی اعزازی ڈگری دی گئی۔ بنگالی زبان و ادب کی اعلیٰ خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان کے صدر کی طرف سے ۱۹۵۸ء میں اُن کو دس ہزار روپیہ کا انعام (پرائیڈ آف پرفورمنس اوارڈ) دیا گیا۔ بنگلہ زبان کے لئے یہ پہلا نام تھا جو ان کو ملا۔ اُن کے انتقال کے بعد اگست ۱۹۶۹ء میں حکومت پاکستان نے ان کو ملک کا اعلیٰ ترین اعزاز ”پہلال امتیاز“ پیش کیا اور دسمبر ۱۹۶۴ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی نے ڈی۔ لیٹ کی اعزازی ڈگری دی۔ وہ بہت دنوں تک ڈھاکہ میں الائنس فرانسیس (انجمن فرانس پاکستان دوستی) کے صدر رہے۔ ۱۹۶۶ء میں فرانس کے یوم جمہوریہ کے موقع پر ان کو ادب کی اعلیٰ ترین ڈگری (اوارڈ آف لیٹرز ڈی ڈن آو ڈی ڈس لیٹرس) دی گئی۔

پاکستان کی ایشیا بلک سوسائٹی کے لئے جو میعاد تھی اس کے وہ یقین بار صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے علماء کا جو وفد چین گیا تھا، اس میں ڈاکٹر محمد شہید احمد شامل تھے۔ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف کولرل ایفیز (سندھستانی ادارہ برائے اُمود ثقافت) کی طرف سے دنیا کے جن دس بڑے ماہرین فن کو فیلوشپ شپس کی گئی تھی، ان میں پروفیسر سائن لی اور ڈاکٹر طاہر حسین وغیرہ کے ساتھ ان کا بھی نام شامل تھا۔ لیکن چونکہ

کسی غیر ملکی اعزاز کو قبول کرنے سے پہلے حکومت کی اجازت ضروری تھی اور حکومت
پاکستان نے اہل فیلوشپ کو قبول کرنے کی منظوری نہ دی۔ اس لئے مجبوراً انہیں
اس کو قبول کرنے سے انکار کرنا پڑا۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب ارکانِ اسلام کے سختی سے پابند تھے۔ وہ
بڑے ذوق و شوق اور احترام کے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور آخری عشرہ رمضان
شریف میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔ پنج وقتہ نماز کے علاوہ تہجد، اشراق اور چاشت
کی نمازیں پابندی سے پڑھتے تھے۔ میلادِ شریف کی محفلوں میں شریک ہونے
اور وہاں تقریر کرنے میں ان کو دلی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ ایصالِ ثواب کی مجلسوں
میں بھی پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ نہ انہوں نے کبھی ڈاڑھی منڈائی اور نہ کبھی
سگریٹ یا اس طرح کی کوئی دوسری چیز استعمال کی اپنے لباس اور وضع قطع کے
لحاظ سے ٹوپی کے فرق کے سوا وہ بالکل محسن قوم سید احمد خاں (متوفی ۱۸۹۸ء)
معلوم ہوتے تھے۔

وہ اہل علم و ادب کے ایک نہایت ممتاز اور سرکردہ اہل علم تھے اور
اس سلسلہ میں جناب مولانا منیر الزماں اسلام آبادی مرحوم کے ساتھ مل کر کام کرتے
تھے۔ ڈاکٹر لارڈ ریڈنگ (۱۹۲۱-۲۶ء) کے عہدِ حکومت میں جب آریہ سماجیوں نے
اپنی شدھی کی تحریک کے ذریعہ میواتی مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش شروع
کی، تو ارتداد کی اس لہر کو روکنے اور آریہ سماجیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ۱۹۲۳ء
میں علمائے اسلام کا جو اجتماع ہوا تھا اس میں علمائے بنگالہ کی طرف سے صرف

علامہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ مرحوم شریک ہوئے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے نام سے پہلے اپنے کو خادم العلماء والفقرا کھاکرتے تھے۔

جناب ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب رحمہ کے راسخ العقیدہ اور اپنے اصول مذاہب کے سختی سے پابند ہونے کے باوجود ان کی شخصیت اور علم و فضل، وسیع النظری اور انسان دوستی کے سبب بنگال میں ہندو، بودھ اور عیسائی مذاہب کے ماننے والے بھی ان کو نہایت ہی ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ برہمن سماج اور رام کرشنا یوواشن کے جلسوں میں شریک ہوتے تھے اور وہاں دینکے آخری الہامی مذہب کی حیثیت سے تعلیمات اسلامی کی برتری اور فوائد اور برتر عظیم ہندو پاکستان میں سماجی اور ثقافتی حالات پر اسلام کے ذریعے اصولوں کے خوش آئند اثرات کا جائزہ لیتے تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے۔ وہ اپنے نام کے اخیر میں محدثی لکھتے تھے۔ انہوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ایک شاخہ بھی بنگلہ دیش میں مرتب کیا تھا۔ انہوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب مدنی اور اپنے دادا پیر حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی رح کے حالات زندگی پر مضامین لکھے حضرت صوفی صاحب رحمہ کے متعلق مضمون میں نہ صرف ان کی فارسی شاعری اور دیوان ولیسی کا جائزہ لیا، بلکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقتی ایک عظیم روحانی پیشوا کی حیثیت سے بھی ان کی اعلیٰ خدمات پر روشنی ڈالی انہوں نے پانڈوا شریف ضلع مالده کے حضرت نور قطب عالم رح (متوفی ۱۳۱۵ھ) کے حالات

لکھے۔ جس طرح حضرت خواجہ امیر خسرو رحمتوفی (۱۳۳۵ھ) نے فارسی اور ہندی
 بنا کر رنجیت میں شاعری کی تھی۔ اسی طرح حضرت نور قطب عالم رح نے فارسی اور
 بنگلہ ملی جلی ہوئی زبان میں شاعری کی تھی اس کو بھی رنجیت کہتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد
 شہید اللہ صاحب نے اپنے مضمون میں آپ کے کلام رنجیت کا جائزہ لیا۔ اس کے
 علاوہ بہت سے دوسرے مسلمان بزرگانِ دین کے حالات بھی لکھے

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی زیادہ تر کتابیں بنگلہ زبان میں ہیں۔ انہوں
 نے خواجہ حافظ شمس الدین شیرازی (متوفی ۱۳۸۹ھ) کی کچھ غزلوں اور عمر خیام
 (متوفی ۱۱۲۳ھ) کی کچھ رباعیوں کا فارسی سے فرانسیسی زبان میں "چینٹس مسنگس"
 کے نام سے ترجمہ کیا۔ علامہ سر محمد اقبال (متوفی ۱۹۳۸ء) کی مشہور نظموں بشکوہ
 اور جواب بشکوہ کا اردو سے اور کوی و دیباچی مٹھاکر (متوفی ۱۳۶۶ھ) کے منتخب
 گیتوں کا بنگلہ شاعری میں ترجمہ کیا۔ عربی کے قصیدہ بڑدہ اور نبات سو کو گوئز کا

۱۔ عمر خیام اصلاً خیمہ دوز تھے۔ فارسی کے نامور شاعر ہوئے ہیں۔ ان کی رباعیوں کا انگریزی، فرانسیسی
 اور دنیا کی اکثر جدید زبانوں میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ ان کا کلام یورپ میں بہت مقبول ہے۔ یہ نیشاپور (صوبہ
 خراسان، ایران) کے رہنے والے اور سلاطین سلجوقیہ کے مشہور وزیر خواجہ حسن نظام الملک طوسی، فدائیان
 کے سردار ساحر الموط و حسن بن صباح (متوفی ۱۱۲۴ھ) اور مشہور عالم دین اور اسلامی فلسفی حضرت
 امام محمد غزالی (متوفی ۱۱۱۱ھ) کے ہم عصر تھے۔ ان کا ۱۱۲۱ھ یا ۱۱۲۳ھ میں انتقال ہوا۔

۱۔ اشاعرہ جدیدہ اول صفحہ ۲۰۴؛ جلد دوم صفحہ ۱۰۴ اور صفحہ ۱۱۰

کے نام سے بنگلہ نثر میں تبدیل کیا۔ انہوں نے دو جلدوں میں ”بنگلہ سائیکس پیکو“ (تاریخ ادب بنگلہ) مرتب کیا اور ”بنگلہ بھاشا رتیب ریتا“ (تاریخ زبان بنگلہ) اور ”بنگلہ ویا کرن“ (قواعد بنگالی) لکھی۔ انہوں نے بنگلہ زبان کے مشہور شاعر علاول (متوفی ۱۶۸۰ء) کی کتاب پر ماقی اور بودھوں کے مذہبی گیتوں کو تصحیح اور توضع کے ساتھ شائع کیا۔

ان کی تصانیف میں ”اقبال“ (حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی حیات اور شاعری)؛ رکاماری (مختصر افسانے)، اسلام پر اشنگا (تصویرات اسلام)، قرآن پر اشنگا (تصویرات قرآنی)، اور ”اسلام کے متعلق مضامین“ بہت ہی مشہور اور مقبول کتابیں ہیں۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب، بلبلین، بارغ حجاز، حکیم الامت علامہ سید محمد اقبال کی شاعری، ان کے فلسفہ حیات اور افکار اعلیٰ سے بہت متاثر تھے۔ علامہ اقبالؒ کی اکثر کتابیں اردو اور فارسی میں تھیں اور بنگالی مسلمانوں کا زیادہ حصہ ان دونوں زبانوں سے نا آشنا تھا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب نے شکوہ اور جواب شکوہ کا ترجمہ کیا اور پھر علامہ اقبالؒ پر ایک مستقل کتاب لکھ کر اس دانائے راز اور مفکر اسلام کی شاعری اور خیالات سے بنگلہ زبان بولنے والی آبادی کو روشناس کرایا یا اسلام پر اشنگا

۱۶۸۰ء میں جو براتھان بہت ہزاری نسلچ چانگام میں پہلا چھپے یہیں ۱۶۸۰ء
میدان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے ملک محمد جالسی کی کتاب پر ماقی، نظامی گنجوی کی کتاب مفت مکر اور
مکتبہ نامہ اور شیخ یوسف گدا کی کتاب تحفۃ النصارح کا بنگلہ میں ترجمہ کیا تھا۔ دیکھو ۸۱-۸۲

اُن کی ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ لائق مصنف نے اس کتاب میں اسلامی طریقہ حیات اور تصور زندگی کو برطانیہ کا میاں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار فروری ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کے لائق و فائق فرزند جناب ابو الفتح محمد صفی اللہ صاحب نے الحاج مولانا سید محمد شیر الدین صاحب مدظلہ کی مدد سے اس کتاب پر نظر ثانی اور اضافہ کر کے اسے اکتوبر ۱۹۹۷ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔ "قرآن پر اشنگا" بھی اس قسم کی نہایت کارآمد تصنیف ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کو قرآن حکیم کے معنی و مطالب اور اس کی تفسیر و تشریح سے کافی دلچسپی تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے خود اسلامیات اور مسلمان صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور دوسرے مسلمان علماء کو بھی مسلمان صوفیائے کرام اور اسی کی خدمات کے متعلق مضامین اور کتابیں لکھنے کی ترغیب دلائی۔ آپ نے خود سید احمد شہید بریلوی (متوفی ۱۸۳۱ء) کے مشہور خلیفہ حضرت مولانا کرامت علی صاحب (متوفی ۱۸۷۳ء) کی ایک مختصر سوانح حیات بنگلہ دیش میں لکھا اور آپ کی ترغیب سے مولانا عبد الباطن صاحب جون پور نے اپنے دادا حضرت مولانا کرامت علی جون پور کی حیات مرتب کر کے ۱۳۶۸ھ = ۱۹۴۹ء میں شائع کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی ترغیب سے جناب مولانا عبید الحق صاحب اسلام آبادی جہنم مدرسہ عالیہ فنی ضلع نواب شاہی مصنف

۱۔ دیکھئے ۹۳-۹۲ ۲۔ دیکھئے ۱۳۱-۱۲۷ ۳۔ دیکھئے ۱۷۵-۱۷۴ اور ۱۷۴

”بنگلا دیشیر اولیا گن“ (تذکرہ اولیائے بنگال) نے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب
 دہلی کے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کی حیات
 لکھی، جو نولہ اسلام، نامی پرچہ میں شوال ۱۳۸۶ھ = جنوری ۱۹۶۷ء میں
 شائع ہوئی۔ اس پرچہ کو حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب نے جاری کیا تھا۔
 ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب نے بچوں کے لئے بنگلہ زبان میں مذہبی کتابیں
 لکھیں۔ چچے در رسول اللہ (حیات رسول) حکایات قرآنی۔ کتھا منجری۔
 نبی کتھا۔ چو تو در بنی کتھا وغیرہ۔ انہوں نے یونائیٹڈ نیشنس ایجوکیشنل
 سائنسز اینڈ کچول آرگنائزیشن (ادارہ اقوام متحدہ برائے تعلیمی سائنسی
 اور ثقافتی امور) کی طرف سے مشرقی پاکستان کی روایتی ثقافت کے
 متعلق اپنی تحقیقات مکمل کی اور پروفیسر محمد عبدالحی صاحب کے تعاون اور
 اشتراک سے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی۔ بنگالی اکیڈمی (بیت العلوم
 بنگالی) نے بخاری شریف کا ترجمہ بنگال زبان میں شائع کیا۔ ڈاکٹر محمد
 نے اس نیک کام میں اکیڈمی کی بڑی مدد کی۔ اس اکیڈمی کی طرف سے ایک
 اسلامی انسائیکلو پیڈیا (قاموس العلوم) شائع ہوئی۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ
 صاحب نے اس قابل قدر تصنیف کے چیف ایڈیٹر (مدیر اعلیٰ) کے فرائض
 انجام دیئے۔ برصغیر ہندوستان کے بہت سے علمی اجتماع میں انہوں نے اپنے
 مضامین پیش کئے۔ وہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے بہت سے اجلاس

میں دیکھے گئے۔ ۱۰۲-۱۶۵

Marfat.com

Marfat.com

میں شریک ہوئے۔ اس سلسلہ میں ۱۹۴۰ء میں پٹنہ بھی تشریف لائے تھے۔ ۱۹۴۱ء میں اور نیٹیل کانفرس کے جلسہ منعقدہ حیدرآباد میں انہوں نے اُس کے فلائیٹ سیکشن کی صدارت کی تھی۔ اقوام متحدہ کے ادارہ برائے تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی امور کی طرف سے ۵ جولائی ۱۹۵۸ء کو مدراس (تتارستان) میں جنوبی مشرقی ایشیا کی روایتی ثقافت کے متعلق جو بین الاقوامی سیمینار (مجلس مذاکرہ) منعقد ہوا تھا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ نے اُس کی بھی صدارت کی تھی۔

مختلف دور میں وہ ادبی رسالوں کے ایڈیٹر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کلکتہ سے ۱۹۳۰ء میں مسلمان بچوں کے لئے 'نگلہ میں' 'انگور' نامی ایک رسالہ اور دسمبر ۱۹۳۹ء اسلام اور اسلامی تمدن اور ثقافت کے بارے میں "پین" (امن) نامی رسالہ جاری ہوا۔ وہ ان دونوں رسالوں کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۴۰ء میں کلکتہ میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے دوستوں کی کوشش سے 'نگلہ مسلمان' سہ ماہیہ سمیتی (نگلہ مسلمانوں کی ادبی انجمن) قائم ہوئی۔ وہ اس انجمن کے پہلے سکریٹری منتخب ہوئے۔ اس انجمن کی طرف سے ایک ادبی رسالہ بھی شائع ہوا تھا۔ ۱۹۴۱ء تک ڈاکٹر صاحب اس رسالہ کے ایڈیٹر رہے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی سسرال بنگال کے نہایت تعلیم یافتہ دیندار، اور بااثر نہ میندار خاندان میں تھی۔ ان کی بیگم صاحبہ کے رشتہ دار شمالی ہند میں مظفر پور (بہار) بستی اور سیتاپور (ترپردیش) میں آباد ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے سات بیٹے یادگار ہیں اور ماٹا اللہ سب اپنی جگہ اپنے پیشہ میں نہایت کامیاب

لائق و فائق ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے جناب ابوالفتح محمد صنفی اللہ صاحب
 ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں وہ ان کے ادبی معاون اور ان کی کتابوں کے
 بائزر کے فرائض انجام دیتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۳۷ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
 سے میٹرکولیشن پاس کیا۔ مزید تعلیم ڈھاکہ اور کلکتہ میں ہوئی۔ اول انڈیا اسٹوڈنٹس
 کونگریشن کے کنوینر تھے اور ۱۹۴۱ء میں اس کے پٹنہ اجلاس میں شریک ہوئے۔ ۱۹۴۰ء
 وہ کانگریس میں ہے اور ڈھاکہ ضلع کانگریس کمیٹی کے سکریٹری تھے۔ ۱۹۵۳ء
 سے وہ ڈھاکہ یونیورسٹی کی سینٹ اور سنڈیکیٹ کے ممبر ہیں۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ
 صاحب کو ان کے شاندار علمی اور ادبی کارناموں پر ان کے مداحین کی طرف سے
 بگڑ زبان میں مبارک باد کی جو کتاب پیش کی گئی تھی۔ اس کے ایڈیٹر تھے۔
 انتظامی مشیر کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ طنز یہ مضامین لکھے ہیں اور انٹورنس کمپنی لاہور
 پر ایک کتاب لکھی ہے۔ عنان تھو پروک ہال روڈ، ڈھاکہ عمل میں ان کا ریٹائرمنٹ
 پینشننگ ہاؤس ہے۔ جہاں سے ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔
 جناب محمد صنفی اللہ صاحب کی اہلیہ شیخ عبدالعزیزہ کے نواسے صوفی شیخ
 عبدالرزاق رح کی آٹھویں پشت میں ہیں۔ صوفی عبدالرزاق صاحب کے پر پوتے
 کے صاحبزادے جناب صوفی محمد فیاض کراٹک پور ضلع الہ آباد۔ اتر پردیش سے
 ہجرت کر کے بنگال چلے آئے تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کے پانچویں صاحبزادے، ڈاکٹر محمد تقی اللہ صاحب
 سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں میڈیکل آفیسر ہیں اور وہیں آباد ہو گئے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب مرحوم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مرتضیٰ بشیر صاحب فارین اہل
 کے ماہر اور چٹاگانگ یونیورسٹی میں فارین آرٹس کے پروفیسر ہیں۔ اس سال ان
 کو اکیڈمی کا اوارڈ بھی ملا ہے۔

مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب کے مریدین میں سید معین الدین احمد صاحب
 علی پوری (متوفی ۱۹۴۲ء) الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب
 مظلہ کے والد محترم اور خان بہادر ابوالفتح عبدالرحمان سابق وزیر غیر منقسم
 بنگال مولانا کے ماموں تھے۔ جناب سید ابوالنصر محمد نصیر الدین ایڈووکیٹ
 سپریم کورٹ ڈھاکہ اور جناب ابوظفر محمد ظہیر الدین صاحب ریٹائرڈ پرنسپل
 پولیس ڈھاکہ مولانا کے حقیقی بھائی ہیں۔ جناب ابو حامد فاروق احمد صاحب
 اور ابو زامد حلیل احمد دونوں خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح کے صاحبزادے
 اور مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ پروفیسر
 کے۔ ام جلال الدین صاحب مرحوم (ریٹائرڈ پرنسپل) مولانا کے نسبتی بھائی
 تھے۔ خان صاحب عبدالقادر مرحوم ڈپٹی پرنسپل جنرل جیل پور ۱۹۴۲ء کے
 ہنگامہ میں بھاگل پور میں شہید ہوئے۔ وہ مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب
 کے بھائی جناب سید ابوظفر ظہیر الدین صاحب کے خسر تھے۔ الحاج مولانا فضل
 صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج اس وقت ایسٹ بنگال پبلسٹی (بیت العلوم
 اسلامی) ڈھاکہ کے ڈائریکٹر ہیں۔

۱۲۔ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب مدظلہ

قطب الارشاد حضرت عوفی سید فتح علی صاحب دینی رح کے تیسرے نامور اور ممتاز خلیفہ شمس العلماء الحاج حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسی مشہور قصبہ فر فر اشریف ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تعلق وہاں کے شیوخ عباسی کے خاندان سے تھا۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا غلام ربانی صاحب مدظلہ، فارسی کے زبردست عالم اور سرکار انگریزی میں عہدہ منصفی پر فائز تھے۔ ان کی شادی حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب ہلیقی کے خاندان میں ہوئی تھی حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح رشتہ نہیں حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب مدظلہ کے ماموں زاد بھائی ہوتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کی ولادت باسعادت ۵ شوال المکرم ۱۲۷۰ھ = ۱۶ اساطیر ۱۸۵۲ء بمگلاہ فصلی = یکم جولائی ۱۸۵۲ء کو فر فر اشریف ضلع ہوگلی

۱۔ خط جناب مولانا عبداللطیف صاحب فر فر اشریف ضلع ہوگلی۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۹۷۲ء۔
 ۲۔ خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب ککیل۔ دیدار بخش لین۔ کلمتہ ۱۶۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء۔

۱۰ میں ہوئی۔ بچپن ہی سے بہت ہی فہیم و ذہین اور ذکی الطبع تھے۔ ابتدائی تعلیم
 نر فر اشریف اور ہوگلی میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے اور
 شہرہ آفاق مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ نے تفسیر فرقانی، حدیث
 نبوی، فقہ، اصول فقہ، عقائد، منطق و حکمت، بلاغت، خصوصاً عربی و فارسی اور
 تاریخ اسلام میں مہارت کا ملہ حاصل کیا۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارن
 سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔

فراغت تعلیم کے بعد اپنے منہج کے صدر مقام پسر پاری سینئر مدرسہ حسینہ
 ہوگلی میں مدرس مقرر ہوئے۔ اساتذہ کے بعد ترقی پا کر مدرسہ عالیہ کلکتہ کو منتقل ہوئے
 صاحب شمس العارفین جناب مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب ندن پوری کے مدرس
 دسمبر ۱۸۸۶ء میں حضرت مولانا سید فتح علی صاحب دسگھا کے انتقال کے وقت
 حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تدریس چہارم کے
 عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔

آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیت اور قابلیت سے متاثر ہو کر حکومت نے ۱۹۱۰ء
 میں آپ کو شمس العلماء کے خطاب اور خلعت فاخرہ سے نوازا۔ ۱۹۱۱ء میں آپ

۱۰ خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب وکیل۔ دیدار بخش لین کلکتہ۔ ۱۶ بنا ارقام
 مورخہ ۱۳ جون ۱۹۴۵ء۔

۱۰ خط نماز الحشین جناب مولانا زین العابدین صاحب انجمن، مظاہر کلکتہ ۲۴
 مورخہ ۳ اگست ۱۹۴۵ء۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com



۱۵۔ مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان صاحب عباسی ؒ۔ فرزند شریف

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مدیر مدرسہ سینہ ہوگلی کا اسسٹنٹ پرنسپل مقرر کیا گیا۔ حضرت مولانا شاہ غلام
 سلمانی صاحب نے سوموار ۱۱ اساتذہ ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ
 مطابق یکم جولائی ۱۹۱۲ء کو پانچ بجے شام کے وقت شہر ہوگلی میں کھڑکی گھاٹ
 کے قریب جناب حکیم عبد الکریم صاحب کی قیام گاہ پر انتقال فرمایا۔ لاش مبارک
 فرزند شریف لاکر دفن کی گئی۔ "انتخار اولیا" سے سات وفات معلوم
 ہوتا ہے۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ کی طبیعت نقویہ و معرفت کی طرف
 مائل ہوئی اور بنگال کے مابینا بزرگ غاروں کا مل قطب الارشاد حضرت صوفی سید
 فتح علی صاحب دسی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ایک طویل عرصہ تک
 مرشد کامل کی صحبت کیمیا اثر سے مستفید ہوتے رہے۔ علم طریقت میں کمال حاصل
 کیا۔ خلافت سے سرفراز ہوئے اور فلک معرفت پر آفتاب بن کر چلے۔ بنگال کے
 اولیائے کرام میں اعلیٰ ترین مقام رکھنے کے باوجود ہمیشہ اپنے کو چھپائے رکھتے
 تھے۔ شہرت اور نام و نمود سے آپ کو محنت نفرت تھی۔ بیعت کے معاملہ میں
 بہت محنت تھی۔ ظاہر اپری مریدی سے آپ کو دلچسپی نہ تھی۔ حصول بیعت سے
 قبل آپ کے مریدوں کو بڑی مہر آرزو منزل سے گزرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ جب
 قطب الارشاد طوش زماں حضرت سید عبدالباری شاہ (بندیل شریف ضلع ہوگلی)

سید دیوان حسین صاحب ۲۲۴ خط جناب تانہی نجیب الرحمن صاحب کلکتہ ۱۶ مورخ
 ۱۳ جون ۱۹۷۵ء

کی سلافت عشرہ کی تعلیم ختم ہو گئی اور وہ حصولِ سعیت کی غرض سے آپ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے، تو اس شہبازِ طریقت کی بھی سعیت کی غرض سے آمد کو آپ نے پسند نہیں فرمایا اور فرمانے لگے ”بس جائیے۔ اللہ اللہ کیجئے۔“

قطب الارشاد حضرت سید عبد الباری شاہ رحمہ منوم مکان دالپور آگے۔ وھنو کر کے بحرہ میں داخل ہوئے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسید کا رشتہ تشریف فرما ہوئے اور معنوم پورہ کی وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت سید صاحب نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت مجدد صاحب نے فرمایا۔ گھرایئے نہیں۔ اچھا اب جائیئے، مزید کر لیں گے۔ حسب ہدایت آپ روانہ ہوئے۔ جب مولانا موصوف رحمہ کی قیام گاہ پر پہنچے، تو حضرت موصوف نے حسب سابق خفگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن سید صاحب خاموش بیٹھ گئے اور بہت ادب سے حضرت مجدد صاحب کی آمد کا واقعہ اور آپ کے حکم کی تعمیل میں وہاں حاضر ہونے کے متعلق خدمت عالی میں عرض کیا۔ جب مولانا موصوف نے یہ سنا تو آپ نے فرمایا کہ وھنو کر کے آئیے۔ خود سب کام چھوڑ کر وضو کیا اور حضرت سید صاحب سے مشرف فرمایا۔

۱۔ سوانح حیات سید عبد الباری شاہ۔ مؤلفہ الخلیفہ حضرت مولانا سعید ظاں صاحب قبلہ
ادام اشرفیوضہ ص ۳۷
۲۔ سوانح حیات امام الطریقیت السید عبد الباری شاہ۔ الخلیفہ حضرت مولانا سعید ظاں صاحب قبلہ مظلہ ص ۳۸

لارڈ ہارڈنگ وائسرائے (۱۹۱۶-۱۹۱۰ء) کے عہد حکومت میں ۱۲ دسمبر ۱۹۱۰ء میں انگریز شہنشاہ ہند کی تاج پوشی کا دوبارہ ہوا تھا۔ دربار تاج پوشی، بعد شہنشاہ جارج پنجم گلگت تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب کمال کے ایک ممتاز عالم دین، اعلیٰ سرکاری ملازم اور شمس العلماء کی حیثیت سے خدمت شاہی میں نبوس شہنشاہ ہند کے دربار میں باریاب ہوئے۔ کہا جاتا ہے انگریز شہنشاہ ہند نے 'عراجم خسروانہ' سے دریافت کیا کہ اگر آپ کی کوئی آرزو، خواہش اور تمنا ہو تو بیان فرمائیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ کے اس پر وقار و ملک خود داری کے بادشاہ اور فیصلہ اور وفادار سلطنت کے اس شہنشاہ نے کہا کہ بھائی اب شہنشاہ ہند کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ شہنشاہ عادل و عادلانہ دربار شاہ اپنی رعایا کے لیے جو دعا کرتے ہیں، خدا اس قبول کرتا ہے۔ آپ کے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خداوند تبارک و تعالیٰ مجھ کو اپنی محنت و شفقت سے روزی دیتے ہوئے دنیا سے اٹھائیں اور یہی میرے لئے کافی ہے۔" لہذا جل شانہ نے اپنے اس برگزیدہ بندے کی اس نیک خواہش کو پورا کیا۔ ایسا ہی وقوع پذیر ہوا اور اسی سال چھ ماہ بعد دوران ملازمت ہی میں ہو گئی۔

۱۲ دسمبر ۱۹۱۰ء کو آپ کا وصال ہوا۔

۱۲ دسمبر ۱۹۱۰ء کو مولانا عبدالسلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فتحیہ ذرا شریف ضلع ہوٹلی
 نام تمام الحروف مورخہ ۶ اگست ۱۹۴۴ء۔ جناب مولانا عبدالسلطان (بقیہ حاشیہ ص ۲۹۴)

Marfat.com

Marfat.com

خود ہی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا

۵

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب قدس سرہ کے کچھ حالات جناب

مولوی عبدالستار صاحب کی کتاب "تاریخ مدرسہ عالیہ" میں۔ سے ہیں اور

جناب مولانا عبدالحق صاحب پرنسپل مدرسہ فنی ضلع نواکھالی نے اپنی قابل قدر تصنیف

"بنگلا دیشیر اولیا گن" (تاریخ اولیائے بنگال) میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کی شادی فرزا شریف سے

متصل دکن موضع بیل پارا میں جناب ملا عنایت اللہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی بی

صفورہ خاتون سے ہوئی۔ حضرت کی دو صاحبزادیاں بی بی عزیزہ خاتون اور

بی بی خدیجہ خاتون اور ایک صاحبزادے جناب مولانا ابوالبرکات محی الدین صاحب

بڑی صاحبزادی بی بی عزیزہ خاتون کی شادی ان کے نعتیالی گاؤں

بیل پارا میں جناب سید لغیف اللہ سے ہوئی، ان کے دو صاحبزادے سید بیچ اللہ

صاحب بی بی تائے اور سید صلی اللہ صاحب اور ایک صاحبزادی بی بی معصومہ خاتون

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۳ کا]

صاحب کی والدہ محترمہ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کے چچا زاد بھائی کی صاحبزادی

اور جولائی ۱۹۱۲ء میں حضرت کے انتقال کے وقت مولانا عبدالشہان صاحب ۴۴ سال کے

۱۰ خط جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب بند پوری از ۲۱ دیدار بخشا

کلکتہ ۱۹۱۵ء۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۰ جون ۱۹۴۵ء

Marfat.com

Marfat.com

جناب سید ملیح اللہ صاحب کی عمر تقریباً ۵۵ سال اور بی بی معصومہ خاتون صاحبہ
 کی عمر تقریباً ۶۵ سال ہے۔ جناب سید صفی اللہ کی عمر تقریباً ۵۵ سال ہے اور وہ
 فرزند شریف میں مدرس ہیں۔

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کی چھوٹی صاحبزادی بی بی خدیجہ خاتون
 شادی فرزند شریف ہی میں جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب سے ہوئی۔ ان کے
 دو صاحبزادے جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب بی بی تلے، بی بی ال اور جناب
 عقی نسیم الرحمن صاحب بی تلے اور ایک صاحبزادی بی بی بشرہ خاتون ہیں۔ جناب
 عقی نجیب الرحمن صاحب کی عمر تقریباً ۷۷ سال ہے۔ وہ زیادہ تر ۲۱ دیدار
 ش لین کلکتہ ۱۶ میں رہتے ہیں اور کلکتہ ہائی کورٹ میں وکالت کرتے ہیں۔ قاضی
 صاحب محترم کا ایک چھوٹا سا مکان ضلع گریڈیم (بہار) میں ہمیشہ منڈرا اسٹیشن کے
 پاس ہے۔ اس پہاڑی علاقہ کا پانی بہت اچھا ہے اور قاضی صاحب مدظہ،
 بدلیں آب دہا کے لئے کبھی کبھی کلکتہ سے ہمیشہ منڈرا شریف لاتے ہیں۔ جناب
 عقی نسیم الرحمن صاحب کی عمر تقریباً ۶۵ سال ہے اور وہ اس وقت ۲۵/۲

خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب پوسٹ ماسٹر فرزند شریف، ضلع ہوگلی مورخہ ۶ اگست ۱۹۴۷ء
 لیسٹن ریوے کی مدھو پور گریڈیم براچ لائن پر ہمیشہ منڈرا ریوے اسٹیشن بوڑھ تہ (۲۰۰ میل)
 ۳۳ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ادسلج سمنڈ سے تقریباً ۱۰.۷۱ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ بوڑھ سے کچھ
 ۹ کیلومیٹر کاگتا ہے۔ گریڈیم سے بنکا باد کو جانے والی پختہ سڑک پر ۶ میل اتر کی طرف ہے
 جناب عقی نجیب الرحمن صاحب دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶۔ بنام رقم الحدود مورخہ ۱۳ جون ۱۹۴۷ء

پورنا چندر نبرجی لین ڈھاکہ (منگلہ دیش) میں قیام رکھتے ہیں۔ ان کی شادی
اپنی ماموں زاد بہن بی بی علیمہ خاتون سے ہوئی۔

حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب قدس سرہ کی نواسی بی بی بشیرہ خاتون
کی شادی فرزا شریف چنڈیال کے فاضلہ پرنسپل پور میں ہوئی۔ آپ کے دو صاحبزادے
اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ بڑی صاحبزادی بی بی صالحہ خاتون کی شادی سعد پور میں
ہوئی ہے۔ بڑے صاحبزادے جناب اخوند کار مولانا ابو صالح محمد رضوان الکریم صاحب
ہیں جو عام طور پر ۲۱ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶ میں اپنے ماموں جناب قاضی
نجیب الرحمن صاحب دکیل ہائی کورٹ کے ساتھ لیتے ہیں۔ بہار بیگم عورت سیدہ خاتون
کی شادی فرزا شریف میں اور تیسری صاحبزادی منزلہ بیگم کی شادی اکوئی میں ہوئی
ہے۔ چھوٹے صاحبزادے جناب اخوند کار ابو الخیر محمد فضل الکریم صاحب ہیں جو
بندر پور میں رہتے ہیں۔

جناب مولانا غلام سلمانی صاحب کے صاحبزادے مولانا ابو البرکات
محی الدین صاحب مدرسینہ ہو گلی میں صدر مدرس تھے۔ آپ کی شادی فرزا
شریف سے ۸ میل اتر موضع غازی پور میں جناب سید عبدالمحیط صاحب مرحوم کی
صاحبزادی بی بی آسیہ خاتون سے ہوئی تھی۔ ان سے دو صاحبزادے جناب
ابوالفیض مصباح الدین صاحب اور ممتاز المحدثین جناب مولانا ابو الخیر حسام الدین

۱۰ خط جناب مولانا بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱۔ موصول ۲ جولائی ۱۹۷۵ء
کے بند پور۔ ڈاک خانہ اکوئی۔ براہ مہلت (۷۱۲۷۰۱) ضلع ہو گلی۔

Marfat.com

Marfat.com

صاحب بی سہ (آنر) اور ایک صاحبزادی بی بی حلیمہ خاتون ہیں۔ بی بی آسیہ خاتون کے انتقال کے بعد مولانا ابو البرکات محی الدین صاحب کی دوسری شادی پکی اہلیہ مرحومہ کی بہن بی بی شریعہ خاتون سے ہوئی۔ ان سے پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ایک کا وصال ہو گیا ہے۔ باقی چار کی شادی ہو گئی ہے۔ بی بی حلیمہ خاتون کی عمر تقریباً چالیس سال ہے۔ ان کی شادی اپنے پھوپھی زاد بھائی جناب محی الدین سے ہوئی۔ جو ان دنوں ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں قیام پذیر ہیں۔

جناب مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کے پوتے ابو الفیض محمد صاحب صاحب مدظلہ فرزند شریف کے پرائمری اسکول میں مدرس ہیں۔ ان کے چار لڑکے دروازے ہیں۔ حضرت کے دوسرے پوتے مولانا ابو الخیر حسام الدین صاحب مدظلہ نے دارالعلوم علیہ کلکتہ سے "متاز المحدثین" یعنی دورہ حدیث شریف کی سند حاصل کی ہے۔ فلسفہ میں آرزو کے ساتھ بی سہ کی ڈگری لی۔ اس وقت فرزند شریف کتھمیل کے فاصلہ پر ایک ہائر سکول میں اسکول میں کام کرتے ہیں۔ اور "انسائٹ" کی ایک مہفتہ وار بنگلہ رسالہ کے منتظم ہیں جو ماہ ۳ کو لین اسٹریٹ کلکتہ سے شائع ہوا ہے۔ جمعیتہ العلماء ہند کے ایک سرکردہ رکن ہیں۔ نہایت اچھے خطیب اور فیصلح البیان فرزند ہیں پہلی اہلیہ سے آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد مرحومہ بہن سے آپ کی دوسری شادی ہوئی۔

۵ جناب مولانا عبدالسلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فقیر فرزند شریف ضلع موگلی۔ بنام انام
۱۹۴۳ اگست ۱۹۴۳ء

دیوان و سببی کے آئینہ میں شمس العلماء حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان صاحب

قدس سرہ کے متعلق تین نظمیں شامل ہیں۔ دو نظمیں فارسی میں ہیں اور ایک اردو میں ہے۔ پہلی نظم آپ کے وصال کے متعلق ہے اور ایسے آپ کے شاگرد اور مرید فضلی تخلص کے کسی صاحب نے لکھا ہے۔ اس نظم میں کئی اکیس اشعار ہیں اس نظم کے کچھ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

تاریخ وصال کرامت مالامال غوث ربانی قطب حقانی استادنا
و شیخنا مولانا صوفی غلام سلیمان العباسی النقشبندی المجددی رفیع اللہ
تعالیٰ فی مقام المقربین درجاء و لفعنا فی الدنیا و الآخرة برکاتہ۔

حیف از عالم برفت آن عالم قدسیم	حیف از دنیا برفت آن دل میں تاجدار
حیف آن خورشید ملت قدر تو اورت با بجا	حیف آن نور الہی رفت از لیل ہمار
حیف آن کثر معارف شہزادان بر زمین	حیف آن دولت برفت از دست اہل زکا
حیف آن غوث زمان و رہمائے اولیا	شہ سوائے خلد میں تشریف فرما باوقار
حیف روز روشن ما شد شب دیو و غم	چون شد آن دہر میں ابر پر رخ پرہ دار
روز دو شنبہ مبارک از رجب خاص عشر	اتباعا للرسول المجتبیٰ خیر الخیار
در میان وقت عمر ان پیشوائے اہل عصر	شد کس در معقد صدق جو آر کردگار
بود آن وقت وصال عاشق و معشوق را	بود آن وقت نزول رحمت پروردگار
وہ کہ او خود شاد گشت و ما ز غم کا ہم آہ	او ز وصل یار نازان ما ز ہجر شہ قرار
طالبان حق ہی گریند در ہر خانقاہ	از خواجہ پیر و مرشد ہمہ شہر و دیار

ایہ زمان از رحلت شان تیرہ شد قندہا
 شہ امام و مقتدی چون سنج سوزاں اشکبار
 نے غلط کردم کہ جلد سکنان کلند
 بر مثال اہل مگلی نوحہ گر بے اختیار
 خاک پاک فرزہ سماں مطلع خورشید
 چون شفق صد پارہ گشت ازین خبر در زوار
 ماہ در روز ساءت حلت کہ شد مذکور پیش
 تا بماند ساہا بر لوح ہستی یادگار

فضیلا چوں ذات پائش افتخار اولیاست
 "افتخار اولیا" شد سال وصلش آشکار

۱۳۳۰ھ

دوسری نظم بھی فارسی میں ہے۔ اسے حضرت رح کے انتقال سے ڈیڑھ ماہ
 قبل ۱۸ مئی ۱۹۱۲ء کو ضلع نواکھالی کے جناب محمد عبداللہ صاحب نے آپ کی مدح میں
 لکھا تھا اس نظم میں کل بیس اشعار ہیں۔ چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

مرجباے شمس بروج علم و عرفاں مرجبا
 مرجباے مہر چرخ ستر زیدان مرجبا
 مرجبا پشت و پناہ دین احمد مرجبا
 مرجبا رونق فزائے باغ عرفاں مرجبا
 بود خلق اندر ظلاً اور عا و برق گم رہی
 ناگہاں شمس ہدایت گشت خشاں مرجبا
 بود ہر سوظلت نامامی و حزن الم
 شکر ایزد شمس رحمت تاباں مرجبا
 مرجباے مگر بان را چشمہ دشمن کونہ
 خاک پایت نور بہر چشم کوراں مرجبا
 مرجبا صدر شمس سرگروہ عالماں
 ز التفات جہل ہر بوجہل پراں مرجبا
 عزیز و فخر عالماں و کالماں ذات کریم
 گشتہ ساطع بر مہمہ چوں دور دوراں مرجبا

۲۲۳-۲۲۵ - ۱۹۳۵ء - مطبوعہ کان پور

لیے کہ تو شمس لامرکائی نے کہ شمس ابرہا
 باسگان کوئے تو گرستے دارد گے
 یک نگاہت عامر صد ملک ویراں آئندہ
 لے ز تو روشن شدہ الودودہ غبا سیال
 تا ابد مانا ذرات جمع فقل و کمال

نور ذات کبریا از تو نمایاں مر حبا
 گوئے بر زده در شرف از شیر شراں مر حبا
 ذکر تو تسکین دہ اشفت جانان مر حبا
 و ز تو نازندہ است ان ارواح پیران مر حبا
 مرکز الطاف حماں خلق گویاں مر حبا

عبد سکیں راجہ یار اشتر از لطفیا
 باز گوید جز کہ ہر دم مر حبا صمد مر حبا

تیسری نظم اردو میں ہے اور اس میں کل چھین اشعار ہیں۔ یہ نظم مولوی
 عبدالخالق صاحب نامی کسی مرید عقیدت مند نے لکھا ہے۔ اس نظم کے بھی کچھ اشعار
 پیش کئے جاتے ہیں۔

جو وصف باطنی ہاں آپ کا ہے
 حقیقت معرفت کی سر زمین میں
 ضمیر باعدفا للشر حاشا
 تجلّی کے رخ زیبا پر ان کے
 فرید اللہ سب کہتے ہیں ان کو
 مفسر اور محدث دیکھ لینا
 ہیں بستان فضائل کے گل تر

علیم اس کا جناب کبریا ہے
 انہیں کا دیکھنا ڈنکا بجا ہے
 عجب ایک قلزم کسب خدایہ
 چراغ عرش کا دھوکا ہوا ہے
 وحید العصر بھی نام آپ کا ہے
 جہاں میں دوسرا کون آپ سا ہے
 انہیں سے بڑے فطرت آشنا ہے

۱۹۹۵ء - ۲۲۷ - ۲۲۶ مطبوعہ کان پور

فرشتے آنکھیں ملتے ہیں اسی جا
 وہ حضرت کے سراپا سے ہویدا
 جدھر تشریف فرما ہوں حضرت
 یہ بندہ عبد خالق احقر النکاس
 کرم فرمائیے لہذا اس پر
 جہاں حضرت کا دیکھا نقش ہے
 طلالِ خاصِ لطفِ کبریٰ ہے
 ادمہر جوشِ کرم کی اک بول ہے
 جو حضرت ناما لیوا آپ کا ہے
 بہت ناچار حضرت یہ گدا ہے

ہمیں یومِ الشکر تک آپ قائم
 جناب کبریا میں یہ دعا ہے

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کے تمام خلفاء اور مریدوں
 کا نام معلوم نہیں ہو سکے۔ حضرتؒ نے بیعت کے معاملہ میں سخت تھے اور ظاہر اپیری مریدی
 پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے مریدوں کی تعداد کم تھی۔ لیکن آپ کے مریدوں
 درلئے دالوں کو آپ کے والہانہ عقیدت تھی۔ آپ کے مریدوں میں حسب ذیل حضرات
 نام معلوم ہوئے ہیں :

- ۱۔ جناب خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحبؒ سابق رجسٹرار اسٹورنس۔ بنگال۔
- ۲۔ جناب نواب سلج الاسلام صاحبؒ۔ برہم باریا۔ ضلع کوٹلا (سنگھ دیش)

لہ دیوان دہلی۔ مطبوعہ کمان پور ۱۹۳۵ء۔ ۲۲۸-۲۳۰

مکہ معظمہ ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب احقری نے مدظلہ۔ گارڈین پریس گلگتہ
 ۱۹۴۳ء اگست

دیکھئے صفحہ ۱۶۸-۱۶۷ اور صفحہ ۲۶۸-۲۶۷

۳۔ جناب نواب سلطان عالم صاحب طمانی گنج۔ کلکتہ

۴۔ جناب خان بہادر امین الاسلام صاحب انسپکٹر جنرل رجسٹریشن۔ بنگال

۵۔ جناب شاہ صوفی محمد سید امیر صاحب۔ بسکوت۔ نزد کریم گنج ضلع کچھار

حضرت مولانا شاہ غلام اسماعیل صاحب کے خلیفہ قطب ارشاد غوث

زماں حضرت سید عبدالباری شاہ رح کو جب شانہ نے اپنی بے پایاں نعمتوں اور

گوناگوں رحمتوں سے نوازا۔ ان کے درجات اور اعزاز و افتخار کو اتنا بلند فرما

کہ دور جدید کے صوفیائے کرام میں دنیا کے طریقت کے اس آفتاب عالم تاب

اور اس عاشق صادق کی مثال ملنا مشکل ہے :۔

ایں سعادت بزور بازو نیست بیواتانہ بخش خدا کے بخشہ

قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ کے مورث اعلیٰ حضرت

سید محی الدین رح یا حضرت سید موسیٰ رح ← تیرہویں صدی

عبدیہ کی آخر میں پٹانوں کی فوج کے امام کی حیثیت سے بنگال تشریف

لئے بنگال کی فتح کے بعد تقریباً ایک ہزار فوجی پٹھان بنگال کے سابق دلا

تیرہویں (تری پانی شاہ پور) یا بیروز آباد اور ست گاؤں کے قریب بال گڑھ

۱۶۹ دیکھے ۱۷۳ دیکھے ۱۷۹-۱۸۰ دیکھے

۱۷۹ تیرہویں ضلع ہو گئی میں بالنس باریا شہر کا بالنس شمالی۔ بیروز ستی کھال کے جنوبی کھال

پر مسلمانوں کے دور کی چند عمارتیں ہیں۔ ۱۷۳۱ء اور ۱۷۳۲ء کی مسجد ہے۔ ظفر خاں غازی

ہے۔ ان کے بیٹوں کی قبریں ہیں۔ ظفر خاں غازی کا تعلق پانڈوا ضلع ہو گئی کے حضرت سید

۱ بقدر حاشہ ۱۷۳۲ء

میں آباد ہو گئے۔ حضرت سید صاحبؒ کے مورث اعلیٰ بھی یہ ہیں۔ انہیں گئے اور ان کا خاندانی سلسلہ بڑھتا رہا۔ حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے دادا کا نام سید رمضان علیؒ تھا۔ جو علوم ظاہری اور باطنی کے ماہر تھے۔ اور غالباً درس و تدریس کا سلسلہ بھی تھا۔ ان کے تین صاحبزادے سید اکبر علیؒ، سید شمشیر علیؒ اور سید احمد علیؒ تھے۔ اول الذکر دو نے لاولد انتقال کیا۔ چھوٹے بھائی سید احمد علیؒ کے دو لڑکے ہوئے۔ ایک کا بچپن میں انتقال ہو گیا۔ دوسرے سید عبدالباری شاہؒ تھے۔

حضرت سید عبدالباری شاہؒ ۱۲۹۵ھ = ۱۸۷۶ء کے قریب

بال گڑھ ضلع ہو گلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں صحت اچھی نہ تھی۔ آپ کی والدہ محترمہ آپ کی صحت کی طرف سے فکر مند رہتی تھیں۔ لیکن آپ کے والد ماجد کو باطنی طور پر آپ کے اعلیٰ مدارج، شاندار اور روشن مستقبل کا اندازہ تھا۔ حضرت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۲ کا

ہے۔ ہو گلی گزنیٹر۔ ایس۔ ایس۔ اوسلی ۱۹۱۲ء

بال گڑھ، مغربی بنگال کے ضلع ہو گلی کے شمالی مشرقی گوشہ میں ہو گلی صدر سب ڈویژن کے زیر

تھانہ کا صدر مقام ہے۔ یہ ۲۳ درجہ ۸ دقیقہ شمال عرض البلد اور ۸۸ درجہ ۲۸ دقیقہ مشرق طول البلد

پر ہو گلی ندی کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ بہت پرانی جگہ ہے۔ ایٹرن ریوڈ کی سڑک پر ہر دو الوب

لائن یہاں سے گذرتی ہے اور اس لائن پر پونہ سے ۷۰ کیلومیٹر اور بنگال ٹرانسپورٹیشن سے ۲۵ کیلومیٹر آتا ہے

۱۹۱۲ء میں بال گڑھ تھانہ کا رقبہ ۸ مربع میل اور آبادی ۲۹،۵۲۰ تھی جس میں

۱۹۱۲ء مسلمان تھے۔ ہو گلی ضلع گزنیٹر ایس۔ ایس۔ اوسلی ۱۹۱۲ء مردم شماری ہند ۱۹۱۲ء بنگال اور

سید صاحب کے والد سید احمد علی صاحب علوم ظاہری و باطنی کے ساتھ فن
کشتہ سازی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اپنے انتقال سے کچھ قبل اس فن کا
سدا راز اپنے ایک مرید علی بخش کو بتا دیا۔ پھر علالت کا سلسلہ شروع ہوا ایک
رات جب لوگ کھانا کھا چکے، تو آپ نے چادر اوڑھ لی۔ ایک بار کلمہ شریف پڑھا
اور رحلت فرمایا۔ اس وقت حضرت سید عبدالباری شاہ رح کی عمر صرف چھ سال
آپ کے والد محترم نے اپنی حیات میں اپنی اہلیہ سے فرمایا تھا کہ بال گڑھ کے لوگوں
کے اطوار خراب ہیں۔ یہاں عذاب الہی کا اندیشہ ہے۔ لہذا بچے کو لے کر کہیں
چلی جانا۔ چنانچہ حضرت کی اس ہدایت کے مطابق آپ کی والدہ آپ کو ساتھ
ہو گئی کے محلہ بالی میں منتقل ہو گئیں اور وہاں چرخہ کات کر نہایت صبر و شکر کے ساتھ
زندگی کے دن گزارنے لگیں۔ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے باعث آپ
کی کفالت کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ محترمہ پر آپڑی تھی۔

۱۔ بنگلہ زبان میں بانو کو بالی کہتے ہیں۔ ندی کے کنارے جہاں بانو نکل آتا ہے اس وقت
کو بالی کہتے ہیں۔ ہو گئی کے محلہ بالی کے علاوہ ضلع ہو گئی میں ایک دوسرا بالی آرام باغ
کے گوگھاٹ تھانہ میں آرام باغ سے چھ میل کے فاصلہ پر دو اکیسوں ندی کے دائیں کنارے پر واقع
ضلع ہوڑہ کے مشہور ریٹھے اسٹیشن، صنعتی مرکز اور تھانہ کے صدر مقام بالی سے فرق کرنے کے لئے
ہو گئی کے بالی کو بالی دیوان گنج کہتے ہیں۔ ضلع ہوڑہ کا بالی اضلاع ہو گئی اور ہوڑہ کی سرحد پر
ندی کے کنارے آبلو ہے۔ اور ہوڑہ سے ۹ کیلومیٹر اتر ہے۔ ۱۹۱۲ء میں بالی شہر کی آبادی ۳۹۷
تھی جس میں مسلمان ۸۷۷ تھے۔ ہو گئی ضلع گزنیئر میں۔ اسی روسی ۱۹۱۲ء، ہوڑہ ضلع گزنیئر
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۵)

Marfat.com

Marfat.com

حضرت سید صاحبؒ بہت ہی حساس طبیعت تھے اتنی کم سنی میں
 ہی آپ کو اپنی والدہ کی مجبوریوں اور رحمتوں کا احساس تھا۔ آپ نے حصولِ معاش
 کے سلسلہ میں ماں کی مدد کے لئے اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ اینٹ ڈھونے کا کام
 شروع کیا۔ کئی روز کے بعد کام کے نگران کو معلوم ہوا کہ آپ خاندانِ سادات سے
 ہیں۔ چنانچہ وہ بہت ہی ادب و احترام کے ساتھ پیش آیا اور اینٹ ڈھونے
 کے بجائے گھوڑی بانٹے کا ہلکا کام آپ کے سپرد کیا۔ چار دنوں کے بعد نگران نے
 سید صاحبؒ کو ایک روپیہ دیا۔ آپ خوشی خوشی گھر آئے اور روپیہ
 والدہ محترمہ کی خدمت میں پیش کیا۔ والدہ محترمہ بہت خوش ہوئیں اور فرمائی
 لگیں "بیٹا! محنت غار کی چیز نہیں۔ کام سے عزت بڑھتی ہے۔ ہمیشہ
 اس کا خیال رکھنا" اس طرح سید صاحبؒ تقریباً دو سال ہو گئی ہیں۔
 سید صاحبؒ کے ایک خالہ زاد بھائی شہر ہو گلی سے چند میل اتر
 تھامنی ڈانگہ جہاں ان دنوں شہور بندیل حکشن واقع ہے اُس کے متصل
 قلعہ ڈانگہ میں رہتے تھے۔ وہ خود غریب آدمی تھے۔ لیکن ہو گلی جا کر
 حضرت سید صاحبؒ اور اپنی خالہ کو نظر ڈانگہ لے آئے اور رہنے کے لئے ایک
 چمڑے دیا۔ سید صاحبؒ کو بنگلہ زبان کے ایک سکول میں داخل
 کیا گیا۔ لیکن یہ پڑھائی آپ کو پسند نہیں آئی۔ پھر بل چلنے پر مامور کیا گیا۔ لیکن ڈان
 شریف کی تعلیم کا شوق غالب تھا۔ اس لئے اس کام میں بھی جی نہ لگا۔ مرزا نیاز علی
 صاحب

(تقریباً ۱۹۲۳ء) اسیر ادیبی اے۔ میں موہن چکرو تری۔ ۱۹۰۹ء مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء
 بمجال۔ آر۔ لے ڈوش۔ سلسلہ ۱۹۲۲ء

Marfat.com

Marfat.com

جو ہوگلی کے محلہ بالی میں رہتے تھے اُن سے قرآن شریف کی تعلیم حاصل کیا اور روزانہ نظر انداز سے ہوگلی جاتے تھے۔

قرآن شریف کی تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ نے پھر حصولِ معاش کی طرف توجہ کی جس اتفاق سے ریلوے کے دفتر میں دس روپیہ ماہانہ پر کل مقرر ہو گئے۔ اس زمانہ میں آپ کی شادی بھی ہو گئی۔ ریلوے کی ملازمت میں مشاہیرہ کے علاوہ بالائی آمدنی بھی تھی۔ زندگی کی دشواریاں ختم ہو گئیں۔ احباب کا مجمع رہنے لگا۔ لیکن قدیمت کو سید صاحب سے کچھ اور کام لینا مقصود تھا۔ ایک روز والد بزرگوار کو خواب میں دیکھا فرمایا ہے تھے کہ میری اولاد ہو کر حرام کھاتے ہو۔ صبح ہوئی تو ملازمت سے دل اچھاٹ ہو گیا۔ اور استعفا دے دیا جسے ذمہ دار افسر نے تیرہ دنوں کی فراغت کے بعد بڑی مشکلوں سے منظور کیا۔

ملازمت سے استعفا کے بعد حضرت سید صاحب نے ہمیش کے سخت مرض میں مبتلا ہوئے اور لوگ آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ ایک رات والد صاحب کو خواب میں دیکھا۔ وہ میدان میں گئے۔ کہیں سے دودھ اور چاول لائے کھیر تیار کی اور آپ کو شکم سیر ہو کر کھلایا۔ آنکھ کھلی تو بھوک معلوم ہوئی۔ چہرے پر بے نشاستہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس کے بعد بالکل تندرست ہو گئے۔ محبتِ الہی کا غلبہ شروع ہوا۔ پیٹے پیٹے بھوٹ بھوٹ کر رونے لگتے تھے۔ جنگل میں جا کر تنہائی میں روتے تھے۔ مرشد کی تلاش میں اپنے استاد عزیز انیساز علی صاحب

سے۔ وہ آپ کے شوق کو دیکھ کر قریب کے گاؤں میں اپنے پیر شاہ نجیب الاسلام کے یہاں لے گئے اور حضرت سید صاحب، جناب شاہ صاحب سے مرید ہو گئے لیکن جب شاہ صاحب کے مریدوں نے کہا کہ اب تو آپ مرید ہو گئے، آپ کو نماز، روزہ کی ضرورت نہیں، تو سید صاحب کو افسوس ہوا۔ گھر چلے آئے اور ایسی پری مریدی سے نوبہ کیا کہ آپ کو ایسے مرد حقا آگاہ کی تلاش کتنی، جو تمام حجابات کو اٹھادے اور آپ کے لئے مشاہدہ حقیقت کو آسان کر دے۔

حسن اتفاق سے اسی زمانے میں کوئٹہ و ضلع اعظم گڑھ (اتر پردیش) کے حضرت کریم بخش علویؒ جو سروے میں انسپکٹر تھے اور جن کو سلسلہ عالیہ چشتیہ

سہ کوئٹہ، ٹاک خانہ کوئٹہ۔ بلاک اور تھانہ پوسی، تحصیل بھول پور۔ ضلع اعظم گڑھ ۱۶ درجہ ۷ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۲۳ دقیقہ مشرقی طول البلد پر شاہ گنج بخش ضلع جون پور سے پانچ میل اتر پورب واقع ہے۔ نارنگیہ الیٹرن ریوے کا خان جہاں ہاٹ تین میل دکن ہے۔ یہاں بھر لوگوں کا قلعہ تھا جسے مسلمانوں نے فتح کیا۔ کوئٹہ کے سات ٹولے ہیں آبیارہ مسجدیں ہیں۔ مدرسہ دینیات بڑے کوئٹہ کے پچم میں ہے۔ یہاں حضرت مسکین شاہؒ کے خلیفہ حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ اور ان کے خلیفہ حضرت کریم بخش غازی کے مزارات ہیں۔ کوئٹہ اعظم گڑھ سے ۲۸ میل پچم ہے۔

حضرت کریم بخش غازیؒ ۱۳۲۵ھ - ۱۹۱۵ء میں انتقال ہوا۔ اجازت و غناوت آپ کو حضرت مولانا مسکین شاہؒ سے پوری کے خلیفہ (بقیہ حاشیہ ص ۳۰۸ پر)

میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ وہ کلکتہ سروے آفس میں چاہری دینے جا رہے تھے۔ حضرت سید صاحبؒ کے استاد مرزا نیاز علی صاحب مرحوم کو حضرت علویؒ کی آمد کا حال معلوم ہوا، تو ان کو خوشی ہوئی اور انہوں نے سید صاحبؒ کو بلوایا۔ وہ حضرت علویؒ سے ملے اور گزارش کی کہ اللہ اللہ کرنے کا طریقہ بتا دیجئے، حکم ہوا کہ دستور کے مطابق پہلے مرید ہونا ضروری ہے۔ لیکن سید صاحبؒ مرید ہونے کے لئے راضی نہ ہوئے۔ حضرت علویؒ نے طلب صادق دیکھ کر آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کے پاس انفاس کا طریقہ بتا دیا۔ سید صاحبؒ گھر لوٹ آئے۔ گھر آتے آتے آپ کا قلب ڈاکر ہو گیا۔ آپ کو بڑی مسرت ہوئی۔ رات بھر جگے رہے۔ صبح نلکا ننگہ سے ہو گئی جا کر حضرت علویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کو اپنے گھر لائے۔ خود مشرف بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنے دو تین آدمیوں کو مرید کرایا۔ پھر حضرت نے آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ذکر اور مراقبہ کا طریقہ بتایا۔

حضرت سید صاحبؒ پر پیر و مرشد کی تعلیم کا ایسا گرا اثر ہوا اور ان کو ذکر و فکر سے ایسی لذت و علاوت ملنے لگی کہ ہر قسم کی دنیاوی مشغولیت ختم ہو گئی۔ عزیز واقارب نے سمجھا یا۔ مرزا نیاز علی صاحب نے ذمہ داریوں کا احساس دلایا لیکن ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور آپ اپنے کاموں میں مشغول رہے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳۰۷ کا]

حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ سے حاصل تھی۔ حضرت کریم بخش علویؒ۔ حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے پہلے پیر و مرشد اور ان کے نامور خلیفہ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ (متوفی ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء) کے والد محترم ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ایک دن حضرت سید صاحبؒ اللہ اللہ کرنے میں مشغول تھے کہ آپ پر
 رحمتوں کی بارش ہوئی اور یکا یک سلطان العارفين حضرت خواجہ معین الدین ^{حشیشی}
 تشریف لائے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ایک وسیع میدان میں پہاڑ کے کنارے
 گئے، جہاں ایک فقیر نغی اثبات کے ذکر میں مشغول تھے۔ ذاکر فقیر کا یہ حال تھا کہ
 جب لا الہ کہتے تو گویا پہاڑ بیچ سے پھٹ جاتا اور جب **إِلَّا اللہ** کہتے تو پہاڑ اپنی
 حالت پر آجاتا تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ذکر اس طرح کیا جاتا ہے۔
 پھر دونوں حضرات اپنے مقام پر واپس آئے۔ حضرت سید صاحبؒ نے حضرت غریب ^{ذوال}
 کے صحبت میں سلوک کی منزلیں طے کرنا شروع کیں۔ جہاں کہیں سخت منزلیں آتی
 اور سید صاحبؒ کے وجود میں بلند ہونے کی طاقت نہ ہوتی، تو حضرت سلطان العارفين
 خواجہ غریب ذوالؒ اپنے وجود خاص کے ربط سے سید صاحبؒ کو بلند فرماتے تھے۔
 اس طرح حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے فیوض باطنی سے آپ کو منزل مقصود پر پہنچا دیا۔
 اس کے بعد استیلا اور آزمائش کا دور شروع ہوا۔ برسات کا زمانہ آمد
 رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ پاس میں صوف ایک پیسہ تھا۔ چند روز چنے پر گزارہ
 ہوا۔ پھر دو دن فاقے سے گزارے۔ اذکار و سحر پانی کے گھونٹوں سے ہوتا
 رہا۔ اس صبر آزمائش میں بی بی صاحبہؒ نے ہر طرح آپ کا ساتھ دیا۔ ہانڈی
 میں پانی رکھ کر آگ پر رکھ دیتیں کہ محذد والوں کو آپ کے فاقہ کی خبر نہ ہو۔
 اس حال میں سید صاحبؒ کے ذکر و فکر میں اور زیادہ انہماک ہوا۔ پھر بوسیدہ
 مہنے کے باعث پھلنی کی طرح بارش کے قطرے ٹپکنے لگے لیکن اس عاشقِ حقیقی

نے ایسے حال میں بھی اپنا کام جاری رکھا۔

اس بے سرو سامانی کے حال میں ایک روز حیدر صاحب سید صاحب اللہ اللہ کرنے میں مشغول تھے کہ حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ^{رحمہ} اور امیر المؤمنین حضرت علی کریم اللہ وجہہ لہرق برق لباس میں ملبوس شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ برہنہ تلواریں ہاتھ میں لئے تشریف لائے۔ ایک نے حضرت سید صاحب کا دایاں ہاتھ اور دوسرے نے بائیں ہاتھ پکڑا اور ایک بلند مقام پر کھڑا کر کے فرمایا "عبدالباری آج سے تم ولی ہو گے" کیفیت زائل ہونے کے بعد آپ اپنے کام میں مشغول ہی تھے کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میر صاحب آپ کا چہرہ بہت بوسیدہ ہو گیا ہے اجازت دیجئے کہ مرمت کرادوں۔ دوسرے صاحب آئے اور کہنے لگے کہ یہ دو روپے آپ کے لئے نذر ہیں۔ دور ابتلا ختم ہوئے۔ اس کے بعد گرچہ مہینے میں دو چار فلتے ہو ہی جاتے تھے لیکن مسلسل فاقوں کی نوبت نہیں آئی۔

اس کے بعد حسن اتفاق سے آپ کی ملاقات حضرت مونی سید فتح علی صاحب ویسی کے نامور خلیفہ اور اس زمانہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب سے ہوئی، جو سلسلہ عالیہ مجددیہ سے وابستہ تھے۔ حضرت مولانا موصوف رحمہ کی نگاہ جب سید صاحب پر پڑی، تو آپ نے اپنی فراست سے ان کا حال معلوم کر لیا اور ان کے ذوق و شوق کا اندازہ لگا کر فرمانے لگے کہ آپ اللہ اللہ کرتے ہیں ایسے ہم بھی کچھ بتادیں۔ حضرت سید عبدالباری شاہ نے خیال کیا کہ میرے تو سلوک ختم ہو چکا ہے

ہیں۔ اب آپ کیا بتائیں گے۔ لیکن ادب کے خیال سے خاموش رہے۔ صرف نماز میں دسوسہ کی شکایت کی۔ عصر کا وقت قریب تھا۔ حضرت مولانا رحمہ نے فرمایا "وغو کیجئے" اور اپنی امامت میں سید صاحبؒ کو عصر کی نماز پڑھائی۔ دسوسہ کا آنا ختم ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت سید صاحبؒ کو حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کی بزرگی کا خیال ہوا اور تعلیم کے لئے آپ کی خدمت میں جانے لگے۔ لطائف عشرت تک کی تعلیم کے بعد آپ سعیت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ لیکن چونکہ حضرت مولانا موصوفؒ کو ظاہر پیری مریدی سے دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے آپ نے سید صاحبؒ کی آمد کو پسند نہیں فرمایا اور فرمانے لگے جائے۔ اللہ اللہ کیجئے۔ حضرت سید صاحبؒ بہت ہی معنوم گھروالیں آئے اور ابھی دھوکے جبرہ میں بیٹھے ہی تھے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقیؒ نے مندی تشریف لائے۔ حالات معلوم کرنے کے بعد فرمایا گھبرائے نہیں اب جائیے مرید کر لیں گے۔ چنانچہ حضرت سید صاحبؒ فوراً حضرت مولانا رحمہ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ حضرت موصوفؒ نے حسب سابق خفگی کا اظہار کیا لیکن حضرت مجدد صاحبؒ کی تشریف آوری کا حال معلوم کرنے کے بعد فوراً سید صاحبؒ کو سعیت سے مشرف فرمایا۔ اس طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی باطنی تعلیم شروع ہوئی۔ باطنی طور پر خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقیؒ نے مندی آپ کو تعلیم دینے رہے۔

سلسلہ عالیہ مجددیہ کی تعلیم کے زمانہ میں مقامِ نفس کے دوائر کی توجہ کے بعد حضرت مولانا شاہ غلامِ سلمانی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہاں کسب کو دخل نہیں، کامیابی کا دار و مدار محض عنایتِ خداوندی پر ہے۔ سید صاحبؒ کو اپنی محنت کا خیال تھا۔ لیکن یہ سن کر یاس کے آثار ظاہر ہوئے۔ حسب معمول نماز مغرب کے بعد جب مراقب ہوئے، تو اپنے کو ایک وسیع میدان میں پایا، جہاں پر ایک منار تھا۔ صاحبؒ نے اسی منار کو توجہ دی کہ آپ دھڑام سے پیچھے گر پڑے اور مقام صاف ہو گیا۔ وہ منار کسی پیچیر کا تھا۔ پھر اسٹریٹل شازہ کی عنایات سے آپؒ سلوک کے مشکل سے مشکل مقامات طے کرتے رہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجے حاصل ہوتے رہے۔

بظاہر آپؒ کی تعلیم حضرت مولانا شاہ غلامِ سلمانی صاحبؒ کے ذریعہ ہوتی رہی۔ لیکن ائمہ سلاسل کے بعد دیگرے اور ایسی طریقہ پر آپؒ کو اپنے اپنے سلسلہ کی تعلیم دیتے رہے اور خلافت سے سرفراز کرتے رہے۔ ایک بار آپؒ کسی شخص کے یہاں جہان تھے اور تنہا ایک حجرہ میں مقیم یاد الہی میں مشغول تھے کہ غوث الاعظم حضرت سیدنا عید القادر جیلانیؒ تشریف لائے اور توجہ دینی مشورہ کی خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنے سلسلہ میں بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ایسی طرح دوسرے ائمہ سلاسل حضرت شیخ ابو الحسن شاذلیؒ اور حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ نے بھی اپنے اپنے سلسلہ کی اجازت اور خلافت بخشی۔ یہی ولایتیں کئی بار حرم کدہ نبویؐ میں آپؒ نے حضرت خواجہ اویس قرنیؒ کے

کبیل پر جلوہ افروز دیکھا۔ ایک دن حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے پاس بلایا۔ مقام فنا کی توجہ دی اور اپنے سلسلہ میں بیعت کرنے کی اجازت دی اس طرح حضرت سید عبد الباری شاہ کو سلسلہ حقیقیہ، قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ، شاذلیہ، قرنیہ اور سلسلہ الذہب میں بیعت کرنے اور تعلیم دینے کی اجازت ملی اور باطنی طور پر مختلف خدمات سپرد ہونے لگیں۔

مکلتہ سے وکھن ضلع چوہین پرگنہ کے شہر ڈائمند ہارہ میں ایک ہندوستانی ضعیف رہتی تھیں۔ وہ مجذوبہ تھیں اور دنیا کے چالیں ابدالوں میں سے تھیں سید صاحبؒ کبھی کبھی ان سے ملنے جا یا کرتے تھے۔ ان کی حضرت سید صاحبؒ پر بڑی نظر عنایت تھی۔ مجذوبہ کے انتقال کے بعد ہی خدمت آپ کو ان کا جگہ ملی۔ اس کے بعد اس زمانہ کے قطب مدار شیخ ابوالحسنؒ نے جو ظاہری طور پر مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ آپ کی تعلیم کی طرف توجہ کی۔ کبھی وہ ہوئے تھے تشریف لاتے اور کبھی سید صاحبؒ مکہ معظمہ جاتے۔ حضرت شیخ ابوالحسنؒ کے وعظ کے بعد قطب مدار کے انتخاب کے سلسلہ میں خانہ کعبہ کے قریب دجوار میں اکابر اہل سنت کا روحانی اجتماع ہوا۔ بڑی بڑی ہستیاں موجود تھیں اور اس عہدہ جلیلہ کے لئے بہت لوگ امید والے تھے۔ حضرت سید صاحبؒ اپنے کو سب سے نااہل اور کمتر سمجھتے ہوئے سب سے پیچھے کھڑے تھے۔ لیکن آپ ہی کا نام پکارا گیا اور آپ ہی کے سر پر تاج زمردین رکھا گیا۔ خانہ کعبہ کا محافظ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد آپ قطب مدار کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آپنی ادب کے محیط الا درجہ جانی امام دورہ رابع عشر مقبول بانی
جناب عبد باری نودمان شاہ گیلانی تعالیٰ الشرحہ می زینت فرشت تاج سلطانی

کہ موہر دگرگشت را می سزدنا ز سلیمان

قطب ارشاد حضرت سید عبد الباری شاہ رحمہ کی باضابطہ تعلیم طریقت
کا آغاز حضرت کریم بخش علویؒ سے ہوا تھا۔ لیکن تقریباً دس سال تک دونوں
کی ملاقات نہ ہو سکی۔ دس برس کے بعد حضرت کریم بخش علویؒ کا پھر ہو گئی اور کلمتہ
کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ کو حضرت سید صاحبؒ کی ملاقات ذوق و شوق
تعلیم اور شرف بعیت کا واقعہ یاد آیا۔ دوبارہ ملاقات ہوئی۔ حضرت سید صاحبؒ
نے اپنے کچھ حالات آپ کے بیان فرمائے۔ آپ اپنے اس لائق و فائق اور عظیم المرتبت
مربیہ کو کبریت احمد سمجھ کر اپنے ساتھ کوٹنڈرہ ضلع انڈیا گڑھ لے آئے اور اپنے
صاحبزادہ جناب حافظ حامد حسن صاحب علومیؒ کو تعلیم طریقت کے
آپ کے والہ کر دیا۔ جناب سید صاحبؒ نے اپنے مرشدزادہ کو اپنی معیت اور
ارادت کا شرف بخشا اور اپنے انعامات سے مالا مال کر دیا۔ آپ کی تعلیمات
اور آپ کے فیوض و برکات سے الحاج جناب حافظ حامد حسن صاحب علومیؒ اپنے
ذات کے عارف کامل اور بلند پایہ شیخ طریقت ہوئے اور آپ کے ذریعہ احباب
سین کی تحریک اور تعلیم طریقت کو بڑی تقویت اور ترقی نصیب ہوئی۔
اہلۃ العالمین بہر غبار خاک اقدامش کہ بردارند قدسی و ملائک ناز خدائش
نہیں و آسمان بر خویشین نازاں ریا کما لش سبکراں حافظ حامد حسن نائش

شہد من مرشدی من ہادی و محبوب سبحانی

اس طرح کوہنڈہ میں حضرت سید عبدالباری شاہؒ کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ تشریف لاتے اور کافی عرصہ تک قیام فرماتے۔ کوہنڈہ میں حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کے عداوہ کچھ اور لوگ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے یہاں حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی اہلیہ محترمہؒ، ہمیشہ مکرمہؒ اور آپ کے دوست جناب مولیٰ عبدالصمد صاحبؒ، آپ کے خاندان کے لوگوں میں مدالواحد مرحوم، اور کوہنڈہ کے تزیب بھرحد کے حاجی سلیم اللہ صاحب مرحوم اور

حضرت بی بی عائشہ خاتونؒ آپ حضرت حافظ حامد حسن سے بڑی تھیں۔ آپ کی شادی منکرالذات سے دو میل اتر گنگا گودام پور میں جناب عبدالغفار صاحب قریشی سے ہوئی تھی۔ آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ جناب عبدالجبار صاحب بنارس میں نکالت کرتے ہیں۔ حافظ اطفال صاحب اور عبدالسلام صاحب گنگا گودام پور میں رہتے ہیں اور جناب اللغات (حضرت صاحب) کالج گونڈہ میں لکچر ہیں۔ صاحبزادی کی شادی ہو آرا تھانہ دیرالنجھ میں ہوئی ہے۔

ابن سبیر حد ضلع جون پور کے حدود میں غنیم گڑھ کی سرحد پر شاہ گنج سے دو میل دکھن ایک بڑی تہی ہے یہ جون پور سے ۱۹ میل اتر اور کوہنڈہ ضلع غنیم گڑھ سے ۶ میل دکھن غنیم ہے۔ یہاں کا خربزہ اپنی لطافت اور مٹھاس کے لئے مشہور ہے۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں یہاں نور محمد صاحب بڑے عالم اور پرہیزگار تھے۔ غزلیوں کا ایک دیوان رونقہ

الکلیات، پریم ہارگی شاعری میں انرا اولی اور ایک اور کتاب (بقیہ طاشیہ ص ۳۱۶ پر)

Marfat.com

Marfat.com

الہی بخش صاحب مرحوم اور جلال پور ضلع فیض آباد کے جھناؤں مرحوم (نابینا)
وزیر مرحوم شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

جھناؤں مرحوم (نابینا) اور وزیر مرحوم دونوں بیعت کے لئے فیض
میں شاہ نیاز احمد صاحب جالسسی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے
کشف کے ذریعہ ان دونوں کو کوشڈہ میں حضرت سید صاحب کی آمد کا اطلاع
کھی۔ چنانچہ حضرت سید صاحب کی تشریف آوری سے قبل ہی یہ دونوں آپ کی
متوقع آمد کے انتظار میں کوشڈہ آیا کرتے تھے اور جب حضرت سید صاحب تشریف
لائے، تو یہ دونوں حلقہ بگوش ہوئے ان دونوں مریدوں کی خصوصیت یہ
کہ دونوں ساتھ مرید ہوئے۔ ہمیشہ ساتھ ہے۔ ساتھ ہی دونوں کا جنازہ
اور ساتھ ہی دفن ہوئے۔

[بقیہ حاشیہ ۳۱۵ کا]

انوراگ بانسری ان کی یادگار ہے۔ اینڈراولی میں بالآخر کے راج کمار اور اگم پوری کی راج کمار کی
دستانہ شیح ہے یہ ملک محمد صاحب جالسسی رستونی (۱۶۱۵۴۲) کا کتاب پرمادوت کی طرح
شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ انوراگ بانسری کا زبان سنسکرت آمیز ہے۔ ہندی ادب کی

ڈاکٹر محمد حسن ص ۹۲

۱۔ تھبہ جلال پور، پرگنہ ٹھہر پور، تحصیل اکبر پور، ضلع فیض آباد (اتر پردیش) ٹوش
دائیں کنارے پر ۲۶ درجہ ۱۸ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۴۴ دقیقہ مشرقی طول
اکبر پور سے ۴۴ میل اور فیض آباد سے ۵۰ میل پورب واقع ہے (بقیہ حاشیہ ۳۱۵)

حضرت سید صاحب قدس سرہ کے متوسلین میں کوہنڈہ کے جناب مولانا
 القدر صاحب لکھنؤ میں ملازم تھے۔ اس لئے آپ کو لکھنؤ بھی جانے کا اتفاق ہوا۔
 فیسر نواب علی صاحب نے اپنی کتاب "ہند جدید کا تعارف" میں مولوی عبدالاحد
 صاحب کے حالات کے ضمن میں آپ کے کسمندھی جانے کا بھی ذکر کیا ہے۔
 لکھنؤ کے دوران ایک دن لوگوں نے آپ سے لکھنؤ کے قطب کے بارے میں
 بافت کیا۔ آپ نے قدرے غور کے بعد نعیم انڈر نام بتلایا۔ لوگ سمجھ گئے کہ
 وہی محمد نعیم صاحب فرنگی محلی ہیں۔ آپ نے ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی

[بقیہ صفحہ ۳۱۶ کا]

عالی پوہستی کے رقبہ میں شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے نام پر آباد ہے۔ یہاں دو پرانی مسجدیں
 ایک ویران قلعہ ہے۔ بنارس سے فیض آباد ہو کر لکھنؤ جانے والی ریلوے لائن پر معالی پور
 پنشن یہاں سے سات میل دکن پچم اور کچھو چھو شریف دس میل اتر ہے۔ کاروباری جگہ
 ترقی پذیر شہر ہے۔ کپڑے کی صنعت کا بڑا مرکز ہے۔ یہاں کی آبادی میں آدھے مسلمان
 اور کپڑے کی صنعت کی وجہ سے کافی خوش حال ہیں۔ جلال پور اور کچھو چھو شریف کے
 ماحول پور ہے۔ جہاں گیارہویں شریف میں بڑا امیہ لکھا ہے۔ فیض آباد ضلع گزیٹر
 ۱۹۰۵ء۔ نوبل آباد ۱۹۰۵ء ص ۲۲۹۔

کسمندھی اتر پردیش کے ضلع لکھنؤ میں بمبئی کے صدر مقام علی آباد سے چار سائے اتر پورب اور شہر
 سے تقریباً ۱۲ میل اتر پچم کی طرف اودھ کا ایک مشہور قصبہ ہے اس کو کسمندھی کلاں کہتے ہیں۔
 اس کے چند میل اتر پچم سے چھوٹا گاؤں کسمندھی خرد ہے۔ اسے سوانح حیات سید عبدالباری شاہ

لیکن چونکہ حضرت سید صاحب نے ظاہری طور پر کتب درسیہ نہیں پڑھی تھیں اس
لوگوں نے مولوی محمد نعیم صاحب علیہ زبردست عالم دین سے آپ کو ملائے
جھجک محسوس کی۔ لیکن ایک روز آپ خود آئے اور مولوی صاحب سے ملنے اور
ہو گئے اور ٹھیک حضرت مولوی صاحب کے کوٹھے کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے
پھر کوٹھے پر جا کر ملاقات کی۔ مولوی صاحب نے لیتے تھے۔ بیٹھ گئے اور غور کرنے
بعد حضرت سید صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ سید ہیں۔ سید صاحب نے
فرمایا۔ جی ہاں۔ پھر دریافت فرمایا کہ آپ سیری مریدی کرتے ہیں۔ حضرت
صاحب نے فرمایا۔ سیری مریدی آپ لوگوں کا کام ہے۔ خدا کے طالبوں کو خدا کے
پہنچانا میرا کام ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔
پر سید صاحب نے فرمایا کہ اگر ضرورت ہو تو مجھے بلا لیجئے گا۔

اس زمانہ میں ایک بار حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی کے
اجودھیا جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ ایک مزار پر جو اجودھیا میں مشہور ہے

[بقیہ صفحہ ۳۱۷ کا]

مرتبہ مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ (دام الشرفیوغہ) مدظلہ العالی
لے اجودھیا۔ پرگنہ جوہلی اودھ۔ ضلع فیض آباد (اتر پردیش) شہر فیض آباد سے چار
پورب دریلے گھاگرا کے جنوبی کنارے پر ۲۶ درجہ ۲۸ دقیقہ شمالی عرض البلد اور
درجہ ۱۳ دقیقہ مشرقی طول البلد پر واقع ہے۔ بہت ہی پرانا شہر اور اہم تاریخی اور مذہبی
ہے۔ مندر اسے وشتو جی کی پیشانی سمجھتے ہیں اور اپنے سات تیرتھوں میں (بقیہ صفحہ)

لے گئے اور خلاف معمول وہاں تقریباً پندرہ بیس منٹ تک بیٹھے۔ جب حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی نے آپ سے صاحب مزار کی شان دریافت فرمائی تو آپ نے فرمایا کہ اولیائے اُمت میں حسن کی پرواز عالم قدس میں ہے کوئی ایسا نہیں جس کو ایک نگاہ سے دیکھ نہ لوں۔ مگر ان صاحب مزار کی طرف ہمت نہ ہوئی۔ دو چار روز رہتا تو ربط خاص کے بعد ہمت سوال کی ہوتی۔ اندازہ ہے کہ کسی سچی کامزار ہے۔ اس لئے مجھے طاقت دیکھنے کی نہ ہوئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ بڑے سے بڑے باکمال ولی کی نسبت انبیاء میں سب سے کم درجہ کے نبی کے ساتھ وہی ہے، جو ایک شیر خوار بچہ کو عالم متحجر سے

اس کے بعد جو دھبیاں میں امیقاں کے مصنف حضرت علامہ الدین ماہر درجہ کے مزار پر بھی مراقب ہوئے۔ گرمی کا زمانہ تھا تو چل رہی تھی۔ حضرت سید صاحب نے چند بار اسمائے رحمت کی تکرار فرمائی اور اسٹیشن روانہ ہو گئے۔ یکے پر راستہ میں ایسی سردی کی کیفیت طاری ہوئی کہ حضرت

بقیہ حاشیہ ص ۳۱۸ کا ۲

سے ایک تیرتھ۔ یہاں مندوؤں کے نزدیکی مشوا اور اوتار شری رام کی جائے پیدائش ہے۔ سلمان مورخین اسے شہر ادو لکھتے ہیں۔ یہاں تھا۔ کے سامنے جو لوگزی قریب اس کے باسے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ حام بن نوح علیہ السلام یا ہند بن حام بن نوح علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور یا جھاڑ اور پنی جھاڑ مٹی کی دو چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان حضرت شیخ علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے مزارات ہیں۔ بادشاہ (بقیہ حاشیہ ص ۳۲ پر)

حافظ صاحب علویؒ کے دانت بچنے لگے۔ عرض حال کے بعد سید صاحبؒ نے فرمایا کہ اثر رحمت یہی ہے۔

حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے کوئی اولاد ظاہری نہ تھی ایک بار لوگوں نے بہت اصرار کے بعد دعا کے لئے آمادہ کیا۔ حضرت سید صاحبؒ نے دعا فرمائی، بعد میں فرمایا کہ اولاد باطنی انشاء اللہ بہت ہوگی۔

حضرت سید صاحبؒ نے تقریباً چالیس سال کی عمر میں ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ، پینچر ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء کو نلڈانگا (بنڈیل شریف۔ ضلع موگلی) میں انتقال کیا۔ مزار مبارک آپ کا آپ کے خالو نواب جان صاحب مرحوم کے

[بقیہ حاشیہ ص ۳۱۹ کا]

سکندر لودی نے حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ کے بھانجے حضرت جلال الدینؒ کی ترغیب سے

دونوں مزارات کو غتہ بنوایا اور احاطہ تعمیر کرایا۔ کچھ ہی دور بچم دوسرے احاطہ میں حضرت

جلال الدینؒ کا مزار ہے۔ محد جہانگیر دہلی میں حضرت شیخ صدر الدین حکیم دہلویؒ کے خلیفہ حضرت

شیخ فتح اللہ دہلیؒ (متوفی ۱۶۱۸ء) ان کے بیٹے حضرت شاہ قاسمؒ اور ان کے صاحبزادے

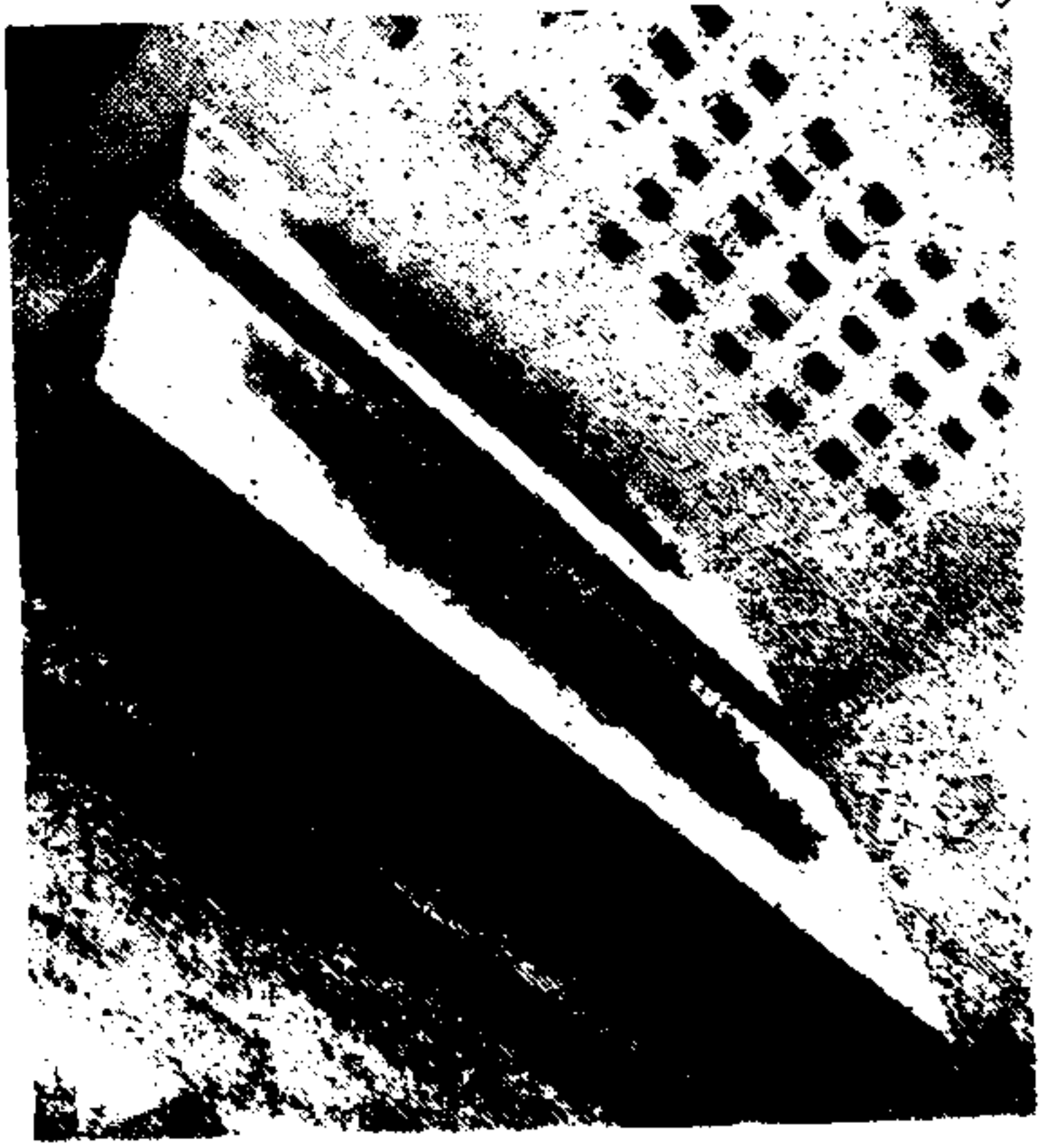
حضرت درویش محمدؒ (متوفی ۱۶۲۹ء) کے مزارات ہیں۔ تالاب ابٹوا کے کنارے بلندی پر حضرت

مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے خلیفہ حضرت شمس الدین فریادرسؒ کا مزار ہے خود مکہ پر

حضرت میر احمد نوراہنی خرد مکہؒ عرف سید احمد ماہرہؒ اور سید غلام الدین خراسانیؒ مصنف مایقہ

کے مزارات ہیں۔ سوار گدڑ کے پاس مراد ٹولہ میں ایک ٹیلہ پر حضرت شاہ جوان خوریؒ کا اور قلعہ

کی فصیل پر عہد بابر کے خواجہ تھپیؒ کا مزار ہے۔ جنم استخان مندر اور (بقیہ حاشیہ ص ۳۱۹)



۱۶۔ ارپڑانوار حضرت سید عبدالباری شاہ رح۔ بندیل مشربین ضلع ہونگلی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مکان کے پاس نل ڈانگ مسجد کے برونی گوشہ میں ہے۔ یہ مسجد تبدیل ریلوے جنکشن کے ٹھیک سامنے پچھم اسٹیشن کے مین گیٹ اور بکنگ آفس سے تقریباً دو زلاکے دکھن کی طرف ریلوے انسٹی ٹیوٹ اور ریلوے کلب کے مابین اسٹیشن روڈ اور ریلوے احاطہ کے کنارے واقع ہے۔ قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ کا قدیم خانہ، بدن اکہرا اور رنگ بلکا سا تو لاکھا۔ لباس میں معمولی سا کرتہ اور شگی ہوتی۔ سر پر کبھی عمامہ باندھتے اور کبھی دوپٹی ڈھپی ہوتی۔ ہاتھ میں عصا رکھتے تھے۔ طبیعت میں سادگی، تواضع اور خاکساری بہت تھی۔ معمولی جھونپڑے میں سید سے سادھے طریقہ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ کھانے کی پرواہ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲ کا]

مسجد بابر کا کے پاس پنج شہیداں ہے۔ فیض آباد ضلع گزیٹیر راج۔ آر نیول سنڈ ۱۹۰۵ء، گمشدہ حالات اجودھیا۔ مولوی عبدالکریم۔

۱۷ بندیل شریف ضلع بوگلی ۲۲ درجہ ۵۶ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۸ درجہ ۲۵ دقیقہ مشرقی طول البلد پر ضلع کے صدر مقام چنیسورہ سے تقریباً پانچ میل اتر پچھم کی طرف واقع ہے۔ بوگلی یہاں سے تین میل پر ہے۔ بندیل جنکشن سے نل ہالی اور عظیم گنج کو لائن جاتی ہے۔ بندیل جنکشن ہڈہ سے ۲۵ میل (۱۴ کیلومیٹر) اتر اور بدوہان جنکشن سے ۲۴ میل (۵۵ کیلومیٹر) دکھن پورب کی طرف ہے۔ بندیل جنکشن کا مینی ڈانگ موضع میں ہے اور نل ڈانگ اس کے متصل پورب کے خاص بندیل، تبدیل جنکشن سے ایک میل دکھن پورب شہر بوگلی کے حدود میں ہے جہاں پر نگالیوں کے عمارت پرچ اور سرکٹ ہاؤس ہے۔ تریبئی تہا پور (نیرف آباد) اور دست گاؤں کے تاریخی مقامات بندیل جنکشن سے قریب ہیں۔ بندیل شریف بکلی کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲ پر)

ذہقی۔ مل جاتا تو کھا لیتے، ورنہ تو کھل ہی پر ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے۔ اپنے احباب اور متوسلین سے کسی قسم کا امتیاز گوارا نہیں فرماتے تھے۔ اسلاف کا بے حد احترام کرتے اور اصحاب کمال سے ملنے میں کسرِ شان نہیں سمجھتے تھے۔ تحلل اور بُرد باری کا مادہ بہت تھا۔ سید صاحب کو ساری زندگی میں کبھی غصہ نہیں آیا۔ کبھی اپنے احباب پر نفا نہیں ہوئے۔ ہر لمحہ اتیانِ سنت کا خیال رہتا تھا۔

حضرت سید صاحب اپنے معمولات اور اُوراد و وظائف میں زیادہ وقت مراقبہ میں صرف فرماتے۔ مغرب، عشا اور فجر کے بعد تین تین گھنٹے چاشت اور ظہر کے بعد ایک ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھتے تھے۔ صلوٰۃ التَّسْبِيحِ سفر میں روزانہ ایک بار اور گھر پر دو بار پڑھتے تھے۔ پروردگار کا بڑا ادب و احترام کرتے اور اپنے متوسلین کو اولاد کی طرح پیار کرتے تھے۔ آپ کے مریدین بھی دُعا و جان سے آپ پر فدا تھے۔

حضرت سید صاحب پر کبھی کبھی جذب کی کیفیت طاری ہوتی تھی اور اس حال میں جو شخص بھی آپ کے قریب آتا، یا جس پر آپ کی نگاہ پڑ جاتی۔ وہ بھی بیہوش ہو کر گر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک بار کہ نہادہ ضلع اعظم گڑھ میں نماز عصر اور نمازِ مغرب

بقیہ حاشیہ ۲۲۱ کا ۱

۲۸ میل، تر اور فرزند شریف سے ۲۱ میل آتر پورب کی طرف ہے۔ یہاں کا مقام چنیسورہ اور ڈاک خانہ بندیل جکشر ہے۔ گرینڈ ٹرنک روڈ رومی شاہراہ سے بندیل جکشر کے مشرق سے گزرتی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

نواب جان صاحب مرحوم کے یہاں نلڈا انگہ (موجودہ نلڈیل خیلشن) میں آگے تھے۔ ایک دن محلہ کے دو تین آدمی آپ کے پاس آئے اور ناریل پھرانے کی غرض سے آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ آپ نے انکار کیا۔ لیکن ان لوگوں کے اصرار پر آخر ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوئے۔ درختوں کے قریب پہنچ کر ان لوگوں نے ناریل توڑنا شروع کیا اور آپ کو کچھ دور پر اس لئے کھڑا کر دیا کہ کوئی آنے نہ پائے۔ یہ جگہ قبرستان کے قریب تھی۔ دفعتاً دیکھا کہ پاس کی قبر سے ایک مردہ آپ کے قریب آیا اور کہا کہ حضرت! آپ اس کام کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں چنانچہ آپ ان لوگوں کو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس آگئے۔

حضرت سید صاحب رحمہ کو تصرف کی بہت زیادہ طاقت حاصل تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ بہت کم تصرف فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب آپ کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ مکان

[بقیہ حاشیہ ص ۲۳۳ کا]

ابن واقع ہے۔ خاص ہوگلی شہر بنالی سے دکن پورب ہے۔ جو پہلے یہ بہت گھنا آباد تھا۔ سرکاری پھریاں یہیں تھیں۔ ۱۸۹۶ء میں سرکاری پھریاں اور دفتر ادوکتہ ۱۹۰۹ء میں انسپکٹر آف اسکولس کا دفتر ہوگلی سے چنیسورہ منتقل کر دیا گیا۔ اس سے شہر کے اس حصہ کو نقصان ہوا۔ بنالی کے کچھ حصہ کو رائے رایان بھی کہتے ہیں۔ بنالی کے خوار پار میں بھکاری داس کا اکھاڑہ ہے۔ بھکاری داس ترہین شاہ پور (فیروز آباد) کے ظفرخان غازی کے زمانہ میں رہتے۔ ہوگلی ضلع گنڈاپور۔ ایس۔ ایس۔ اومیلی اور من موہن چکرورتی ۱۹۱۲ء ص ۲۶۹

کے قریب کچھ قبریں تھیں جن پر عذاب ہوا تھا۔ حضرت مولانا موصوف نے فرمایا
میرے صاحب! آپ یہی کہتے ہیں اور ان لوگوں پر عذاب ہوتا ہے۔ پھر حضرت مولانا
موصوف نے توجہ فرمائی۔ اللہ جل شانہ نے آپ کی توجہ کی برکت سے ان مردوں
کو نجات بخشی۔

کوہنڈہ میں اکثر نماز عصر سے پہلے یا بعد تالاب کی طرف پہنچنے تشریف
لے جاتے تھے۔ ایک بار کرامت کے سلسلہ میں فرمایا کہ مردہ کو زندہ کر دینا بڑی
کرامت نہیں۔ بلکہ کرامت یہ ہے کہ دفن کو ہمیشگی بنا دیا جائے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد ذاروقی سرمندی نے سلسلہ
عالیہ نقشبندیہ کو اندراج النہایت فی البدایت کے اصول پر جاری کر کے اس کی
تکمیل فرمائی۔ حضرت سید صاحب نے دوسرے سلسلوں کو بھی اندراج النہایت فی
البدایت کے اصول پر جاری کر کے اس کی تکمیل کی۔ کوہنڈہ میں پہلے یہ خیال آیا کہ

۱۔ حضرت مجدد الف ثانی سے قبل نفس سے اصلاح کی ابتدا ہوتی تھی اور قلب پر انتہا حضرت
مجدد الف ثانی نے اپنی تعلیم کا سلسلہ قلب کی اصلاح سے شروع کیا۔ اس لئے جہاں دھروں
کی انتہا ہے وہاں ان کی ابتدا ہے۔ اسی بنا پر اس طریقہ کے بزرگوار پہلی ہی صحبت میں دہشتہ
عظمتا تھے جو دوسرے طریقہ کے مہنتیوں کو کہیں آخر میں حاصل ہوتے تھے۔ اس لئے اس طریقہ
کو اندراج النہایت فی البدایت یعنی انتہا کا ابتدا میں درج ہونا کہلے۔ سوانح حیات
سید عبدالباری شاہ رحمہ۔ مرشدنا الخلیف مولانا محمد سعید خان قبلہ اداک اللہ فیوفہ۔ دہلی سنہ ۱۳۵۰ھ

سلسلہ عالیہ چشتیہ کو بھی اسی اصول پر چلائیں۔ ترقی دہ یہ تھا کہ طریقہ کے امام تھے۔
 فرمائیں گے یا نہیں۔ چنانچہ دس بارہ منٹ خاموش رہے اس درمیان
 میں سلطان الدار فین حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح سے اجازت حاصل کر لی۔
 حضرت سید عبدالباری شاہؒ بھی اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ
 غلام اسماعیل صاحبؒ کی طرح پیری مریدی کے مروجہ طریقہ کو پسند نہیں فرماتے تھے
 چنانچہ اس بنا پر آپ نے کوشش کی تبعیت کرنے اور مرید ہونے کا سلسلہ ہی ختم
 ہو جائے اور بغیر بیعت ہونے بھی طالب منازل سلوک کو طے کر سکے۔ لیکن لطائف
 عشرہ کی تعلیم کے بعد بغیر مرید کے طالب کا آگے بڑھنا مشکل نظر آیا۔ چنانچہ
 مجبوراً لطائف عشرہ کی تعلیم ختم کرنے کے بعد مقام توبہ کی توجہ سے پہلے بیعت
 کو ضروری قرار دیا۔

قطب مدار سے عالم خالی نہیں رہتا۔ ایک جگہ ہے دوسرا آتا ہے۔ ایک
 قطب مدار کے انتقال کے بعد فوراً دوسرے کا تقرر و عمل میں آتا ہے۔ لیکن قطب ارشاد
 کا ہر وقت موجود رہنا ضروری نہیں۔ اس کی روحانیت اپنا کام کرتی رہتی ہے
 چنانچہ قطب ارشاد کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا تعلق رشد و ہدایت سے
 ہوتا ہے حضرت سید عبدالباری شاہ رح اپنے زمانے کے صرف قطب مدار ہی
 نہ تھے۔ بلکہ اللہ جل شانہ نے آپ کو قطب ارشاد کا درجہ بھی عطا فرمایا تھا چنانچہ

لذاتک عشرہ: قلب۔ روح۔ صبر۔ خفی۔ انفی۔ نفس۔ آب۔ باد۔ نار۔ خاک

آپ کے وصال کے ۵۷ سال گزرنے کے باوجود آپ کی روحانیت ایمان و سرفرت اور رشد و ہدایت کا نور پہنچا رہی ہے۔ آپ کے فیوض و برکات جو رہی ہیں آپ کے اثرات سے بہت سارے مسلمان دین کے پیچھے راستے پر آ رہے ہیں۔ ان کے قلب نور ایمان کی روشنی سے جگمگا رہے ہیں۔ کچھ لوگ دائرہ اسلام میں بھی داخل ہو رہے۔ سلسلہ کا کام بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔

ایک دن حضرت سید صاحبؒ اپنے گوشہ خاص میں دعوت فرماتے تھے۔ اثنائے و عنو میں خیال آیا کہ میں ایک گوشہ نشین نزیب آدمی ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ میری ذات تک محدود رہے گا اور یہ کیفیت بصورت عم ظاہر ہوئی۔ لیکن بشارت خداوندی نے آپ کو مسرور و شادماں کر دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ اس سلسلہ کو شرق سے غرب تک عام کرے گا۔ حضرت سید صاحبؒ کی برکت سے اس کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ آج ہندوستان کا شاید ہی کوئی بڑا گوشہ ایسا ہو جہاں اس کی تبلیغ نہ پہنچی ہو اور لوگ اس سے متوسل نہ ہوئے ہوں اور وہ وقت دور نہیں جب کہ انشاء اللہ نہ صرف بزرگ عظیم ہندوستان، بلکہ برصغیر میں اس کی اشاعت ہو چکی ہوگی۔

دسمبر ۱۹۷۹ء میں حضرت سید صاحبؒ کے وصال کے وقت آپ نے مریدین اور متوسلین کی کل تعداد ۲۸ تھی۔ جن میں ۱۵ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ جناب نجیب بو اعما جبہ مرحومہ بنگال۔

۲۔ جناب نظام الدین صاحب مرحوم۔ فریدی پور بنگلہ دیش

۳۔ جناب امانت اللہ صاحب مرحوم بنگال

۴۔ جناب فرید و بختی مرحوم بنگال

۵۔ جناب فرید مرحوم بنگال

۶۔ جناب حاجی سلیم اللہ صاحب مرحوم نمبر ۱۰ ضلع جون پور

۷۔ جناب الہی بخش صاحب مرحوم نمبر ۱۱ ضلع جون پور

۸۔ جناب حسین علی صاحب مرحوم بری پور ضلع اعظم گڑھ

۹۔ جناب مولوی عبدالصمد صاحب مرحوم کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ

۱۰۔ جناب مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم کسٹری ضلع لکھنؤ

۱۱۔ جناب حناؤں مرحوم (انینا) جلال پور ضلع فیض آباد

۱۲۔ جناب وزیر مرحوم جلال پور ضلع فیض آباد

۱۳۔ جناب اہلیہ محترمہ حافظ حامد حسن صاحب علوی ج۔ کوئٹہ اعظم گڑھ

۱۴۔ جناب بی بی عائشہ خاتون صاحبہ ہمیشہ مکرمہ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علی

کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ

۱۵۔ حضرت الحاج حافظ حامد حسن صاحب علوی ج۔ کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ

بچپن بوجہ صاحبہ بڑی باکمال اور روشن ضمیر گذری ہیں۔ کلکتہ سے

تلاش حق میں حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ توجہ دینے کے بعد گھر میں

گئیں۔ آثار ذکر اعصاب و جوارح میں جھنجھٹ کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ پھر

کی کیفیت ظاہر ہوئی حضرت سید صاحب اپنے شغل میں تھے۔ وہ آئیں اور جان

گویی سید صاحب نے آنکھیں کھولیں تو عورت دیکھا کرتی کھایا یا آئندہ اکثر آپ کے ساتھ رہیں اور محتات بیماریوں میں آپ کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت سید صاحب کے وہ مال کے وقت تھیں پورا صاحب نے دریافت کیا تھا کہ آپ کے دبر میں کام کو کون جاری رکھے گا۔ تھوڑی دیر تامل فرمانے کے بعد حافظہ حاد حسن صاحب عدویؒ اور مولوی خیر الصمد صاحبؒ کا نام لیا۔ پورا صاحب نے فرمایا کہ یہ ابھی کم عمر ہیں اس پر حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ "میں تو ہوں"

غیر و بھشتی مرحوم ایک رتبہ دریا سے پانی لے رہے تھے کہ پانی سے ایک ہاتھ نمودار ہوا لیکن وہ اس طرح قطعاً متوجہ نہیں ہوئے۔ حضرت سید صاحبؒ اگر عرض کیا حضرت نے نگاہ کی اور فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام تھے دو سو دن حسب معمول جب پانی لینے گئے، تو حضرت خضر علیہ السلام دریا سے باہر کھڑے ہو کر بھشتی مرحوم کو بلائے لگے۔ لیکن مستوں کا حال ہی جدا ہوتا ہے۔ بھشتی مرحوم یہ کہتے ہوئے حضرت سید صاحبؒ کی طرف چل دیئے کہ آج تک آپ نہ ملے۔ جن کے پاس جانے کی برکت سے آپ بلا رہے ہیں۔ انہیں کے پاس کیوں نہ جائیں۔

جناب مولانا خیر الصمد صاحبؒ کو اجازت و خلافت حاصل آپ کا ہزارہ کو ہزارہ ضلع اعظم گڑھ میں بستی سے پودب عام قبرستان کے ایک گوشہ میں قطب ارشاد حضرت سید خیر الصمد صاحبؒ کے حالات کے متعلق ۸۸ صفحات کی ایک کتاب "سوانح حیات انام الطریقہ السید خیر الصمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ہادینا و مرشدنا الحاج مولانا محمد سعید خاں صاحب قبیلہ اداہ شہر

فیوضہ نے مرتب کیا اور آپ کے پیر و مرشد حضرت الحاج الحافظ حامین صاحب
 علوی نے اس کا مطالعہ فرما کر ضروری تباہلیاں کر دیں اور کتاب جناب
 مولانا آزاد رسول صاحب باطلہ انچارج جامعہ پرائمری سائنس کے زیر اہتمام
 حیدرآباد پریس - بنی ماران - دہلی میں چھپ کر شاہدہ بی بی جامونگر - دہلی
 سے شائع ہوئی حضرت سید عبدالباری شاہ رح کے متعلق تمام حالات اسی
 کتاب سے ماخوذ ہیں۔ اور راقم الحروف نے فیوض و برکات کے خیال سے
 اعلیٰ حضرت قبلہ عام اداام الشرفیوضہ کی عبارت کو قدرے اختصار کے ساتھ
 بحسنہ نقل کر لیا ہے۔

نبدیل شریف میں نل ڈانگہ سی جہاں حضرت سید عبدالباری شاہ
 کا مزار مبارک ہے۔ اس کے پیچھے آپ کے مرشد زادہ اور چیلے خلیفہ حضرت
 الحاج الحافظ حامین صاحب علوی نے مریدین اور متوسلین کے قیام اور
 عبادت و ریاضت کے لئے ایک کشادہ خانقاہ تعمیر کرائی۔ اس خانقاہ میں تعمیر
 کرے۔ ڈوبہ آملہ۔ ایک حجرہ اور دونوں طرف کشادہ مہن ہے۔ عمارت کے باہر
 بھی خانقاہ کی زمین باقی ہے۔ خانقاہ کا دروازہ شاندار اور بلند ہے۔ خانقاہ
 کے اندر عام طور پر عرف سلسلہ کے متوسلین قیام کرتے ہیں اور وہاں کسی غیر
 اور خلان سنت کام کی اجازت نہیں ہے۔ مسجد اور مزار شریف سے متصل
 اتر پورب گوشہ میں حضرت سید صاحب کے خالو نواب جان صاحب مرحوم
 اولاد کا آبائی مکان ہے۔ اسی میں اس خاندان کے چشم و چراغ جناب ابوال



۱۰ - خانقاہ بزرگ شریف ضلع بہاولپور

Marfat.com

Marfat.com

صاحب بی۔ ایس۔ سی رہتے ہیں۔ وہ نہایت دیندار لو جوان ہیں۔ تصوف کا
 دق رکھتے ہیں۔ حضرت سید صاحب کی ان پر نگاہ کرم ہے۔ وہی مسجد خاتقاہ
 ہزار مبارک کی حفاظت اور نگہ رانی کے ذرائع انجام دیتے ہیں اور خاتقاہ میں
 نیم مہانوں کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ مسجد کے آس پاس مسلمانوں
 اچھی آبادی ہے۔ ان میں سے کچھ ریوے میں ملازم ہیں اور کچھ اپنا کاروبار
 دے ہیں۔ قبرستان کی حفاظت کے لئے ابوالکلام صاحب کی نگہ رانی میں ایک مکملٹی
 ہے۔ مسجد کے قریب جماعت اسلامی کلکتہ دنگ کی طرف سے بچوں کی دینی
 لیم کے لئے ایک مدرسہ ہے۔ مسجد میں پانی اور بجلی کا انتظام ہے۔ مشرقی
 مغربی نیکال مشرقی بہار یعنی پورنہ اور ٹامانگر جمشید پور کے مرید ہیں اور
 تسلیم کی آسانی کے خیال سے ہادینا و مرشدنا حضرت الحاج مولانا محمد
 سعید خاں صاحب قبلہ ادا م الشرفیو عنہ سال میں چند ماہ نیڈیل شریف
 خاتقاہ میں قیام فرماتے تھے۔ لیکن ادھر دو تین سال سے غلالت اور کمزوری
 کی باعث حضور قبلہ مدظلہ کو نیڈیل شریف جانے یا اتفاق نہیں ہوا ہے۔
 قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ قدس سرہ کے جانشین
 کے مرشد زادہ اور چہیتے خلیفہ حضرت عافظ حامد حسن علوی رحمۃ اللہ
 علیہ ہوئے۔ دسمبر ۱۹۶۱ء میں حضرت سید صاحب نے اپنے انتقال سے چند روز
 قبل نجین بواج سے آپ کی خلافت کا ذکر کیا تھا۔ پیروم شد کے انتقال کے
 وقت آپ برہمیں تھے اور عمر شریف تقریباً تیس سال تھی۔ وہاں معلومی کی خدمت

پر مامور تھے۔ پیر و مشرک کی علالت کا خط طے ہی ملازمت سے استعفیٰ
کر لیا۔ لیکن آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی حضرت
صاحب قدس سترہ کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کو سندھ ضلع اعظم گڑھ کے
والے تھے۔ سلسلہ نسب آپ کا، کاکوری ضلع لکنؤ کے شیوخ علویہ سے

۹
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

۱۔ کاکوری، لکنؤ اور طبع آباد کے درمیان لکنؤ سے نو میل (۵۵ کیلومیٹر) اتر
کا نہایت شہور اور مردم خیز قصبہ اور دیوبند اسٹیشن ہے۔ یہ لکنؤ کی صدر
۲۶ درجہ ۵۶ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۰ درجہ ۴۸ دقیقہ مشرقی طول البلد
پر ہے۔ پہلے یہاں بھاروں کی آبادی تھی۔ بعد میں یہ عیسیٰ دارا میں شامل رہا۔ جو
کے مشرقی سلطان حسین شاہ (متوفی ۱۳۹۹ھ) نے یہ مسلمانوں کو دیا۔ شہر
مضافات میں بہت سارے مسلمان بزرگوں کے مزارات ہیں۔ یہاں کا پیرا نا شیخ ظاہر
بہت با اثر ہے یہاں کے بہت سے لوگ لکنؤ میں دیکھیں ہیں۔ کچھ سرکاری ملازمت
اپریل گز میٹر انٹرنیٹ چارج چارج ۲۸۹۔ ملاع رسول جناب محسن کاکوری
اردو کی جدید شاعری کے پیشرو نادر علی طاہر نادر کاکوری (متوفی ۱۹۱۳ء) اور
آودھ پنچ کے اڈیر مشہور ناول نگار منشی سجاد حسین صاحب کاکوری (متوفی
(مصنف حاجی لقبول۔ کایا پلٹ۔ حیات شیخ جلی۔ طر حدار لونڈی۔ پیاری دنیا
میٹھی پھری وغیرہ) اور جناب غلام احمد فحمت کاکوری (متوفی ۱۹۴۵ء) ہیں

مذہب محترم کا نام حضرت شیخ کریم بخش علویؒ تھا۔ جن کو سلسلہ عالیہ چشتیہ
 اقصیہ میں حضرت مولانا مسکین شاہ جے پوریؒ (متوفی ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵-۵۶ء)
 علیہ حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ حضرت
 فاسکین شاہؒ حضرت مولانا نیاز احمد صاحب بریلویؒ (متوفی ۱۲۷۵ھ
 / ۱۸۳۳ء) کے خلیفہ تھے اور پانچ واسطوں سے ان کا سلسلہ حضرت مولانا
 فی الدین ابویوسف محمد کچی مدنیؒ تک (متوفی دسمبر ۱۶۸۹ء) اور ۱۳ واسطوں
 سلطان المشائخ حضرت خواجہ لطف امام الدین اولیا محبوب الہیؒ
 فی ۱۲۷۵ھ = اپریل ۱۳۲۵ء) تک پہنچا ہے۔ حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ
 ۱۳۰۰ھ = ۱۸۸۸-۸۹ء میں کوہنڈہ میں انتقال ہوا۔ اور سستی سے اترے،

ذبیحہ حاشیہ ص ۳۳۲ کا]

روم خیز قصبہ کے رہنے والے تھے۔ تاریخ ادب اردو۔ رام بابو سکینہ لودو
 ص ۱۰۵؛ لکھنؤ کا دستاویز شاعری۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ص ۳۳-۳۱۲
 تاریخ ادب اردو۔ ڈاکٹر اعجاز حسین صاحب ص ۱۱۱؛ نادر کاکوروی۔ ممتاز حسن
 ایسی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۴۔ مزاج رسول حسن کاکوروی۔ سید یونس حبیب۔ ماہ نو اگست
 ۱۹۷۲ء؛ حسن کاکوروی۔ غلام احمد فرقت ساج کل دسمبر ۱۹۶۹ء ص ۳؛ نشی سجاد حسین
 لہ ایسے مرتبہ۔ آج کل جنوری ۱۹۶۸ء ص ۲۲؛ اگست ۱۹۲۵ء کو اشفاق اللہ
 انعام پشاد بسرنے کاکوروی میں مہارن اور لکھنؤ پسنجر سے سزگاری خزانہ لوٹ لیا۔

اگست ۱۹۴۵ء ص ۷

پچیم حضرت حافظ صاحب غلوی کی کھلیاں کے ایک گوشہ میں آپ
مزار ہے۔

حضرت کریم بخش غلوی کا خاندانی پیشہ زراعت تھا اور کوشٹہ میں
کاشتکاری بھی۔ لیکن چونکہ آپ محکمہ سروے میں ملازم تھے اور سروے انک
کے عہدہ پر فائز تھے۔ سال میں برما کے علاقے میں سروے کے لئے جانا
نہا۔ اس لئے کاشتکاری خود نہیں کرتے تھے۔ آپ کی طرف سے یہ کام
لوگ انجام دیا کرتے تھے۔ اس لئے خانگی حالات بہت اچھے نہ تھے۔
بسر ہوتی تھی۔

کوشٹہ ضلع اعظم گڑھ کے مغربی حصہ میں جون پور کی سرحد کے
شرفاؤ کی ایک قدیم بستی ہے۔ یہ شہر اعظم گڑھ سے ۲۸ میل پچیم اور جوب
سے ۲۵ میل اتر ٹونٹس کی معاون ندی کون ور کے طاس میں واقع
ضلع جون پور میں تحصیل کا صدر مقام اور نادر ن ریوے کی بنارس لکھنؤ
لائن کا شاہ گنج خکشن یہاں سے ۵ میل دکن قدرے پچیم ہے۔ اس
کا بلوئی اسٹیشن یہاں سے ساڑھے چار میل اتر پچیم اور نارنگھ علی
ریوے کی موٹو شاہ گنج میٹر گج لائن پر خاں جہاں بالٹ اسٹیشن
میل دکن ہے۔ شاہ گنج خکشن سے خیر الدین پور ہو کر کوشٹہ کو
جاتا ہے۔ کوشٹہ کے اتر پورپ سے ہر کی ایک شاخ پورب کو جاتی
نارنگھ ایٹرن ریوے کے دیدار گنج روڈ اسٹیشن (امباری) سے

کنارے کنارے محکمہ ایپینٹی کی سڑک سے بھی کوئٹہ جا سکتے ہیں۔ دیوارنگو
 سے کوئٹہ پانچ میل قدرے اتر ہے۔ کوئٹہ کے اتر میں سعداٹ پور،
 پورب میں حاجی پور قدرت اور کوکری پور۔ دکن پورب میں حمزہ پور اور دکن
 میں شیرجہاں پور اور کوئی اور کچھ میں نریت پور ابراہیم پور اور باغ و بہار ہے
 کوئٹہ موقع کا رقبہ ۱۱۰۸ ایکڑ (تقریباً ۱۹۵۰ سیکھ) ہے۔ اس میں آٹھ
 ٹوٹے ہیں اور آبادی کے مطابق آبادی ۲۲۰۳ نفوس ہے
 کوئٹہ تپہ پٹی پرگنہ ماہل میں ہے۔ پرگنہ کا صدر مقام ماہل یہاں سے چھ میل
 پورب ہے۔ خانہ اور بلاک کا صدر مقام پٹی جا میل اتر قدرے کچھ کی طرف ہے
 کوئٹہ میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ ہے۔ سید صاحب کے انتقال کے وقت ۱۹۰۰ء
 میں تحصیل کا صدر مقام اہرولہ میں تھا، جو کہ کوئٹہ سے گیارہ میل اتر پورب کی طرف
 ہے۔ بھولی پٹری کی لائن تعمیر ہونے کے بعد تحصیل کا صدر مقام پھول پور (خواجہ
 روڈ) کو منتقل کر دیا گیا۔ پھول پور کوئٹہ سے دس میل (۱۲ کیلومیٹر) دکن
 کا طرف ریوے لائن اور اعظم گڑھ لکھنؤ روڈ پر واقع ہے۔

۱۰ خان جہاں، شیرجہاں اور بسالت جہاں تین بھائی تھے۔ تینوں کے نام برتین مولانا
 ہیں۔ کوئٹہ سے تقریباً تین میل دکن پھول پور بلاک کا خان جہاں پورستی ہے۔
 اعظم گڑھ سے ۸ کیلومیٹر کچھ اور شاہ گنج سے ۹ میل کیلومیٹر پورب شمالی مشرقی
 خان جہاں نامی ایک ہاٹ اسٹیشن ہے۔ ریوے کے اوپر بستی وکٹاڈنے اسٹیشن

کوہنڈہ میں بھار لوگوں کا قلعہ تھا۔ اسے مسلمانوں نے فتح کیا تھا۔ لوگوں
 کا کہنا ہے کہ اس بستی کا پیمانہ نام کہنہ دہ یا کہنہ ڈیمہ تھا جو بعد میں کوہنڈہ بن گیا
 ڈیمہ یعنی ایک بستی ٹیلہ پر کسب ہے۔ پھاروں طرف خندق ہے۔ شہر کے زیادہ
 ہیں بستی میں کئی تالاب ہیں اور اتر میں بڑا کھڑاں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آئینہ
 اور وہ مطبوعہ نول کشور پریس میں اس بستی کا ذکر ہے۔ بڑا کوہنڈہ پچھ میں اور
 چھوٹا کوہنڈہ پورب میں ہے۔ اس موقع میں کئی گیارہ عیدیں ہیں۔ سات
 مسجدیں بڑے کوہنڈہ میں ہیں۔ مدرسہ دینیات بڑے کوہنڈہ کے پچھ میں ہے
 حضرت علامہ حسن صاحب علی نے اس مدرسہ کی بنیاد ڈالا تھا۔ لوگ آپ کو کرسی
 پر بٹھا کر لے گئے تھے۔ مدرسہ کی پختہ عمارت بن گئی ہے۔ دس اساتذہ ہیں۔
 چار سو طلبا ہیں۔ مدرسہ کی حالت بہت اچھی ہے لوگوں کے لئے ایک چھوٹا سا مدرسہ
 الگ ہے۔ بستی کے شمالی مغربی گوشہ میں حضرت نجات علی شاہ رحمہ اللہ کا مزار ایک پختہ
 مرقعہ ہے۔

تمام رکھنے میں بڑی ناواقفیت اور برزاقی کا ثبوت دیا ہے۔ ٹائم ٹیبل مارچ ۱۹۶۱ء
 ریلوے ۱۹۶۱ء، تجربہ اکتوبر ۱۹۶۱ء، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۱۹۶۱ء
 کنوئیں ۱۹۶۵ء، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۱۹۶۱ء
 جہاں پور اور ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۱۹۶۱ء
 پورب ہے۔ ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۱۹۶۱ء
 ۱۹۶۱ء، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۱۹۶۱ء

یہ دونوں مزارات حضرت علامہ حسن صاحب علیؒ کی کھلیان کے شمالی مغربی گوشہ میں ہیں
 ان کے نقشہ میں اس کھلیان کا شمارہ ۲۶۷۹ء سے ۲۶۸۰ء تک ہے۔

احاطہ کے اندر ہے جو کچھ ویران سا ہے۔ اندر سیر کا ایک پرانا درخت ہے اور
 احاطہ کے باہر دکن میں حضرت کریم بخش علویؒ کا مزار ہے۔ آپ کا انتقال ۱۳۳۷ھ
 ۱۹۱۵-۱۶ء میں انتقال ہوا۔

حضرت کریم بخش علویؒ کی شادی کوہٹا سے تین فرلانگ دکن پیم نیت ہوئی
 چھاؤنی میں ہوئی تھی۔ آپ کے عرف ایک صاحبزادے جناب حافظ حامد حسن صاحب
 علویؒ اور ایک صاحبزادی بی بی عائشہ خاتون تھیں۔ صاحبزادی صاحبہ بڑی
 تھیں اور ان کی شادی منگراٹواں کے قریب گنگا گودام پور میں عبدالغفار صاحب
 قریشی سے ہوئی تھی۔ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ ۱۲۸۸ھ ۱۸۷۱-۷۲ء
 میں کوہٹا میں پیدا ہوئے۔ آپ چھوٹے تھے، تو والد بزرگوار نے اپنے پیرو
 حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ (متوفی ۸۹-۱۸۸۸ء) کی خدمت میں پیش کیا۔ شیخ
 نے فرمایا کہ ان کو پڑھانا مت۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ
 کو حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی باطنی صلاحیتوں اور استقبال میں آپ کے
 اعزاز و افتخار اور درجات عالیہ کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے خلیفہ
 کو ان کے صاحبزادہ کی تعلیم سے منع فرمایا کہ کہیں غلط تعلیم مستقبل کی شادابی
 بہار کو ختم نہ کر دے اور مروجہ تعلیم اعلیٰ حجاب اگلیو کا مصداق نہ بن جائے۔
 حضرت کریم بخش صاحب علویؒ نے پیرو مرشد کے حکم کے مطابق اپنے لائق و
 واثق فرزند کی ظاہری تعلیم کی طرف توجہ نہ کی۔ اسی بنا پر حضرت قبلہ کی ظاہری تعلیم
 عربی میں ہدایت النور، باب مرفوعات تک ہی رہی۔ خط بہت صاف سُخرا تھا۔

تعلق ہوتا تھا۔ قرآن شریف کے جید حافظ تھے اور لوگ آپ کو بڑے حافظ
 ہی کے نام سے موصوم کرتے تھے۔

سرکاری کام سے نکلنے مروے آفس کو جاتے ہوئے ہوگلی میں حضرت کریم بخش
 صاحب علوی نے مرزا نیاز احمد صاحب کے یہاں قیام فرمایا تھا اور وہیں آپ کے حضرت
 سید عبدالباری شاہ کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ ملاقات کے دوسرے روز
 قطب ارشد حضرت سید عبدالباری شاہ رحمہ کو آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت سے
 مشرف فرمایا تھا۔ دوسری ملاقات تقریباً دس سال بعد ہوئی۔ یہ دم یومینہ کی
 ملاقات میسا اور حضرت کی ملاقات سے کم نہ تھی۔ حضرت سید صاحب کے حالات معلوم
 کرنے کے بعد پیر و مرشد کو اپنے مرید کے ملازح خالیہ کا اندازہ ہوا اور دنیا کے معرفت
 کے اس لعل درخشاں کو ہر شب تاب اور انمول ہیرے کو اپنے فرزند احمد بلکہ اہل و
 عیال کی روحانی تربیت کے منتخب کر لیا اور سفر سے واپسی میں ساتھ کو ہنڈہ لیتے۔
 حضرت کریم بخش صاحب علوی صاحب جاہلاد ہونے کے باوجود توکل اور
 قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت حامد حسن صاحب علوی کی والدہ محترمہ بھی حضرت
 شیخ نجابت علی شاہ سے بیعت تھیں اور ان کو بھی دنیا کی کوئی طلب نہ تھی۔ ایسے حال
 میں زندگی میں تنگی ناگزیر تھی۔ چنانچہ ظاہری تعلیم سے فراغت پانے کے بعد حضرت صاحب
 صاحب علوی نے اپنے گاؤں میں لڑکوں کو تعلیم دینا شروع کیا۔ اسی زمانہ میں ان کے

والد محترم قطب ارشاد حضرت سید عبد الباری شاہ رح کو ساتھ لے کر کوئٹہ
 واپس آئے اور اپنے فرزند احمد کو ان کے حوالہ کر دیا اور عالم معرفت کے اس اکبر گز
 نے اس کبریتِ احمر کو اپنی نگاہِ کیمیا اثر سے لعل و یاقوت میں بدل دیا۔ مرشد کی شیفٹنگی
 اور بے پناہ محبت اور خرید کی وارفتگی بے مثال فدائیت اور چہرے کی چمک دک
 نے لوگوں کو متوجہ کیا۔ حضرت حامد حسن صاحبِ علویؒ کے خاص دوستوں میں مولانا
 عبدالصمد صاحبؒ بڑے ہی باعلا حیت شخص تھے۔ ان کے دریافت کرنے پر آپ نے
 اپنے پیر و مرشد قطب ارشاد سید عبد الباری شاہ رح کے متعلق فرمایا کہ ”یہ وہ
 جوہر ہے، جو بڑی قسمت سے ہاتھ آیا ہے۔ باپ کا بڑا احسان ہے، جو ہم سے
 لایا۔ ورنہ میں کہاں اور کہاں یہ آفتابِ طریقت۔ یہ وہ ہیں جن سے دیرانے دل
 میں آبادی دکھائی دیتی ہے۔ درد کی دوا ہوتی ہے اور زخم کا مرہم ملتا ہے۔“
 چنانچہ مولانا عبدالصمد صاحبؒ بھی شریکِ کلمہ ہو گئے۔ اور حضرت سید صاحبؒ
 سے یہ دونوں ماہِ واجم کی طرح روشنی حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت حافظ حسن صاحبِ علویؒ دینی اور دنیاوی دونوں
 میدانوں میں پوری ذمہ داری ادا کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ کھیتی کاشتعل اپنانے
 کا فیصلہ کیا۔ لوگوں کو سحتِ تجب ہوا کہ پیر اور پیر زادے کھیتی اور محنت سے
 روزی حاصل کریں گے۔ پہلے سال آپ نے لوگوں سے پوچھ پوچھ کر کھیتی کیا اور
 کامیاب ہے۔ دوسرے سال بہت کم پوچھنے کی ضرورت پڑی اور کامیابی
 ہوئی اور تیسرے سال اپنی عارفانہ صلاحیت کی بنا پر کاشتکاری کے ماہر ہو گئے۔

اور دنیاوی کاموں میں بھی امامت کے مستحق ثابت ہوئے۔ لیکن کاشتکاری کے کام اور دنیاوی مشغولیتیں آپ کے ذہنی اہٹاک میں کبھی حائل نہ ہو سکیں۔

قطب ارشاد حضرت عبدالباری شاہ رحمہ نے حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کو دوسرے دائرہ تک تفصیل کے ساتھ تعلیم دی۔ اور فرمانے لگے کہ ظاہر حیات میں گو آپ ٹاڈکس سے تشبیہ دیتے تھے (دوسرے پھڑک چکا ہے۔ ممکن ہے کہ اب کی مرتبہ پھڑکے تو پرواز کر جائے۔ لہذا آئندہ کے لئے باتیں محفوظ رکھنے کی وصیت فرمائی اور ادبیت تک کی تعلیم بیان فرمادی۔ براہ کے سفر سے پہلے ہی تعلیم دینے کی اجازت مل گئی تھی۔ چنانچہ حضرت سید صاحبؒ جب کوئٹہ تشریف لائے، تو اپنے دوستوں نے تعلیم دینے ہوئے آدمیوں کو حضرت کے دربار میں پیش کیا۔ حضرت سید صاحبؒ نے دیکھا اور فرمانے لگے۔ آپ نے تعلیم کی ہے۔ میں نے اجازت دی تھی ورنہ مرجاتے یا مر گئے ہوتے۔ آئندہ کی ذمہ داری پا کر تشویش رہی۔ لیکن تبلیغ کا کام ذمہ دارانہ انداز سے شروع کر دیا۔

دسمبر ۱۹۰۶ء میں قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رحمہ کے وصال کے بعد حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کوئی کھوئی ہوئی صحبت کی تلاش میں بے تاب رہے۔ حضرت سید صاحبؒ کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان رحمہ حیات تھے۔ اُس دربار میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے، پھر اشارہ غیبی کے تحت کوئٹہ واپس آئے۔ حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان صاحبؒ کے دربار میں وقت کی پابندی بہت سخت تھی۔ وہاں معمول یہ تھا کہ لوگ اجازت سے آتے اور پہلی ہی اجازت میں یہ

متعین کر دیا جاتا تھا کہ فلاں وقت میں اور فلاں وقت واپس چلے جائیں۔ ملاقات کرنے والوں کے لئے وقت کی پابندی لازمی تھی۔ ایک بار حضرت حافظ حامد علیہ السلام نے اس وقت حاضر ہوئے جب حضرت مولانا کو ٹھٹھے پر بیٹھے تسبیح ہاتھ میں لئے مشغول تھے۔ لیکن نگاہ پڑتے ہی بڑی محبت سے بلایا اور دریافت فرمایا کہ کہاں گئے تھے۔ عرض کیا کہ تبلیغ میں۔ پوچھا کتنے دنوں کے لئے۔ عرض کیا کہ ایک مہینہ۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ تبلیغ کے لئے کم از کم تین چار مہینے کے لئے نکلا کیجئے۔ چنانچہ آئندہ جب بھی تبلیغی سفر میں تشریف لے گئے تو حضرت مولانا کے حکم کا خیال رکھا۔ گفتگو کے خاتمہ کے بعد حضرت مولانا نے سے دریافت فرمایا کہ پھر کب حاضر ہوں۔ وہاں حضرت مولانا کے خلفاء بھی موجود تھے۔ جن کا آنا جانا وقت کی پابندی کے ساتھ ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا آپ کے لئے اور آپ کے مریدوں کے لئے میرا روزہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔ لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔ حضرت مولانا نے پھر فرمایا کہ میں تارک ال دنیا گوشت نشین فقیر ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے کیا مطلب۔ کوئی آتا ہے کہ میرے مقدمہ کے لئے دعا کیجئے، تو کوئی اولاد کے لئے دعا کرانے آتا ہے۔

چٹانگام (مشرقی بنگال) میں حضرت کریم بخش علیہ رحمہ کے متوسلین پہلے سے موجود تھے۔ پہلا تبلیغی سفر چٹانگام کا کیا۔ وہاں لوگوں کو آپ کی محنت و ریاضت اور شب بیداری پر تعجب ہوا۔ لیکن متوسلین نے مرشد زادہ سے سچے کر خفاطہ ملاقات کی اور رخصت کر دیا۔ اور لوگوں کو زیادہ توجہ نہیں ہوئی۔ دوسرے سفر

میں آپ کے دائمی احوال اور استقامت سے کچھ لوگ متاثر ہو کر مخاطب ہوئے۔ آپ نے ان لوگوں کی تعلیم کی۔ تعلیم کا نیا رنگ دیکھ کر اور تعجب بڑھا۔ تیسرے سفر کے بعد لوگ بوق ورجوع حصول تعلیم اور بیت، کے لئے حاضر ہونے لگے اور بعد میں ایک بار حب شریف لے جا رہے تھے، تو کنارے پر آدمیوں کا ہجوم دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کے استقبال کا مجمع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آدمیوں کا جنگل ہے۔

علاقہ چانگام میں حافظ منیر صاحب، حضرت حامد حسن صاحب علوی کے خاص مریدوں میں تھے۔ پیر کا رنگ غالب تھا۔ معمولات اور اشغال میں بڑی پابندی تھی۔ ان کو جب خلافت سے سرفراز کیا گیا، تو سلسلہ سے وابستہ بہت سے عالموں کو سخت تعجب ہوا۔ اور بہت سے لوگوں نے حضور قبلہ سے دریافت بھی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے امید ہے کہ پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ علاقہ چانگام میں حافظ منیر صاحب کو جو عزت اور شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی وہ اس علاقہ میں آپ کے کسی دوسرے خلیفہ کو حاصل نہ ہو سکی۔

گفتہ اوگفتہ الشربود : گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حافظ منیر صاحب کے انتقال بعد جب حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ پانچواں مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ کے ساتھ چانگام تشریف لے گئے۔ تو حافظ منیر صاحب کے متوسلین میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ایک روز فجر کی مغزولیت کے بعد مجمع کو دیکھ کر خود

حضور قبلہ ہجیران و پریشان ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں گورنمنٹ تھینوں کی وراثت کس ہنگامہ میں بھیس گیا ہوں۔ پھر حافظ صاحب کے بڑے صاحب زادے سرانج علی صاحب سے فرمانے لگے۔ اس بھڑ بھاڑ میں کوئی صاحب کمال کیسے پیدا ہو گا۔ صاحب کمال تو غوط زن کی طرح ہوتا ہے اور موتی نکالتا ہے۔ جھاڑ پھونک، گنڈہ، تو بیزرہ جاگا اور کمال کی رسائی مشکل۔ ناشتہ کے بعد حضرت مرشدنا ادا ام الشرفیو فدا نے حضور قبلہ کو راضی کیا کہ یہ سب متوشیلین ہیں اور دیدار کے مشتاق ہیں۔ چنانچہ جب تک باہر تھے جمع ایک دروازہ سے آتا اور مصافحہ کے دوسرے دروازہ سے باہر چلا جاتا۔ اندازہ کیا گیا کہ اگر اعلیٰ حضرت قبلہ، ٹرین سے واپس ہوتے ہیں، تو اسٹیشن پر پراتے۔ جمع پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ اس جمع سے رخصتی کسی دفعہ کا سبب بن جائے۔ چنانچہ مولیٰ جہاز سے ٹھکارہ واپس آئے۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی، علماء کا بڑا احترام کرتے تھے۔ لوہ بہ اختلاف مسالک علماء کے احترام اور تقدس کا ہمیشہ اعتراف کرتے تھے۔ دیوبند تشریف لے جاتے، تو ڈاکٹر احمد اللہ صاحب کے یہاں قیام فرماتے۔ زندا اولیٰ ضلع اعظم گڑھ کے مولانا شبلی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے خاص گرد و

لے ڈاکٹر احمد اللہ صاحب دیوبند ضلع سہارن پور کے خاص لوگوں میں تھے۔ اجازت و خلافت آپ کو حضرت حافظ حامد حسن علوی سے حاصل تھی۔ لائل پور (پاکستان) میں انتقال ہوا۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن صاحب علوی، ص ۳۸

میں تھے۔ مثنیٰ بیعت بھی آپ ہی سے حاصل تھا حضرت شیخ الحدیث کے وصال کے بعد مولانا شبلی نے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ سے مثنیٰ بیعت حاصل کیا۔ تب بھی دوسرے علماء اور مولانا شبلی کے اخلاص میں کسی قسم کا فتور نہیں آیا۔ بلکہ محبت اور خلوص ایک دوسرے سے بڑھتا ہی گیا۔

ایک شخص کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ ان کے سینہ پر ایک درختی ہو دار ہے جس نور کے بارے میں تجسس ہوا۔ پتہ چلا کہ وہ کسی تیرہ بجے کی پرورش لڑے تھے۔ یہ اسی کفالت کا لڑ ہے۔ ایک بار ایک بھانڈے کا پیچ آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس کی کفالت اور پرورش شروع کر دی۔ بچہ کبھی کبھی اپنی پوتیا سنا تا۔ بچہ کو خوش کرنے کے لئے آپ مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے۔ تاکہ بچہ باپ کی محبت کا لطف پائے اور خوش ہو۔

حضور قبلہ کا ایک غیر مسلم ملازم آپ کی صحبت کے اثر سے مسلمان ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اپنے اوجھاؤں کے ذریعہ آپ پر سبغلی کا اثر ڈالنے کی کوشش کی اور ظاہر میں مخالفین نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ حضور قبلہ قدس سرہ کے متعلقین پریشان تھے کہ گوشہ نشینی کی دراست عدالت انتہا میں کیسے پیش ہوگی۔ تاریخ کے دن جی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کمرہ عدالت میں

مولانا شبلی کا اصل منظر نگار میں مرداد اکرم خاں کے یہاں نوابزادہ بیانت علی خاں کی کہانی پر ہوا۔ سوانح حیات حضرت حافظ حاجی حسن صاحب علوی۔ ص ۲۸

داخل ہوئے تو انگریز عیسویوں نے جو بہت سخت تھا۔ احترام میں کھڑا ہو گیا اور

دکھلا میں حضور قبلہ قدس سرہ کی خدمت باسعادت کے لئے ایسا جوش و خروش

تھا کہ عدالت کا یہ رنگ دیکھ کر سنی فرار ہو گیا۔

قصہ جاں سٹھ ضلع مظفرنگر (انڈیا) کے جناب حکیم الزلا

صاحب مولانا کشمیری کے دوستوں میں سے تھے۔ کافی بڑے زمیندار تھے۔ لیکن

انتظام کی خرابی کے باعث اسے آہستہ آہستہ ساری جائیداد گروی ہوتی گئی اور اس

پر مہاجرت قابض ہوتے گئے۔ حکیم صاحب بہت پریشانی کی حالت میں حضور

قبلہ قدس سرہ کے پاس آئے اور دعا کی گزارش کی کہ اللہ جل شانہ انکی

حلال کے لئے کچھ حصہ محفوظ رکھے۔ حکیم صاحب چند روز کے لئے حضور قبلہ

نے ان کے حق میں دعا کی۔ دعا قبول ہوئی۔ فیصلہ کے وقت جو حکم ہوا، اس سے

معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کو پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ لیکن جب تجویز دیکھی گئی، تو

معلوم ہوا کہ اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب ہوئے۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی اپنے دینی اور دنیاوی معمولات

میں انتظام اوقات کے بہت سختی سے پابند تھے۔ ہر کام ٹھیک وقت مقررہ پرائی

دیتے تھے۔ روزانہ چوبیس گھنٹے کے اوقات بالکل مرتب اور منضبط تھے۔ ہر

ذمہ داری اور بیداری کا احساس تھا۔ کہیں بھی بے ضابطگی، بے قاعدگی اور

سوانح حیات حضرت حافظ حامد حسن علوی ص ۴۱-۴۰

ماخذ تالی کا نام و نشان نہ تھا۔ نماز مغرب کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھے۔
 ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد نماز عشاء پڑھتے اور درود شریف جس میں
 بیابا ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوتا۔ پھر کھانا تناول فرماتے اور کچھ دیر دینی باتوں میں
 بین کو آگاہی اور ہوشیاری کے لئے صحبت میں رکھتے۔ گیارہ بجے آرام فرما
 لی میں دو بجے اور جاڑے میں تین بجے نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتے۔ لیکن
 نین گھنٹے بھی نیند تسلسل کے ساتھ نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر یون گھنٹہ، آدھ گھنٹہ کے
 بیدار ہوتے اور متوسلین کو بیدار کرتے رہتے۔ اکثر تہجد میں جہر کے ساتھ قرآن
 پڑھتے، جو ایک دو مریدین موجود ہوتے وہ اقتدار میں ساتھ کھڑے ہو جاتے۔ نماز
 کی چار رکعتوں کے بعد وتر پڑھتے۔ پھر سورہ ام سجدہ اور سورہ ملک بلند آواز
 تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد **هُوَ اللهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كَذَكَرَ لَا إِلَهَ**
اللَّهُ كَذَكَرَ، إِلَّا اللَّهُ، إِلَّا اللَّهُ کا پنج فوری ذکر **اللَّهُ كَذَكَرَ** کا چہار فوری ذکر فرماتے۔
 تھکاہٹ سے۔ صبح صادق ہوتے ہی فجر کی نماز اول وقت ادا کرتے اور مراقبہ میں
 بقیہ۔ سورہ نکلے تک فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے۔ ناشتہ کے بعد کھیتی کے
 محل کی نگرانی کے لئے کھیت یا کھیدان جاتے۔ مریدین بھی ساتھ ہوتے۔ وہاں
 ناول و نصیحت تلقین و ارشاد کا کام جاری رہتا۔ دس بجے نمازوں اور مزدوروں
 مزدوری ہدایات دے کر گھر تشریف لاتے۔ ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد
 بی خانگی مسجد میں دو رکعت نماز چاشت ادا کرتے۔ بقیہ ذکر اذکار پورا کیے ایک
 گھنٹہ بعد باہر تشریف لاتے۔ دن کا کھانا کھانے کے بعد جاڑے میں بدکا تیلولہ

اور گرمی میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کا قیلولہ کر کے نماز ظہر ادا کرتے۔ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے اور مریدوں کو توجہ دیتے۔ پھر کھیتی کے کاموں کی نگرانی کے لئے روانہ ہو جاتے۔ اکثر عصر کی نماز وہیں پڑھتے۔ مغرب کی نماز سے کچھ پہلے گھر لوٹ آجاتے تھے۔

روزانہ کے نظام کے اوقات کے ساتھ ہی کچھ سالانہ نظام اوقات بھی تھے۔ جون سے جنوری تک کو ہنڈہ میں قیام فرماتے تھے۔ آنے جانے والوں کی تعلیم و تربیت میں مسعود لہتے۔ خریف کی بوائی اور کٹائی کے بعد واجدہ اور رحمت صاحب کو دروازہ پر ذمہ دار بنا کر تبلیغی سفر پر روانہ ہوتے اور حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کے ارشاد کے مطابق کم از کم تین مہینے اور کبھی کبھی مئی تک تبلیغی سفر میں رہتے۔ اپنی روزانہ اور سالانہ زندگی کا ضبط اور اس کی پابندی جس کستی کام اور استقامت کے ساتھ کرتے۔ وہ مد اور امت کی ایک بڑی مثال ہے۔ کبھی فرماتے "میں تو اپنی باری جاگ چکا۔ اب جاگے کس کی باری ہے۔" کبھی فرماتے "سید صاحب کا نمونہ بنو۔ پھل سے درخت پہچانے جاتے ہیں۔" جب تک قومی میں صلاحیت رہی۔ رمضان شریف کے روزوں کا بہت اہتمام رہتا تھا۔ تراویح کا قافلہ کی جامع مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ ہر توجیہ کے لئے لہا تو قنٹ ہوتا۔ قومی میں اغمحلال پیدا ہونے کے بعد تراویح اپنی خانگی مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ رمضان شریف میں شب قدر کی تلاش کا بھی بڑا اہتمام تھا۔ دو بار شب قدر کے حصول کی سعادت نصیب ہوئی۔ عام طور پر نماز ظہر کے

ران پاک تلاوت فرماتے تھے۔ اور کبھی کبھی چاشت کے بعد بھی۔ قرآن پاک کی
وجہ اور نسبت نماز ظہر کے بعد ہی دیتے تھے۔

کھیتی میں اللہ جل شانہ نے بڑی برکت دی۔ اصول زراعت کا پورا
اظہار تھا۔ کھیتوں کی جتنائی، بوائی اور کٹائی بالکل وقت پر ہوتی۔ سوکھا ہوتا
سیلاب پیداوار میں ہر دس پانچ من کا فرق ہوتا۔ اس پر لوگوں کو تعجب
تا۔ فرماتے اگر نہ ہوتو یہاں کیا کھائیں۔ دینی پروردہ کی حیثیت عام پروردہ
نہ ہوتی۔ بلکہ ان کے لئے ہر طرح کا پہلے اور بروقت اہتمام رہتا۔ رمضان المبارک
مہینہ میں پیداوار کا حساب کر کے زکوٰۃ کی رقم ادا کر دیتے تھے۔

اس کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ مولوی نذیر احمد
احب چانگائی۔ مولوی فضل حق صاحب تنکنیاوی، حاجی سعید صاحب کھنڈوی
دینی عبد المجید صاحب اور ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب شریک سفر تھے۔ مکہ معظمہ میں
ایک روز حضرت شیخ سنوسیؒ سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی۔ شیخ الہند حضرت
لاناموہد الحسن صاحبؒ کے شاگرد مولانا عبید اللہ سندھیؒ مسی جیرام میں ایک جگہ
سے بے بستے، اس میں شریک ہوئے۔

ایسے جیوں حضور قبلہؐ میں سرہ کے توی کزور ہونے لگے۔ جلد جلد کام
پہلے کی طرت منوہر ہوئے۔ جائداد کو وقف علی الاولاد کر دیا۔ دینی معاملات
اور داریاں لوگوں کے سپرد کر دیں۔ اپنے پیر و مرشد حضرت سید عبد الباری شادؒ
اور کرامات مرتب کرایا اور سلسلہ کی تعلیمات کو مرتب کرنے کا حکم دیا، تاکہ

اختلاف نہ ہو۔ کتاب تعلیمات بھی تسلسل کے ساتھ مختلف تجربوں اور مشاہدوں کے بعد مرتب ہو چکی ہے۔ نیڈل شریف ضلع ہوگلی میں اپنے پیر و مرشد کے مزار سے متصل کچھ ایک خانقاہ تعمیر کرایا اور اس کے دروازہ پر لکھوادیا یہ خانقاہ زائرین کے لئے وقف ہے۔ اس میں رسومات صوفیہ مثل سماع وغیرہ کی اجازت نہیں۔ اس خانقاہ کی تعمیر میں چانگام، پورنیہ اور پترا ضلع بیربھوم کے متوسکین بڑی سرگرمی اور خوش عمل کا ثبوت دیا۔ الحاج محمد سعید الہ آبادی مرحوم نے بھی فرانس انجام دیئے اور سو ضلع غنیم گڑھ کے عبدالعزیز مستری نے تعمیر کا کام کیا خود اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ بھی عام مزدوروں کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ چانگام کے ایک اعلیٰ خدیوہ دارجناب عبدالغنی صاحب حضور قبلہ کی ممتاز، پر وقار اور روحانیت کو مزدوروں کے ساتھ مشروف کار دیکھ کر سخت متحیر ہوئے اور حالات کرنے کے بعد تنہائی میں دریافت فرمایا کہ آپ تو ہمارے یہاں کے بڑے پیر ہیں یہاں مزدوروں کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے خاص لہجہ سے فرمایا کہ یہی خدمت ہے جو بڑے پیر صاحب کہلاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت الحاج حافظ حامد حسن صاحب علوی کو معدہ کی تکلیف ریاحی پریشانی بہت پہلے سے تھی۔ کبھی کبھی اشغال میں پورا وقت گزارنے میں تھا۔ سال ۱۹۴۷ء سے ہر لمحہ وقت موعود کا انتظار رہتا۔ معدہ کا علاج ہوتا، مگر کوئی کارگر نہ ہوتی۔ ظاہر ہوش بھی آہستہ آہستہ جواب دینے لگا۔ بڑھاپے کے سال کا اضمحلال بڑھنے لگا۔ اہلیہ محترمہ کا وصال ہو چکا تھا۔ فرزند ارجمند جناب

صاحبؒ بھی رخصت ہو چکے تھے۔ ظاہری بیماری روزانہ بڑھتی رہی۔ آخر وقت میں بندیل
 شریف جانے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ لیکن ایسے حال میں متعلقین کو منہارہ سے
 باہر لے جانے پر راضی نہیں ہوئے۔ مجبوراً سفر ملتوی کر دیا گیا۔ لیکن کچھ دنوں بعد
 اس خیال سے کہ حضور قبلہ قدس سرہ کی صاحبزادی صاحبہ کے یہاں زیادہ خدمت
 ہو سکے گی اور خدمت کرنے والوں کو آسانی ہوگی۔ آپ کو شاہ گنج لایا گیا اور وہاں
 گونڈہ پہنچایا گیا۔ وہاں کچھ دنوں بعد اپنے بھانجہ اور داماد جناب انصاف احمد صاحب
 نے قیام گاہ پر انوار ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ = ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء کو ۱۲ بجے کے قریب
 یکایک روح حید شہری سے پرداز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چہرہ پر تبسم
 اور خوشی کی دیدہ تھی۔ گونڈہ میں جس شخص نے اللہ کے اس نوری صفات بندے کے
 جسم خاکی کو غسل دلایا۔ اُس کا بدن روشن اور منور ہو گیا۔ سر موٹا یکم اکتوبر کو
 نزدیک کال سے خبر ہونے پر ہادینا و مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب تہذیب
 اہل اللہ فیوضہ اعظم گڑھ سے چند ساتھیوں کے ساتھ اٹھ بجے شب میں گونڈہ
 پہنچے۔ نماز عشاء کے بعد جنازہ باہر لایا گیا۔ نماز جنازہ کی امامت کا شرف اعلیٰ حضرت
 تہذیب عالم مدظلہ کو حاصل ہوا۔ شہر کے باہر فیض آباد روڈ پر جناب انصاف احمد
 صاحب کی ایک زمین تھی، وہیں دفن کئے گئے۔

مولانا جناب دلی محمد صاحب لال گنج، ضلع انجم گڑھ (مرید حضرت مولانا عبدالحی اشرف
 صاحبؒ کی پوجہ شریف، ضلع فیض آباد) استاذ حضرت خادم سید اشرف جہانگیر سمانی
 صاحبؒ شریف۔ جمعہ ۹ محرم ۱۳۹۲ھ = ۲۴ فروری ۱۹۷۲ء۔ اب یہ زمین انزولہ کوئل

الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کی پہلی شادی
 گاؤں ہی میں ہوئی تھی، جو عین الحق صاحب مرحوم کی ہمیشہ اور اکرام الحق صاحب
 پھوپھی تھیں۔ ان سے حضرت کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی بی بی مقبولہ
 خاتون تھیں۔ بی بی مقبولہ خاتون کو شرف معیت ہادینا و مرشدنا حضرت مولانا
 محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادا م العزیز فاضل سے حاصل تھا۔ ان کی شادی
 ضلع اعظم گڑھ میں جناب شیخ عبدالستار صاحب سے ہوئی تھی۔ اخیر عشرہ
 ۱۳۹۲ھ - نومبر ۱۹۷۲ء میں سجنر پور میں انتقال ہوا۔ ان کے تین صاحبزادے

[بقیہ حاشیہ ۵۱ آگے]

اسٹوریج کے احاطہ میں آگئی ہے۔ جس کے مالک آرزو ضلع گڑھ کے جناب الحاج عبدالستار خاں
 ہیں۔ یہ کولڈ اسٹوریج شہر کے جنوبی مشرقی حصہ میں فیض آباد روڈ کے کنارے پچھم ہے۔ کولڈ اسٹوریج
 اور سڑک کے درمیان وسیع اور کشادہ میدان ہے، جس میں کھیتی ہوتی ہے اور درمیان سے کولڈ اسٹوریج
 کی سڑک گزرتی ہے۔ کولڈ اسٹوریج کے قریب اور اس کی سڑک سے اتنی ہی پر فضا جگہ پچھم
 حافظ حامد حسن صاحب قدس سرہ کا مزار مبارک ایک احاطہ کے اندر ہے۔ کولڈ اسٹوریج کے قریب ہی
 پچھم میں جگر میموریل ہائی اسکول کی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ کولڈ اسٹوریج کے پاس ہی سے ایک خام
 نکلتی ہے اور اسٹیشن روڈ سے جا کر ملتی ہے۔

۱۔ سجنر پور۔ مقام دڈا کھانہ سجنر پور۔ مقام فظا آباد۔ موسمِ غنیم گڑھ ہوتے ہوئے شاہ
 جانے والی ریلوے لائن پر سرائے میر اور پھر یا اسٹیشنوں کے درمیان اعظم گڑھ سے بیس کیلو
 سجنر پور ہالٹ اسٹیشن ہے۔



۲۰۔ مزار مبارک حضرت حافظ حامد حسن صاحب علومؒ پینق آباد روڈ۔ گوندہ

Marfat.com

Marfat.com

حسن سعید حسین اجل اور حسین کمال ہیں۔ حسین اجل صاحب اخبار دعوت دہلی میں کام کر رہے تھے۔ حسن سعید صاحب گھر پر کھیتی کرتے ہیں۔

حضور قبلہ قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے جناب محمد صاحب نے پندرہ سو لہ سال کی عمر میں غالباً ۱۹۲۳ء میں انتقال کیا۔ بڑے صاحبزادے جناب باقر علی صاحب آسنسول ضلع بردوان (مغربی بنگال) کے پاس سری پور ہاٹ میں کوئٹہ کی ٹھیکہ داری کا کاروبار کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال سے دو سال قبل جون ۱۹۵۷ء میں ان کا سری پور ہاٹ ضلع بردوان میں انتقال ہوا۔ ان کی پہلی شادی امباری کے پورب پھدگو دیا میں ہوئی تھی۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی دوسری شادی گیان پور ریاست بنارس میں ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادے جناب عبدالحق صاحب ہیں۔ جن کی عمر تقریباً ۳۷ سال ہے۔ یہ گرینڈ کوئیرمی ڈاکخانہ سری ہار پور۔ ضلع بردوان میں ملازم ہیں۔ ان کی شادی مرزا پور میں ہوئی۔ اور ایوان حق کے نام سے خجور خاں کی لگی۔ شہر مرزا پور (اتر پردیش) میں مکان بنایا ہے۔ ان کے چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ حضور قبلہ قدس سرہ کی

لے سری پور آسنسول اور لانی گنج کے درمیان کالی پہاڑی اسٹیشن کے پاس واقع ہے۔

گہ گیان پور پہلے ریاست بنارس میں شامل تھا۔ انعام ریاست کے بعد ضلع مرزا پور میں شامل کیا گیا۔ اب اس وقت ضلع بنارس میں ہے۔ یہ گنگا کے اتر تقریباً بندھیا چل کے سامنے ہے۔ بنارس سے آباد میلو گنج لائن پر دونوں مقامات کے تقریباً بیچ میں وانا ناس جکشن سے ۶۱ کیلومیٹر تکم ادہ آباد سٹی سے ۶۳ کیلومیٹر پورب گیان پور ڈسٹریکشن ہے۔ قصبہ اسٹیشن سے چند میل اتر ہے۔

گنگا کی پارہ اور کالی پہاڑی اسٹیشن کے پاس ہے۔

کی زندگی میں عبدالحق صاحب نے جائداد کا انتظام سنبھالا تھا۔ لیکن اب کوٹنڈہ بہت کم آتے ہیں۔

جناب باقر علی صاحب علوی جی کی تیسری شادی آسنسول کے ایک بہاری خاندان میں ہوئی۔ جن سے ایک صاحبزادے اختر عالم صاحب ہیں۔ ان کی عمر تقریباً ۳۰ سال ہے۔ یہ آسنسول کے پاس پنوکینڈا کو لیری میں ملازم ہیں۔ قیام ان کا کوٹنڈہ میں رہتا ہے۔ لیکن اپنے سو پتلے بھائیوں سے الگ ہیں۔ ان کی شادی استخوانوں کے پاس کوٹنڈہ ضلع نالندہ (بہار) میں جناب حکیم محمد ایوب صاحب کی صاحبزادی ریحانہ خاتون سے ہوئی۔ ان کے دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔

جناب شیخ باقر علی صاحب علوی جی کی چوتھی شادی آسنسول ضلع بردوان ایک بہاری خاندان میں ہوئی۔ جن سے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ضلع صاحبہ ہیں۔ بیگم صاحبہ کا ۱۹۵۸ء میں آسنسول میں مرض سرطان سے انتقال ہوا۔ بڑے صاحبزادے عبدالمستعم صاحب ہیں۔ ان کی عمر تقریباً ۲۷ سال ہے۔ یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ کوٹنڈہ میں رہتے ہیں اور جائداد کا انتظام کرتے ہیں۔ ان کی شادی سنگرانوں ضلع اعظم گڑھ میں جناب سراج الحق صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ ایک صاحبزادی آسمہ خاتون دو سال کی ہیں۔ دوسرے صاحبزادے عبدالمنان صاحب ہیں۔ ان کی عمر ۲ سال ہے۔ ان کی شادی سبرجہ ضلع جون پور کے جناب مقبول خاں صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔

۱۔ کینڈا آسنسول سے متصل ہے۔

سے ہوئی ہے تیسرے صاحبزادے عبدالرشید صاحب ۲۲ سال کے ہیں۔ ان کی شادی سلطان پور میں عجم اسحاق صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ مئی ۱۹۷۳ء تک چوتھے صاحبزادے خیر القادر صاحب (۲۰ سال) اور پانچویں صاحبزادے عبدالسبحان صاحب (۸ سال) کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ صاحبزادی رضیہ سلطانہ سب سے چھوٹی ہیں

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی دوسری شادی راجہ پور سکروہ میں ہوئی۔ جن سے سات صاحبزادیاں ہوئیں۔ بی بی مسعودہ صاحبہ کی شادی منگرا نوال سے دو میل اتر گنگا گودام پور میں اپنے چھوٹی زاد بھائی جناب حافظ اخلاق احمد صاحب سے ہوئی۔ ان کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔

دوسری صاحبزادی بی بی مسرورہ صاحبہ کی شادی بھی گنگا گودام پور میں اپنے چھوٹی زاد بھائی جناب التفات احمد صاحب سے ہوئی۔ جو ٹامسن کالج گونڈہ میں پکڑے ہوئے۔ ان کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ ایک صاحبزادے کا نام فضل الباری ہے۔ التفات احمد صاحب نے گنگا گودام پور کی زمین فروخت کر کے گونڈہ میں زمین خرید کر لیا ہے۔ حضور قبلہ قدس سرہ نے انہیں کے مکان پر گونڈہ میں انتقال فرمایا۔

تیسری صاحبزادی بی بی محمودہؒ کی شادی سبھروپور کے پاس چھاؤں میں جناب نظیر احمد صاحب سے ہوئی تھی۔ بی بی محمودہ صاحبہ نے حضور قبلہؒ کی زندگی ہی میں ۱۹۴۰ء کے قریب انتقال کیا۔ ان کے ایک صاحبزادے جناب خالد صاحب ہیں۔ چوتھی صاحبزادی بی بی فاطمہؒ کی شادی سرانے میر سے اتر پورب سیدھا سلطان پور

موضع میں حافظ حبیب الرحمن صاحب سے ہوئی تھی۔ بی بی فاطمہ صاحبہ کا انتقال ۱۹۶۳ء کے قریب انتقال ہوا۔ دو صاحبزادے ظہور الحسن اور ظہور الباری اور ایک صاحبزادی بی بی عذرا صاحبہ یادگار ہیں۔ بی بی نورا صاحبہ کی شادی قصبہ ماہل سے اتر مخدوم پور میں ہوئی ہے۔

حضرت قبلہ قدس سرہ کی پانچویں صاحبزادی بی بی آسمہ صاحبہ کی شادی کورنٹڈہ میں جناب اکرام الحق صاحب مرحوم سے ہوئی۔ ان کے دو بیٹے نذرا الاسلام (۷ سال) اور فیض الاسلام (۴ سال) اور چھ صاحبزادیاں ہیں ان میں سے چار شادی شدہ ہیں۔ فیض الاسلام صاحب گونڈہ میں لہتے ہیں اور پڑھتے ہیں حضرت کی چھٹی صاحبزادی سابعہ صاحبہ کی شادی سبزوہ کے پاس برہنہ میں جناب وحید الدین خاں صاحب سے ہوئی۔ یہ مع اہل و عیال دہلی میں لہتے ہیں۔ اور مفتہ دارالجمعیتہ کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کے ایک بیٹے شمس الاسلام صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اب دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک صاحبزادے کا نام ظفر الاسلام ہے۔ ایک صاحبزادی کی شادی حیدرآباد میں اور دوسری کی دہلی میں ہوئی ہے حضرت قبلہ کی ساتویں صاحبزادی ثامنہ خاتون صاحبہ کی شادی کورنٹڈہ میں جناب شیخ عبدالرؤف صاحب سے ہوئی۔ ان کے ایک صاحبزادے محمد شاہ صاحب اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ ۱۹۷۳ء تک دو صاحبزادیوں کی شادی ہو چکی تھی۔

الحاج حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کو ہر لمحہ اتباع سنت کا خیال رہتا تھا۔ اور کبھی کوئی کام خلاف سنت پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک صاحب

جو پابند صوم و صلوات تھے۔ لیکن اپنے ماحول کے پیش نظر انہیں ڈاڑھی رکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اُن سے فرمایا کہ احکام شریعت میں نسخ کا حق نہیں۔ کچھ ہی دنوں بعد آپ کی صحبت کے اثر سے اُن میں اتباع سنت کا جذبہ پیدا ہوا۔

حنور قبلہ قدس سرہ کو بھاڑ پھونک اور دعا تعویذ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ آپ کے کسی خلیفہ کے ایک مرید جن کی صحیح تعلیم و تربیت نہیں ہوئی تھی۔ وہ آپ کے پاس آئے اور تعویذ تبارنے کی گزارش کرنے لگے۔ مختلف طریقہ سے پریشان کرتے رہے اکر سو ضیوفکم کے پیش نظر آپ نے تین دنوں تک برداشت کیا اور خندہ پیشانی سے جواب دیتے رہے۔ لیکن تین دنوں کے بعد سخت ناراضگی ہوا اظہار کیا۔ اور اعلیٰ حضرت پر و مرشد قبلہ مدظلہ سے فرمایا کہ آئندہ صفائی، ستھرائی، اصلاح اور سدھار کا ضرور خیال رکھا کہ اللہ کے نیک بندوں کی باشعور مقدس اور محترم جماعت تیار ہو سکے۔

جس کام کے لئے کوئی شرعی جواز نہ ہوتا اور جس کو خلاف سنت اور مناسبت نہیں سمجھے اس کو بلا پس و پیش فوراً روک دیتے تھے۔ ایک بار بندیل شریف (ضلع ہوگلی) کا مسجد میں جب اذان کے وقت کلوی میاں نے اپنے انگوٹھے کو چومنا چاہا، تو آپ نے پیچھے سے اُن کے دونوں بازو پکڑ لئے اور اس وقت تک پکڑے رہے جب تک اذان ختم نہ ہو گئی۔

۱۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص ۵۸
۲۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن
علویؒ ص ۵۹
۳۔ کلوی میاں چنار گڑھ ضلع مرزا پور (اثر پردیس کے رہنے والے بندیل شریف
(بقہ حاشیہ ص ۳۵۸)

حضرت حافظ حامد حسن علویؒ میں قوتِ تاثیر اور علمی تجر بہت تھا۔ آپؒ
تخل و بردباری، تواضع و خاکساری، ایشیا و اخلاص، اعتدال و وسعتِ نظریہ کی
اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ کے پاس ہر طرف سے مایوس اور محروم معترضین، مخالف اور دشمن
آتے اور سب کے سب مرادیں پا کر جاتے۔ آپ کی صحبتِ کیمیا اثر سے ان کی دنیا
بدل جاتی۔ مرید ہو جاتے اور ہمیشہ حق اور صداقت کا دم بھرتے حقیقت نگاہوں
میں جگمگا جاتی۔ یاس و ناامیدی ختم ہو جاتی۔ جو شخص ← جو شخص
کبھی آپ کے قریب آتا، آشنائے درد و محبت ہو جاتا۔ جذب و کیفیت، سرشاری اور
سرستی کے عالم میں اُلفت و لذت سے آشنا اور محظوظ نظر آتا۔ آپ کی مجلس میں تاثیر
اور ضبط و ارتقائی کی بنا پر ایسا رنگ ہوتا کہ دوست تو دوست دشمن بھی گردید ہ
ہو جاتا۔

جناب مولانا فصیح احمد صاحبؒ بہاریؒ، کو دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث

[بقیہ حاشیہ ۳۵۶ کا]

ضلع ہوگلی کے مشہور لوگوں میں سے ہیں۔ ان کا خصوصی کاروبار ہے۔

۱۔ الحاج مولانا قاری سید فصیح احمد صاحبؒ ۱۳۲۲ھ سے ۱۹۰۴ء میں اُدکاؤن، تھانہ اتھانوال
ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) بہار میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام محمد خورشید علی تھا۔ ابتدائی تعلیم آپ کے
والد مولوی محمد حسین صاحب (متوفی ۱۹۴۸ء) کی نگرانی میں پورنی ضلع جھاگل پور اور گیا میں
ہوئی۔ پھر کان پور اور وہاں سے دیوبند ضلع سہارن پور شریف لے گئے۔ ۱۹۲۵ء میں دورہ حدیث
شریف کے بعد تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ جناب مولانا نثار احمد صاحبؒ (بقیہ حاشیہ ۳۵۹ پر)

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رح سے شرف تلمذ حاصل ہونے پر بڑی مسرت تھی اور
آنندہ کے لئے برابر ان کی یہی دعا رہی کہ طریقت اور سلوک میں بھی کوئی ایسا ہی محترم
امام مل جائے۔ چنانچہ حیب ان کی حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی سے ملاقات ہوئی

بقیہ حاشیہ ص ۳۵۸ کا

بھگوتی پور۔ تھانہ سنگھ وار ضلع درہنڈہ۔ متوفی ۲ ستمبر ۱۹۶۹ء کے گہرے دوستوں میں تھے۔ ان ہی کی
کوششوں سے پہلے مدرسہ سہادن پور میں ملازم ہوئے۔ پھر نیکینہ ضلع بجنور میں کام کیا۔ ۱۹۲۷ء میں وسط
ہند میں واقع راجپوتانہ کی واحد مسلم ریاست ٹونک کے پرگنہ سیرونج (اب ضلع ودیشا۔ مدھ پردیش) کے
مدرسہ ریاض الدراہم میں مقرر ہوئے اور درمیان میں ایک سال چھوڑ کر ۱۹۳۸ء تک اسی مدرسہ
فالیہ میں ایک سال کے لئے مدرسہ عزیز بہار شریف تشریف لائے تھے۔ ۱۹۳۸ء کے بعد
اپنے وطن کے قریب مدرسہ محمدیہ استھانواں ضلع پٹنہ (اب ضلع ناندہ) میں منتقل ہو گئے۔ استھانواں میں
مکان خرید کر وہیں اقامت اختیار کرنی۔ اجازت و خلافت آپ کو حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی
سے حاصل تھی۔ آپ نے استھانواں، بہار شریف، بارڈھ، گیا اور برہونہ کے اس پاس بہت کام کیا
سیکڑوں افراد آپ کے حامن تربیت سے وابستہ ہوئے۔ عام طور پر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تعلیم دیتے
تھے اور اجازت و خلافت حاصل ہونے کے باوجود اپنے متوسلین کو اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ امام الشہ
نیوفہ سے بیعت کراتے تھے۔ جمعہ ۸ جمادی الآخر ۱۳۸۹ھ = ۲۲ اگست ۱۹۶۹ء کو سہ پہر میں تین بجے
انتقال ہوا۔ استھانواں ضلع ناندہ میں دفن کئے گئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا معظّم حسین صاحب تاسمی
عصر اسلامیہ سس الہدیٰ پٹنہ میں ٹیچر اور مدرسہ جوینر سکشن کے انچارج ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے کا
نام ہے محمد امجد علی کورمیں۔ اور دوسرے بھائی ضلع گیا میں ٹیچر ہیں۔ ہفتہ وار نقیب پھلوانکا شریف ضلع پٹنہ
میں آئندہ نمبر ماہ اپریل ۱۹۷۰ء ص ۳۸-۳۰

تو ان کو یقین ہوا کہ دعا کو قبولیت کا درجہ حاصل ہوا۔ جناب مولانا آزاد رسول
صاحب مدظلہ، رُشد و ہدایت اور روحانیت کی تلاش میں بہت سرگرداں اور پریشان
ہے۔ اس غرض سے وہ مسجد و مندر اور شیخ و برہمن سب تک دوڑے۔ لیکن کہیں پیمانہ
نہ بھی۔ حضور قبلہ قدس سرہ سے ملاقات کے بعد معلوم ہوا کہ آپ حیات کے قریب پہنچ
گئے ہیں اور اب سیرابی اور زندگی یقینی ہے۔

کوشڈ ہیں کوئی کتب خانہ اور مطالعہ کا کوئی ظاہری سامان موجود نہیں ہونے
کے باوجود آپ کے تجربہ علمی کا یہ عالم تھا کہ جس مسئلہ پر گفتگو کرتے ایسا معلوم ہوتا کہ علم و فضل
کا دریا جاری ہے۔ چیز انگریزوں کے معنائیں کی آمد ہوتی تھی۔ جو مضمون شروع کرتے۔ اسباب
و علل کے ساتھ مفصل بیان فرماتے۔ یہ مکتب کی کرامت نہ تھی، بلکہ فیضانِ نظر تھا۔
ایک بار ناشتہ کے وقت اعلیٰ حضرت سیر و مرشد قبلہ ادا م الشرفیوفہ کے ذہن میں یہ
دوسوہ پیدا ہوا کہ حضور قبلہ قدس سرہ تھوٹ کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن
خلفائے راشدینؑ کے بارے میں آپ کیا بیان فرمائیں گے۔ ابھی یہ دوسوہ باقی تھا کہ
حضور قبلہ قدس سرہ نے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے بارے
میں گفتگو شروع کی اور مسلسل ڈھائی گھنٹے تک اس موضوع پر دلیل اور ثبوت کے ساتھ

۱۔ جناب مولانا آزاد رسول صاحب مدظلہ، کنڑولی ضلع اُدے پور (راجستان) کے رہنے والے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ
جامعہ گزنی دہلی ۲۵ میں جامعہ کے پرائمری سکشن کے اچانچ ہیں۔ حضرت سید عبدالباری شاہؒ اور حضرت
حافظ حاجی صاحب مولویؒ کی سوانح حیات آپ ہی کے زیر اہتمام دہلی سے شائع ہوئی ہے۔

فرماتے ہیں۔ ایک بار مبارک پور (ضلع اعظم گڑھ) میں مزارعت کے سلسلہ پر کافی دیر تک
 بوبے ثبوت کے ساتھ گفتگو کی۔ ایک بار رات کو سوتے وقت جاگ کے اشعار اور
 جنگوں میں وہ کہے گئے تھے، تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ پھر فرمانے لگے کہ لوگ کہتے
 ہیں کہ مجھے علم لدنی حاصل ہے۔ چنانچہ میں بھی آپ کے بارے میں ایسا ہی مشہور تھا۔
 طبیعت میں خاکساری، تحمل، اور بردباری کا مادہ بہت تھا۔ اگر کبھی کسی
 زید کی زبردستیہ کی ضرورت پڑتی تو پھر فوراً ہی ضبط اور تحمل کے بعد ہنس کر اس کا
 غلط کر دینے۔ اکثر اپنے پیروں میں مشرقی قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رحیم کے
 شفقانہ اندازِ تربیت کا ذکر فرماتے۔ سفر ہو یا حضر، ہر جگہ اپنے مریدین اور متوسلین
 کے ساتھ احترام اور برابری سے پیش آتے اور کبھی بھی اپنے لئے کوئی خاص امتیاز
 پسند نہیں فرماتے۔ ماسٹر محمد غلیسی صاحب کی مناجزادی کی تقریباً ہی میں شریک
 ہوئے۔ پانکی واپس کوئی اور سی کے ہینہ میں اسٹیشن سے متوسلین کے ساتھ پاپیادہ
 کئی میل کا سفر کر کے کوٹریا پار پہنچے۔ واپسی میں جب سب کے لئے سواری کا انتظام ہوا تو
 پانکی سے اسٹیشن آئے۔ جلال پور ضلع فیض آباد، کوئٹہ سے قمرہ چودہ میل اتر ہے۔

ماسٹر محمد غلیسی صاحب کوٹریا ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔ اجازت
 خلافت حضرت حافظ حامد حسن صاحب علی سے حاصل ہے۔ ابھی حیات میں اور لاکھیت کراچی (پاکستان)
 میں مقیم ہیں۔ ۱۹۷۰-۱۹۷۱ء: جلال پور ضلع فیض آباد کے جناب حافظ محمد علی صاحب
 حضرت عبدالرحمن کے خلیفہ تھے۔ جن کے ذریعہ جلال پور میں کام جاری ہوا۔ ان وقت سے لوگ کام میں آئے۔

سوانح حیات حضرت حامد حسن علی رحیم ۶۸-۶۵

مرشد و ہدایت کی خزن سے وہاں تشریف لے جاتے تھے اور اتنی لمبی مسافت پیدل ہی طے کرتے تھے۔ شاہ گنج خلیفہ کو ہنڈہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں سے بتلعنی کام سے پیدل تشریف لے جاتے تھے اور پیدل ہی آسما آتے تھے۔

حضور قبلہ قدس سرہ بہت ہی سادہ لباس پہنتے تھے۔ عام طور پر لنگی، سادہ کڑیما، گول ٹوپی اور کبھی کبھی پاجامہ اور پوری آستین کی بنڈھی بھی پہنتے تھے۔ لیکن سادگی ہمیشہ ملحوظ خاطر رہی تا اور اپنے متوسلین کو بھی سادہ زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے تھے۔ دسترخوان پر حضور قبلہ کے لئے جو کی چھوٹی چھوٹی دو ٹکیاں آتی تھیں جن میں ایک ہی ادھی تناول فرماتے۔ پوری تن دہی اور انہماک سے کھلتی میں مشغول رہتے اور اپنے کو قوتِ لایموت کے لئے کسبِ محنت کا ذمہ دار جانے اور سب کچھ اللہ کے لئے رکھتے۔ صدقات اور زکوٰۃ واجبہ کی ادائیگی کے بعد ساری پیداوار اللہ کے نیک بندوں پر خرچ ہوتی۔ اپنے مریدین اور متوسلین کو اولاد کی طرح پیار کرتے تھے۔ اور اپنا سب کچھ اللہ والوں کے لئے وقف سمجھتے۔ حضور قبلہ قدس سرہ کے متوسلین میں مختلف مکتبہ خیال کے لوگ شامل تھے۔ مشائخ کی عظمت کے لحاظ کے باوجود مسائلِ تصوف کے سوا دوسرے امور شرعیہ میں کسی شیخ کی پیروی نہیں۔ بلکہ امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کی تقلید کو ضروری سمجھتے تھے۔ دنیائی معاملات میں اپنے متوسلین کے اجتہاد اور اختلاف لئے کو جائز سمجھتے تھے۔

ملک میں استحکام تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں آپ کی رائے سے اپنی
 افقت کا فائدہ اٹھانا چاہتا، تو پسند نہیں فرماتے۔ اور کہتے کہ آزادی رائے
 بننا شہ ہے۔ اس طرح آپ مسائل میں اعتدال اور مسالک میں پوری احتیاط برتتے۔
 امت کے اصول کا لحاظ کرتے اور اشخاص کی شخصیتوں اور ان کی کیفیات پر بھی
 دیکھتے تھے۔

حق سے خاموشی کو گناہ جانتے تھے۔ ایک بار ایک مجلس میں جہاں آپ
 موجود تھے۔ کسی واقف نے شہداء کے مدارج بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ اہلبیاد
 السلام کے بعد انہیں کے امتیازات ہیں۔ آپ نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ نبیین
 صدیقین ہیں۔ پھر شہداء اور صالحین۔ اس طرح بیچ کی ایک کڑی کو کیوں نظر انداز
 ہے۔ علمی معاملات میں رواجی۔ ظنی اور شبہ باتوں کو پسند نہیں فرماتے
 ۔ بلکہ تحقیق و تفتیش کو ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ایک تعلیم یافتہ
 ہیں کے اس خیال سے متعجب ہوئے کہ فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا۔ آپ نے
 یا کہ یہ غلط ہے۔ اور آیات قرآنی کی روشنی میں ثابت کیا کہ فرعون دریائے نیل
 نہیں، بلکہ بحر قلزم میں غرق ہوا۔

حضور قبیلہ کے نزدیک انسانیت کا ایک مقام تھا اور اسی کے ساتھ

۱۔ سوانح حیات حضرت خالد حسن علوی ص ۴۲-۶۸

۲۔ سوانح حیات حضرت خالد حسن علوی ص ۴۳

۳۔ سوانح حیات حضرت خالد حسن علوی ص ۴۶-۴۵

اکرام مومن کی بھی اہمیت تھی۔ وہاں ذات اور نسل حسب و نسب سامنے نہیں آتے بلکہ چھوٹا بڑا بڑا۔ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ بنیاد خوبی اور کمال ہوتا، کوئی اور چیز نہیں ہے۔ کی ابتدا کلمہ کے اقرار سے جلتے۔ کیونکہ وہ عامی مومن جو ظاہری معصیت میں گرفتار ہے۔ ممکن ہے ایسی ساخت پا جائے کہ اس کا نور ایمانی چمک اٹھے اور خاتمہ بخیر ہو۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ظاہر میں خراب سے خراب انسان کو کلمہ کی برکت کی بنا پر اور وہ جمل شانہ نے ایسے کام کی توفیق دی کہ اس کے لئے آخرت کی خوبی کا ذریعہ بن گیا۔ اس لئے کلمہ کی بڑی قدر تھی۔ کلمہ ایمانی کو جاری اور عام کرنے اور اس کے انوار کو کام میں لانے کی پوری کوشش رہتی کہ مومنین، صدیقین کی راہ پر چلنے اور اخلاص اور احسان کی دولت سے مالا مال ہو جائیں۔

جناب حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ نے اپنے انتقال سے پانچ سال قبل رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ = مئی ۱۹۵۵ء میں اپنے مریدین اور متوسلین کی رہنمائی کے لئے جو وصیتیں تحریر فرمائی تھیں وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ

۱۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ

۲۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ۱۹۸-۱۶۷

لَوْ سِئِلَهُ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ أَتَذَرَبِ الْعِزَّةَ
 لَمْ نَزِدْكَ قُرْآنًا إِلَّا آيَاتٍ أَدْرُجُوبِيتَ كَچھ اُصولی ہیں جن سے بندہ عزائم والوں
 آراستہ ہونا اور کچھ محرومی اور ناکامی کے اسباب ہیں جن سے اصحابِ ہم کو
 ہمارا حرا از کرنا ضروری ہے۔

- بنیادی چیز جس سے ہر بلندی کی ابتدا ہوتی ہے۔ خوفِ خدا ہے۔ انسان میں
 اگر خوفِ خدا نہ ہو تو کسی طرح قبولیت ممکن نہیں۔

- محبتِ الہی ترقی اور غرور کا بنیادی سرچشمہ ہے، جو اصحابِ محبت کی
 محبتوں سے آسانی سے حاصل ہوتا ہے۔

- اخلاص، الشکر کی رضا اور اطاعتِ جذبہ سے عمل کی ابتدا ہونی چاہیے۔
 اگر یہ چیزیں مفقود ہیں، تو جو لوگ ان صفاتِ عالیہ سے منتصف ہوں ان
 کی محبت سے یہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

- مسنونہ اور ماثورہ اشغال میں کسب اور مجاہدہ ترقی کی راہ کھولتا ہے۔
 اور خامیوں کو دفع کرتا ہے۔ صفائی باطن کے لئے خلوت لازمی ہے۔ اس سے

حال و مقام بن سکتا ہے۔

۶۔ اصحابِ تقویٰ کے آپس میں اخلاص و محبت سے متحابون فی الشکر کا شکر
 منتظم ہوتا ہے۔

۱۔ قرآن پاک۔ سورہ مائدہ (۵) آیت ۳۵؛ پارہ ۶۔ رکوع ۱۰۔ (لے ایمان والو! اللہ
 سے ڈنو اور اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو۔ اور اللہ کی راہ جہاد کیا کرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب
 ہو گے۔)

۶- محبت دنیا سے بے بنیادی خامی ہے۔ جس سے احترام کرنا لازمی ہے۔

۷- اختلاف جمعیت کو پرگانہ کر دیتا ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ آپس

میں اگر کسی بات میں اختلاف ہو تو خاموشی سے اس کا تدارک کرنا چاہیے،

غلطی پر پہلے محبت اور ایسے لہجہ میں سمجھانا چاہیے۔ تاکہ اختلاف بڑھنے نہ پد

اور آپس کی محبت میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔

۸- نیابت اور خلافت میں اہمیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ محض آباء و

کو بنیاد بنانے سے مستقبل تاریک ہو جائے گا۔

۹- نسبت صوفیہ کی تکمیل کے لئے اصحاب نسبت کی تعظیم و تکریم اور ان

احترام لازمی ہے۔

۱۰- ریاضت، شغل و اشغال کا حاصل تقرب الہی ہے۔ قدم سعی بیشتر بہتر

جنت الفردوس دیدار خدا حاصل ہو۔

۱۱- سلسلہ کے اجباب کو چاہیے کہ معامت اور مسابقت کے غلط اثرات

متاثر نہ ہوں۔ آپس میں اخلاص اور محبت کا برتاؤ رکھیں اور اپنے

حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ کامرید خیال کریں کہ اس

ب۔ شمار فائدے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

(دستخط) حامد حسن علوی

۲۹ رمضان المبارک

۱۳۷۲ھ

الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ نے اپنی نوندرگی ہی میں
سلسلہ کے لئے تعلیمات کی کتاب مرتب کرادی تھی۔ تاکہ آئندہ اختلاف نہ ہو اس میں تفصیل
سے مسائل سمجھائے اور بتلائے گئے ہیں۔ اجمال و تفصیل کے ہر بیچ دہم سے آگاہ اور واقف
کیا گیا ہے۔ کتاب تعلیمات کے صفحات ۲۹، ۳۰ اور ۳۱ پر حضور قبلہ قدس سرہ کے
تلفا کی فہرست چھپی ہے۔ یہ فہرست میری گزارش پر آئینہ ویسی کے لئے اعلیٰ حضرت
پیر و مرشد قبلہ ادام الشرفیوفہ کے بڑے نواسے بابو اسرار الحق خاں محرم نے نقل کر کے

لے محرم المقام جناب بابو اسرار الحق خاں بی بی سہ بی بی۔ ایڈ اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ مدظلہ کے
بڑی صاحبزادی مرحومہ کے فرزند رشید پھول پور ضلع انجم گروہ سے آتر وادہ کے رہنے والے نہایت ہی عالمانہ
اور لائق و فائق نوجوان ہیں۔ بچپن ہی سے اعظم گروہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کے ساتھ رہے اور
فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔ بی بی اور بی بی کے امتحانات پاس کرنے کے بعد بی بی نیشنل کالج
انجم گروہ میں ال۔ ال۔ بی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تعلیم تصوف مکمل ہو چکی ہے۔ اپنی امتیازی خصوصیت
تکلیف کا رخ میں نیشنل کالج کور کے اعلیٰ ترین عہدہ پر پہنچ گئے تھے۔ فونڈ میں اکیشن کے لئے انتہائی
پہنچا تھا۔ لیکن والدہ مرحومہ کی خالفت کی وجہ سے اس عہدہ کو قبول نہ کر سکے۔ انجم گروہ میں
اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام الشرفیوفہ اور آپ کے متوسلین مہمانوں کی خدمت میں ہر تن مہر و دست
میں عبادت و ریاضت، خدمت، سادگی، تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ بہار وچ،
اور۔ بی بی، کلکتہ اور اعظم گروہ میں اپنے بڑا کام کیا ہے۔ اس نوجوانی میں سبکدوش آدمی آپ
سببوں سے لاہر راست پر اعلیٰ حضرت کے متوسلین میں شامل ہوئے ہیں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۷ پر

بھیجا ہے جسے شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے :-

- ۱۔ جناب ڈاکٹر احمد اللہ خاں صاحب مرحوم۔ دیوبند ضلع سہارن پور
- ۲۔ جناب سید عبد الجلیل صاحب مرحوم۔ شاہ پور ضلع فتح پور
- ۳۔ جناب سید شاہ محمد احسن صاحب مرحوم۔ کچی پور۔ شہر الہ آباد
- ۴۔ جناب محمد سعید صاحب مرحوم۔ کچی پور۔ شہر الہ آباد
- ۵۔ جناب صوفی عبد المجید صاحب مرحوم۔ بہریا ضلع اعظم گڑھ
- ۶۔ جناب محمد خلیل خاں صاحب بہریا ضلع اعظم گڑھ
- ۷۔ جناب محی الدین خاں صاحب جمہدار مرحوم۔ بہریا ضلع اعظم گڑھ
- ۸۔ جناب حافظ محمد ظہور صاحب مرحوم جلال پور۔ ضلع فیض آباد
- ۹۔ جناب عبدالرؤف صاحب مرحوم۔ قصبہ منو۔ ضلع اعظم گڑھ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۷ کا]

کئی آدمی آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ چند سال قبل جون پور کے علاقہ میں گوتمی ندی کے کنارے ابراہیم شاہ شریفیہ کی تعمیر کردہ جھنجرہ مسجد کے پاس عصر کے وقت آپ کو حضرت خنجرہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ گفتگو بھی ہوئی۔ آپ کے تمام ساتھیوں اور پاس میں کام کرنے والی دھوہوں نے بھی حضرت خواجہ خنجرہ کو گوتمی کے سطح آب پر دیکھا اور دھوہوں سخت متعجب ہوئی۔

(مئی ۱۹۷۳ء کو آپ کی والدہ محترمہ کا اعظم گڑھ عید تہ سال ہوا۔ اس سے چند روز قبل آپ

شادی شرعی طور پر نہایت سادگی کے ساتھ انجام پائی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم و مظلوم کے حکم سے متوسلین ابتدائی تعلیم کسرار بابو کے ذریعہ ہوتی ہے۔

- ۱۰۔ جناب ولی محمد میاں صاحب مرحوم۔ قصبہ منو۔ ضلع اعظم گڑھ
- ۱۱۔ جناب مولانا عبد السميع صاحب مرحوم۔ بہاروا ضلع بلیا
- ۱۲۔ جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم۔ ہنگنیاں۔ ضلع پورنیہ
- ۱۳۔ جناب الحاج محمد احسان صاحب مرحوم۔ کمپیاں۔ ضلع پورنیہ
- ۱۴۔ جناب مولوی محمد شبلی صاحب مرحوم۔ تداون ضلع اعظم گڑھ
- ۱۵۔ جناب مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم۔ چنوتی۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۱۶۔ جناب مولوی محمد منیر صاحب مرحوم۔ حالی شہر۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۱۷۔ جناب مولوی عبد الجبار صاحب مرحوم۔ ساگ پورہ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۱۸۔ جناب مولوی خلیل احمد صاحب مرحوم۔ منوہ ضلع چانگام۔ (بنگلہ دیش)
- ۱۹۔ جناب مولوی فضل حق صاحب مرحوم۔ چنوتی۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۲۰۔ جناب مولوی فضل الرحمن صاحب مرحوم۔ کرینگر۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۲۱۔ جناب مولوی شرف الدین صاحب مرحوم۔ اوارا۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۲۲۔ جناب مولوی منظر صاحب مرحوم۔ مندو۔ ضلع اکیاب (برما)
- ۲۳۔ جناب مولوی تراب الدین صاحب مرحوم۔ مندو۔ ضلع اکیاب (برما)
- ۲۴۔ جناب مولوی مطیع الرحمن صاحب مرحوم۔ منی بیل۔ ضلع اکیاب (برما)
- ۲۵۔ جناب مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم۔ گرام پاڈا۔ ضلع اکیاب (برما)
- ۲۶۔ جناب عبد الجبار صاحب مرحوم۔ مولی پاڈا۔ ضلع اکیاب (برما)
- ۲۷۔ جناب مولوی عبداللہ صاحب مرحوم۔ سندھ پرائنگ۔ رنگون (برما)

- ۲۸ - جناب مولوی ولی احمد صاحب مرحوم - بند پیرانگ - رنگون (برما)
- ۲۹ - جناب مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم - بی بازار - رنگون (برما)
- ۳۰ - جناب عبد الجبار صاحب ولد حمید علی مرحوم مولی بازار، ضلع اکیاب رنگون (برما)
- ۳۱ - جناب مولوی جمال الدین صاحب قطب دیا - ضلع چائنگام، (بنگلہ دیش)
- ۳۲ - جناب حکیم مولوی قاضی میر الدین صاحب حینوتی ضلع چائنگام (بنگلہ دیش)
- ۳۳ - جناب سید حافظ منظور احمد صاحب مرحوم - یچی پور شہر الہ آباد
- ۳۴ - جناب حکیم مولوی محمد عمر صاحب مرحوم - قصبہ سو - ضلع اعظم گڑھ -
- ۳۵ - جناب منشی محمد شفیع صاحب مرحوم - بمبئی -
- ۳۶ - جناب اسٹر محمد علی صاحب لالو کھیت کراچی (پاکستان)
- ۳۷ - جناب مولوی محمد سعید خاں صاحب، فوناری، ضلع اعظم گڑھ -

ابھی تک الحاج حافظ حامد حسن صاحب مولوی کے خلفاء کے حالات اور ان کے شاندار کارناموں کو مرتب کرنے کی کوشش نہیں کی جاسکی ہے اور ان میں سے اکثر بزرگوں کے اسمائے گرامی اور ان کے مختصر پتہ کے سوا یہیں کچھ بھی معلوم نہیں۔

جناب ڈاکٹر احمد انور صاحب مرحوم دیوبند ضلع سہارن پور کے رہنے والے تھے اور وہاں کے مشہور اور خاص لوگوں میں سے تھے۔ حضور قبلہ قدس سرہ کا جب دیوبند تشریف لے جاتے تھے، تو انہیں کے یہاں قیام فرماتے تھے۔ غالباً بزرگ عظیم تقسیم کے بعد پاکستان چلے گئے اور صوبہ پنجاب کے شہر لائل پور میں ان کا انتقال ہوا۔

شہر الہ آباد میں چوک سے کچھ آگے بھارتی بھون اسٹریٹ الہ آباد خٹاشن سے تقریباً
 ۱۴ میل دکن پورب پٹی پور ایک مشہور محلہ ہے حضور قبلہ قدس سرہ کبھی کبھی الہ آباد
 جاتے تھے۔ وہاں جناب سید شاہ محمد احسن صاحب مرحوم، جناب محمد سعید صاحب
 مرحوم اور جناب سید حافظ منظور احمد من خلفا کے نام ملتے ہیں۔ برہم پور یا ضلع اعظم گڑھ
 کے نظام آباد تھانہ میں شہر اعظم گڑھ سے ۱۴ میل پچم قدرے دکن اور سبھ پور سے
 ڈیڑھ میل اتر پورب ہے۔ سبھ پور ہاٹ اسٹیشن سے برہم پور ایک میل کے
 فاصلہ پر ہے۔ برہم پور میں حضرت رح کی چھٹی صاحبزادی ساجوہ خاتون صاحبہ کی شادی
 وحید الدین خاں صاحب سے ہوئی۔ برہم پور میں بھی آپ کے تین خلفا جناب عبد فی
 عبد المجید صاحب مرحوم، جناب محمد خلیل صاحب مرحوم اور جناب محی الدین خاں صاحب
 جمعدار صاحب مرحوم تھے جمعدار صاحب مرحوم کا مزار بھوبال میں ہے۔

جناب حافظ احمد پور صاحب جلال پور ضلع فیض آباد کے رہنے والے تھے جلال
 پور کو سندھ سے تقریباً چودہ میل اتر معالی پور ریوے اسٹیشن اور اتر پور کچھوچھو
 کے درمیان واقع ہے۔ تاریخی مقام اور ریوے کی صنعت کا مرکز ہے۔ حافظ محمد ظہور
 صاحب مرحوم کے ذریعہ وہاں بہت کام ہوا اور حضور قبلہ تبلیغی کاموں کے سلسلہ میں
 اکثر وہاں پایادہ جایا کرتے تھے۔

تصیہ موضع اعظم گڑھ کی محمد آباد تحصیل میں ٹونس ندی کے کنارے ایک مشہور
 مقام اور ٹھنی بنارس میٹر گج لائن پر ریوے اسٹیشن ہے اس صنعتی مرکز کو

مولانا محمد بخش کنتے ہیں۔ یہ ضلع اعظم کا سب سے بڑا شہر اور شمالی ہندوستان میں کپڑوں کی صنعت کا بڑا مرکز ہے۔ یہاں مسجدیں اور دینی ادارے بہت ہیں۔ اس وقت یہاں کے مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ اعلم حدیث میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ یہاں جناب عبدالرؤف صاحب مرحوم اور جناب ولی محمد میاں مرحوم اور جناب حکیم مولوی محمد عمر صاحب مرحوم تین خلفاء کے نام ملتے ہیں۔

مولانا عبدالسمیع صاحب مرحوم ضلع بلیا میں بلتھرا روڈ اسٹیشن سے ایک میل کے فاصلے پر بہاروا گاؤں کے رہنے والے تھے۔ بہاروا میں چمڑہ کی تجارت کرنے والے خوش حال مسلمان

۱۷ مولانا بخش ندی کے دائیں کنارے پر ۲۵ درجہ ۵۷ دقیقہ شمال اور ۸۳ درجہ ۳۴ دقیقہ مشرق واقع ہے۔ یہاں سے ایک براہِ راست لائن اعظم گڑھ ہوتے ہوئے شاہ گنج کو جاتی ہے۔ ۱۹۰۱ء میں یہاں کی آبادی ۱۷۹۶ تھی۔ شہر بہت پرانا ہے۔ لیکن اس کی تاریخ معلوم نہیں ہے۔ آئین ابروی میں ایک جگہ یاد کیا گیا ہے کہ شاہ شاہ شاہ جہاں نے اسے اپنی بڑی جہاں آرا بیگم کو جاگیر میں دیار شاہ امداد سے اس کی بڑی ترقی ہوئی۔ اس زمانہ میں شہر میں ۸۴ محلے اور ۳۶ مسجدیں تھیں۔ شہر جہاں آرا کی بنوائی ہوئی سرائے موجود ہے۔ زیادہ تر آبادی مومن برادری کے مسلمانوں کی ہے۔ اس کی مردم شماری میں آبادی ۸۵،۷۸۷ تھی۔ دو خانہ۔ تھانہ اور ڈاک دفتروں ہے۔ اسپرینگز میٹروپولیٹن کالج، ہندو سنس کولج ۱۹۶۱ء میں۔ مین کے قریب لوہرا میں حضرت مخدوم شاہ ابوالغوث گرم دیوان، ہرودپور میں حضرت مخدوم شاہ اسماعیل اور ولیدپور میں حضرت مولانا قادری دستوئی ۱۳۲۲ھ = ۱۹۰۳ء کے مزارات ہیں۔ شیراز ہندو پور، سید اقبال جھونپور میں ۱۹۱۲ء

کی آبادی ہے۔ یہاں بستی کے پورب تالاب کے مغربی کنارے پر مولانا عبدالشمیع صاحب کا مزار ہے۔ مولانا عبدالشمیع صاحب نے گیا اور اورنگ آباد کے علاقے میں بہت کام کیا۔ زیادہ تر سلسلہ عالیہ حشمتیہ میں تعلیم دیتے تھے۔ کشف والشریح بہت جونا تھا اور اپنی سادگی اور نیکی سے فائدہ اٹھا کر بہت سے لوگ آپ سے اس طرح کی باتیں دریافت لیتے تھے اور پھر حضور قبلہ قدس سرہ کو ان باتوں کی خبر کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک دو بار آپ کی تادیب بھی کی گئی۔ مولانا عبدالشمیع صاحب مرحوم صاحب خدمت بزرگ تھے اور باطنی نظام کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے اور ان کی کوشش ہوتی تھی کہ اس طرح کی مجلس میں سیاسی مسائل میں ان کی رائے کا غلبہ ہے۔

گیا میں جب ایک بار ایک بنگالی مجذوب نے سلیمان کریم صاحب کی ساری روحانی صلاحیتیں سلب کر لی تھیں اور یہ سخت بیمار ہو گئے تھے اور حالت بے حد خراب تھی۔ جمعہ کی نماز سے پہلے ان کو نیند آئی اور دیکھا کہ مولانا عبدالشمیع صاحب مرحوم اس مجذوب کے سر کا بال پکڑے ہوئے گھسیٹتے ہوئے لاد رہے ہیں اور اس کی اس ناقابل معافی جرات پر سخت نراو نیا چاہتے ہیں۔ وہ مجذوب گریہ و زاری کے ساتھ معافی کا خواستگار تھا۔ آخر سلیمان کریم صاحب نے معاف کر دیا۔ ان کی ساری طاقتیں واپس آئیں۔ نیند سے بیدار ہوتے ہی طبیعت شاداں و فرحان ہو گئی اور باسانی جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہوئے۔

بلو سوانہ حیات حضرت حامد حسن علوی ص ۱۱۲

علیہ بوالہ جناب سلیمان کریم صاحب فیسی بوٹ ہاؤس۔ مقابل چھتہ مسجد گیا۔ (بقیہ حاشیہ ص ۱۱۲ پر)

ضلع پورنیہ (بہار) کے امور تھانہ میں ایک مقام ہفتیان ہے۔ جو نارتھ اسٹریٹ
 فرنٹیئر ریلوے کی بارسولی سٹی گوری لائن کے سویرجا کمال اسٹیشن سے تقریباً چار میل
 (۶ کیلو میٹر) پچھ ہاندا اور کنکئی ندیوں کے درمیان دونوں کے مقام اتصال سے
 کچھ اوپر واقع ہے۔ یہاں حضور قبلہ قدس سرہ نے ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی اور
 تبلیغی کاموں کے سلسلہ میں وہاں برابر تشریف لے جاتے تھے۔ اُن دنوں میٹرنگ
 کی لائن صوبہ بہار کے آخری سب ڈویژن کے صدر مقام کشن گنج میں ختم ہو جاتی تھی۔
 سویرجا کمال اسٹیشن قائم نہیں ہوا تھا۔ حضور قبلہ کشن گنج سے ایک اسٹیشن دکن
 کانکی میں اترتے تھے اور وہاں سے ہاندا کو عبور کر کے پیدل یا ہیل گاڑی پر چھ سات
 میل کا سفر کر کے ہفتیان آتے تھے۔ اس کو ردہ دیہات کا دشوار گزار
 اور تکلیف دہ راستہ کبھی بھی آپ کی تبلیغی کاوشوں اور انٹر کے بندوں کو انٹر
 سے ملانے کے ذوق و شوق کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔ یہاں بہت سے لوگ دامن
 تربیت سے وابستہ ہوئے اور تعلیم میں لوگوں نے بہت جوش و خروش کا اظہار کیا۔
 کتاب تعلیمات کی فہرست میں ضلع پورنیہ کے صرف دو خلفاء جناب
 عبدالستار صاحب مرحوم اور حاجی محمد احسان صاحب مرحوم کے نام شامل ہیں

[بقیہ حاشیہ ص ۳۷ سما]

جناب سلیمان کریم صاحب بہار شریف سب ڈویژن کے بڑے والے اور پروفیسر نواب کریم صاحب
 بہار نیشنل کالج پٹنہ اور جناب حافظ کریم ریٹائرڈ ڈاؤنٹیشنل کلرک کے چچا زاد بھائی ہیں۔
 لے سویرجا کمال اسٹیشن ڈال کولا اور کانکی کے درمیان آزادی کے بعد [بقیہ حاشیہ ص ۳۷]

لیکن اجازت و خلافت جناب منشی غلام محی الدین صاحب مرحوم اور حافظ عبد الحفیظ صاحب مرحوم کو بھی حاصل تھی۔ کتاب تعلیمات کی فہرست میں ان دونوں بزرگوں کا نام بھٹ گیا ہے۔ اسی طرح کی ایک فرودگذاشت جناب مولانا فصیح احمد بہاری کے سلسلہ میں ہوئی ہے۔ ان کو بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ ان کا نام بھی فہرست میں شامل نہیں ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلفاء کی فہرست مکمل نہیں ہے اور بزرگوں کے نام شامل نہیں ہیں۔

جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم اور جناب منشی غلام محی الدین صاحب مرحوم دونوں ہفتیاں کے رہنے والے تھے۔ صوفی عبدالستار صاحب مرحوم کا سو وارہ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ = ۲۸ ماہ ساون ۱۳۶۹ھ فصلی = ۱۳ اگست ۱۹۶۲ء کو درجناب منشی غلام محی الدین صاحب کا بدھ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ = ۲۷ ماہ ساون

[بقیہ ہمیشہ ص ۳۷۲ پر]

ام موہا ہے۔ یہ تقریباً ہفتیاں کے سامنے پورب ہے۔ سورجا کمال اسٹیشن کٹیہا جنکشن سے ۷۵ کیلومیٹر، اتر پرب بار سوئی جنکشن سے ۳۵ کیلومیٹر اور کٹن گنج سے ۲۰ کیلومیٹر دکن ہے۔ یہی شرجا پور پرگنہ کا صدر مقام تھا مگر جا پوری بونی اور شرجا پوری ام اسی پرگنہ کے نام پر ہے۔ اسی لائن پر بار سوئی جنکشن سے گیاہ ۷۵ کیلومیٹر اتر سدھانی اسٹیشن ہے۔ جہاں سے ڈیڑھ دو میل چم مہانڈا کے دائیں کنارے پر رحمان پورستی ہے۔ جہاں سلسلہ نقشبندیہ، اہل علم کے مولانا حفیظ الدین صاحب لطفی کا مزار ہے۔ کٹیہا میں دارالعلوم لطفی آپ کا نام ہے۔ جناب مولانا فصیح احمد صاحب استاذ اور فصیح پٹنہ (اب ضلع نالندہ)

۱۳۷۱ھ = ۱۲ اگست ۱۹۶۴ء کو ہفتیاں میں انتقال ہوا۔ دونوں بزرگوں کے
مزادات ہفتیاں میں خانقاہ سے متصل آتر ہیں۔ حضرت کے تیسرے خلیفہ جناب
حاجی محمد احسان صاحب مرحوم ہفتیاں کے قریب کھمیاں گاؤں کے لہسنے والے
تھے۔ انہوں نے منگل ۲۲ جمادی الآخر ۱۳۷۶ھ = ۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء کو انتقال کیا
ان کا مزار کھمیاں ہی میں ہے۔ جناب حافظ عبدالحفیظ صاحب مرحوم نندیناں گاؤں
کے لہسنے والے تھے۔ ان کا وصال بھاٹا باڑی میں ہوا اور وہ وہیں مدفون ہیں۔
جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم کے صاحبزادے صوفی عبدالخلیم صاحب
خانقاہ ہفتیاں کے نگران ہیں اور سلسلہ کے کاموں سے بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ آپ کے
ایک بھائی ڈاکٹر صاحب سورج کمال میں پریکٹس کرتے ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے
محمد حریر صاحب نے ٹینہ یونیورسٹی سے اردو میں ام۔ اے کیا ہے اور دوسرے
صاحبزادے محمد حسین ٹینہ یونیورسٹی کے بی کام میں پڑھتے ہیں۔ جناب منشی غلام محی الدین
صاحب مرحوم کے صاحبزادے ابو سعید صاحب نے ریاضی میں ام۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی
کیا ہے۔ اور وہ کلکتہ کے پاس کلیانی یونیورسٹی میں ملازم ہیں۔

بہار کا ضلع پورنیہ جہاں اس وقت بارہ لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں

۱۔ نندیناں۔ ڈاکخانہ میروپ ہاٹ۔ براہ سونٹھا۔ ضلع پورنیہ۔

۲۔ خط جناب صوفی عبدالخلیم صاحب خانقاہ ہفتیاں۔ ڈاکخانہ ہفتیاں، براہ بالسی۔ ضلع پورنیہ۔

مورخہ ۶ جولائی ۱۹۷۵ء اور ۲ ستمبر ۱۹۷۵ء

اوردو ہائی کی پوری آبادی میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً چالیس فی صد ہے اور ہندوستان کے تمام اضلاع سے یہاں اُردو بولنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اس کی طرف حضور قبلہ قدس سرہ نے کافی توجہ کیا تھا۔ اور اعلیٰ حضرت پر و مرثا قبلہ ادام اللہ فیوضہ بھی وہاں اکثر تشریف لے جاتے رہے ہیں۔ پورنہ ضلع کے مشرقی حصہ میں سلسلہ کے بہت لوگ ہیں۔ وہاں زیادہ تر لوگوں کی تعلیم سلسلہ عالیہ قادریہ میں شروع ہوتی ہے بقیہ میں سلسلہ کے لوگوں میں کافی ذوق و شوق پایا جاتا ہے۔ عبدالحلیم صاحب کے خاندان کے اکثر افراد کو اعلیٰ حضرت پر و مرثا قبلہ ادام اللہ فیوضہ سے شرفِ سعادت حاصل ہے۔ وہاں اکثر شادیاں اعلیٰ حضرت قبلہ کی تشریف آوری کے موقع پر شرعی انداز سے بالکل سادہ طریقہ پر انجام پاتی ہیں

جناب مولوی محمد شبلی صاحب مرحوم شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کے خاص شاگردوں اور مریدوں میں تھے۔ حضرت شیخ الہند جب کہیں باہر تشریف لے جاتے، تو کبھی کبھی مولانا شبلی مرحوم کو بھی اپنی جگہ پر لکھ جاتے تھے۔ حضرت شیخ الہند کے وصال کے بعد مولانا محمد شبلی مرحوم نے حضرت حافظ حامد حسن صاحب غلوی

۱۹۶۱ء کی مردم شماری میں پورنہ ضلع کی پوری آبادی ۳۰۸۹۱۸ میں مسلمان ۱۱۶۳۹۳۶ تھے اور ان کا تناسب ۳۷.۶۸ فی تھا۔ جو بہار میں مسلم آبادی کے عام تناسب ۱۲.۴۵ فی صد سے تین گنا زیادہ تھا۔ مردم شماری ہند ۱۹۶۱ء۔ مذہب لے۔ متر ۱۹۶۶ء۔ ۲۹۔ ۱۰۔ اگر یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو پورنہ ضلع کے مشرقی تقاضوں سے ۹۰۶ موافقات ۳۳ مربع میل رقبہ ۱ بقیہ حاشیہ ص ۳۳ پر

کی طرف سے جوغ کیا اور خلافت کے ممبرانہ ہوئے۔ مولانا محمد شبلیؒ کا وطن ننڈاؤں ضلع اعظم گڑھ تھا، جو سرانے میر اسٹیشن سے ۵ میل دکن اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادا م الشرفیہ وفد کے دل ننڈاؤں سے چار میل پورب قدرے دکن ہے۔ مولانا شبلیؒ کا وصال منظر نگر میں سر داد اکرم خاں کے یہاں نواب زادہ لیاقت علی خاں مرحوم کی کوٹھی پر ہوا۔ وصال کی خبر پہنچے ہی دارالعلیم دیوبند بند کر دیا گیا۔ وہاں کے لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی۔ مزار خاک برستان میں ہے۔ حضور قبلہ رح کے ایک خلیفہ جناب منشی محمد شفیع صاحب ^{۳۵} مرحوم عینی میں تھے۔ ضلع چانگام (جنگل ڈیش) کے ست کابینا تھانہ میں سانگو ندی سے چند میل دکن پورب اراکان روڈ کے بس سٹاپ پر چوڑائی واقع ہے۔ یہاں اتر پچم میں انوار سے پچم میں سانگو ندی کے جنوبی کنارے پر مال مورا ہوتے ہوئے دوسری سڑک آکر مل جاتی ہے۔

دقیقہ حاشیہ ص ۳۷ کا [

اور ۱۹۶۶ء ۱۹۶۷ء ۱۹۶۸ء نفوس کی مسلم اکثریت والی آبادی کے ساتھ مغربی بنگال کو منتقل نہیں کئے جاتے تو ۱۹۶۱ء میں ان علاقوں کی مسلم آبادی میں ۸۲٪ ۲۹ فی صد کے اضافہ کے ساتھ سابق پوربہ ضلع میں مسلم آبادی کا تناسب ۵۰ فی صد کے قریب ہو جاتا۔

۱۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علی رح ص ۱۱۱

۲۔ ۱۹۶۱ء میں ست کابینا تھانہ کا رقبہ ۲۰۷ مربع میل اور آبادی ۸۷،۸۷۷ تھی جس میں ۵۲،۵۲۰ مسلمان تھے۔ ست کابینا تھانہ اس وقت چانگام جنوبی سب ڈویژن میں شامل ہے۔ جس کا صدر مقام پانڈا ہے۔ ست کابینا سے چوڑائی چند میل دکن پچم ہے۔ ست کابینا تھانہ کے اتر سانگو ندی پچم میں سانگو ندی اور بائیں کھلی تھانہ۔ پورب میں چانگام مل ٹریکٹ۔ دکن میں چکاسیا تھانہ ہے۔ مردم شماری سنہ ۱۹۶۱ء اور ۱۹۷۱ء کے لیے۔

چنانچہ جٹاگانگ جنوبی صدر سب ڈویژن میں ساکنو ندی کے دکن چوٹائی کو ذرائع آمد و رفت کے لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ضلع چانگام میں حضرت حافظ حسن صاحب فلوی کے تین حلقہ رجناب مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم، جناب مولوی فضل حق صاحب مرحوم اور جناب حکیم مولوی قاضی میر احمد صاحب کا تعلق اس چوٹائی سے ہے۔ لیکن لوگوں کا کوئی حال معلوم نہیں ہے۔

جناب حافظ محمد منیر صاحب ضلع چانگام کے حالی شہر کے رہنے والے تھے۔ اس کا محل وقوع معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ حافظ صاحب کی ظاہری تعلیم بہت زیادہ نہیں تھی۔ لیکن معمولات اور اشغال میں حضرت قبلہ قدس سرہ کا رنگ غالب تھا۔ جب ان کو خلافت سے سرفراز کیا گیا، تو لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ حضور قبلہ قدس سرہ نے فرمایا کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے امید ہے کہ پور ہو کر رہے گا۔ حافظ صاحب مرحوم کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور ہر طبقہ کے لوگ ان سے وابستہ ہوئے۔ حافظ صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے کا نام سراج مصطفیٰ ہے۔ حافظ صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد جب حضور قبلہ قدس سرہ اعلیٰ حضرت پر و مرشد قبلہ مدظلہ کے ساتھ چانگام تشریف لے گئے، تو حافظ صاحب

حالی شہر کا محل وقوع معلوم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ قطب یا جزیرہ سے اتر پورب بانس کھالی تھا۔ اس کا کوئی مقام ہو۔ بانس کھالی تھانہ میں بانس کھالی سے کچھ دکن پورب جٹائی نام کا ایک مقام ہے۔ اتر پورب اور پورب ہادی کے درمیان گزرنے والی سڑک پر واقع ہے۔

کے متوسلین کا اتنا بڑا مجمع حضور قبلہؐ سے ملاقات کے لئے حاضر تھا کہ اتنی کثیر تعداد کو دیکھ کر پریشان ہوئے۔ آخر میں یہ مجمع ایک دروازہ سے آتا اور دھانچہ کر کے دوسرے دروازہ سے نکل جاتا۔ یہ اس شخص کے متوسلین کا حال تھا جس کی خلافت پر لوگ شک و شبہ کئے ہوئے تھے۔ مگر قدر گوہر شاہ داندیا یا بداند جوہری۔

حالی شہر کی طرف ضلع چانگام کے ساگ پورہ، منوہ اور کرینڈر کے محل وقوع اور وہاں کے خلفاء مولوی عبد الجبار صاحب مرحوم، مولوی خلیل احمد صاحب مرحوم اور مولوی فضل الرحمن صاحب مرحوم کے حالات بھی معلوم نہیں ہیں۔ حضرت قبلہؐ کے خلیفہ جناب مولوی شرف الدین صاحب مرحوم انوار ضلع چانگام کے رہنے والے تھے۔ کرناٹکی اور سانگو ندیوں کے درمیان انوار چانگام کا مشہور تھانہ ہے۔ یہ چانگام سے تقریباً ۱۶ میل دکھن قدسے پورب کی طرف ہے اور کرناٹکی ندی کے دکھن چانگام سے چوٹائی اور چانڈپور کو جانے والی سڑک انوار سے گزرتی ہے۔

ضلع چانگام کے قطب دیا میں حضور قبلہ قدس سرہ کے خلیفہ مولوی جمال الدین صاحب مرحوم تھے۔ متاموہاری ندی کے دہانہ پر بالسن کھالی

لے ۱۹۲۱ء میں انوار تھانہ کا رقبہ ۶۱ مربع میل اور آبادی ۶۵۶۷۵ تھی جس میں ۲۴۸۰ مسلمان تھے۔ انوار تھانہ بھی چانگام جنوبی صدر سب ڈویژن میں شامل ہے۔ اس کے اتر میں پاٹیا تھانہ۔ پورب دکھن میں سانگو ندی اور پچیم میں سمندر اور کرناٹکی کا دہانہ ہے۔ مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء بنگال۔ آدیش۔ ڈیش۔ سملہ ۱۹۲۲ء۔ چٹاگانگ کالٹ ہاؤس ساحل سمندر پر انوار تھانہ میں سانگو ندی کے دہانہ کے واقع ہے۔

کے دکن پیم ساحل سمندر کے قریب قطب دیانا می جزیرہ ہے۔ اس جزیرہ کے شمالی مغربی گوشہ میں قطب دیا لائٹ ہاؤس ہے۔ اور لائٹ ہاؤس کے متصل دکن ساحل سمندر پر قطب دیا قصبہ ہے۔ مولوی جمال الدین صاحب مرحوم اسی قصبہ کے رہنے والے تھے۔

سما کے ضلع یکباب میں حضور قبلہ قدس سرہ کے چچہ خلفا کے نام سے ہیں ان میں سے دو مندو کے دو مولی بارا کے۔ ایک منی بیل اور ایک گرام بارا کے رہنے والے تھے۔ ان بزرگوں کے کچھ حالات معلوم نہیں ہو سکے ہیں اور چونکہ متصل نہیں ہے اور نہ بڑے پیمانہ پر برما کا کوئی نقشہ موجود ہے۔ اس لئے ان مقامات کے محل وقوع کی تعیین بھی مشکل ہے۔ آٹھویں اور نویں صدی عیسویں میں عربوں نے ہندوؤں کی ساحل چٹاگانگ اور ساحل اراکان پر آمدورفت شروع ہو گئی تھی اور

۱۷۹۳ء تک قطب دیا جزیرہ چانگام ضلع کے گورنر بانارس ڈویژن میں ساحل سمندر کے پاس ۱۳ میل لمبا اور دو تین میل چوڑا جزیرہ ہے۔ ۱۹۰۸ء میں یہاں کا رقبہ ۳۵ مربع میل اور آبادی ۱۱۰۰۰ تھی اور ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں قطب دیا کا رقبہ ۵۰ مربع میل اور آبادی ۵۰،۵۰۰ تھی جس میں مسلمان ۵۰،۱۵۰ تھے قطب دیا قصبہ میں قحانہ اور دو آخانہ ہے۔ یہاں ان کے گھر رہتا ہے۔ ۱۸۹۶ء کے طوفان میں بڑی تباہی آئی۔ مردم شماری سنہ ۱۹۰۸ء کے مطابق اس کے ۱۹۳۲ء چانگام ضلع گریٹر۔ اسی۔ اسی اور سی کلکٹہ ۱۹۰۸ء، امپریل گریٹر

۱۹۰۸ء چانگام ضلع گریٹر۔ اسی۔ اسی اور سی کلکٹہ ۱۹۰۸ء، امپریل گریٹر

چنانکہ اس طرح ساحل اراکان پر بھی ان کے اثرات موجود ہیں اور یہاں کے
 تقریباً آدھے مسلمان ضلع اکیاب میں آباد ہیں۔

اکیاب کا ضلع برما کے اراکان ڈویژن میں مشرقی بنگال کے ضلع چائنگام
 سے متصل دکھن خلیج بنگال کے ساحل سمندر پر واقع ہے۔ چائنگام کے ضلع سے
 سات نری کا دہانہ اس کو الگ کرتا ہے۔ لوکھیار گھاٹ کے پاس دونوں اضلاع
 کی سرحدیں ملتی ہیں۔ کوکینر بازار سے اکیاب ضلع کی سرحد تقریباً ۲۴ میل اور
 شہر اکیاب تقریباً ۱۱۰ میل دشمن پورب ہے۔ رامو جہاں عہد عالم گیری میں
 سپلاز بزرگ امپد خاں کے ایک فوجی دستہ نے میر تقی کی ماتحتی میں پہنچ
 اراکانوں کو شکست دیا تھا، وہاں سے فاصلہ اور کم ہے۔ چائنگام بہت زیادہ
 تک اراکانی سلطنت میں شامل رہا۔ ۱۶۳۰ء سے ۱۶۴۲ء تک اراکان
 سلطنت بنگال کے مسلمان حکمرانوں کی ماتحتی میں رہی اور وہاں اسلامی اثرات
 میں اضافہ ہوا۔ راجاوں نے اپنے ناموں میں اسلامی نام بھی شامل کیا اور

۱۰ دیکھے صفحہ ۱۔

۱۹۱۹ء کی مردم شماری میں اکیاب ضلع کا رقبہ ۵،۱۳۶ مربع میل اور آبادی ۶،۶۶،۶۶۶
 تھی جس میں دو لاکھ ۸۰ ہزار بودھ، ۱۴ ہزار ہندو اور ایک لاکھ ۵۵ ہزار دیگر مسلمان تھے
 مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۲۲،۲۲ فی صد تھا اس ضلع میں اکیاب میں بیا۔ کیو کٹا اور جو
 ڈینگ چار سب ڈویژن اور ۹ ٹاؤن شپ تھے۔ بھوگتی ڈینگ سب ڈویژن۔ اتر میں نیو
 کے کنارے چائنگام اور چائنگام ہل ٹریکٹ کے قریب ہے۔ ۱۰ دیکھے صفحہ ۲۶، ۲۷ اور

کلیہ شریفینا کے ساتھ اپنے سگے ڈھلے پرنگالی قزاقوں کے مظالم سے تنگ آ کر
چاندگام کے بہت سے مسلمانوں نے اراکانی سلطنت میں پناہ لیا تھا اور بہت سے
مسلمان اراکانی دربار میں معزز عہدوں پر فائز تھے۔ ان میں سکندر نامہ معرفت پیر،
اور تختہ النصائح کے مترجم مشہور شاعر علاؤ (متوفی سنہ ۱۶۸۰ء) بھی تھے۔ شہنشاہ
اورنگ زیب کے سپاہیوں میں سے ایک تھے۔ کھلے کے بعد ننگال کے صوبہ دار شاہ شجاع
نے ۱۶۶۰ء میں اراکانی راہ سردار تھوڈما کے دارالحکومت اورم نونگ میں پناہ لیا تھا۔
چاندگام اور ایبیا کے درمیان بہت زیادہ سے تعلقات رہے ہیں۔ انگریزی دورِ حکومت
میں ایک ہی سلطنت کا حصہ ہونے کی وجہ سے تعلقات میں مزید اضافہ ہوا۔ اس دور
کے ادائل میں ایبیا ضلع کی چار لاکھ ۸۲ ہزار آبادی میں ایک تہائی مسلمان تھے۔ ضلع
ایبیا اور اناکان ڈویژن کا صدر مقام ایبیا شہر کلڈان ندی کے دہانہ پر واقع ہے۔
۱۹۱۶ء میں یہاں کی آبادی ۳۵۶۸۰ تھی۔ یہ برما کا چوتھا بڑا شہر تھا اور شہر
میں مسلمانوں کی کافی آبادی تھی۔ اراکانی راجاؤں کا قدیم دارالحکومت میونونگ
انڈونیا مشرقی حصہ میں لیمونڈی کے قریب ایک ٹاؤن خراب کا صدر مقام ہے۔
جو کیو کٹا سب ڈویژن میں شامل ہے۔ آزادی کے بعد برمیوں نے ایبیا کا نام
سیتوے رکھا ہے۔

حضور قبلہ تیس برسہ کے تین حلفاء برما کے دارالحکومت رنگون میں سندھ پرانگ

۲ دیکھے ص ۸۳-۸۱

۱۱۱-۱۱۳ دیکھے

۵۷-۵۸ دیکھے

ہندو پرانگ اور بتی بازار میں تھے۔

یواس نائب ہے کہ یہ تینوں یعنی مولوی عبدالرشید صاحب مرحوم، مولوی ولی

صاحب مرحوم اور مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم شمالی ہندوستان کے باشندے تھے اور رنگون میں کاروبار تجارت کی غرض سے مقیم تھے۔ پہلے برما میں اعظم گڑھ ضلع کے

بہت سے مسلمان تجارتی مقاصد سے آباد تھے۔ اب بھی ملائیشیا میں وہ کافی تعداد میں

موجود ہیں۔ ۱۹۰۱ء میں رنگون کی آبادی ۲۳۴,۸۸۱ تھی اور یہ سلطنت ہند کا چھٹا

بڑا شہر تھا۔ ہندوستانیوں کی آبادی ۷۱۳,۱۱۷ تھی۔ شہر میں ۸۳ ہزار ہندو لوگ

۲۳ ہزار مسلمان تھے۔ ۱۸۵۵ء کے غدار میں دہلی کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ

کو معزول کر کے انگریزوں نے اُن پر مقدمہ چلایا۔ اور ۱۸۵۸ء میں رنگون میں قید کر دیا

۲ نومبر ۱۸۶۲ء کو ان کا انتقال ہوا۔

حضور قبلہ قدس سرہ کے خلیفہ جناب ماسٹر محمد علی صاحب جوان دہلی

۱۵ برما کا دار الحکومت رنگون ساحل سمندر سے ۲۱ میل اوپر پھینگ یا رنگون نئی کے شمالی کنارے

آباد ہے۔ شہر کے کچھ نیچے اتر پور سے پیگوری اور اتر سے پزدون ڈونگ کریک آکر پھینگ نئی

جاتی ہے۔ یہ شہر ۱۶ درجہ ۲۶ دقیقہ شمال اور ۹۶ درجہ ۱۱ دقیقہ مشرق پر واقع ہے۔ ۱۹۰۱ء میں یہاں

مسلمانوں کی آبادی ۱۲,۰۱۳ تھی۔ اپریل گز میٹروپولیٹن ایکٹیوٹیا جلد یازدہم ص ۲۲۰-۲۱۸

۲۱ تاؤس المشاہیر عبد اول ص ۳۵-۱۳، ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ ڈاکٹر کاکلی لنگر

دیکھو ص ۵۲۰

لاکھپت، کراچی (پاکستان میں مقیم ہیں۔ وہ کوریا پار ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ حضور قبلہؐ ان کی صاحبزادی کی تقریباً ۱۰ سالہ عمر میں شریک ہوئے تھے اور اس وقت سے کوریا پار تک پیادہ گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت پر و مرشد قبلہ مازلہؒ بھی ساتھ تھے۔ جناب ماسٹر محمد غلشی صاحب گورکھ پور میں تار کی تعلیم کے ذمہ دار تھے۔ اس لئے ماسٹر کہلائے تھے۔

الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب غلوی قدس سرہ کے خلفاء میں پادینا و مرشدنا الحاج الحاج حافظ حضرت مولانا محمد سعید رحال صاحب قبلہ ادا مائتہ فیونہ سب کے بعد آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے۔ لیکن ان کے فضل و کرم سے اپنی ریاضت اور محنت پر و مرشد سے اپنی بے پناہ عقیدت اور گہری وابستگی کے سبب حضور قبلہ قدس سرہ کی نگاہ میں سب سے زیادہ عزیز اور معزز و محترم ثابت ہوئے اور حضور قبلہؐ کی حیات ہی میں آپ نے ان کے

۱۔ کوریا پار کو کچھ لوگ کوریا پار بھی کہتے ہیں۔ کوریا پار تحصیل کھوسی کو پانچ بلاک میں شہر اعظم گڑھ سے تقریباً اٹھارہ میل پورب اور قصبہ محمد آباد گورنل سے تقریباً ۱۵ میل اتر پورب کو پانچ سے محمد آباد کو جانے والی سڑک پر کو پانچ اسٹیشن سے تقریباً ۱۵ میل اتر چیم تال زر جا کے قریب واقع ہے۔ حضرت مولانا اثر علی صاحب تھارویؒ کے خلیفہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب بھی اسی تال زر جا کے قصبہ پورب کے رہنے والے تھے۔ سید اقبال احمد صاحب اپنی کتاب سیرۃ مبارکہ میں منظر الاحدیہ کے حالات لکھتے ہیں کہ شیخ بایزید نامی ایک بزرگ دہلی سے جون پور آئے (انہی حاشیہ ص ۲۸۶ پر)

حکم سے نیابت کے ذرائع انجام دینا شروع کر دیا تھا۔ آپ کی ذات والا صفات
 ایک چشمہ فیض کی حیثیت رکھتی ہے جس سے ہزاروں ہزار انسان سیراب ہو رہے
 ہیں۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے اس سلسلہ عالیہ کو بڑی ترقی نصیب ہوئی ہے۔
 پچھمیں بگممنڈ اور مدینہ طیبہ سے پورب میں میرسر کے ضلع چانگام اور آسام
 کے گوالپارہ تک اور اتر میں بالاکوٹ ضلع ہزارہ سے دکن میں بنگلور تک
 ہزاروں انسان آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو کر سچے مسلمان بن گئے ہیں
 اور ان کے قلب اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے نور سے جگمگاتے ہیں۔
 قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رح اور اپنے پیر و مرشد الحاج حافظ
 حامد سن صاحب علویؒ کے سولہ خجیات آپ نے مرتب کر کے شائع کر لیا ہے
 اور زیر نظر کتاب آئینہ ویسی بھی آپ کے فیوض و برکات اور آپ کی نگاہِ کرم
 کا نتیجہ ہے۔

بدان ذاتی کہ اسلافش بدان خلف الرشید آں را
 بان ذاتی کہ تحسین جنید و بایزید آں را
 بان ذلتی کہ گویند حضرت حافظ سعید آں را
 بان ذاتی کہ من نالہ کشر هل من منسبہ آں را

بدہ یارب زفضل او مرا ذوق خدا داری

[بقیہ حاشیہ ۳۸۵ کا]

اور فرزند شاہ تعلق نے کوٹریا پار بکیر پور اور پیک میر شہرت کے تین مواضعات ان کو جاگیر
 دیے۔ شیرازہ سندھ جون پور ص ۷۵۹ ۷۶۰ دیکھئے ص ۷۵۹ سے خلاصہ حضرت
 پیر و مرشد قبلہ مدظلہ۔ بنام علامہ الحدوث مؤرخ ۲۶، اکبر ۱۹۷۵ء

اعلیٰ حضرت الحاج مولانا محمد سعید رحمان صاحب قبلہ ادا م الشرفیو غنہ کا
 تعلق ضلع اعظم گڑھ (اُتر پردیش) کے مغربی حصہ تحصیل پھول پور سے ہے۔ آپ
 کا آبائی وطن موضع نو ناری۔ بلاک مارٹن گنج۔ تھانہ سرانے میر، تحصیل پھول پور
 ہے۔ جو منگئی ندی کے دکن، برداہ سے پھول پور کو جانے والی خام سڑک پر
 برداہ سے ۱۲ ۱/۲ میل (۲۰ کیلو میٹر) اُتر پورب اور تحصیل کے صدر مقام پھول پور
 سے ۱۷ ۱/۲ میل (۲۸ کیلو میٹر) دکن سڑک سے پورب، ۲۵ درجہ ۵۸ دقیقہ
 ۶۷ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۵۰ دقیقہ ۲۳ ثانیہ مشرقی طول البلد پر
 واقع ہے۔ موضع نو ناری کے اُتر چھتے پور، اُتر پورب، بلہری امام علی، پورب
 میں پھر ہامو اور رنگ ڈیہہ۔ دکن میں خاص ڈیہہ۔ دکن پھم میں کون راہ گئی اور

۱۵ اُتر پردیش میں پھول پور نام کی دو تحصیلیں ہیں۔ ایک ضلع الہ آباد کے شمالی مشرقی
 گوشہ میں گنگا کے اُتر۔ اور دوسری ضلع اعظم گڑھ کے مغربی حصہ میں۔ ضلع اعظم گڑھ کا پھول پور
 تحصیل کا نام پہلے اس کے صدر مقام ماہل کے نام پر تھا۔ جو پرگنہ کا بھی صدر مقام ہے۔ پھر
 تحصیل کا صدر مقام ماہل اُتر پورب اور وہ تبدیل کر دیا گیا، جو اس وقت اس تحصیل میں
 ایکہ بلاک کا صدر مقام ہے۔ مو شاہ گنج میٹریج لائن کی تعمیر کے بعد انتظامی آسانی کے
 خیال سے اس تحصیل کا صدر مقام پھول پور منتقل کیا گیا، جو نراسی روڈ اسٹیشن کے نصف
 میل دکن اعظم گڑھ سے شاہ گنج کو جانے والی پختہ سڑک پر ایک شہر و قصبہ ہے۔ تحصیل پھول پور
 کا رقبہ ۲۴۱ مربع میل اور آبادی ۱۹۷۱ کی ۵۷، ۲۴۹، ۰۵۷ نفوس ہے (یہ حاشیہ ۱۹۸۸ء)

پچھم میں دو پھنواں ہے۔ برداہ ضلع اعظم کی تحصیل لال گنج میں ایک تھانہ کا صدر
 مقام ہے۔ جو جون پور اعظم گڑھ روڈ پر واقع ہے۔ یہاں سے جون پور ۱۲ میل دکن
 اور اعظم گڑھ ۳۰ میل اتر پور تک۔ قصبہ پھول پور سے نصف میل اتر کی طرف
 پھول پور کا ریلوے اسٹیشن خراسان روڈ ہے۔ زوناری سے ڈھائی میل (چار
 کیلومیٹر) دکن قدرے پچھم مخدم پور ہے۔ وہاں برداہ سے آئی والی سڑک
 دو شاخوں میں بٹ جاتی ہے۔ ایک زوناری کی طرف آتی ہے اور دوسری اتر
 پچھم کی طرف دیدار گنج کو جاتی ہے۔ جو ضلع کے مغربی حصہ میں ایک تھانہ کا صدر
 مقام ہے اور عہد اکبری کے راجہ دیدار جہاں کے نام پر آباد ہے۔ دیدار گنج سے
 یہی سڑک اتر میں دیدار گنج روڈ اسٹیشن (امباری) کو جاتی ہے۔ زوناری
 کا تھانہ سرانے میر ہے، جو اعظم گڑھ کی صدر تحصیل میں مشہور قصبہ اور ریلوے
 اسٹیشن ہے۔ سرانے میر سے جعفر پور۔ نور پور، دیدار گنج ہوتے ہوئے ایک پچھم

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۷ کا]

اس میں اترولیا، کولیا، اہرولہ۔ پوئی۔ پھول پور اور ماٹن گنج چھ بلاک اور ۱۰۷۲ مراعات
 ہیں۔ اپریل گز میٹیر آن انڈیا جلد ششم صفحہ ۱۵ اور جلد ہفتم صفحہ ۲۶ اعظم گڑھ ضلع سن
 ہٹیڈیک ۱۹۶۴ء۔ آباد ۱۹۶۶ء۔ ۲ شاہ گنج جلس سے خراسان روڈ ۲۲ کیلومیٹر
 اور سرانے میر ۳۳ کیلومیٹر پر ہے۔ منو جلس سے سرانے میر ۱۱ کیلومیٹر اور خراسان روڈ ۸ کیلومیٹر
 پچھم ہے۔ ۲ شہرازمند جون پور سید محمد اقبال ۲۳ راجہ ارادت جہاں کا خاندان
 ۲ ضلع اعظم گڑھ کی تحصیل میں اعظم گڑھ سے ۱۶ میل پچھم سرانے میر مشہور قصبہ اور زوناری
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۹ کا)

سرک شاہ گنج سے دکن سرے کھیتا ریوے اسٹیشن کو جاتی ہے اور جون پور فیض آباد سے ملتی ہے۔ جعفر پور میں جہاں سرے میرے سرے کھیتا کو جانے والی پختہ سرک بردہ سے بھول جانے والی خام سرک کو عبور کرتی ہے سرے میرے سے ۳۱/۲ میل پچھم اور نوٹاری سے ۳۱/۲ میل اتر ہے۔ موضع نوٹاری من گئی ندی کی وادی میں سرے میرے سے ۱/۲ میل دکن پچھم، خراسن روڈ اسٹیشن سے ۸ میل دکن، کھیتا سرے سے ۹ میل پربت، شاہ گنج جکشن سے ۱۱ میل پربت، قدس دکن دیدار گنج سے پونے پانچ میل دکن پربت، حضرت حافظہ حسن صاحب علوی رح کے وطن کوٹہڑہ سے ۳۱/۲ میل دکن پربت، جون پور سے ۱۷ میل اتر پربت، بنارس سے ۳۵ میل اتر اور عظیم گڑھ سے ۲۲ میل دکن پچھم واقع ہے۔

الحاج حضرت مولانا محمد سعید رحال صاحب قیلہ امام الشرفیوضہ اخیر
 عشرہ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ (۲۶ رمضان المبارک کے قریب) اوائل نومبر
 [بقیہ ماہنامہ ۲۸۸ کا]

پھر ریوے کا اسٹیشن ہے یہاں حضرت خدیج سید عثمان رح کا مزار شریف ہے۔ مزار شریف میں کنگر
 لاہور آہستہ آہستہ سنگ مرمر میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔ سرے میرا مدد صحت اصلاح پونے ہندوستان میں مشہور ہے۔
 یہ تعلقہ حضرت شاہ نصیر الحق رح کے صاحبزادے اور حضرت قلب الدین بیادل (متوفی ۱۵۱۹ھ) جون پور
 کے تعلقہ حضرت شاہ نور الحق رح کے نام پر ہے۔ ان کا مزار قبور سورہ پور تعلقہ فیض آباد کے متصل ظفر پور میں
 ہے۔ حاجب سیدین حسن صاحب کراولہ ٹانڈہ تعلقہ فیض آباد یکم مارچ ۱۹۴۲ء

یہ موضع نوٹاری میں تین ٹولے ہیں۔ قبہ ۸۳، ایکڑ ہے۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری میں یہاں کی آبادی ۱۳۸
 نفوس تھی۔ عہدہ گڑھ ضلع سنس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء ص ۲۸۶

۱۹۰۷ء میں اپنی تھیماں موضع چتھتے پور۔ تھانہ سرانے میر، تحصیل پھول پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے چتھتے پور، نوناری سے سو اسیل اتر برداہ سے پھول پور جانے والی نام سڑک سے کچھ پچھم ۲۵ درجہ ۵۹ دقیقہ ۱۸ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۵۵ دقیقہ ۳۲ ثانیہ مشرقی طول البلد پر واقع ہے۔ نوناری اور چتھتے پور کے درمیان میں گئی ندی پچھم سے پورب کو جاتی ہے۔ چتھتے پور سے اتر کو دیالواں، پورب میں چک روشن، حیدری۔ دکن پورب میں بلہری امام علی، دکن میں نوناری، پچھم میں صلاح الدین پور اور اتر پچھم میں بھرا اور ہاون پور ہے۔ چتھتے پور سے ایک ڈیڑھ میل پورب روضہ اور قبہ فتح پور ہے۔ جہاں نصیر الحق قلندریج کامزا ہے۔ چتھتے پور سے جعفر پور، دو ڈھائی میل اتر ہے۔ جہاں سے سرانے میر، پھول پور اور دیدالہ گج کو سڑکیں جاتی ہیں۔ نوناری کا ڈاک خانہ رنگ ڈیہہ اور چتھتے پور کا ڈاک خانہ بھرا ہے۔ یہ دونوں ڈاک خانے سرانے میر سب آفس کی ماتحتی میں ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے والد محترم کا اسم گرامی حافظ عبدالستار خاں مرحوم اور دادا جان کا نام خدا بخش خاں مرحوم اور نانا جان کا نام حاجی الہی بخش مرحوم تھا۔ والدہ محترمہ کا نام بی بی فاطمہ ہے۔ ابھی حیات میں اور شہر اعظم گڑھ میں اپنے چھوٹے صاحبزادے جناب مولوی عمر مسعود خاں صاحب وکیل ام۔ ایل۔ اے کے ساتھ

لے چتھتے پور۔ بلاک بارڈن گنج، تحصیل پھول پور، اس موضع کا رقبہ ۲۸۴ کڑ ہے۔ اس کا پتہ لڈ ہے۔ ۱۹۶۱ء میں آباد کیا گیا۔ تحصیل اعظم گڑھ ضلع سنس پینڈنگ (۱۹۶۱ء) ص ۲۸۷

سٹہ سرانے میر ضلع اعظم گڑھ پوسٹل انڈسٹری ڈویژن ۳۵، ۲۷۶ -

کی طرف سے آنے والے مسافروں کو نوٹاری کی آبادی میں سب سے پہلے ہی دلائل
 ملتا تھا۔ ہر روز مسافروں اور تہاؤں کے لئے کچھ حاصل کھانا تیار کر کے رکھتے
 اور اگر تعداد کچھ زیادہ ہوتی تو پھر فوراً تیار کرایا تھا۔ ہر وقت یہ خیالی رہتا تھا
 کہ کسی بہانہ کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ اپنے بچوں میں حیرات، ہمت اور بہادری
 کو پسند فرماتے تھے اور کسی سیت ہمت اور بزدل خاندان میں شادی بیاہ کے
 رشتہ کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی دہادی مرحوم نے آپ کو بڑے
 لاڈ و پیار سے پالا۔ برابر بالائی اور دوسری نفیس اور لطیف چیزیں کھاتی
 تھیں۔ کھانے کا مسالہ بالکل باریک اور سفوف ہونے کے باوجود کپڑے
 میں چھان لیا جاتا تھا۔ اور ہمیشہ آپ کے لئے اعلیٰ قسم کے کھانے کا انتظام
 رہتا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ امام الشرفیوفہ کے سامنے کھانے کے سلسلہ میں
 ان باتوں کی اب کوئی اہمیت باقی نہیں ہے۔ آپ کے سامنے مرغ پلاؤ اور
 دال روٹی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت کی تعلیم اپنے وطن نوٹاری میں شروع ہوئی۔ گیارہ سال کی

ذبیحہ حاشیہ ۲۹۱ کا

کے حدود میں شفا یاب ہو جاتے ہیں۔ حضرت قطب الدین بنیاد دل کا مراد شہر جون پور کے محلہ
 حن پورہ میں جبل کی پشت پر مرجع خلائق ہے۔ جو اس سید عین الحسن صاحب کا اول
 محلہ ضلع فیض آباد، اعلیٰ حضرت پرورش شد قبلہ باظلا اور شیرازہ منبہ جون پور

۶۳۷-۳۰

۱۹۱۸ء میں قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی فارسی اور عربی کی تعلیم چھتے پور اور نور پور کے درمیان بکھرا ہوئی۔ ۱۹۱۵ء میں مدرسہ ضیاء العلوم کان پور سے عالم اور ۱۹۲۶ء میں مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور سے فاضل کی سند حاصل کی۔ آری کتابیں مدرسہ محمدیہ الہ آباد میں پڑھیں۔ ۱۹۳۲ء میں میٹرکولیشن کا اور ۱۹۳۶ء میں طب کا امتحان پاس کیا۔

فراغتِ تعلیم کے بعد ۱۹۲۸ء میں مدرسہ محمدیہ الہ آباد میں سائز م ہوئے اس وقت عمر شریف اکیس سال تھی۔ ۱۹۳۸ء تک وہاں کام کرتے رہے۔ قیام الہ آباد کے زمانے ہی میں جون ۱۹۳۶ء میں الحاج حضرت حامد نس صاحب علوی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اور نعوت کے متعلق آپ کے ذہن سے تمام شبہات دور ہو گئے۔ آپ حضور قبلہ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو گئے۔ آغازِ تعلیم کے ۹ ماہ بعد اپریل ۱۹۳۸ء میں شرف بیعت حاصل ہوا اور دو سال بعد ۱۹۴۰ء میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حصولِ بیعت کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ ماہِ ظلّہ نے محمدیہ الہ آباد کی مجلس سے استفادے دیا اور منگراؤں چلے آئے۔ اور ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۱ء تک اپنے گارا وقت یاد الہی میں صرف کرتے رہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے لئے یہ بڑی آزمائش اور ابتلا کا زمانہ تھا۔ لیکن ”ہر چہ از دوست می رسد نیکوست“ کے مصداق تمام آزمائشوں اور پریشانیوں کو نہایت صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا۔ اور تسلیم و رضا کا اعلیٰ نمونہ بنے۔

دوسری جنگ عظیم کے زمانہ میں ۱۹۴۱ء میں شہر ہائی اسکول، عظیم گڑھ
 میں غزلیہ کے ٹیچر مقرر ہوئے اور اپنے فرائض منصبی باحسن وجوہ انجام دیتے رہے
 ۱۹۶۱ء میں اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ دوران ملازمت میں بھی وقت
 کے نفاذ میں کبھی کاموں کے سلسلہ میں سفر کیا کرتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوش
 ہونے کے بعد اکثر و بیشتر اشد و ہدایت کی غرض سے سفر ہی میں رہے۔ سفر سے واپس
 کے بعد کبھی شہر عظیم گڑھ میں اپنی قیام گاہ پر کبھی اپنے چھوٹے صاحبزادے صاحب
 کے یہاں علی گڑھ میں اور زیادہ تر منگراٹواں ضلع عظیم گڑھ میں مقیم رہے۔ ۱۹۶۳ء
 میں بڑی صاحبزادی صاحبہ کے انتقال کے بعد سے اب زیادہ تر قیام
 شہر عظیم گڑھ میں ہے اور اکتوبر ۱۹۶۳ء کے بعد سفر میں جانے کا اتفاق نہیں
 ہوا ہے۔

۱۹۶۲ء تک اعلیٰ حضرت قبلہ عالم اداام الشرفیوضہ کو پانچ بار خرمین
 شریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ پہلی بار ۱۹۵۱ء میں، دوسری بار
 ۱۹۶۱ء میں تیسری بار ۱۹۶۱ء، چوتھی بار ۱۹۶۱ء، اور پانچویں بار ۱۹۶۲ء
 میں اعلیٰ حضرت قبلہ کو زیارت خانہ کعبہ اور دیار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
 میں حافری کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں بصرہ شریف، نجف اشرف
 کربلائے معلیٰ، بندہ شریف اور سلمان پاک کی زیارت سے شرف ہوئے۔

بڑے عظیم منہد و پاکستان کے اکثر شہروں اور دیہاتوں میں جہاں کہیں بھی
 سلسلہ کا کام ہوا ہے۔ شریف نے گئے ہیں اور سلسلہ کے بزرگوں کے مرادات

پر بھی حاضری ہوئی ہے۔ دہلی۔ اجمیر شریف اور سرسند شریف جا چکے ہیں۔ وادی
کاغان کے دیانہ پر بالاکوٹ ضلع ہزارہ جا کر امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ اور حضرت
مولانا اسماعیل شہیدؒ کے مزارات پر حاضر ہوئے۔ مشہد بالاکوٹ کی زیارت کی اور
گرطھی جیب اللہ جہاں حضرت امیر المؤمنینؒ کا سر مبارک دفن ہے۔ وہاں بھی
زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ مشرق میں ڈھاکہ اور چانگام کئی بار گئے ہیں جنوں
قبلہ قدس سرہ کے ساتھ بھی تبلیغی سفر میں چانگام اور ڈھاکہ جانے کا اتفاق
ہوا ہے۔ میرسر کے ضلع چانگام کے پاس نئے پاشن میں امیر المؤمنین حضرت
سید احمد شہیدؒ کے نامور خلیفہ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ۔ مانگ تہ
کلکتہ میں قطب اللہ حضرت صوفی سید فتح صاحبؒ و سیدی اور فرزند شریف
ضلع جوگلی میں حضرت مولانا ابو بکر صاحب صدیقیؒ اور حضرت مولانا شاہ غلام
سلمان صاحبؒ کے دربار میں حاضری ہو چکی ہے۔ بنڈیل شریف ضلع جوگلی میں
قطب اللہ مفتوح زماں حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے دربار گہر بار میں کئی بار
ہفتوں تک قیام کا اتفاق ہوا ہے۔ شمال مشرق میں جوگی گھوپا کے پاس
دیپے برہمپور کو عبور کر کے قصبہ گوالپارہ تک گئے ہیں ہفتیاں ضلع پورنیہ میں
جہاں حضرت حامد حامد حسن صاحب قبلہ قدس سرہ نے سلسلہ کی تبلیغ و شاعت
کے لئے خانقاہ قائم کیا تھا، کئی بار شریفی لے گئے۔ رشاد ہدایت کے سلسلہ میں
اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ نے بارہ کلکتہ، دہلی، بمبئی، طمانگر، جمشید پور، گیا، کھاروا
قلعہ ناندہ (پہلے ضلع پٹنہ)، چترال ضلع بیرکھوم اور پٹنہ عظیم آباد کا سفر کیا ہے۔ اور

اسی مقصد کے تحت حضور قبلہ عالم اودام الشرفیوں نے بنگال۔ آسام۔ بہار۔ اٹلیہ اور
 آئرلینڈ کے بہت سے قصبات اور واقعات کا دورہ کیا ہے۔ اگر اللہ کے کسی بندے
 کو اللہ کی تلاش ہے تو خواہ وہ کتنی ہی دوری پر ہو اور راستہ کتنا ہی پیچیدہ اور شواہ
 گزار ہو، اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مظلہ کی سفر کی تمام دشواریاں اور پریشانیوں کے باوجود اس
 بندہ خدا تک پہنچنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں۔ بلکہ اللہ کے اس بندہ کو اللہ سے ملانے
 کے لئے بے چینی اور بے قراری اور اس کا مقصد پورا ہوجانے کے بعد سرت و شادمانی عکس
 فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت پروردگار قبلہ مظلہ کو اپنے مریدین اور متوسلین سے بڑا پیار اور
 بڑی محبت ہے۔ ان پر بڑا شہادت و شفقت و عنایت اور مہربانی کی نظر رکھتے ہیں۔ جب ان کا
 علی گڑھ یا منگراواں میں مقیم ہونے کا وقت آتا ہے تو ان کے عظیم کے طول و عرض سے ہر روز پارچے سے
 بند لاکھ خطوط مریدین اور متوسلین کے آتے ہیں۔ ان تمام خطوط کو پڑھنے کے فوراً
 بعد خود اس کا جواب لکھتے ہیں۔ اور یہ خطوط اس روز ڈاک میں ڈالے جاتے ہیں۔
 بعض مخصوص حالات کے سوا خطوط کے جواب عموماً مختصر تحریر فرماتے ہیں۔ مریدین اور
 متوسلین کی دینی اور دنیاوی ضرورتوں سے باخبر ہوتے ہیں۔ ان کے لئے دعا فرماتے ہیں
 ان کے دینی مشاغل کی نگرانی کرتے ہیں۔ ضروری ہدایات دیتے ہیں اور دنیاوی کاموں کے
 سلسلہ میں ضروری مشوروں سے نوازتے ہیں۔

متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن ہر شخص کا نام یاد رکھتے ہیں۔ کوئی ضرورت
 کافی طویل عرصہ کے بعد بھی حضور قبلہ مظلہ کی خدمت عالی میں حاضر ہوتا ہے اس کا نام

یاد آجاتا ہے۔ اکثر اس کے علاقہ کا نام بھی یاد رہتا ہے۔ چونکہ روزانہ خطوط کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اکثر و بیشتر حضرات خط و کتابت کے سلسلہ میں جوابی کارڈ یا جوابی لفافہ بھیجتے ہیں۔ تاکہ پتہ تلاش کرنے اور اس کے لکھے میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو اور جواب فوراً آجائے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ، جہاں کہیں بھی تشریف رکھتے ہوں، امریدین اور متوسلین پر دانہ وار آپ کے پاس پہنچے رہتے ہیں منگراؤں اور غلظم گڑھ میں کوئی دن ایسا خالی نہیں جاتا کہ کچھ نہ کچھ مہمان موجود نہ ہوں۔ غم کو ایک سے لے کر سات مہمان تک اور کبھی کبھی کچھ زیادہ بھی موجود رہتے ہیں۔ ایک آتا ہے، دوسرا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ اپنے مہمانوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے ہیں اور ہر طرح ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کے صاحبزادے پوتے اور نواسے بھی مہمانوں کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ یہ حضور قبلہ مدظلہ تمام لوگوں سے نرمی، اخلاق اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ لیکن دنیاوی حیثیت سے بااثر اور معزز حضرات اور اپنے قریب ترین امیر و کبیر رشتہ داروں کے مقابلہ میں اللہ کی یاد میں مشغول غریب ترین انسان کو ترجیح دیتے ہیں۔ منگراؤں میں جہاں بھینس موجود ہے۔ مہمانوں کے لئے دسترخوان پر بالائی، گھی، دودھ، دہی موجود رہتا ہے۔ عابری خاں ساری اور مہمان نوازی کا یہ عالم ہے کہ منگراؤں میں اگر اسرار بالہ موجود نہ ہوں، تو کبھی کبھی اپنے پوتوں کے ساتھ مہمانوں کا کھانا خود اندر سے لاتے ہیں۔ تاکہ مہمانوں کو ذرا بھی تکلیف نہ ہو۔ کبھی کبھی جلتے وقت کچھ تحفہ بھی مہمانوں کو دیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مظلّم کے اوقات بالکل متعین اور منضبط ہیں اور غیر معمولی حالات کے سوا کبھی ان میں فرق نہیں ہوتا۔ موسم گرما میں رات کے دو بجے اور موسم سرما میں تین بجے تہجد کے لئے بیدار ہوتے ہیں۔ نیند پر ایسا قابض ہے کہ فجر کی اذان شروع ہوئی اور سو گئے۔ اذان ختم ہوئی اور بیدار ہو گئے اور اتنے قلیل ترین وقفہ کی نیند بھی فرحیت اور تازگی کا باعث ہو جاتی ہے اپنے پیرومرشد حضرت عاقل صاحب علم کی طرح رات میں تھوڑی تھوڑی دیر پر بیدار ہوتے رہتے ہیں۔ اشراق کے بعد ناشتہ تناول فرما کر آرام فرماتے ہیں۔ چاشت کی نماز کے بعد بھی مراقبہ میں بیٹھتے ہیں۔ دن کا کھانا نماز ظہر سے کچھ قبل اور رات کا کھانا نماز مغرب کے فوراً بعد تناول فرماتے ہیں۔ قرآن شریف نماز ظہر کے بعد تلاوت فرماتے ہیں۔ عصر سے مغرب اور مغرب سے عشاء تک کا وقفہ تلقین وارشاد میں صرف کرتے ہیں۔ فجر اور مغرب کے بعد تقریباً ایک ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھتے ہیں۔ نعتی واثبات کے ذکر اور دوسرے اذکار الہیہ کے لئے تہجد کے بعد کا وقت مقرر ہے۔ اس کے بعد نماز فجر تک توہ و استغفار میں مشغول رہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت پیرومرشد قبلہ مظلّم کا قد مبارک ۵ فٹ ۸ اینچ اور وزن تقریباً دو من ہے۔ جسم مبارک دوہرا، گلاز اور طغی ہے۔ رنگ ہلکا سا لالہ مائل بہ گندمی ہے۔ سر مبارک بڑا، پیشانی کشادہ اور ریش مبارک کے بال ہلکے ہیں۔ پیشانی مبارک پر سجدہ کے نشان کے پاس ایک چھوٹا سا مشابہ جو عظمت اور اقبال مندی کی نشانی ہے۔ چہرہ مبارک پر نور کی تابانی اور درخشانی دیکھی

کے لائق ہے۔ آپ کی مجلس میں آنے والا کوئی بھی شخص آپ کے روئے اور کی تابانی اور آپ کے حسن اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ امام الشرفیوضہ بہت ہی سادگی پسند ہیں۔ سادہ لہو ہلکا کھانا پسند فرماتے ہیں۔ عام طور پر لنگی۔ گڑنا۔ صلیبی اور سفید گول ٹوپی پہنتے ہیں۔ باہر جانے پر پاجامہ اور شروانی بھی پہنتے ہیں۔ طبیعت میں نفاست و رطافت بہت ہے۔ انڈا اور مچھی نہیں کھاتے۔ چائے نہیں پیتے۔ گوشت کے مقابلہ میں بھری زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ گوشت کا ایک یا دو ٹکڑا تناول فرما پھلوں میں آم، خربوزہ، انگور اور سیب مرغوب ہیں۔ کھانا بہت کم کھاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مظلہ دینی اور دنیاوی معاملات میں اپنے مریدین اور متوسلین کے تساہل اور تغافل کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔ جس طرح نماز پنجگانہ اول وقت میں اور اوراد و وظائف پورے اہتمام اور اس کی اہمیت کے ساتھ وقت معینہ پر پڑھنے کا حکم ہے۔ اس طرح دنیاوی معاملات، فرائض منصبی و حصول معاش کے کاموں کو بھی محنت، ایمان داری اور پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دینے کی امید کی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ امام الشرفیوضہ کبھی بھی اپنے مریدوں کو ان کے لباس وضع قطع، فروشی باتوں اور سیاسی مسلک کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ وہ قلب کا علاج کر دیتے ہیں اور جب قلب درست ہو گیا، تو پھر انسان سچے اسلامی پانچوں میں ڈھل جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مظلہ کا موجودہ وطن موضع منگرا نوں جہاں آپ کی

دادی محترمہ کا میکہ تھا۔ جہاں اُن کے آبائی خاندان میں آپ کی شادی ہوئی۔
 ضلع اعظم گڑھ کی صدر تحصیل کے جنوبی حصہ میں شہر ناکا کی ایک بڑی بستی ہے اور
 من گئی ندی کے طاس میں ندی سے ڈیڑھ میل دکھن ۲۵ درجہ، ۵۵ دقیقہ شمالی عرض
 اور ۸۳ درجہ ۱ دقیقہ مشرقی طول البلد پر اعظم گڑھ سے ۴۴ میل دکھن پچھم، جون پور
 ۲۹ میل اور بنارس سے ۴۲ میل اتر پورب کی طرف واقع ہے۔ منگرا نواں کے ڈیڑھ میل
 پچھم سے بنارس اعظم گڑھ روڈ گذرتی ہے جو چند میل اتر محمد پور میں، جون پور اعظم
 روڈ سے مل جاتی ہے۔ محمد پور سے اعظم گڑھ ۴۴ میل اتر پورب سے بنارس اعظم گڑھ روڈ
 پر بنارس سے ۴۲ میل اتر اور محمد پور سے دو میل دکھن ایک مقام پر بندر بازار
 ہے۔ یہاں سے ایک پختہ سڑک دکھن پورب میں مشہور تاریخی مقام مینہ نگر کو
 جاتی ہے۔ مینہ نگر سے ۸ میل آگے کھار یا میں اس پختہ سڑک کی کئی شاخیں جو جاتی
 ہیں۔ ایک شاخ اتر پورب میں دسن میں کے فاملہ پر، اعظم گڑھ فازی پور روڈ
 پر تحصیل محمد آباد کے قصبہ چریا کوٹ سے ملتی ہے۔ دوسری شاخ دکھن میں
 تحصیل لال کھنچ کے تھانہ منہاج پور جاتی ہے اور وہاں سے پچھم رنج سڑک روڈ گاؤں
 میں پھر بنارس اعظم گڑھ روڈ سے مل جاتی ہے کھار یا کو براہ راست اعظم گڑھ
 پندرہ میل لمبی ایک پختہ سڑک کے ذریعہ ملا دیا گیا ہے۔ کھار یا سے ایک غام
 سڑک دکھن پورب میں سات میل بعد چریا کوٹ سے اونری ہار جلنے والی
 پختہ سڑک سے ملتی ہے۔

بزرگ بازار سے مینہ نگر کو جلنے والی پختہ سڑک پر دو میل کے فاصلے پر

سڑک سے نصف میل دکن منگراٹوال بستی ہے۔ بختہ سڑک سے گاؤں میں دو سڑکیں جاتی ہیں۔ کچھ دور دکن جا کر دونوں سڑکیں مل جاتی ہیں۔ گاؤں میں جانے والی مشرقی سڑک پر ایک تالاب کے کنارے مدرسہ ہے اور مدرسے پر پورب ہائی اسکول ہے۔ یہ دونوں تعلیمی ادارے اعلیٰ حضرت قبلہ بظلا کے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب وکیل اہم اہل۔ اے کی کوششوں سے قائم ہوئے ہیں۔ بستی کی خاص آبادی سے اتر گاؤں کی سڑک کے کنارے وسیع اور کشتاہ خیر گاہ ہے۔ بستی میں ۱۱ ٹولے ہیں اور چھ مسجدیں ہیں۔ جامع مسجد اعلیٰ حضرت قبلہ ادا م اللہ فیونہ کے مکان سے متصل اتر ہے۔

منگراٹوال اعلیٰ حضرت قبلہ بظلا کے آبائی وطن نوناری سے ۴۴ میل پورب تدر سے دکن اور حافظہ حامد حسن صاحب مولوی کے وطن کوئٹہ سے ۲۵ میل دکن پورب ہے۔ سڑک کے ذریعہ محمد پور سے چار میل، اعظم گڑھ سے ۱۸ میل، جون پور سے ۳۲ میل، بنارس سے ۴۴ میل، مینہ نگر سے ۱۴ میل، کھاریا سے ۱۲ میل، چیر یا کوٹ سے ۲۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سے نزدیک ترین ریلوے اسٹیشن نادکھال سیرن ریلوے کی موٹا شاہ گنج سیرنگیج لائن پر پھر یا ۱۷ میل اتر اور رانی کی سرے ۱۹ میل اتر پورب ہے لیکن آمد و رفت کی زیادہ آسانی اعظم گڑھ، بنارس اور جون پور سے ہے۔

اسے موضع منگراٹوال رائے پور، بلاک محمد پور تحصیل صدر اعظم گڑھ۔ رقبہ ۲۵۴۸، ایکڑ ۴۱۳، مکانات اور آبادی ۱۹۶۱ء کی ۲۵۹۹ نفوس۔ اعظم گڑھ ضلع سیشن ہینڈ بک ۱۹۶۱ء۔ اور آبادی ۱۹۶۶ء۔

محمد پور ڈاکخانہ کا پوسٹل انڈیکس نمبر ۲۷۲۰۵ ہے۔

منگراٹوال کے اتر مقدم پور۔ اتر پورب میں سرمن پور، دکھن پورب میں خنجر پور،
دکھن میں سلطان پور، دکھن پچھم میں کاسبیر علی پور اور پچھم میں مظفر پور اور کھنولی ہے۔ دکھن
پچھم میں تحصیل کی سرحد پر دھرسالا ٹال نامی ایک ٹھہریں ہے۔ منگراٹوال، سندھ، تحصیل کے
محد پور بلاک اور گنپھر پور تھانہ میں ہے۔ یہاں محکمہ پور کے بڑے ڈانخانہ کی ماتحتی میں ایک
چھوٹا ڈاک خانہ ہے۔

اعلیٰ حضرت قبیلہ مذللہ کے ایک صاحبزادے کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔
ان کے بعد حضرت قبیلہ مذللہ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ ان میں سے ایک
اور ایک صاحبزادی عسکی موت کا حشر قبیلہ کو عدم برداشت کرنا پڑا ہے۔ بڑی صاحبزادی
صاحبہ سے چھوٹے اور صاحبزادوں میں سب سے بڑے جناب سعدالین صاحب مرحوم تھے۔
بڑے بااثر، باوقار، وجیہہ اور ادب و خوبصورت جوان تھے۔ ۱۹۶۳ء کے موسم سرما
میں پھر باسٹیشن کے پاس چلتی ہوئی ٹرین سے ڈاکوؤں کے نیچے ڈھکیل دیا اور وہ
عین عالم جوانی میں شہید ہو گئے۔ یہ حادثہ جانکاہ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ کے عشر
ثانیہ وسط فروری ۱۹۶۳ء میں پیش آیا۔ مرحوم کی صرف ایک صاحبزادی فرزانہ
عزت چینی بابی یادگار ہیں۔ پہلے علی گڑھ میں چچا کے ساتھ تھیں۔ ان دنوں
اعظم گڑھ میں پڑھتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبیلہ مذللہ کی بڑی صاحبزادی جناب بی بی رضوانہ صاحبہ حانظہ فرزانہ
تھیں۔ وہ طویل عرصہ تک مع اہل و عیال اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبیلہ کے ساتھ رہیں
اور آپ کو حضور قبیلہ کی خدمت کا بہت موقع ملا۔ ان کی شادی تحصیل کے صدر مقام

پھول پور سے پانچ میل اتر نوادہ میں جناب صوفی محمد اظہار الحق خاں صاحب سے ہوئی تھی۔ جناب محمد اظہار الحق خاں صاحب کو شرفِ سعیت حضور قبلہ مدظلہ سے حاصل ہے۔ وہ ماہل میں کاروبار کرتے ہیں۔ صاحبزادی صاحبہ چند سال تک بیمار رہیں۔ غلی گڑھ اور عظیم گڑھ میں علاج ہوا۔ لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ حجرات ۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ = ۱۹۷۳ء کو ۱۲ بجے شام میں عظیم گڑھ میں انتقال ہوا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کو دنوں کے بعد اولاد کی موت کا دوسرا شدید صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ حضور قبلہ ادام اللہ فیوضہ پر صاحبزادی صاحبہ کے انتقال کا گہرا اثر پڑا۔ لیکن اس صدمہ عظیم کو بھی اعلیٰ حضرت نے نہایت ہی صبر و سکون کے ساتھ برداشت کیا۔

صاحبزادی صاحبہ مرحومہ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں یادگار ہیں جناب اسرار الحق خاں، احتشام الحق خاں، فرحانہ خانم، عذرا خانم، ابصار الحق صبیحہ خانم اور احسان الحق۔ والدہ کے انتقال کے وقت صبیحہ خانم (بانی) صرف پانچ سال کی اور احسان الحق (پہلو بابو) صرف ڈھائی سال کے تھے۔ اور یہ دونوں بچے اپنی دادی صاحبہ کے پاس نوادہ جانے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ چنانچہ ان دونوں بھوٹے بچوں کی پرورش و پرداخت کی نگرانی حضور قبلہ مدظلہ پر آگئی۔ بڑے صاحبزادے اسرار بابو نے

۱۰ نومبر ۱۹۷۱ء تک ادب تحصیل پور۔ رقبہ ۳۵۸ ایکڑ اور آبادی ۱۹۶۱ء کی ۸۷۴ نفوس۔ عظیم گڑھ ضلع

سینٹ ہینڈیک ۱۹۶۱ء۔ آبادی ۱۹۶۶ء۔ نوادہ میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ ٹیری کے بڑے ڈکھانے

کی ماتحتی میں ہے۔ پوسٹل انڈیکس نمبر ۲۷۶۱۳۱ ۲۷۶۱۳۱۔ ۲۷۶۱۳۱۔ ۲۷۶۱۳۱

بولائی ۱۹۷۱ء میں شبلی نیشنل کالج سے بی اے پاس کیا۔ پھر بی۔ ایڈ کی ڈگری حاصل

کی۔ ان دنوں قانون کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں دو امتحانات پاس کیے ہیں۔ تیسرے سال کا امتحان باقی ہے۔ تعلیم تمثیول کنگن ہو چکی ہے۔ برابر اعلیٰ حضرت قیامیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہتے ہیں۔ سلسلہ کا بہت کام کیا ہے۔ کئی آدمیوں کو آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہونے کی توفیق عطا ہوئی ہے۔ والدہ کے انتقال کے چند روز پہلے زانی کی سرائے کے پاس شرعی طریقہ پر آپ کی شادی ہوئی اور درجہ نے بہو کو دیکھنے کے بعد انتقال کیا۔

بابو احتشام الحق خاں نے شبلی نیشنل کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ ان دنوں علی گڑھ میں ماموں جان کے ساتھ رہتے ہیں اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں جغرافیہ میں آنرز لے کر بی اے کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی نواسی فرحانہ نے میٹرکولیشن کا امتحان پاس کیا اور ان دونوں اعظم گڑھ کے مدرسہ نسواں میں انٹرمیڈیٹ میں پڑھ رہی ہیں۔ ان کی شادی بھی شرعی طریقہ پر مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے وطن بنڈرول نلع اعظم گڑھ کے لائق و فائق نوجوان بابو نسا علی عالم صاحب سے ہوئی۔ بابو نسا علی عالم صاحب کول انٹرنس انٹرمیڈیٹ کے تحت، اصبہا کے پاس گارڈی میں بجلی کے محکمہ میں اچھے عہدہ پر فائز ہیں۔ عزا خانم صاحبہ اور بابو ابصار الحق خاں دونوں اعظم گڑھ میں اسکول میں پڑھ رہے ہیں۔ بیوہ خانم کا بھی اسکول میں نام لکھا دیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبیلہ اداہ الشرفیونہ کے دوسرے صاحبزادے جناب ظفر الدین خاں

صاحب مظلّم، انہوں نے اعظم گڑھ میں انٹر میڈیٹ تک تعلیم حاصل کیا۔ پھر کاشتکاروں کی طرف متوجہ ہوئے۔ بہت ہی سادہ، مستعد، محنتی اور کامیاب کاشتکار ہیں۔ ان کے فضل و کرم سے بڑی فراوانی اور خوش حالی ہے۔ بہت ہی بااثر، غریب پرور اور بہان نواز ہیں۔ قیام آپ کا منگراٹواں میں رہتا ہے۔ آب پاشی کے لئے بوزنگ کا انتظام ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مظلّم، جب منگراٹواں میں تشریف رکھتے ہیں، تو روزانہ ناشتہ کے بعد مریدین اور متوسلین کے ساتھ بوزنگ پر جاتے ہیں۔ چاشت کی نماز میں پڑھتے ہیں۔ تلقین و ارشاد کا کام بھی جاری رہتا ہے۔ بابوظرف الدین ^{خلل} صاحب کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ صفیہ ظفر طارق ظفر۔ ثاقب ظفر۔ شجاع الدین۔ حسد اور حسام الدین آپ کے بچوں کے نام ہیں۔ حسام الدین بابو ابھی بشر خوار ہیں ان سے بڑی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ظفر الدین بابو کے باقی بچے اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ مظلّم کی نگرانی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں حسد خانوں (گڈی بی بی) ابھی چھوٹی ہیں وہ کبھی اعظم گڑھ میں اور کبھی اپنی والدہ کے ساتھ منگراٹواں میں رہتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادام الشرفیوضہ کے دوسرے صاحبزادے جناب محمد عبداللہ صاحب مظلّم، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ تعلیمات اسلامی میں لکچرر ہیں۔ حضرت حافظہ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کے دامن تربیت سے حضور قبلہ مظلّم کے

ہونے کے بعد اور شرفِ معیت سے دو ماہ قبل مرشد زادہ جناب محمد عبداللہ
 صاحب مدظلہ ۱۴ فروری ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ شبلی نیشنل اسکول ۱۹۵۳ء میں
 ہائی اسکول، ۱۹۵۵ء میں انٹر میڈیٹ اور ۱۹۵۷ء میں شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ
 سے بی۔ اے کیا۔ ۱۹۵۹ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انگریزی میں اور ۱۹۶۱ء
 میں عربی میں ایم۔ اے کیا۔ ۱۹۶۲ء میں ایل۔ ایل۔ بی اور ۱۹۶۳ء میں بی۔ بی۔ ٹی۔ ایچ
 کا امتحان پاس کیا۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ادارہ علوم
 اسلامیہ میں بحیثیت ریسرچ اسٹنٹ کام شروع کیا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز
 صاحب محدث دہلوی پر کئی مقالے لکھے اور اسی موضوع پر اپنا تحقیقی مقالہ بھی تقریباً
 مکمل کیا۔ ۱۹۷۰ء میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ اور اس
 عہدہ پر اپنے فرائض باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔

۱۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے بڑے صاحبزادے اور امیر المومنین
 سید احمد شہید کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا دہلی
 میں ۷ ستمبر ۱۲۳۹ھ = ۵ جون ۱۸۶۳ء کو انتقال ہوا۔ مزار مبارک خواجہ میر درد دہلی میں
 مولانا آزاد ٹیکل کالج اور دہلی جیل کے قریب مہدیان میں ہے۔ یہیں آپ کے والد محرم
 دونوں چھوٹے بھائیوں مولانا شاہ رفیع الدین صاحب اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے مزارات بھی ہیں۔
 سالہ صراط الشہادتین، بستانِ عیثین، تھنہ اثنا عشریہ، تفسیر رفیع العزیز وغیرہ آپ کا مشہور تصانیف
 قاموس الشاہیر، نظامی بابری، جلد دوم ص ۶۵ اور خط جناب رشاد زادہ صاحب محرم، مورخہ یکم

جون ۱۹۶۹ء میں شرفِ بعیت سے مشرف ہوئے۔ بڑی محنت اور

ریاضت کی اور بہت ہی جلد مختلف نیشنوں کی تکمیل کا شرف حاصل ہوا۔ تعلیم تصوف
کامل ہو چکی ہے۔ اکثر و بیشتر اعلیٰ حضرت قبلہ مظلہ کے ساتھ سفر میں آپ کو خدمت کا
موقع ملا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں جب اعلیٰ حضرت قبلہ مظلہ، چوتھی بار حج بیت اللہ کو
تشریف لے گئے تھے، تو اس مبارک و مسعود سفر میں بھی آپ کو اعلیٰ حضرت

ادام اللہ فیوضہ کے ساتھ رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جناب مرشد زادہ صاحب مظلہ نے دہلی روڈ علی گڑھ میں مکندہ

لاج کے قریب اپنا ذاتی مکان ظفر منزل کے نام سے تعمیر کرایا ہے۔ اعلیٰ حضرت

قبلہ مظلہ نے کئی بار سفر سے واپس آکر ظفر منزل میں مرشد زادہ صاحب کے ساتھ قیام فرمایا ہے

۳ اگست ۱۹۶۳ء کو قصبہ بھول پور ضلع اعظم گڑھ کے جناب بدر الدین خاں

صاحب کی صاحبزادی سے مرشد زادہ جناب محمد عابد الدین خاں صاحب محترم کی شادی
آپ کی ایک صاحبزادی صاحبہ اور چار صاحبزادے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی

بالترتیب یہ ہیں: شامین افروز، احمد سعید خاں، اسعد سعید خاں، احسن سعید

اور افضل سعید خاں۔

مرشد زادہ جناب محمد عابد الدین صاحب محترم کی ناچیز راقم الحروف

پر بڑی جاہر بانیاں ہیں۔ ۱۹۶۴ء میں جب وہ اپنے مقالہ تحقیقی کے سلسلہ میں

پٹنہ تشریف لائے، تو جناب ڈاکٹر نور الدین صاحب کے مشورہ سے چند روز ناچیز کے

اولاد سے بھی بڑا پیار رہے۔ بچوں کے آرام و آسائش کا پورا خیال رکھتے ہیں اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت، ان کے نظام اوقات کی پابندی پر کافی توجہ دیتی ہے۔ بچیاں گھر کا کام کر لیتی ہیں اور وقت پر اسکول اور کالج چلی جاتی ہیں۔

مشاغل دینی اور ادا و وظائف میں تعادل اور تساہل پر اگر اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ اپنے مریدین اور متوسلین کے ساتھ زبردستیہ سے کام لیتے ہیں، تو پھر ان کے تالیف قلوب کا پورا خیال رکھتے ہیں اور دینی و دنیاوی دونوں حیثیتوں سے ان کو اچھے حالی میں فرما دینا، آباد و شاد دیکھا جاتے ہیں۔

اپنے مریدین اور متوسلین کی رہنمائی کے لئے چند سال قبل اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ نے پیغام نخل کے نام سے جو کچھ تحریر فرمایا تھا۔ وہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَمَا یَسْأَلُکُمْ فِیْ شَیْءٍ

وَمَا یَسْأَلُکُمْ فِیْ شَیْءٍ

آج کل جماعت کی تالیف اس کی تھا، اس کا استیقام اور استواری نظم و ضبط تنظیم و انتظام ہے۔ نظم و ضبط تنظیم و انتظام میں لپچ ہو اور اپنے اصول و ضوابط اور اپنے اہتمام کے ساتھ قائم اور باقی رہوں، تو شیرازے کے بکھرے اور استیقام و استواری کے متزلزل ہونے اور بنیاد کے انہدام کا امکان ہے۔ اللہ جل شانہ اس قسم کے ردگوں خرابیوں اور خامیوں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

۱۔ درج ذیل جہان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور دود و سلام بھیجتے ہیں۔ اس کے برگزیدہ رسول پر (ص) قرآن پاک: سورہ ہومن (۴۰)۔ آیت ۱۳؛ پارہ ۲۴۔ رکوع ۷ اور صحت دہی شخص قبول کرتا ہے (خدا کی طرف) رجوع (کرنے کا ارادہ) کرتا ہے [

حقیقی روشنی، فرض شناسی، ہمت، عزم اور وسعت نگاہی سب کے حقوق کا لحاظ اور چھوٹے بڑے کا خیال نگاہ کے سامنے رہنا بنائے۔ اللہ کی راہ میں اخلاص، ایثار اور اسلاف کی روش کے انداز پر دواں دواں، خوش، خوشام چلتا، حرکت کرتا، عمل کے مظاہرے پیش کرتا، مقصود کو سامنے لکھتا ہوا کامزن ہو۔

كَلِمَةُ رَاجِعٍ وَكُلُّ رَاجِعٍ مَسْئُولٌ عَنْ رِعِيَّتِهِ - كالحكم صلا

لعد بیان حق لازمی اور ضروری جانے۔ حق دانی، حق نفی اور حق بیانی کو لازمی طور پر اپنا شعار بنائے۔ ہمیشہ چھوٹا ہوا یا بڑا اپنے موقع اور مقام کی ذمہ داری کو قائم رکھے اور جہاں تک ممکن ہو اختلاف سے بچے، شگفتگی، نشاط اور خوشی پر عمل، ہر قدم اور ہر حالت میں فروری اور لازمی جانے۔

دائیں بائیں، آگے پیچھے نگاہ رکھنا، تھکنے کے لئے نہیں بلکہ اس یقین اور اذعان کے ساتھ عمل ہو کہ اپنی خوبی سے خوبی اور اپنے کام سے کام ہو۔ ہر شخص کو اپنے عمل کا نتیجہ خود کرنے سے ملے گا۔ کوشش چاہیے کہ غلصین کا ایثار، بے نفسی، زردنی اور تواضع پیدا ہو۔ جو نیک ہوا اللہ کے لئے، جو کلام جو اس کی اطاعت کے لئے، جو فرض جو اس کی رضا کے لئے، جو مقصد کی بہانیت ہو، وہ ہو۔

جماعت میں اچھے بھی ہوتے ہیں۔ خراب بھی۔ غلصین بھی ہوتے ہیں اور بکر بھی۔

۱۱۱ حدیث شریف: لہم میں کا ہر شخص (چوہا) نگہبان ہے۔ اور ہر (چوہا) نگہبان ہے اس کی رعیت (ریوڑ) کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

جماعت چھوٹے بڑے ہر قسم ہر انداز کے لوگوں سے بنتی ہے۔ مگر جو قوم اٹھے
پیچھے نہ رہے۔ جا ہوا آگے بڑھے۔ ڈنگائے نہیں۔

دریں درطہ کشتی فروش ہزار

کہ میدان رش و تاخت برکنار

ایک بڑی تینہ ہے۔ بہترے اٹھے، کھڑے ہوئے پٹے، دورے، اور
منزل کے قریب پہنچے واپس ہی گئے کہ کبھی کبھی بادی بی سہ راہ ہو گئی اور ہمیشہ کے
لئے حیران میں بڑھے خوش نشینی اور سعادت یہ ہے کہ مستقیم الاحوال اور
خاتمہ بالخیر کا پورے خوف و رہا کے ساتھ خیال ہو۔ جب خاتمہ بالخیر ہو ساری سعادتیں
سچو مشکوٰۃ کی قومی کامر شدہ نہیں گی اور سلاماً سلاماً کی بہار پیش نظر ہو گی۔

ہوشیار! یہ بڑوں کی میراث ہے۔ بگڑنے نہ پائے، سابقین و معرین
کے اخلاقیات ہو، تاخلف نہ کہلائے جاؤ۔ بناد ابا کھو کر افسوس نہ کرنا بڑے بڑے
کرد و نمانہ پڑے۔ پھر اتھرتے اور افسوس کرنے سے کیا حاصل۔ جب وقت
غریب ضائع ہو چکے اور قدر کے اوقات میں محرومی رہ جائے

شیطان ہمیشہ کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اس کی چالوں میں نہ آنا۔ اس کے چسلاؤ
میں نہ پڑنا۔ اس کے دھوکے سے ہمیشہ ہوشیار رہنا کہ وہ لا اَحْتِنَاکَ دَرِیْتَهُ
اَلَا قَلْبًا۔ کہہ کر آیا ہے۔ وہ ہمیشہ گھات اور تاک میں ہے۔ کھسلاؤے کے

لہٰذا قرآن پاک سورہ ہی اسرائیل (۱۱) آیت ۶۲: پارہ ۱۵-۱۶ رکوع ۷، [تو میں (بھی) بجز قدرے ظلیل
لوگوں کے اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کر لوں گا۔

بے بہت سی چالیں چل سکتا ہے۔ گراہ کرنے کے لئے ہر طرف سے آواز دے سکتا ہے۔

چاہیے کہ ان عبادی کیسے نکلتے ہیں؟ علیہ السلام کی سوا سے کہہ رہے ہیں

کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

والسلام

عمر منزل، علی گڑھ

۱۲ مارچ ۱۹۴۳ء

محمد سعید خاں

اعلیٰ حضرت قبیلہ عالم ادا م العارفین نے اپنے کچھ منہ کی پیر ہر نگار پر جو بخش
 و رہا بہت مریدوں کو خلافت سے مرزا فرمایا ہے۔ ایسا اچھی نگاہ ان کے اسماء گرامی
 علوم نہیں ہیں۔ مریدین اور متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے
 بہت سے حضرات کی تعلیم کمال پر پہنچی ہے۔ کچھ لوگوں کی تعلیم تکمیل کے قریب ہے
 اور کچھ ابھی تعلیم کی ابتدائی منزل میں ہیں۔ اعلیٰ حضرت تلبہ مازنا کے مریدین
 روز متوسلین کی فہرست ابھی مرتب نہیں ہو سکی ہے۔ مریدین کی کثیر تعداد ان
 سے صرف چند حضرات کے نام یہاں بغیر کسی تخصیص کے پیش کر کے جاتے ہیں۔

قرآن پاک: سورہ نبی اسرہ (۱۱۰) آیت ۵۹ (پارہ ۱۵) دیکھو

(میرے خاص بندوں پر مقرر کیا ہوا ہے)

کہ ان لوگوں کی طرف سے ہوتی ہے میں اسی لئے ان کو مقرر کیا ہوا ہے

- ۱۔ جناب مولانا آزاد رسول صاحب۔ جامعہ پرائمری سکشن جامونگر۔ نئی دہلی۔
- ۲۔ جناب سید محمد حبیب الرحمن صاحب۔ ۲۔ ال / ۲ پانڈور وڈ۔ ساکھی جمشدر پور۔
- ۳۔ جناب عبدالخلیم صاحب، ہفتیان، براہ بالسی، ضلع پورنیہ۔
- ۴۔ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب، حوم، اسلام شہن، ریل گیٹ تیج گاؤں،
- ڈھاکہ۔

۵۔ جناب مولانا شریف احسن صاحب، مدرسہ جامع العلوم، باغ فرحت افزا،

بھوپال۔

۶۔ جناب مولانا عبدالحکیم صاحب، مدرسہ فیض العلوم، بخش پور، ڈاکخانہ ٹھکما،

براہ محمد پور۔ ضلع اعظم گڑھ۔

۷۔ جناب حاجی محمد اسحاق صاحب، شید و مرحوم، محلہ نیا پورہ۔ مالی گاؤں، ضلع

ناسیک (بھاراشتر)۔

۸۔ جناب محمد سیالہ ان کریم صاحب، محلہ نیا پوکر، قصبہ ٹولہ گیا۔

۹۔ جناب حاجی ولی محمد صاحب، قاضی چاک، ڈاکخانہ رفیع گنج ضلع اوزنگ آباد (بہار)۔

۱۰۔ جناب حاجی محمد آفاق خاں صاحب، کہنہ سرائے، بہار شریف، ضلع نالندہ (بہار)۔

۱۱۔ جناب مولوی معراج الدین صاحب، مرحوم۔ جلال پور، ضلع فیمن آباد۔

۱۲۔ جناب حاجی محمد علی مدنی صاحب، محلہ ہانڈی پورہ، جے پور (راجستھان)۔

۱۳۔ جناب منشی وصی احمد صاحب، مقام رانی، ڈاکخانہ دھنپت گنج، براہ سونہ

ضلع پورنیہ۔

- ۱۴- جناب عزیز الرحمن خاں صاحب متولی۔ جامع مسجد اعظم گڑھ۔
- ۱۵- جناب مرشد زادہ غصدا الدین خاں صاحب ظفر ہنزہ۔ دیگی ڈوڈر۔ ماگڑھ۔
- ۱۶- جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب۔ ڈنٹسٹ۔ باقر گنج۔ میٹھنہ۔
- ۱۷- جناب مولانا عبدالوہاب صاحب۔ کونڈہ۔ براہ پھول۔ ضلع اعظم گڑھ۔
- ۱۸- جناب ڈاکٹر پیر محمد صاحب تکمیلی۔ بیلی باغ۔ مالی گاؤں۔ ضلع ناسک (نہار اشرف)۔
- ۱۹- جناب حاجی احسان احمد صاحب صدیق، ہندوستان ٹیلرنگ ہاؤس سماجی پیشہ۔
- ۲۰- جناب حاجی محمد کتاب، انٹر صاحب محمد عمر صاحب روتہ۔ من پورہ۔ کبیرا۔
- ۲۱- جناب ہاشم غنی صاحب پوسٹل کلرک ریسٹو پورہ۔ تمبشید پورہ۔
- ۲۲- جناب محمد اعجاز صاحب۔ ہلار دو اناء۔ باقر گنج۔ میٹھنہ۔
- ۲۳- جناب محمد وکیل الرحمن صاحب ۱۵۔ ۱۔ برٹش انڈیا۔ اسٹریٹ کٹارہ۔
- ۲۴- جناب سید خیر الحسن صاحب طوطا بلڈنگ اہرولی۔ نئی دہلی۔
- ۲۵- جناب ڈاکٹر جمیل اختر صاحب سید ٹورہ۔ استھانوال۔ ضلع نالندہ (بہار)۔
- ۲۶- جناب مولانا قمر الحسن صاحب امام تھانہ مسجد۔ بارہہ۔ ضلع میٹھنہ۔
- ۲۷- جناب حاجی محمد سراج الدین صاحب بیچھی شریف براہ استھانوال۔ ضلع نالندہ۔
- ۲۸- جناب سید امتیاد احمد صاحب گولی مار۔ ہمد آباد۔ کراچی (پاکستان)۔
- ۲۹- جناب حاجی عبدالرشید صاحب رشید ام ماہیسا۔ الہ شکر بازار احمد آباد (بھارت)۔
- ۳۰- جناب محمد جمال الدین صاحب۔ دارالسلام، بارہہ، ضلع میٹھنہ۔
- ۳۱- جناب سر راجی خاں صاحب لہارہ۔ ضلع اعظم گڑھ (حلقہ مقام نزد جانغ سورا، اعظم گڑھ)۔

- ۳۲۔ جناب ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب (سابق ام۔ پی) گڑھی ڈیہہ۔
- ۳۳۔ جناب مینر عالم صاحب موضع بٹو پور۔ ڈاک خانہ سمی، ضلع نوابہ (بہار)
- ۳۴۔ جناب ابوصالح محمد متین صاحب، آنگہ۔ ڈاک خانہ بنیاد گنج۔ ضلع گیا
- ۳۵۔ جناب محمد حسین صاحب غوثی مولانا ڈیہہ۔ ڈاک خانہ مختار گنج۔ ضلع نالندہ
- ۳۶۔ جناب انوار احمد صاحب کھگونی پور۔ بھر وارہ۔ ضلع درہنگہ۔
- ۳۷۔ جناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب رمناباغ۔ پٹنہ ۴
- ۳۸۔ جناب حافظ محمد تسلیم صاحب چند پٹیا۔ ڈاک خانہ اورانی۔ ضلع مظفر پور
- ۳۹۔ جناب شبیر احمد صاحب قاضی چک۔ ڈاک خانہ رفیع گنج۔ ضلع اورنگ آباد
- ۴۰۔ جناب سید شبیر الدین صاحب آریہ نگر۔ پونچھ روڈ۔ لاہور (پاکستان)
- ۴۱۔ جناب محمد عالم گیر صاحب پیغمبر پور سنگھوالہ۔ ضلع درہنگہ
- ۴۲۔ جناب حاجی غلام کبریا صاحب۔ ریل گیٹ۔ تیج گاؤں ڈھاکہ ۵ (بنگلہ دیش)
- ۴۳۔ جناب عزیز احمد صاحب جنار دیو۔ چھنڈ وارا۔ (مدھ پردیش)
- ۴۴۔ جناب نعمت عبد الجلیل صاحب قوت الاسلام ہائی اسکول۔ بنگلہ
- ۴۵۔ جناب جلال الدین صاحب ہری پور۔ اسجہ مبیہ۔ براہ باسی۔ ضلع پورہ
- ۴۶۔ جناب مولوی وکیل الدین صاحب وکیل۔ اکریشین روڈ۔ پٹنہ ۷
- ۴۷۔ جناب نسیم احمد صاحب۔ درگاہ روڈ۔ پٹنہ ۷
- ۴۸۔ جناب حفیظ الدین صاحب ڈرائنگ پھر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی
- ۴۹۔ جناب ڈاکٹر شمس الدینی صاحب۔ دھبی ہاؤس۔ رمنہ روڈ۔ پٹنہ ۷

۲۲۔ حضرت صوفی سید فتح علی ضار کا تخلص

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قدس سرہ کا تخلص ویسی ہے۔ ویسی، ویس سے بنا ہے، جو عربی میں ایک کلمہ حقاقت ہے۔ اس کے معنی ہیں محتاجی، ارادہ کی ہوئی چیز، چاہی ہوئی چیز، یا نہ چاہی ہوئی چیز۔ ویسی، وسیع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ وسیع، کلمہ ترجم و توجیح ہے۔ اور کبھی مدح و انکسار تعجب اور تمبیہ کے لئے بھی آتا ہے۔

مراح میں لکھا ہے کہ ویسی، زبر کے ساتھ ایک ایسا کلمہ ہے، جو پون کے سلسلہ میں محبت یا نرمی اور بھولے پن کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔ ویسی کے معنی محتاجی کے ہوں یا اس چیز کے حسن کی انسان کو خواہش ہو یا نہ خواہش ہو۔ چنانچہ بولا جاتا ہے لَقِيَ وَهَيْبًا، یعنی جو چیز وہ چاہتا تھا، وہ اُسے مل گئی۔

جناب مولانا صوفی عبدالرحمان صاحب بقری نے انشائے جامی کے حوالے سے حیات ویسی میں لکھا ہے کہ مولانا عبدالرحمان جامی رح کے زمانہ میں مولانا

لَقِيَ وَهَيْبًا بِالنَّفْعِ كَلِمَةً تَسْتَعْمِلُ فِي مَوْضِعٍ رَأْفَةٍ وَاسْتِمْلَاحٍ لِلصَّبِيِّ وَالْوَيْسِ الْفَقْرُ وَمَا يُرِيدُ لَأَهْلَ نَسَانٍ صِدْقًا تَقَالُ قَدْ لَقِيَ وَهَيْبًا أَيْ لَقِيَ مَا يُرِيدُ

— مراج ابوالفضل محمد بن عمر ۲۵۳؛ المنجد۔ اکیسواں ایڈیشن۔ بیروت ۱۹۷۳ء

۹۲۲ شبلی اکیڈمی۔ انجم گراہ۔

درویش علی ویسی تخلص کے ایک زبردست شاعر تھے۔ چنانچہ انشاءے جامی میں مذکور ہے۔
 ”مولانا درویش علی کہ در صنعت کتابت انگشت نما است و در صناعت نظم و غزل
 فرد بے ہمتا، میان اصحاب قلم بہ خوشنویسی مشہور است و بزبان ادب ابیاب
 ویسی مذکور۔ ۵

آنکہ پاک و لطیف می گوید گر قصیدہ و گزلی ویسی است
 در حساب ہنر، اگر دیگران بست باشند فی المثل سے ہی است

قیاس غالب است کہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب نے اپنے تخلص میں
 اس لفظ کو نرمی، محبت اور بھولے پن کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

۲۳۔ دیوان ویسی

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے انتقال کے تقریباً بارہ سال
 بعد آپ کا دیوان پہلی بار ۱۸۹۸ء میں مطبع غوثیہ کلکتہ سے شائع ہوا۔ یہ ۲۰۸ صفحات
 پر مشتمل تھا۔ دوسری بار آپ کا دیوان ۱۹۲۲ء میں مطبع قیومی کانپور سے شائع ہوا۔
 جو ۲۳۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ حضرت صوفی صاحب کے دیوان کا جو ایڈیشن راقم الحروف
 کے سامنے ہے وہ تیسری بار ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ (نوری ۱۹۳۵ء) میں جناب حاجی

۱۔ حیات ویسی، حصہ اردو، مولانا زین العابدین صاحب اختری ص ۶۱
 ۲۔ خط الحاج جناب سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ، بنام راقم الحروف
 مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۴۵ء۔

Marfat.com

Marfat.com

عبدالقیوم صاحب تاجر کتب، ۱۶۔ ویلز لی اسکوائر کلکتہ کی فرمائش سے جناب قمر الدین صاحب مالک مطبع کے زیر اہتمام قیومی پریس کان پور سے شائع ہوا۔ اس کا غز سفید پتلا کمزور، قدرے بادامی رنگ کا ہے۔ راقم الحروف نے یہ کتاب نومبر ۱۹۶۹ء میں کلکتہ سے منگوائی تھی، ممکن ہے کہ شروع میں کاغذ بالکل سفید رہا ہو۔ لیکن چالیس ساں قبل طبع ہونے کے باعث اس کا رنگ بدل گیا ہو۔ کتاب کی قیمت ایک روپیہ ۵۰ پیسے اور تقطیع $\frac{93}{4} \times \frac{11}{4}$ انچ ہے۔ کل ۲۳۲ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں۔ اخیر میں حضرت مولانا شاہ غلام سلانی صاحبؒ کے بارے میں مولوی عبدالخالق صاحب کے ۵۵ اردو اشعار کے سوا باقی پوری کتاب فارسی میں ہے۔ اس دیوان کو مولوی سید میر حسن ولد مولوی سید محمد سید حسن ابن مولوی سید احسان علی صاحب کے حرم، شاہ پوری، مرشد آبادی نے حضرت ولیسی رح کے انتقال کے بعد مرتب کیا۔ شاہ پور تھانہ بھرت پور سب ڈویژن کانڈی ضلع مرشد آباد کی ایک بستی ہے۔ جہاں حضرت ولیسی قدس سرہ کی صاحبزادی رابعہ بنگال حضرت بی بی زہراؑ کی شادی ہوئی تھی۔ دیوان کے مرتب مولوی سید محمد میر حسن صاحب حضرت ولیسیؒ کے نواسے مولوی سید

لہ دیوان ولیسی کے مرتب مولوی سید میر حسن صاحب شاہ پوری کے پوتے ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب ڈھاکہ کالج (بنگلہ دیش) میں اسلامی تاریخ و تمدن کے شعبہ کے صدر اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں اسٹوڈنٹ پروفیسر ہیں۔ پاکستان میں ایرانی شہنشاہیت کے ڈھائی ہزار سالہ جشن کے موقع پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو ڈھاکہ کی اسلامی اکیڈمی کے ایک جلسہ میں انہوں نے اپنا ایک مقالہ پڑھا تھا (بقیہ حاشیہ منسلک پر)

احسان احمد کے خاندان کے اور رشتہ میں اُن کے بھائی معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت ویسی کے اہوں نے 'نانا' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مرتب کی طرف سے شروع میں دو صفحہ کا مختصر دیباچہ مقفیٰ اور پرتکلف فارسی میں عبارت ہے۔ اس مختصر دیباچہ میں ایک جگہ فارسی کا اور دوسری جگہ عربی کا ایک شعر آیا ہے۔

صفحہ ۴ سے صفحہ ۸۸ تک کل ۱۸۵ صفحات میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہ کی ردیفن وارد غزلیں اور قصیدے ہیں۔ درمیان میں صفحہ ۴۴ پر ن کی ردیف میں ۹ اشعار کی ایک غزل جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور صفحہ ۸۳ پر ۹ اشعار کی ایک غزل حضرت غوث الاعظم پیران پیر دستگیر کی منقبت میں ہے۔ متفرقات کے بعد بالکل اخیر میں صفحہ ۲۳۱ پر دس اشعار کی ایک دوسری غزل بھی حضرت غوث الاعظم سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی کی منقبت میں ہے۔ یہ غزل غالباً دیوان کے تیسرے ایڈیشن میں شامل کی گئی ہے۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۹ کا]

جس میں بنگال کے فارسی شاعروں کے سلسلہ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی کی خدمات کا اہتمام میں جائزہ لیتے ہوئے اس امر پر مسرت کا اظہار کیا گیا تھا کہ حضرت ویسی کا دیوان اُن کے دادا کا مرتب کیا ہوا ہے۔ اس جشن کے موقع پر جناب سید محمد جان عالم صاحب ایڈووکیٹ ٹھاکہ نے دیوان ویسی کا ایک نسخہ جناب ڈاکٹر سید سجاد حسین صاحب دانش چانسلر ڈھاکہ یونیورسٹی کے ذریعہ شہنشاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ خط الحلاج جناب سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ۔ جدو نامہ باسک لین۔ ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۶۴ء۔

حضرت پیران دستگیر کی منقبت میں دوڑوں غزلیں ہی کی ردیف میں ہیں۔

دیوان کیسی میں ۷۲ انعتیہ غزلیں ہیں اور ان غزلوں کے اشعار کی مجموعی

تعداد ۲۰۵۰ ہے۔ شروع سے اخیر تک کل ۷۵ غزلیں ہیں اور غزل کے کل اشعار

۲۰۷۸ ہیں۔ اوسطاً ہر غزل میں ۱۲ اشعار ہیں۔ سب سے زیادہ غزلیں الف کی ردیف

میں ہیں۔ الف کی ردیف میں کل ۳۲ غزلیں اور ان میں اشعار کی تعداد ۳۹۹ ہے۔

ردیف الف کی ۳ غزلیں دیوان کے شروع میں اور ایک غزل بالکل آخری

غزل سے پہلے ۱۸۵ پر ۵۰ اشعار کی ہے۔ شاید مرتب نے اس غزل کو غزلی الفاظ

کے بعض قافیے اعلیٰ، طوبی، موسیٰ، ہڈی، اعلیٰ، کسریٰ وغیرہ کی وجہ سے ردیف

ہی میں شامل کیا ہے۔ لیکن اس غزل کو الف کی ردیف میں شمار کرنا مناسب ہے۔

اس کے بعد ہی کی ردیف میں ۲۸ اور د کی ردیف میں ۲۶ غزلیں

ہیں۔ د کی ردیف میں کل ۳۰۵ اور ی کی ردیف میں کل ۲۹۹ اشعار ہیں۔

اور د کی ردیف میں چودہ چودہ غزلیں اور اشعار کی تعداد بالترتیب ۱۵۸، اور

۱۸۴ ہے۔ د کی ردیف میں ۱۱ غزلیں ۱۸۱ اشعار اور ن کی ردیف میں ۱۰ غزلیں

اور ۱۲۶ اشعار ہیں۔ ل، م اور و کی ردیفوں میں سات سات غزلیں اور

بالترتیب ۶۲، ۷۹ اور ۵۸ اشعار ہیں۔ ب کی ردیف میں ۶ غزلیں اور

کل ۱۰۱ اشعار ہیں۔ ش، ط اور ک کی ردیفوں میں دو دو غزلیں اور

ث، ج، ز، ص، ض اور ق کی ردیفوں میں صرف ایک ایک

غزل ہے۔ ح، خ، ذ، س، ع، غ اور ف کی ردیف کی کوئی غزل

دیوان میں موجود نہیں ہے۔ دیوان کے مرتب مولوی سید میر حسن صاحب نے اپنے دیباچہ میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ باوجود باقی تلاش کے ان ردیفوں کی غزلیں دستیاب نہیں ہو سکیں۔

سب سے طویل غزل ۵۶ اشعار کی ردیف کا کی آخری غزل ہے جو

۱۶۲ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر ۵۰ اشعار کی ردیف الف کی وہ غزل ہے جو دیوان کی آخری غزل سے پہلے ہے۔ ۴۵ اشعار کی ایک غزل ب کی ردیف

میں اور ۴ اشعار کی ایک غزل د کی ردیف میں ہے۔ ۳۶ اور ۳ اشعار کی دو غزلیں د کی ردیف میں شامل ہیں۔ ۲۸ اشعار کی ایک غزل ت کی ردیف میں ہے۔

و کی ردیف میں ایک غزل کا صرف ایک شعر نقل ہوا ہے۔ اور ک کی ردیف میں ایک غزل کے تین اشعار ہیں۔ چار اشعار کی چار غزلیں، د، ر، ط اور ل کی ردیفوں میں ہیں۔ پانچ اشعار کی تین غزلیں ت، س، اور ی کی ردیفوں میں ہیں۔

دیوان ویسی ہیں کل ۲۳ نعتیہ قصیدے ہیں اور ان میں اشعار

کی مجموعی تعداد ۱۰۶ ہے۔ اس طرح ہر قصیدہ میں اوسطاً ۴۶ اشعار ہیں۔

سب سے زیادہ قصیدے ۴ کی ردیف میں کل بارہ ہیں اور ان میں اشعار کی

تعداد ۵۵ ہے۔ ان بارہ قصیدوں میں پانچ مسلسل مطلع ہیں۔ مطلع ثانی

دیوان کا طویل ترین قصیدہ ہے۔ اس میں ۱۱۳ اشعار ہیں۔ ان پانچ مسلسل

قصیدوں میں پہلے دو قصیدے حکیم سنائی کی زمین میں اور پچھلے تین حکیم افضل الدین خاقانی شیرازی کی زمین میں ہیں۔ د کی ردیف کا آخری دو یعنی گیارہواں اور بارہواں قصیدہ مکمل نہیں ہے۔ ان دونوں قصیدوں کے چھ اور بارہ اشعار جو مرتب کول گئے تھے، پیش کئے گئے ہیں۔ الف کی ردیف میں چار۔ ن اور ۶ کی ردیف میں دو دو اور ت، د اور ی کی ردیفوں میں ایک ایک قصیدہ ہے۔

حضرت ویسی، قدس سرہ نے مولوی محمد شاہ مرحوم کے انتقال پر ت کی ردیف میں جو مرثیہ لکھا ہے، اس قصیدہ میں ۱۵۱ اشعار ہیں۔ چار تاریخ وفا ہیں۔ ان میں کل ۱۹۳ اشعار ہیں۔ جناب مولانا محمد سعید صاحب عظیم آبادی کے نام جو خط ہے، اس میں کل ۶۱ اشعار ہیں۔ اس طرح متفرقات کے چھ عنوانات کے تحت کل ۲۰۵ اشعار ہیں۔

دیوان ویسی کی ۷۵ غزلوں، ۲۳ قصیدوں اور ۶ متفرقات میں کل ۳۳۴ اشعار ہیں۔ ۷۶ پر ردیف د کی ایک غزل کے تین مصرعے ۱۳۷ پر ردیف ن کے ایک قصیدہ کا ایک مصرعہ اور ۱۶۵ پر لا کی ردیف کے ایک ناکمل قصیدہ کا ایک مصرعہ غائب ہے۔ اس طرح دیوان کے پانچ اشعار کے صرف ایک ایک مصرعے ہی پیش کئے جاسکے ہیں۔ چنانچہ دیوان میں نکل اشعار کی تعداد ۳۳۴ ہے۔

اشعار متفرقات کے بعد چھ صفات میں حضرت مولانا سید فتح علی صاحب

کا شجرہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ شجرہ مبارکہ طریقہ عالیہ قادریہ اور شجرہ طیبہ شائع چشتیہ پیش کیا گیا ہے۔ پھر دو صفحات میں حضرت ولیسیؒ کے خلفا اور مریدین کی فہرست ہے۔ صفحہ ۲۰۹ پر حضرت امام ابوبانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فادوقی سرسپدیؒ کی اولاد کا ذکر ہے اور حضرت صوفی صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا سید محمد مصطفیٰ صاحبؒ اور صاحبزادی حضرت بی بی زہرا ام کا نام اور پتہ درج ہے۔ ۱۲ صفحات میں حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے وہ چار خطوط ہیں جو انہوں نے اپنے والد محترم مولانا محمد ثابت صاحبؒ کے نام لکھا تھا۔ اس کے بعد مولانا عبدالحق صاحبؒ کے انتقال کی تاریخ اور حضرت آدم علیہ السلام سے مولانا مرحوم کے پوتے محمد عبدالعلیم ابوالاحمد صاحب تک کرسی نامہ ہے۔ اس کے بعد سات صفحات میں حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کے بارے میں تین نظمیں ہیں۔ آخری نظم اردو میں ہے۔ صفحہ ۲۳۱ پر حضرات پیران پیر دستگیر رح کی منقبت میں، حضرت ولیسیؒ کی ایک غزل ہے۔ اور دیوان کے آخری صفحہ ۲۳۲ پر ناشر کا کتابوں کے متعلق اشتہار ہے۔

ختم شد
ایسنہ ویسی جہد اول

آئینہ و لیلیٰ

حصہ دوم

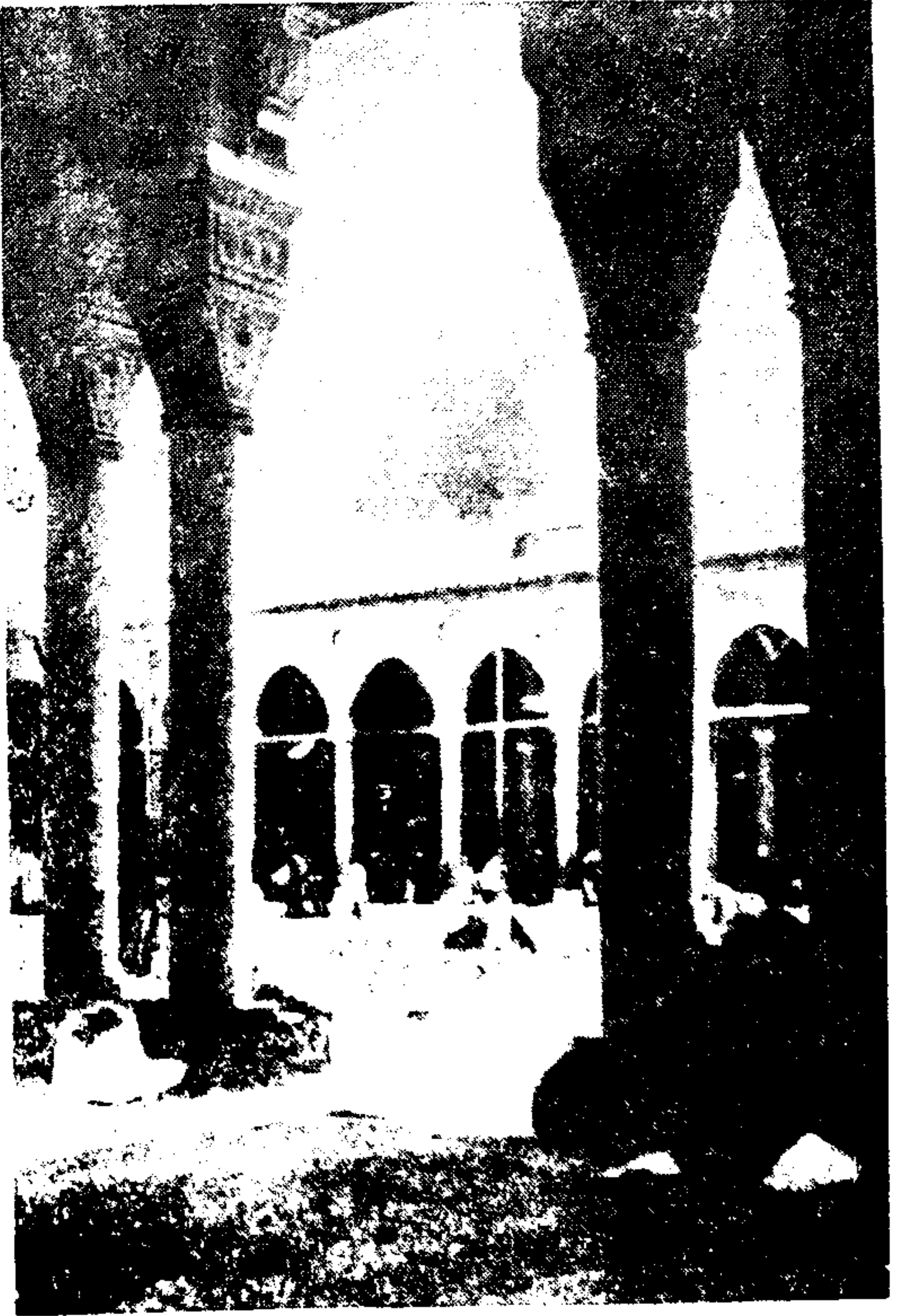
و یسیا از دین و ایمان این قدر دایم و بس
دین ما عشق محمد، حقیقت او ایمان ما

حصہ دوم

قطب انشا حضرت صوفی سید فتح علی دہلوی کی شاعری

حضرت دہلوی قیس سرہ اور عشق رسول

انیسویں صدی عیسوی میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کی ایک نامور اور بلند و بالا ہستی گذری ہے۔ بنیادی طور پر وہ ایک شیخ طریقت اور عارف تھے۔ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانا، دل کو سوزِ محبت سے آشنا کرنا، روح میں عظمت و بالیدگی پیدا کرنا۔ اعلیٰ اخلاق انسانی کے سونے کے دھاروں کو جاری کرنا، قلب کو منزہ اور مصفیٰ کر کے روشن اور منور کر دینا اور انسان کو انسانِ کامل بنانا ان کا کام تھا۔ کائنات میں انسانیت کا ملکہ کا اعلیٰ نمونہ جناب سرورِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔ وہی نورِ مجسم اور وہی سرانجِ مینر جس کی روشنی اور تابانی سے آدمِ خاک کی ظہر لاہوتی بن کر عالمِ اسماء و صفات میں پرواز کرتا ہے اور تجلیاتِ خداوندی سے آشنا ہوتا ہے۔ حضرت دہلوی کے عشق کا محور اور ان کی ساری توجہات کا مرکز ہے۔ صوفی صاحب نے آشنائے حبیبِ کبریا اور عاشقِ محبوبِ ربِّ العالمین ہیں۔ عشقِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رگ دہنے میں جاری و ساری ہے۔



۱۹۔ گنبدِ خفزی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

اے لعل دیوان بخش تو چوں آب روانست ^{دیوان} درجان و تم عشق تو چوں آب روانست
ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

چنانچہ بجان و تم عشق تو بود ساری ^{۱۵۱} کہ خیزد از گن من جائے سبزہ مہر گیاد
اپنے دیوان کی پہلی ہی غزل میں لکھتے ہیں:

وایسا از دین دایمان میں تدر دایم و بس ^{۱۵۲} دین ما عشق محمد حبیب او ایمان ما
پھر ایک دوسری غزل میں لکھتے ہیں:

ہر کسی را رہبری ہر دست را ایک دامنی دست ما و دامن احمد بس میں تیرا

سید جگہ جمیلاں احمد محبوب حق ^{۱۵۳} محبت او بس رہبر ما عشق او بس پیرا

حرف صوفی سید فتح علی صاحب دسی، ایک کامیاب شاعر کی حیثیت سے
بڑا بلند درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن تصوف و معرفت، رشد و ہدایت اور عشق و محبت کی دنیا
میں ان کا جو اعلیٰ مقام ہے، اُس کے مقابلہ شاعری ان کے لئے کوئی طرہ امتیاز نہیں۔
بلکہ خود شاعری کو پُر خلوص، نرم اور لطیف جذبات، عشق صادق کے سوز و گداز، خیالات
کی رنگینی، تخیل کی بلند پروازی اور ان کے پُر جوش، خوبصورت اور دل آویز انداز
بیان سے بڑا اونچا مقام حاصل ہوا ہے اور اُس دور میں جب کہ ہندوستان میں
فارس شاعری کا مذاق ختم ہو رہا تھا۔ ہمارے علمی اور تمدنی مراکز سے بہت دور ہوا
گاہر علی پرنگال میں پیدا ہونے والے ایک فقیر پوریشیں نے اپنے صدق و صفا، اپنے دل
و دوا شننا اور اپنی رنگین بیانی سے فارسی شاعری کے وقار میں بیش از بیش
اضافہ کیا۔

سبک بوجہی بھٹی ترا دوے شعر (میرٹس) مگر میں نے پتہ گراں کر دیا

چودھویں صدی عیسوی کے اخیر میں بنگال کے مسلمان فرماں روا سلطان غیاث الدین اعظم شاہ نے خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی کو بنگال کے دارالحکومت گوڑا آنے کی دعوت دی تھی اور خواجہ حافظ شیرازی بادشاہ بنگال کی دیں پروری علم دوستی اور ادب نوازی کا حال سن کر وطن سے روانہ ہوئے۔ لیکن سندر کے کنارے پہنچے پر بحری سفر کے خطرات کے پیش نظر

۱۔ سلطان غیاث الدین اعظم — صوبہ بہار میں شہر حاجی پور (ضلع دیشالی) اور شمس الدین پور (سمتی پور) کے بانی شمس الدین محمد الیاس (۵۸ - ۶۱۳ھ) کا پوتا اور سکندر شاہ اول (۸۸ - ۱۳۵۸ھ) کا بیٹا ۱۳۸۹ء سے ۱۴۱۰ء تک بنگال کا حکمران تھا۔ بنگال کے مشہور مذہبی پیشوا حضرت نور قطب عالم (متوفی ۱۴۱۵ھ) اس بادشاہ کے ہم سبق اور اس کے زمانہ میں تھے۔ دکنی شیخ حیدر الدین ناگوری کے شاگرد تھے۔ غیاث الدین اعظم علم دین کا شیراں اور سرپرست تھا۔ اُس نے میتھلی زبان کے شاعر اور کپرت لٹنا کے مصنف و دیبانتی ٹھاکر (۱۲۵۰ - ۱۳۶۰ھ) اور بنگال کے سب سے پہلے مسلمان شاعر اور بنگلہ میں یوسف زلیخا کے مصنف شاہ محمد صغیر کی سرپرستی کی تھی۔ اس بادشاہ کے زمانہ میں فارسی، بنگلہ اور میتھلی تینوں زبانوں کے ادب کو ترقی ہوئی۔ امپریل گزٹیئر ان انڈیا جلد ہفتم صفحہ ۲۱۶) مالدارہ ضلع گزٹیئر صفحہ ۱۷؛ آب کوثر۔ شیخ محمد کوثر، ۲۵؛ مسلم بنگالی ادب ڈاکٹر انعام الحق ص ۴۲۔ ۲۔ لسان النعب خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی ۱۵ھ ۱۳۱۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۹۲ھ ۱۳۸۹ء میں شیراز میں انتقال کیا۔

سفر لتوی کر دیا اور جو غزل بادشاہ کے لئے روانہ کیا۔ اُس کے چند اشعار یہ ہیں:

ساقی حایت سرو گل و لاله می رود
میدہ کہ نوح و کس جن حُسن یافت
شکر شکن شونہ مہم طوطیان ہند
طی مسکاں بہین زماں در سلوک شر
باد بہار می وزد از بوستان شاہ
حافظ ز شرق مجلس سلطان غیاثی
وین بخت یا ثلاثہ غُسلہ می رود
کار این زماں ز صنعت دلالہ می رود
زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
کایں طفل یکشیرہ رہ یک سالہ می رود
ور زالہ بادہ در فراح کالہ می رود
خاش مشوک کار تو از مالہ می رود

(دیوان حافظ۔ قیومی پریس ۱۳۵)

اس واقعہ کے پانچ سو سال کے بعد ایک مکمل نواسخ اور ایک طوطی شیریں مقالہ اپنی اعلیٰ درجہ کی شاعری سے بنگال میں قند پارسی بارنگ تازہ کر دیا۔ لیکن فارسی زبان قدرت کاملہ کے باوجود خود حضرت دلیسی نے اپنے ایک شعر میں یہ بالکل واضح دیا ہے کہ وہ ایرانی ہیں اور نہ ان کو ایران سے کوئی فیض پہنچا ہے۔

من نہ ایرانی مرا نہ فیض از انا
طبع مارا فیض ایرانی دگر
"ایرانی دگر" اشارہ حجاز مقدس کی طرف ہے اور شاہِ مشرق علامہ اقبالؒ ایک شعر سے بھی اس قسم کے خیال کی وضاحت ہوتی ہے:

کرم اے شہِ خوب و عجم کہ کھڑے ہیں منظر کرم
وہ گدرا کہ تو نے غلایک ہے جنہیں دماغ سکندری

اور خود حضرت دلیسیؒ اسی غزل میں فوراً بعد لکھتے ہیں:

درادل و سچی گرفتہ دامت ملا می نہ گیردیچ دامنہ دگر

فارسی شاعری میں حضرت ولّسی کا یہ کمال مخزنِ لطف و عطا مولائے نیر
کے فیضان کا نتیجہ ہے۔

۲۔ حضرت ولّسی کی غزل گوئی

غزل ایک وہ خلی صنف شاعری ہے جو انسان کے تاثراتِ دلی اور
وارداتِ قلبی کے اظہار کے لئے نہایت موزوں اور مناسب اور شکل و شبہ
اور بہت کے لحاظ سے اپنی شیرینی اور ولادتِ نرمی اور لطافت کے لئے مشہور
اور بے حد مقبول۔ غزل کی کامیابی اور مقبولیت کا راز حسن و عشق کے لطیف اور
دل آویز تجرباتِ حسین و دلنغیب اشارہ و کنایہ، ایجاز و اختصار اور سازِ دل کو کھ
والی نغمگی اور موسیقیت میں پوشیدہ ہے۔ ہماری ہندوستانی تہذیب کی اعلیٰ ترین
خصوصیات کا اظہار اسی صنفِ شاعری کے ذریعہ ہوا ہے اور یہ ہماری تہذیب
کا سرمایہ لازم ہے۔ ہر دور اور ہر زمانہ میں اسے شرفِ قبولیت حاصل رہا ہے
اور آج بھی اسی اب و تاب کے ساتھ مقبول ہے

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محبوب بتِ عالم
سے اپنے عشق و محبت کے اظہار کے لئے اسی صنفِ شاعری کو پسند فرمایا۔
ولّسی کی ۱۷۵ غزلوں میں ۷۲ غزلیں اور کُل قصیدے اور دیوان کے کُل
اشعار میں ۳۲۱ اشعار جناب خیر البشر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں

تین غزلیں دو بزرگوں کی منقبت میں ہیں اور متفرقات میں بشمول منقبت عرف ۲۳۳ اشعار ہیں۔ رباعی، قطعہ اور مثنوی نہیں لکھا ہے۔ شاعری میں ان کا موضوع بالکل محدود ہے۔ لیکن اس محدود موضوع پر انہوں نے تین ہزار سے زیادہ اشعار بڑی سادگی اور جوش، کامیابی اور خوبصورتی کے ساتھ لکھا ہے۔ تجربات اور مشاہدات کے نئے نئے گل بُوٹے کھلائے ہیں۔ ان میں کہیں بھی بناوٹ، تکلف، قنع اور آورد کا ثابہ تک نہیں ہے۔ ان اشعار میں بڑی تازگی، رخنائی اور دلکشی پائی جاتی ہے۔ شاعر کے تجربہ میں خلوص اور گہرائی ہے۔ زبان و بیان پر بڑی قدرت حاصل ہے۔ شعر کو پسندیدہ اور خوب سے خوب تر بنانے کے لئے جن خارجی محاسن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا احساس ہے اور اس کے استعمال کی پوری صلاحیت بھی۔ حضرت دہلی کے یہاں عشق کا تصور بہت بڑھا اعلیٰ و ارفع، پاکیزہ، نفیس اور لطیف ہے اور کیوں نہ ہو، جب کہ ان کا محبوب، ستید دینا و دین اور محبوب رب العالمین ہے۔

چہ بانانا شاہ خوبانی سر اسر نوذ تابانی
 قدم تاسر عجب شانی سرا پا صبح خندانانی
 خلیب انبیار املاد ک او خدا امل
 خطابن مصطفیٰ امد گویش شاہ سلطانانی

پھر دوسری جگہ اپنے محبوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

شمس الضعی، بدر الدجی، نور الہدی، خیر الوری
 بحر الحکم، موزع الکرم، فخر الائم، ہادی الشبل

حضرت دہلی کے اشعار کے داخلی اور خارجی محاسن میں بڑا

توازن اور بڑی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ صنائع و بدائع کا استعمال ان کے یہاں نہایت اعتدال کے ساتھ ہوا ہے۔ غزلوں میں مقابلتاً کم اور قصیدہ میں اس صنف شاعری اور اس کی ہیئت کے لحاظ سے بالکل مناسب۔ الفاظ کا موزوں اور مناسب انتخاب، عربی کی خوبصورت ترکیبوں کا استعمال، الفاظ کا درست اور بندش اور ترکیبوں کی چستی اور روانی قابل داد ہے۔

پادشاہ ہردو عالم زبیدہ کون و مکار
مقتدای جن و انساں شافعِ یوم الحز
سر و ستبان نبوت گاشن باغِ ہدی
مقتدای نوعِ امکاں پیشوائی انبیاء
پادشاہِ عرصہ ہستی شفیع المذنبین
بر دت شاہانِ عالم چوں نیر اندوگدا

اس سلسلہ کے چند اور اشعار ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ شاعر کے پر خلوص تجربات کس طرح اشعار کے حسین سانچے میں ڈھل گئے ہیں :

اے طلعت تابان تو یا زورِ حق یا مع دم
یا منظرِ فیضِ اتم یا مطلعِ نورِ قدیم
اے رحمتہ اللعالمین سے سید دنیا و دین
محبوبِ ربِّ خائفینِ چشم من بلے قدا
یا بلع شکر دین یا افصح شیریں سخن
یا اصح گل پیرین یا دار سے ہر درد و غم
یا مخزنِ لطف و عطا یا معدنِ صدق و صفا
یا شہسوارِ اصطفا شمس العرب بدارِ عجم
یا سر و یا طوباستی یا گلینِ زیباستی
یا اجڑ یکباستی یا فرد بے ہمتاستی

۱۳۳۱ء یاد در روح افزا ہستی اے مردِ پیشیت گشتم
چونکہ شاعر کا محبوب کوئی عام انسان نہیں ہے، بلکہ محبوب ربِّ العالمین، فخر الموجودات باعثِ وجود جہاں، افضل البشر سید کونین، سرور انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس لئے شاعر نے اپنے محبوب کے اعلیٰ ترین منصب، اُن کے درجہ اور اُن کے دقتار کا ہر جگہ خیال رکھا ہے۔ پورے دیوان میں ادب و احترام اور عجز و انکسار کی ایک فنناپائی جاتی ہے۔ گرچہ شاعر نے اپنی پہلی منزل میں لکھا ہے:

پادشاہِ کشورِ ششم جنوں دستور من مہ مسدِ خاکِ کوشش، کوئی ادایوان ما
لیکن پورے دیوان میں ہر جگہ دیوانگی پر فرزانگی غالب ہے۔ کہیں احساس
رہو دگی نہیں۔ بلکہ انداز سپردگی ہے۔ کہیں بھی شوخی اورستی کا نام نہیں۔ چنانچہ
خود لکھتے ہیں:

دیوانہ بہاں باشم و فرزانہ بظاہر مہ در عشق شہ خیل رسلِ عالم است
حضرت صوفی سید فتح علی صاحبِ لیبی نے اپنے دیوان میں کہیں
بھی نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور منتقباتِ نعت کے سوا کسی دوسرے
مسئلہ کا کوئی ذکر تک نہیں کیا ہے۔ مسائلِ تصوف اور مقاماتِ معرفت اور
کسی فلسفیانہ حقیقت سے قطعی بحث نہیں کی ہے۔ بلکہ ساری توجہ بادیِ برحق
سرورِ انبیاءِ اشرف عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف، شوق دیدار،
آرزوئے شرفِ نیاز اور اتباعِ سنت کی اہمیت پر مرکوز رکھا ہے۔

۳۔ نعتِ نویسی کی روایت

دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

جزو ایمان ہے۔ بانی اسلام سے محبت، شیفتگی اور شیدائیت کے بغیر تکمیل ایمان ممکن نہیں، کیونکہ لا الہ الا اللہ کا دوسرا جزو محمد رسول اللہ اور مسلمان ہونے کے لئے کلمہ توحید کے دونوں جزو دیر ایمان و ایقان ضروری ہے۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است (عراقی) آبروئے از نامِ مصطفیٰ است

صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کی تعلیمات کی بنیاد ہی عشقِ رسول صلی اللہ

علیہ وسلم پر ہے اور عشقِ رسولؐ کی بدولت ہی تصوف اور معرفت کے تمام مقامات طے ہوتے ہیں۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی عابد و متاخر اور زاہد و شہ نازمہ دار کیوں نہ ہو عشقِ رسولؐ کے بغیر نہ اس کی روح میں پالیدگی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ وہ ناسوت کی منزل سے آگے قدم بڑھا سکتا ہے۔

مسلمان جہاں کہیں بھی ہو، جس حال میں ہو، اپنے دل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ضرور رکھتا ہے۔ مسرت اور خوشی، غم اور مصیبت میں ان کو یاد رکھتا ہے۔ نظم و نثر کی کتابوں میں خدا کی حمد کے بعد نعتِ رسولؐ لکھنے کا رواج رہا ہے۔ ہر دور میں مسلمان شاعروں نے اپنے کلام کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والہانہ محبت اور بے پناہ شیفتگی کا اظہار کیا ہے نعت گوئی بجا ہے یہاں ایک صنفِ شاعری رہی ہے۔

ناری کے مشہور و معروف شاعر شیخ شرف الدین سعدی شیرازی

۱۔ شیخ شرف الدین (مصلح) سعدی شیرازی ۵۵۱ھ تا ۶۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور

۲۔ لفظ شہ

(سہروردی) کا رسالت باب سرور کوٹین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ عربی
قطع بے حد مشہور ہے:

بَلَّغَ الْعُلَى بِحِكْمَالِهِ كَشَفَ الدَّجَى بِجَبَالِهِ

حَسَنَتْ جَسِيْعُ خِصَالِهِ صَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَآلِهِ

باعث ایجاد جہاں حضرت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں

لالہ زار عجم کے مرفوعہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کے یہ دو اشعار بہت

[بقیہ حاشیہ ص ۲۳۴ تا ۲۳۵]

۱۲۹۱ھ = ۱۸۹۲ء میں شیراز میں انتقال کیا۔ والد کا نام شیخ عبداللہ شیرازی تھا۔ شیخ الشیوخ

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔ کریمیا، گگتیاں، بوستناں ان کی مشہور

نصابینت ہیں۔ حضرت زکریا ملتانیؒ اور حضرت شہاب الدین پیر حگ جوتؒ جیٹھلی ضلع

پٹنہ ان کے پیر بھائی ہیں۔ تادموس المشاہیر جلد اول ص ۲۹۲؛ آپ کا زمانہ تقریباً ۱۱۹۳ھ

سے ۱۲۹۱ھ ہے۔ المنجد ص ۳۵۵

۱۲۰۴ھ

۱۲۰۴ھ = ۱۸۰۴ء میں مولانا جلال الدین رومیؒ (مولانا کے روم)۔ ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ = ۳۰ ستمبر

کونخ (افغانستان) میں پیدا ہوئے اور ۵ جمادی الآخر ۶۷۲ھ = ۱۲۷۳ء کو

تونیہ (ترکی) میں انتقال ہوا۔ حضرت شمس تبریزیؒ کے خلیفہ تھے؛

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد

تادموس المشاہیر جلد اول ص ۱۴۴؛ دنیائے اسلام کے مشہور فلسفی گذرے ہیں۔ آپ کی فتویٰ کماؤں

میں حکمت و معرفت کے لحاظ سے بہت مقبول رہی ہے۔ فتویٰ مولوی معنوی بہت قرآن در زبان

مقبول اور مشہور ہیں۔

گر بنودے نور احمد درجہاں

کے شہدے پیدا زمین آسماں

درمیان خلق و خالق واسطہ

اوست یجاد جہاں را واسطہ

طوطی ہند حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسرو کی مشہور غزل جو رنگ تغزل

نغمگی، روانی، جلالت، اور شیرینی کے لحاظ سے فرد ہے۔ اس غزل کے

ان چند اشعار کو نعتِ رسولؐ ہی سے منسوب کیا جاتا ہے۔

اے چہرہ زیبائے تور شکستانِ آذری

ہر چند و صفت می کم در سن زان بالا تری

تو از پری چاکب تری و ز برگ گل نازک تری

وز ہرچہ گویم بہتری، حقا عجب آب دلبری

آفاقہا گردیدہ ام، ہرستانِ زیدہ ام

بسیار خواباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری

۱۔ حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسرو۔ امیر محمد سیف الدین ترک کے بیٹے اور حضرت خواجہ نظام الدین

اولیاء کے چہتے مرید تھے۔ ۱۵۱۶ء تا ۱۵۲۳ء میں پٹیا کی ضلع ایٹھ (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے اور

پیر و مرشد کے انتقال کے چھ ماہ بعد رمضان المبارک ۷۲۵ھ - ستمبر ۱۳۲۵ء میں انتقال کیا۔ مزار

دہلی میں حضرت سلطان المشائخ رحمہ کی درگاہ شریف میں ہے۔ بہشت بہشت، قرآن السعیدین،

یلسی مجنوں اور خزائن الفتوح آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۳۲؛

آب کوثر، شیخ محمد اکرام ص ۲۰۸-۱۹۷

ہرگز نیاید در نظر، صورت زردیت خوب تر

شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ یا مشتری

اور پھر حضرت خواجہ امیر خسروؒ کی دوسری غزل جس میں رنگِ تغزل بہت ہے اور جسے پشتیہ بزرگوں کی محفلِ سماع میں قوالِ خاص طور پر پڑھتے ہیں:

نہی دانم چہ منزل بود، شب جانی کہ من بودم
بہر مشور قرضِ سبیل بود، شب جائے کہ من بودم

پری پیکرِ نگائے، سر و قدرے، لالہ رخسائے

سرایا آفتِ دل بُرد، شب جائے کہ من بودم

رقیبانِ گوشِ بڑاواز، اودرناز من ترساں

سخنِ گفتنِ پیشِ کل بود، شب جائے کہ من بودم

مرا از آتشِ عشق تو دامنِ سوخت لے، خسرو

محمد شمعِ محفل بود، شب جائے کہ من بودم

نعتِ رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں مولانا نور الدین عبدالرحمن

جامی (نقشبندی) کی اس رباعی کو شیخ شرف الدین سعاریؒ کے قطعہ

سے مولانا نور الدین عبدالرحمن جامیؒ نے حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانیؒ کے جلدِ تیسرے، زبیر
کوہرات کے پاس قصبہ جام میں پیدا ہوئے۔ اور ۹ دسمبر ۱۴۹۲ء کو مدینہ منورہ کے راستہ میں
انتقال کیا۔ فتویٰ یوسف زینجا، نعتات الأئس اور لواعج جامی ان کی مشہور کتابیں
ہیں۔ قاموس المشاہیر، جلد اول ص ۱۶۵

کی طرح بڑی شہرت حاصل ہوئی : *مِنْ أَجْلِ شَاهِدَةِ الْوَجْهِ بِرُوحٍ*
 يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ *مِنْ أَجْلِهَا الْمُنِيرِ لِقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرُ*
 لَا يَمُكِّنُ الشَّنَاعَةَ كَمَا كَانَ حَقَّهُ *بَعْدَ أَنْ خَدَّ ابْنُ رُكْنٍ تَوَكَّى قَعْمَهُ مَخْفَرٌ*

خاص طور پر اس کا چوتھا مصرعہ تو زبان زدِ خاص و عام ہے۔ حضرت جامیؒ کی اس رباعی میں بڑا اختصار اور بڑی جامعیت ہے۔ حضرت جامیؒ نے اپنی مشہور تصنیف 'یوسف زلیخا' میں جو لغت پیش کی ہے۔ اس کا ایک مشہور شعر ہے:

زہجوری برآمد جان عالم *تَرْحُمُ يَابْنِي الشَّرِّ تَرْحُمُ*

اس سلسلہ میں حضرت جامیؒ کے چند اور اشعار بہت مشہور ہیں۔ جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کمال عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

نیرا جانپ بطنی گذر کن *زَا حَوَالِمِ مُحَمَّدٍ رَا خَبْرُ كُنْ*
 تویی سلطان عالم یا محمدؐ *زَدُوْءُ لَطْفِ مَوْجِنِ نَظَرُ كُنْ*
 پیر این جانی شتا تم دران جا *فَدَلُّنِي رَوْضَةَ خَيْرِ الْبَشَرِ كُنْ*

حضرت خواجہ نور الدین عبد الرحمن جامیؒ کی طرح حضرت مولانا سید فتح علی شاہ دہلوی قدس سرہ بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ ہیں اور بارہ واسطوں سے حضرت توسی گاسلسلہ طریقت حضرت جامیؒ کے پیروم رشد حضرت خواجہ عبید اللہ اشراقیؒ

۱۰ حضرت خواجہ عبید اللہ اشراقیؒ۔ حضرت خواجہ یعقوب چرخچیؒ کے خلیفہ۔ ہاشم کو کے پاس پائے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۹)

تک پہنچتا ہے۔

تفسیر سواطع الالہام کے مصنف اور دربار اکبری کے نامور فن کار، ادیب اور شاعر شیخ ابوالفیض فیضی نے دربار رسالت مآب میں اپنی عقیدت کا یوں اظہار کیا:

سلطانِ ریل، مادِ عجم، شاہِ عرب
از تابشِ قہر او کہ دشمن سوزا ست

سنگِ در او قبلہ گہہ اہلِ عرب
گر سنگ شود موم عجیب غیب غیب

اور عہد شاہِ جہانی کے مشہور شاعر حضرت مرزا جان محمد قوری کی نعتیہ غزل

[بقیہ حاشیہ ص ۴۳۸ کا]

میں مارچ ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے اور سمرقند (ترکستان) میں ۲۲ فروری ۱۹۹۱ء کو انتقال ہوا:۔

اگر فقر اندر قبائے شامی آمد : پندیر خید اللہی آمد۔ جامی

قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۷۸؛ مسالك السالکین مرزا عبد التبار بیگ مطبوعہ فیض نامہ پریس اگرہ ص ۱۲۵-۱۰۴

۱۔ ملک الشعراء شیخ ابوالفیض فیضی، شیخ مبارک ناگوری کے بیٹے، ۱۵۲۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۵۹۵ء میں

اگرہ میں انتقال کیا۔ عہد اکبری کے نامور شاعر اور دانشور داد گزرے ہیں۔ مثنوی نل دمن۔ اکبر نامہ اور صفت خیر

فیرقہ میں قرآن پاک کی تفسیر سواطع الالہام ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۲۳

دو دکنٹر۔ شیخ محمد اکرام ص ۱۴۸

۲۔ حضرت مرزا حاجی جان محمد قدسی۔ بادشاہ شاہ جہاں کے درباری شاعر تھے۔ سولہویں صدی عیسوی

کے وسط میں ان کو غزوح حاصل ہوا۔ ملک الشعراء ابوطالب کلیم کے مد مقابل تھے۔ قدسی کاشمیر میں ۱۶۳۶ء میں انتقال

ہوا۔ کلیم نے بھی وہیں ۱۶۵۱ء میں انتقال کیا۔ بادشاہ ناسریا ظفر نامہ میں اسام پر اسلام خان شہیدی کی

ذمات کا ذکر کیا ہے۔ گورنٹ اسٹڈنٹس ٹیچنگ کالج۔ پروفیسر حسین عسکری۔ مارچ ۱۹۶۶ء ص ۷۸۔

اپنے جوش عقیدت اور کیف و اشرف کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے وہاں
انداز سے پڑھے والا خاص طور پر متاثر ہوتا ہے اور اس کا شمار فارسی کی بہترین نعت
غزلوں میں ہوتا ہے:

مرحبا سید کی مدنی العریبی	دل و جاں باد فدایت چہ خوبش لقی
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم	اللہ اللہ! چہ جالست بریں بو العجی
چشم رحمت بکشا سوسے من نظر انداز	اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلق
نسبتے نیست بذات تو نبی آدم را	بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی شی
ماہم تشنہ لبانیم و توئی آب حیات	رحم فرما کہ ز حدی گذرد تشنہ لبی
نسبت بہ سگت کردم و بس متفعلم	زال کہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد ادب
شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت	بہ مقام کہ رسیدی نہ رسید هیچ نبی
ذات پاک تو دریں ملک غرب کرد ظہور	زان سبب آمدہ قرآن بہ زبان غری
بہ در فیض تو استادہ بہ صلہ عجز و نیاز	روسی و طوسی و ہندی، حلیتی و عربی
خاصا نیم زانیکہ اعمال نہ پرسی	سوئے مادہ کے شفاعت کن اندکے سببی

سَیِّدِیْ اَنْتَ جَبِيْبِيْ وَ طَيِّبِ قَلْبِيْ

آدمہ سوئے تو قدر سی پئے دماں طلبی

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کے ہم عصر شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب

۱۔ نجم الدولہ، دبیر الملک، نظام جنگ نواب مرزا اسد اللہ خاں غالب، ۸ رجب ۱۲۱۲ھ = ۲۴ دسمبر ۱۷۹۷ء (بقیہ ملاحظہ ہو)

بناب رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حق جلوہ گر زطرزبان محمدؐ است آئے کلام حق بہ زباں محمدؐ است

غالب ثنائے خواجہ بہ بزداں گذارتم کاں ذات پاک مرتبہ دال محمدؐ است

اور عندلیب بارغ حجاز، شاعر مشرق علامہ اقبالؒ، جو حضرت صوفی
سیّد فتح علی صاحب ولسیؒ قدس سرہ کی وفات سے نو سال قبل پیدا
ہوئے تھے۔ ان کے کلام میں درد و اثر اور سوز و گداز کی جو فراوانی ہے وہ خشتِ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

می ندانی خشتِ وستی از کجا است این شعاع آفتاب مصطفیٰ است

کہا جاتا ہے کہ جب بھی شاعر مشرق کے سامنے حضور سرکارِ دو عالم

بقیہ حاشیہ ۲۴ کا ۲

کو اگرہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ = ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو دہلی میں انتقال ہو۔
مزار ان کا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ کے قریب ہے۔ والد کا نام عبدالشریک خاں تھا۔
فارسی اور اردو کے نامور شاعر گذلے ہیں۔ کلیات نظم فارسی، دیوان اردو، خود ہندی، اردو معانی
پنج آہنگ، قاطع برہان اور مستنوران کی مشہور تصانیف ہیں۔

علامہ سر محمد اقبالؒ، نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔
اور ۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو لاہور میں انتقال کیا۔ مزار شاہی مسجد لاہور کے پیردنی محل میں ہے۔
بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، ارمغانِ حجاز، اسرارِ خودی اور روزِ بے خودی وغیرہ
آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جاتا تھا، تو آنکھوں سے دو قطرے آنسو کے
ٹپک پڑتے تھے۔

چوں بنام **مُصْطَفٰی** خواہم درود از خجالت ابی گردد وجود

یہ چند اشعار خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن میں شاعر مشرق نے نہایت

ہی خوبصورتی کے ساتھ اس نکتہ کی وضاحت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی ذات والاعفات باعث ایجاد عالم ہے اور فلاح دارین کا راز

ان کی محبت میں پوشیدہ ہے :

جملہ عالم بندگانِ خواجہ اُست

نسخہ کوئین را دیباچہ اُست

بکرو بگردگوشہ دامن اُست

ہر کہ عشقِ **مُصْطَفٰی** سامان اُست

اور پھر نہایت والہانہ انداز میں اپنے جوشِ عقیدت کا اظہار کرتے

ہیں۔ رسالتِ آج سرکارِ دو عالم صلی اللہ وسلم کے دربارِ گہریاؤں ایک عاشقِ صادق

کی یہ مُناجات ہر مردِ مومن کے دل کی آواز ہے۔

حرف من آساں نیاید بر زبان

شہسوارا ایک نفسِ دُکشِ غناں

از تو خواہم یک نگاہِ التفات

گرد تو گردِ حریمِ کائنات

کشتیِ دریا و طوفانم توئی

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی

اور پھر بیلِ بارِ حجاز اور اسی دانائے راز کی ایک اردو غزل کے

چند اشعار جو احترام و عقیدت، جوشِ بیان، ایجاز و اختصار، روانی و تنم

کے لحاظ سے بے نظیر و بے عدیل ہیں :

عجب کیا گرمہ و پردیں مرے پتھر ہو جائیں

کہ بر فراک صاحب دوتے بستم سر خود را

وہ دانائے سبیل، ختم الرسل، مولانا حسین نے

غبارِ راہ کو بخشا، فروغِ وادی سینا

نگاہِ عشقِ دوستی میں وہی اول، وہی آخر

وہی قرآن، وہی فرقان، وہی سببیں، وہی طاہر

اور صوفی سید فتح علی و سیدی کے ایک دوسرے مہم شعر شاعر فاضل بریلوی

جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب قادری، جو احترامِ نبوی کے پیش نظر دیارِ

حبیب میں قلم رکھ کر چلنا بھی سوائے ادب سمجھتے تھے :

غزب کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا اے سر کا موقع ہے اوجانے والے

فاضل بریلوی کی ایک نعتیہ غزل کا پہلا مصرع غزبی اور فارسی میں اور دو کرا

مصرع ہندی میں ہے اور بہت خوب ہے۔ اس غزل کے چند اشعار یہ ہیں :

مولانا احمد رضا خاں صاحب قادری۔ محلہ سوداگران (روہل کھنڈ) کے لیٹنے والے زبردست

عالم اور عاشقِ رسول گزے ہیں۔ مولوی نقی علی خاں مرحوم کے صاحبزادے اور شہداءِ اول رسول احمدی

قادری مارہروی کے خلیفہ تھے۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو روہل کھنڈ کے صدر مقام بانس بریلی میں

انتقال ہوا۔ فقہ اسلامی، مناظرہ اور مباحثہ کا بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔

تمام کتب المشاہیر، جلد اول ص ۶۶۔

الْبَحْرُ عَلَى وَالْمَوْجِ طَغَى ، مِنْ بَيْسِ وَطُونَا بِوَشْشِ رُبَا

منجھار میں یہ بگڑی ہے ہوا ، موری نیسا پار لگا جانا

أَنَا فِي عَطَشٍ وَسَخَاكَ أْتَم ، أَلْ كَيْسَرُ يَأْكُ أَلْ اِبْرَكَم

برسن ہارے ہم جھم ہم جھم ، دو بوئد ادھر بھی گرا جانا

الرُّوحُ فِدَاكَ فَرِدْ حَرَّتَا مَيْكُ شَعْلَه دَكْرُ بَرَزَنِ عَشْتَا

موراتن من دھن سب پھونک دیا۔ یہ جان بھی پیائے جلا جانا

اسی انداز کی ایک نعت ایک بنگالی شاعر نے عربی، فارسی، اردو

اور انگریزی ملی جلی زبان میں لکھ کر آقائے مدینہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے میرے بچپن میں والد مرحوم کو یہ پوری نعت یاد تھی۔ اس

صورتین اشعار میرے حافظہ میں باقی رہ گئے ہیں جو پیش کئے جا رہے ہیں۔

يَا مَنْ لَهُ مَرْوَجِي فِدَا ، نَالِي بِنِ گَا ہے چرا

ہوئے تھکی آمار خطا ، بخشو تو میرے مہر لقا

جیون دھن آمار تومی ، جان و تم را ہمدی

اے گل آف کوو ڈیر تومی ، میری یہی ہے التجا

اے جناب منشی عبدالرشید صاحب قادری مرحوم، چنڈیہا، ڈاک خانہ و تھانہ اورائی۔ ضلع مظفر پور

پیدائش ۱۸۹۵ء۔ وفات ۳ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ = ۱۰ فروری ۱۹۶۳ء۔ شرف صحیح

جناب مولانا احمد اللہ خاں صاحب قادری پشاور سے حاصل تھا۔

طُوْنُكِلْ طُوْنُكِلْ لَأَكْبِ اسطَار، دانتن تمہارے آبدار
چنڈر مٹن بادن تمہار، عارضن چو شمس برھنیا

۴۔ حضرت سیّدی قدس سرہ اور نعت رسول

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب نے اپنا پورا دیوان نعتیہ
لوں سے مرتب کیا۔ اپنی خصوصیات شاعری کے متعلق دیوان کی پہلی ہی غزل کے
بذاتی اشعار میں وضاحت کر دی ہے کہ ان کا کلام ان کے واردات قلب کا ترجمان
ہے۔ ان کی آرزوں اور تمناؤں کا مرکز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا
صفات ہے۔

مشرقِ حُبِّ محمدؐ مطلع دیوان ما مطلع خورشید عشقتش سینه سوزان ما
در تہہ ہر لفظ پنہاں نالہ دل سوزنا وز بن ہر حرف پیدا آتش پنہان ما
ہر غزل آتش کدہ ہر بیت ایک شعلہ آتش از دختہ ہر مصرع دیوان ما
آنکہ او مجنوبو جہاں دل شہید آن او وانکہ او مطلوب بیزدان آذوئے جان ما
حضرت صوفی صاحب نے ایک عاشق صادق اور بلند پایہ شاعر ہیں۔ پھر بھی ان کو
اس مہرِ منور کی نعت گوئی کے سلسلہ میں اپنی بے بضاعتی اور کم مائی کا احساس ہے۔
وہی کجا اور نعت حبیبِ خدا کجا ذرہ کجا و مدحت مہرِ منور کجا
لیکن ساتھ ساتھ محبوبِ رب العالمین کی نعت گوئی سے جو عظمت اور
بلندی حاصل ہوتی ہے، اس پر سرت و شادمانی اور خوشی قسمتی پر فخر و ناز بھی ہے۔

در مصطفیٰ چون زمزمہ سازیم ما ۲۶ در سعادت با ملائک میں کہ انبازیم ما

چونکہ حرب و نعت احمدؐ جز دل و زبانت

در ہونے مصطفیٰ چون بال و پیرامی زمینم

چون ہر ایم نعت ان سلطان دین مجنوح ۲۷ طالع ابین کہ با حق زمزمہ سازیم ما

اور نعت رسولؐ میں رطب الشانی اور شکر نشانی کے باعث ہی

روح الامین اس شاعر زنگیں نوا اور طوطی شیریں مقال کو شہرہ شاعران کا

دین، تو ان کے لئے بہت بجا اور مناسب ہو۔

وہی اندر شنائے تو مردم منہ ہر طوطی شکر خشاں باشد

وہی از فیض غمت شاد زندہ دل ۱۷۵ ہم بفیض نعت تو شکر مقال

وہی ترا سزد کہ بہ نعت حبیب حق ۱۷۳ روح الامین خطاب شاعران ہر

اور فخر موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی

باعث ہی شاعر کو بنگالہ میں، فارسی کے مشہور و معروف قصیدہ نگار

خاقانی کا درجہ حاصل ہوا اور مدیحہ رسولؐ مشہور صحابی حضرت حسنہ

ابن ثابتؓ کی مماثلت نصیب ہوئی : ۱۷۶

بین نعت مدیحہ تو بود بر کسے ظاہر

رسید از عالم معنی بگوش دل ندا کے خوش ۱۷۷ کہ احمدؐ سرور عالم، تو کسی حشا

۱۷۵ سلطان الشعراء (فضل الدین، ابراہیم خاقانی، منوچہر بلک (خاقانی) بادشاہ شہرہ

حضرت صوفی صاحبِ قدس سرہ کو جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت پر بڑا فخر و ناز ہے۔

اے عزیزِ خوشنوا، اے بلبلِ باغِ وفا ۱۶۳ء کے درشائے مصطفیٰ حسان بگشا اور
اے جہہ و آفتاب بندہ نو ۱۶۴ء بندہ وسی تر است حسانی
اور شاعر کو اپنی ٹیڑھی میڑھی زبان اور کج بیج بیان کے باوجود صرف
حضرت سید کونین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کی بدولت ابوہریرہ
افغانی حضرت خواجہ امیر خسرو، حضرت حسان ابن ثابتؓ اور شیخ سعیدی
جیسے دنیا کے بلند مرتبہ شاعروں کا درجہ حاصل ہوا۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳۴۶ کا]

جد میں نامور شاعر گزرے ہیں۔ ۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء میں تبریز (شمال مغربی ایران) میں انتقال کیا۔
تختہ الوراقین ان کی مشہور تصنیف ہے۔ مشہور شاعر ظہیر فارابی بھی ان کے پہلو میں دفن ہیں۔ قاموس الفنا میر
جلد اول ص ۲۱۷، خاقانی ص ۱۱۷، سنہ ۱۲۰۶ء تک۔ المنجد فی اللغات۔ ساتواں ایڈیشن ص ۲۶۵

۱۷۰ حضرت حسان ابن ثابت انصاری رض۔ طوعاً اسلام سے قبل مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ شاعری میں
بلا نام پیدا کیا۔ رسولِ پاکؐ کے مدینہ شریف ہجرت کرنے پر مشرتبہ اسلام ہوئے۔ اسلام لانے کے
بعد مدینہ نبویؐ میں کھڑے ہو کر شعور سنا با کرتے تھے۔ طویل عمر پا کر حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں ۵۵ھ و
۶۷ھ میں انتقال کیا۔ دیوان آپ کا ہندوستان، تونس اور انگلستان سے شائع ہو چکا ہے۔
بحوالہ سید شاہ امین احمد صاحب کاظمی۔ صدر شعبہ عربی بیٹنہ یونیورسٹی۔

اسی کی کج بیجاں از فیض نعت آمدہ
م اوحدی، خسرو نوا، حسان بیباں، سعدی سخن

حضرت صوفی سید فتح صاحب لیبیؒ کو اس بات کا پورا احساس ہے کہ
انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں جو نعتیہ قصیدے لکھے ہیں
ان میں اتنی شان و شوکت، عظمت اور مندی، جاذبیت اور موسیقیت پائی جاتی ہے
کہ اگر ابو الفرح خالدی، ملک الشعراء النوری اور عرفی شیرازی جیسے قادر الکلام
اور باکمال قصیدہ نگار زشاعر زندہ ہوتے تو ان لوگوں کو بھی انہیں حسان عجم تسلیم
کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہوتا۔ اور قصیدہ نگاری کے میدان میں اپنی گوناگوں خوبیوں

۱۵ اوحدی۔ شیخ اوحید الدین اصفہانی، شیخ اوحید الدین کرمانی کے شاگرد تھے۔ حضرت شیخ اوحید الدین
کرمانی سے حضرت بابا فرید گنج شکر نے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ اوحدی اصفہانی نے ۷۳۸ھ - ۷۳۷ھ
میں انتقال کیا۔ مزار تبریز کے پاس مراد میں ہے۔ حدیقہ سنائی کے جواب میں ایک کتاب جام جم، لکھنؤ
غزلوں کا ایک دیوان یادگار ہے۔ ہلاکو خاں کا پوتا ارغون خاں شاہ تاج کا بڑا مداح تھا۔
قاموس الثنا پر جلد اول ص ۱۱۱۔

۱۶ خسرو۔ حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسرو نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے چچے خلیفہ
۷۳۰ھ میں دہلی میں انتقال کیا۔ دیکھئے ص ۱۱۱۔

۱۷ سعدی۔ شیخ شرف الدین سعدی شیرازی۔ حضرت شیخ شہاب الدین بہروردی کے خلیفہ، گلشن
اور ہستان کے مصنف۔ ۱۳۹۲ء میں شیراز میں انتقال کیا۔ دیکھئے ص ۱۱۱-۱۱۲۔

کے باعث بڑھ معنوں میں وہ اس خطاب کے مستحق ہیں۔

چونکہ یہ دنہار از رخ و زلف تو کناہ
زل خا عس نمودہ است خلد ہر قسم را
اے ابو الفرج والوزی و عوفی شیراز
دیدندی اگر ایں ہمہ عجب از قسم را
ازجرت این نظم ہمہ کسرہ گفتنی
حسان عجم و سہی داؤد ذہن را

۱۔ ابو الفرج — ابو الفرج الخالی، دسویں صدی عیسوی کے نامور شاعر گذرے ہیں۔
ہدایت کے شہزادہ سیف الدولہ کے دربار سے وابستہ تھے اور قصیدہ نگاری کے شہور ہیں۔
قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۳

۲۔ انورانی — ملک الشعراء شہدائین انوری، خراسان میں ابی ورد کے بیٹے والے، فاضلی
کے نہایت بخت پاپ اور حلیل القدر شاعر تھے۔ سلطان سنجر سلجوقی کے زمانہ میں تھے۔ انوری
قصیدہ نگاروں میں ان کا نام بہ نسبت آتا ہے۔ مکتبہاں میں حضرت شیخ سعدی نے ان کے
بہت سے اشعار نقل کیے ہیں۔ ۵۸۷ھ تا ۶۱۹ھ میں انتقال کیا۔ دیوان اور تصانیف انوری بہت
مشہور ہیں۔ سے دہتر تن پیرا شد :
ہر چند لابی بعدی
ابیات قصیدہ و غزل را
زدوس والوزی و خاقانی

قاموس المشاہیر جلد اول ص ۱۱۲

۳۔ عرفی — جمال الدین عرفی شیرازی۔ دربار اکبری میں ابراہیم فیضی اور عبدالرحیم خان بھٹائی
کے ہم عصر تھے۔ ایران سے پہلے دکن آئے۔ پھر آگرہ میں ۱۵۸۹ء میں شاہی دربار سے وابستہ تھے۔
شہزادہ سلیم کے اتالیق تھے۔ ۳۶ سال کی عمر میں ۹۹۹ھ تا ۱۵۹۱ء میں لاہور میں انتقال کیا۔
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵ پر)

حضرت صوفی صاحب کو لغت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر شفقت
اور دلچسپی ہے کہ پوری زندگی اس نیک کام میں مصروف رہنا چاہتے ہیں۔

و یسیا تا زندہ باشی در جہاں
و یسیا در دزباں کن روز و شب
و یسیا شکر است پیش عاشقان
و یسیا گر عاشقی کا رہت بود

باش اندر لغت او شکر شکن
مرد و عفت آل شہرہ خیر القرن
دل بجز جاناں بچیرے دو ختن
در غم او ساختن یا سوختن

۵۔ اتباع سنت رسول

اسلام میں وحدانیت اور رسالت کے تصور، اقرار باللسان اور ایمان
بالغیب کو اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شریعت اسلامیہ میں شکر
ناقابل معافی گناہ ہے۔ اور جناب رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
پر ایمان کامل اور ان سے عشق و محبت کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہو سکتا چنانچہ
حضرت صوفی صاحب لکھتے ہیں : ۵

سلاں خوانم آن کس را کہ در دل عشق تو وارد
کے کر عشق تو خالی نمی خوانم مسلمانش

۱۳۱

[تقیہ حاشیہ — کا] بہت ذہین اور تیز شاعر تھے۔ غزل اور قصیدوں میں بڑا نام پیدا کیا۔

تمام مونس المشاہیر جلد دوم ص ۸۲، ماہ ذراچی، مئی ۱۹۵۳ء ص ۵ مضمون عابد علی عابد

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے دین اسلام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی اہمیت کو اس طرح واضح کیا ہے۔

بمصرطفیٰ برسوں خویش را کردی ہمسہ اوست

اگر باوند رسیدی تمام بولہی سست

تمام مشائخ عظام اور اولیائے کرام کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ
تصوّف اور معرفت کی بنیاد عشق رسولؐ پر ہے اور عشق رسولؐ کا عملی اظہار اتباع
سنت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے یہاں قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ حدیث نبویؐ
اور اسوہ حسنہ کی بڑی اہمیت ہے۔ کلام اللہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل
ہوا۔ اور جناب رسالت مآبؐ کے ذریعہ مسلمانوں کو ملا۔ کائنات میں احکام خداوندی
کو اس کے بالکل صحیح معنی و مفہوم میں اور عین رضائے الہی کے مطابق سمجھنے والا اور
پھر ان کو اپنی زندگی میں عملی حیثیت سے پیش کرنے والا اس ذات والا صفات
سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے یہاں حدیث نبویؐ کو چراغ نور اور
شمع ہدایت کی حیثیت حاصل ہے۔

ناپسندیدہ افعال سے بچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور عمل
کے مطابق کام کرنے کا نام سنت ہے۔ سنت کے تین جزو ہیں۔ قول، فعل اور تقریر۔
قول وہ ہے جس کو آپؐ نے فرمایا ہو۔ فعل وہ جو کیا ہو اور آپؐ کے مخصوصات میں
سے نہ ہو اور تقریر وہ جو کیا گیا ہو اور آپؐ نے ناپسندیدہ فرمایا ہو۔ سنت عین مطابق احکام
الہی ہے۔ اسی کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں اور نماز کی ہر رکعت میں اسی صراطِ مستقیم پر

چلنے کی دعائانگی جاتی ہے۔ اور جو باتیں اس صراطِ مستقیم یعنی سنتِ نبوی کے خلاف
 ہیں۔ وہ گمراہی اور ضلالت کی طرف لے جانے والی ہیں۔ خلافتِ سنتِ عمل
 کرنے والا اگر ہوا میں اڑتا ہو۔ پانی پر چلتا ہو، آگ میں ٹہکتا ہو، اس کے سامنے
 سونے چاندی کا انبار ہو، پھر بھی وہ گمراہ ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں
 ۱۰ خلافتِ پیغمبر کسے لے کر لیں
 کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام و کمال اور مخیر و احتیاط پروردگار
 بجائے خود ایک بڑی کرامت ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی ایک
 شاعر نازک خیال ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک بڑے
 شیخِ طریقت اور عارفِ کامل بھی تھے۔ اس کا شریعت کی پابندی اور سلوک کے
 معرفت کی تعلیم کے سلسلہ میں سنتِ رسول کی پیردی کو ہر لمحہ ضروری اور لازمی
 سمجھتے تھے اور اتباعِ سنتِ نبوی کے اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی
 نعتیہ غزلوں میں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے اور سنتِ رسول کی پیروی کے سلسلہ
 میں بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ ان میں سے کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

چوں راہِ مستقیم بجز سنت تو نیست	۱	و سبھی بجاں گزیرہ راہِ مستقیم را
خاکِ کاری ست ترکِ سنت تو	۲	نقل خندد بخام کاری ما
اگر عشقِ خدا خواہی بجاں شویر و احمد	۳	صراطِ مستقیم این ست راہِ جملہ کا لہا
چوں کشیم و سر طریقِ حُبِ اودایِ ردیم	۴	بصراطِ مستقیم لے دل سکتانیم ما
چوں صراطِ مستقیم آمد طریقِ مستنش		از صراطِ مستقیم این قدر جاہل چرا

منعم شد قرب حق چون در طریق مصطفیٰ ^ص از رہ حق تو بوری می شوی مائل چرا
 کیست آخر سنتش آمد صراط المستقیم ^ص کیست احمد ملتش از جلدت استوار
 جمال دلرباش را پسند حق بود معمر ^ص طریق سنت اورا قبول از روی غم
 راه صواب سنت خیر الوری بود ^ص بر خیز زود و غم طریقی صواب کن
 اتباع سنت کی اہمیت کے سلسلہ میں کچھ ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن
 میں حضرت صوفی صاحب نے اس امر پر زور دیا ہے کہ خلاف سنت عمل کرنے والے کا
 دعوائے حب نبی بالکل غلط ہے۔ بلکہ وہ ناب شیطان دام تزویر پھیلانے

پوتا ہے۔

جز طریق سنتش آنکدو آوردہ اند ^ص ۵۹ پشت طرف حق نمودہ زود باطل کردہ اند
 مر مر باد و نمی آید ز روئے اعتقاد ^ص ۱۲۸ ترک سنت کردن دُبت پیرایشتن
 آنکہ شد از سنت تو منحرف ^ص ۱۳۵ چشم شفاغت بوش طمع خام
 تارک سنتش و دعویٰ محبتش عجب است ^ص ۶۲ دام گستردن آن ناب شیطان نگرید
 سنت او دلیل راه حق است ^ص ۱۳۶ گمراہ آن کس کہ کرد ترک دلیل
 بخت طبعی گشتن بخلاف سنت فتن ^ص ۱۸ بدعت معتقد بودن آن گمراہی تطوعا

مشرقی کز ریش بود مائل نیست مرشد ز رہنماں باشد

ہر کہ لپیڈ خلاف سنت تو ^ص ۶۷ رہ برش دیو بے گماں باشد

کے دشمن گرد ز راہ سنت احمد ^ص ۱۲۱ ہمانا گمراہ کردہ از طریق راست شیطانش

آنکد او اندھر لقی غلط بدعت می کند ^ص ۱۶۱ دلباش شیخ رہبر کا بہ شیطان ساخته

۶۔ مدح و توصیف رسول

دیوانِ وقیتی میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں بہتے اشعار ہیں۔ شاعر کو اپنے محبوب کے بدرجہ کمال عشق ہے اور وہ طرح طرح کے اپنے محبوب کی خوبیاں بیان کر کے لطف اندوز ہوتا ہے، لیکن کبھی جادوۂ اعدا کے باہر قدم نہیں رکھا ہے۔ رسول پاک کو خدا کا شریک نہیں بنایا، اسے

گویم تو شریکِ حق، نمی خوانم ترا مطلقاً ۱۹
ندانم این بجز اتحق گویم عبدہٴ شاہ

کمالِ محبت، جوش اور خلوص کے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار لکھے ہیں اور ہر جگہ شانِ رسول کے احترام کا پورا خیال رکھا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت وقیتیؒ کے اشعار میں بڑا توازن پایا جاتا ہے۔ نعتیہ قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :۔

محبوبِ خدا سیدِ نوین محمد ۲۰
کو قبلہ دین است عرباً و عجم را

سُلطانِ رُسل شاہِ ملکِ پادشہہ دین ۱۲
کو رحمتِ حق است مرالوظِ انعم را

توئی سلطان، توئی خاقانِ توئی جانان، توئی دلبر

منم بندہ، منم چاکر، منم رسوا، منم شیدا

ہمہ وطنی، ہمہ حسنی، ہمہ روحی، ہمہ جانی ۱۱

ہمہ فیضی، ہمہ رحیمی، ہمہ نوری، ہمہ سرتاپا

نیلدرجہاں سایہ، نیلدرجہاں بیکر ۱۳
نیلدرجہاں ثانی، نیلدرجہاں ہمتا

یکم در لطیفش را، دوم در جمیاش را ۲۲
 دگر نور فاش را، چہدم ذات پاش را
 خلیل یار غار او، امیں بیت عدل او
 رفیق بزم جود او، فدائی آن شہد علی
 یکم صدیق اکبر شد، ہم نادر حق عظم خاں ۲۳
 سوم نورین جامع، چہدم صفدر والا
 غلام اوست در رزم و غلام اوست در بیجا
 کئی بارون رشید آمد و ہم آہ ارسال باشد ۲۴
 سوم محمدر شد غازی چہدم قبیر والا
 چہ سرور در عالم، چہ عالم عالم امکان ۲۵
 چہ امکان جبار الوال و رالی خالق البر
 جمالش بہتال آمد، خالاش بنشال باشد ۹۶
 چک دبری سلطان حبیب ایزد دلور
 بہر ازل دانا، نقوش لوح را خوانا
 زہی ہستی ناخوانا، خوی در ویر سلطان
 محمد مصطفیٰ نامش بجات عالمیا کاش ۹۷
 بودیزوال خواش بخیل ابیا سردر

چہ مصطفیٰ ۱۴ شہد دنیا و دین رسول اللہ
 چہ مصطفیٰ ۱۵ کہ نہ نسین بقاتش خلعت
 چہ مصطفیٰ ۱۶ کہ بود اسمینہ جمال خدا
 چہ مصطفیٰ ۱۷ کہ بود اشرفندی آدم
 چہ مصطفیٰ ۱۸ کہ حدیشش برده جان بخشید
 چہ مصطفیٰ ۱۹ کہ کاش ز حد عقل فزود ۱۱۴
 چہ مصطفیٰ ۲۰ کہ مراد او بود در مال
 چہ مصطفیٰ ۲۱ کہ مراد او بود در امت
 چہ مصطفیٰ ۲۲ سر کونین شاہ بگردو
 چہ مصطفیٰ ۲۳ کہ نہ ظہ ورا بسر افسر
 چہ مصطفیٰ ۲۴ کہ بود نور خالق اکبر
 چہ مصطفیٰ ۲۵ کہ بود از ہمہ ملک بہتر
 چہ مصطفیٰ ۲۶ کہ کاش ز شہد خیرین تر
 چہ مصطفیٰ ۲۷ کہ جمالش توصف بالار
 چہ مصطفیٰ ۲۸ کہ فراش ز راست زخم جگر
 چہ مصطفیٰ ۲۹ کہ مراد صف اولد شکر

چہ مصطفیٰ کہ مراعت او بود ہادی

چہ مصطفیٰ کہ مراعت او بود ہادی

چہ مصطفیٰ کہ مرا نام او بود تعویذ

چہ مصطفیٰ کہ مراد او بود جوہر

چہ مصطفیٰ کہ منم در جمال او حیران ۱۱۵

چہ مصطفیٰ کہ منم در خیال او شہد

کیست احمد آنکہ حسنش خارج از شرح بیابان

کیست احمد آنکہ وصفش خارج از حد شمار

کیست احمد آنکہ مراتب جمال ذوالجلال

کیست احمد آنکہ عشق حق بود اورا شعار ۱۱۸

کیست احمد سرمہ چشمش زبا زاغہ البصر

کیست احمد آنکہ او بر جن و انس ال تاجلار ۱۱۹

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں حضرت ولیسی ۱۲۰

کی غزل کے بھی چند اشعار ملاحظہ ہوں :

عرش عظیم اگر چہ یقین آمدہ دے ۱۲۱

نہت فرود پائی تو عرش عظیم را

کمترین سگان در گہہ تو

زار و خاقان و قیصر و کبیرا

مفرد ذات تو بعالم شد ۱۲۲

در کمال و جمال و جاہ و ہما

شد گدائی در گہہ او ہم نشین آفتاب

نقش فعل مرکش آمد رنگین آفتاب

سید دنیا و دین محبوب رب العالمین ۱۲۳

احمد مرسل کہ شد گردش قرین آفتاب

برق آہ قلب من از معجز عشق شما ۱۲۴

چوں یزدیضا بر آید ز آستین آفتاب

قبلہ مومن و کفار بود کعبہ و دیر

قبلہ دین من آن نقش کف پا باشد

ہر دو کونین یکے بھر بود بے پایاں ۶۰ اندر ان بجز محمد در بیکت باشد
 وجود پاک تو شد باعث وجود ہما ۶۱ ظهور ذات تو ختم پیمبران باشد
 خمارشہ نے نیست حاجتم کہ مرا ۶۲ شراب عشق محمد بکام جان افتاد
 من آن کسم بغیض محمد عربی ۶۳ قدم با دواں منزل بلا مکان افتاد
 پادشاہ دو جہاں احمد محبوب خدا ۶۴ منظر حسن اتم رحمت یزدان خرید
 محبت شاہ دلبران خصوص جنس خلق نیست

در ازل محبوب حق آن صاحب لولاک بود ۶۵
 ہر غبارے کہ از ہمیش خیزد ۶۶ در عاوشاہ خلدراں باشد
 دو گیتی خلقے آید سزاوار قدا احمد ۶۷ دو عالم پیرے باشد محمد مصطفیٰ جانساز
 چس خلق ز خلق جہاں توئی افزون ۶۸ بحسن خلق توئی اشرف آدم
 قمر جمال و ملک موت و فلک منزل ۶۹ خضر لقا و حبیب خدا و نور اتم
 بجائے دین و ایمان نشسته در دم عشقت

کنوں عشق تو ایمانم غم و مہرت بود در ایم ۷۰
 مصطفیٰ ام آن سید کل کز علی و برتری

گرد در گامش سزد برق کیواں داشتن ۷۱

جمیل و دلبر و الوز، لطیف و نازک و مستطاب

صبح و اربح و از ہر سر ابا نور رحمانی ۷۲

حبیب کبریا آمد، جمال انبیا آمد ۷۳ کہاں اولیا آمد جو نیستی

نہا شد کس تو دلبر ملک دبری ہمسر

بعظمت شاہ شاہانی بحسن ہر یزدانی

نخیزد چون نوجوانانی بحسن دبری یکتا

سراپا لطف رحمانی، سراسر نور تابانی ۱۸۲

۷۔ محبوب کے منظر ہر حسن اور رنگ تغزل

غزلی ایک داخلی اور تاثراتی شاعری ہے۔ اس میں موضوع اور مضامین کی دنیا محدود ہوتی ہے۔ اس کی عاآ فضا حسن و عشق کا نہایت لطیف حسین اور دل آویز رنگ لے ہوئے ہوتی ہے اور شاعر زیادہ تر اپنے پرظلم و جذبات، اپنی دلی کیفیات اور اپنے واردات قلب کو نرم و نازک، سبک اور شیریں الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے، اس میں کیفیت و سرور دل اور دلہیزی کی کیفیت اور شان دلربائی ہوتی ہے اور پڑھنے والا شاعر حسین تجربات اور دل نشیں انداز بیان، اثر تم اور موسیقیت میں ڈوبے ہوئے لب و لہجے سے فوراً متاثر ہوتا ہے۔ اور اس ادبی لطافت کی لذت کا ذمہ پا ہوتی ہے۔

مضامین غزل میں محبوب کے سراپا اور اس کے منظر ہر حسن کی پیش کش اہمیت رکھتی ہے۔ یہاں شاعر حسین اور نادر لہجوں سے خوبصورت اور

دلفریب استعدادوں سے حسن و عشق کا ایک چمن آراستہ کرتا ہے۔ عام طور پر غزل میں محبوب کے قد و قامت، لب و رخسار، چشم و ابرو، ازلت و کاکل، رنگ و روغن، زاکت و لطافت اور شوخی ادا کا ذکر ہوتا ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی نے نعتیہ غزلیں لکھی ہیں۔ رنگ غزل کے لئے ان میں سے بعض عنامین کا آنا لازمی تھا۔ لیکن ان کا شاہ خباں اور محبوب کوئی عام نشان نہ تھا۔ بلکہ فخر موجودات، افضل البشر، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم پیش نظر تھے اور جہاں بقول عزت بخاری:

ادب کا ہیت زیر آسماں از عرش بالاتر
نفس گم کردہ می آید جنبید و بایزید ^{رضی اللہ عنہ}

در بقول مرقی شیرازی:

ہزار بار بشویم دہن از خشک و کلاب
بنو نہ نام تو گفتن کمان ادبی است

یہ حال میں شاعر نازک خیال کو رنگ غزل اور ذات اقدس کے ادب و

مزام کے درمیان تلوار کی نازک دھار سے گذرنا پڑا اور وہ عارتِ کامل اپنے عشق

مادق کی بدولت ادب کی اس دشوار گزار وادی اور کٹھن منزل سے بڑی کامیابی

مگنڈ گیا۔ حضرت دہلوی کے دیوان میں حمید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طاہری حسن

و بصورتی کے متعلق بھی بہت کافی اشعار ہیں۔ اس موعود پر شاعر نے بعض

غزلیں لکھی ہیں۔ کچھ اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

کیست احمد زہر و مر افزدوں
در جمال دگسال و حسن وقار

کیست اچھڑ نیر و گل خوش تر درخار و قامت بہار و عذار

کیست اچھڑ بزرگ گل اہلی در لب طلعت و برور خسار

کیست اچھڑ برد و فدا با د ا ۴۵ دولت و عز و مال و خویش و تبار

اللب شیریں و چشم غمزہ زن نرغہ شکن شکر و بادام را

حلہ مجتہد با غجاز رفت ۴۶ جمع با سم کردہ عسج و شاک را

ماہ تمام بندہ بوعے جمیل تو ۴۷ باشد غلام کیسے تو شک و عنبر

قد بسیارانی و رخ افروز و بر جہد کشا ۴۸ خوار و بقید ناسر و گل و ریحان را

زہی چشم زہی مژگان زہی روی زہی دندان

یے کسحر و دیگر خنجب یچی نور و دیگر لالا ۴۹

از لولی دندان شکنی قیمت لالا ۵۰ خون شد جگر از لعل تو نعل مینی را

خوشید و قرحدوی خشم ملائک ۵۱ دیویدہ کند از رخ تو جلوہ گری را

گفتم کہ شبینہ قد تو لولولے لالا دیباہ فغان آمد و فریاد کہ لالا

ہم رنگ لب لعل تو گل برگ نباشد ۵۲ ہم چشم و وحشت نبود ز گس شہلا

لے لب لعل بدخشاں وی بطلعت آفتاب

وی چشم آہوئی رعنا بکیسوی ملک ناب

لعل تو شکر نشاں و آفتاب تر زباں

آہوئی تو جاں شکار و مشک تو در عسج و تاب

چہرہ زیبائی تو مرآت حق ۵۳ صبح خانم یا ہمیش یا آفتاب

روئی تو خوردشید لکن با کمال دیگر است

حسنت آمد صبح آما با جمال دیگر است ۵۳

شیدائے جمال تو ہمہ خورد طامک ۵۴

دبیری رشک تو از لوزخات آست ۵۵

آن قامت لعنایت بالے بچن بسا ۶۵

بکویہ نرس شہلا چشم تو برسد ۶۶

دگیتی خلق آرزو ساز دار قدر احمد ۱۲۴

دبیری دلبری بہاں چشم دلربائے تو

نون شادری پیدا ز طرز غمزہ و آتش ۱۲۱

از کمال آرزوے تو دارد جمال

نہ بیت چشم آہ آب حیات ۱۲۵

خواب آن چشمم کہ ز خم می نزد ہر آن

غلام آن لب لعلم کہ جان دین دید ہر دم

نہے آن صورت زیبا کہ ایزد را بود محبوب

خجے آن حسن لوح افزا کہ از دلہا با یاد غم ۱۲۳

اے نروں از مہلخ زیبائے تو مطلع حسن ازل سیمائے تو

ماہ یا خوریا رخ پڑ لوز تو سرو یا شمساد یا بالائے تو

مشک یاد بچور یا کیسے تو ۱۲۵ آب جیول یا لب گویائے تو

بدر ہلال عید چشم ہر کسے دیدہ من بدر ہلال ابروئے تو

لقائش بجاں فزا آمد، نگاہش دلمر با آمد

رخش چو از غواستی سخن آب روانستی

حبیب کبریا آمد جمال انبیا آمد

کمال اولیا آمد چو روح اندر بہشتی ^{۱۶۸}

سرور ہردو جہانی پادشاہ انبیا ^{۱۶۴} از ازل گشتہ سلم بر توشان دبری

آفتاب سپہر محبوبی ماہ برج کمال امکانی

بے رخت آفتاب شعلہ نادر ^{۱۶۶} بے جمال تو باد پیکانی

پہر جانان شاہ خوبانی سر اسر نور تابانی قدم تا سر عجبشانی سرا پا صبح خندانانی

بچہ ہرہ بدر تابانی بقدر و خرامانی ^{۱۸۱} ہمہ تن شیرہ جانی تو گوئی در غلطلانی

حبیب پاک سزدانی نداد کس چو اوشانی ^{۱۸۲} بملکت دل سلیمانی چو قرآن پاک دامانی

۸۔ اے خوشا شہرے کہ ان دلبر سرت

عاشق صادق کو محبوب کی گلیاں اور اسے شہر بھی پیارا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ نے بھی مدینہ منورہ ^{۱۸۱} البنی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک قصیدہ اور کئی غزلوں میں اپنے اعلیٰ خیالات کا اظہار کیا ہے:

زہی مدینہ سوادش بہشت جاں پرورد کہ نافرید سوادے چنان خدا دیکر

دیرہ سبزہ درو زمر و خوش رنگ
چمیدہ نخل درو مجموعاً قامت دلبہر
فضائی او بر نر طعنہ با بروغہ شلہ
حصائی او بہ بردنخ از درو گوہر
سواد او بہ طراوت طرب فزا از جہاں ^{۱۱۳} فقا او بہ لطافت بہشت جہاں

نہی مدنیہ دآب لطیفش از گوہر
چہ سوزن کہ بود بر زمین بہشت بریا
چہ سوزن کہ ہمہ سنگہا اش لعل و عقیق
چہ سوزن کہ در و تخت گاہ شاہ مثل
چہ سوزن کہ ہمہ نہرا و بود تسنیم
چہ سوزن کہ بود بوسہ گاہ شاہ و گدا ^{۱۱۳}
چہ سوزن کہ در و ستارہ عیب خارا
چہ سوزن کہ در و عطفی ^{۱۱۴} بود داور
چہ سوزن کہ سر کونین شاہ بحر و بر ^{۱۱۴}

۹- آرزوے دیدار جمال جاناں

مضامین غزل میں محبوب کے حسن و جمال کی تعریف تو عیب کی طرح تمام
ت اور آرزوے وصال بھی بڑا دلچسپ و غوث ہے۔ ایک عاشق خود سے
ان کی آرزو میں جیتا ہے اور اسی تمنا میں مرتا ہے اور شاعر اس موضوع پر طرح
سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی

تیسری سزا ایک ایسے عاشق پر ہوئی اور عارف کامل تھے جن کی ایک نگاہ کرم سے
 دوسروں کو جناب رسالت اکبر کا ر دو عالم یعنی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو
 جاتی تھی۔ یہ معلوم خود کتنی بار دیدار جمال جانان سے شرف ہوئے ہوں گے لیکن
 پھر بھی ایک سچے عاشق کی طرح کبھی ان کی سیری نہیں ہوئی اور انہوں نے اس
 دلچسپ دل نواز موضوع پر بہت کافی اشعار بڑے دلہانہ انداز سے لکھے ہیں۔
 ان اشعار میں دل دوزی اور دل سوڑی کی کیفیت ہے۔ ایک انداز دلسر باطنی
 اور بڑی سنان دل آویزی پائی جاتی ہے۔ اکثر حکماء نے اپنے محبوب کو
 بڑے ادب و احترام سے براہ راست مخاطب کر کے رنگ تغزل میں جان ڈالی
 دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک غزل تو دیوان میں ایسی ہے جس کی مثال نہیں ملتی
 چند اشعار اس غزل کے یہ ہیں :

اگر آن شاہ خوام ہم بہر چشم من پارا	خاک پانی او چشم معادینا و عقبی را
دروں سینما کہ ہم زندہ عشق چنان	کہ آہ آتشیں من گدازد سنگ خار را
عبا بے گواہن باں سلطان خویارا	کہ بی دیدار رونی تو نخواستیم بنیاد
بیائے احمد مرزا بیائے منہر رحمت	بحال من نظر فرما چشم من بن پارا
بیازے درد را دریاں بیائے رافع حرا	بندہ بر زخم من مرہم کشا لعل شکر خارا

تغزل کے اس دلچسپ اور خوبصورت موضوع کے کچھ اور اشعار دوسری

سے پیش کیے جاتے ہیں :

جان من بنام رخ گلگام را بیدار کن این دل ناکام را

یک زمان از چہرہ پر دہ برفکن ص ۶ محو فرما ظلمتِ آیام را

خدا بیدایا رسول اللہ کجاں من نظر فرما

دگر چشم درد ہجرت ز چشم خون چکیدن را

بیا باری سبک فرمای بار فرقتِ دوری

دگر چشم نمی تا بد ز بار غم خمیدن را ص ۷

جانم رسید بربوب دریاں لود مارا درد اک سوخت ہجرت فرما در س خدا را

خون می خورم بہ ہجرت رنجی بکن خدا را ص ۱۶ درد اک چشم مستت از مار بود مارا

بیا بیا و چشم تدم نہ با لے نہ بینم از رخ تو با بصر چہ کار مرا

بیا بیا کہ فدائے تو جاں و سر سازم بے پرو وصل تو با جاں و سر چہ کار مرا

از حال دل چہ گویم ای پادشاہِ خوباں از تاب فرقت تو یک قطرہ خون کی گمانست

وقتی بے ہجرت ای نور پاک یزدال ص ۵۲ چوں ابراشک سزاں چوں برق در فغانست

از شوق بردنیت لے خاتم رسالت در سینہ داغ پیدا کماش بدل گمانست

از کاش فراقت لے پادشاہِ خوباں ص ۵۲ در سر بخار حراں در سینہ دل طپانست

جانم ز ہجر آمد لب، آل شاہِ خوباں کے رسد

ابن نالہ شب گیر ما، یارب بیایاں کے رسد

لے شہسوارِ امطفا، سرتا بیا جسم خدا

با لے بگو لے معطفی، دستم بداماں کے رسد ص ۷۳

بیای آرزوی من دی پانہہ چشم تر
کہ ازہجرت دلم پر خون بشوق تو دو چشم تر
بشوق آن شہہ خواباں مرا حاصل شدہ اینک

۹۴ تنِ لاغر، دلِ حیران، سرِ شیدا، لُحِ اصفر
شدہ ویسی، مگر شیدا، بشوق آن شہہ خواباں

۹۵ نگر گریاں، نگر نالاں، نگر سوزاں، نگر شدہ

چند سوزم نہ آتش بر بحر شما چند سازم با غم و رنج و طال
چند داری سوختن بر من روا ۱۲۵ چند داری خون دل بر من علال

اے خوش آن روز کہ از آتشِ حیراں بر ہم
پیش تو میرم و از سینہ سوزاں بر ہم
یا رسول اللہ نہ ہجرت تا بکے گریاں شوم

۱۲۱ اشکِ خوینِ چشمِ گریاں، برنتا بدیش اذیں

یا رسول اللہ بریں مقتولِ حیراں کن نظر

۱۲۵ قلبِ ویسی دردِ حیراں برنتا بدیش اذیں

در عہدِ تو بر من گذرد اے شہہ خواباں

۱۲۶ یک روز یکے ماہ و یکے ماہ چو سالی

اے پادشہ ہر دو مرا سید کوئیں

۱۲۷ ہستم بفراق تو گرفتار و بالی

۱۰۔ القاب محبوب

حضرت ہونو سید فتح علی صاحب ولیدی قدس سرہ نے اپنی غزلوں اور قصیدوں میں اپنے محبوب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حسب ذیل الفاظ استعمال کئے ہیں :

اب رواں فرخدا	احمد عشر اشیا	احمد مختار	احمد مرسل	اشرف بنی آدم
اشرف عالم	اصبح گل پرین	افتخار الن جہاں	افتخار جہاں	افتخار کون و مکان
افتخار ہر زمین	افصح شہین سخن	افضل حق	امام رسل	اربع شکرین
آئینہ جمال خدا	آئینہ جمال قدیر	بادشاہ دہرا	بادشاہ ہردورا	باعث ایجاد کل
باعث وجود جہاں	بدرالدجی	بدر العجم	بشیر و نذیر	بندہ خاص ایزد دستا
بہتر گل بہتران	پادشاہ دوسرا	پادشاہ دین	پادشاہ ترصہ سستی	پادشاہ ہردو عالم
پیشوائے انبیاء	تاجدار انبیاء	جان پناہ	جان جہاں	جمال انبیاء
جوہر جہاں	عالم ابد عالم	حاکم ملک کرم	حامل وحی	حبیب اللہ
حبیب ملک جہاں	حبیب خدا	حبیب داور پاک	حبیب کبریا	خاتم انبیاء
خاتم پیغمبران	خسرو جلد دلبران	خسرو ملک لقیں	ختم الرسل	خضر لقا
خیر الانام	خلاصہ امکان	خیر الوری	دردریکے دقار	راحت قلب
رافع حراماں	رافع جو رفتن	رافع جو رظلم	رہبر اصغیا	رہبر عبد کالعداں
رہبر دین	رحمت عالم	رحمتہ اللعالمین	رحمت یزداں	رسول اللہ

رسولِ کریم	رشک بدرِ شتری	رشکِ قمر	رہمائے اولین	زبانِ کائنات
زبانِ کون مکان	سالارِ انبیاء	سمرِ حق	سرورِ اعیان	سرورِ انبیاء
سرورِ عالم	سرورِ بخشِ حلال	سرورِ گلِ سرا	سرورِ عہدِ اخیار	سرورِ آستانِ نبوت
سلطانِ باں	سلطانِ دین	سلطانِ الرسل	سلطانِ رسل	سلطانِ عالم
سیدِ ابرار	سیدِ جمیلان	سیدِ خوبان	سیدِ دنیاویں	سیدِ الرسل
سیدِ عالم	سیدِ کل	سیدِ کونین	سیدِ الوری	شاہِ انبیا
شاہِ بحرِ بر	شاہِ دین	شاہِ دلبران	شاہِ دلبران	شاہِ بہراں
شاہِ رسل	شاہِ رعنا	شاہِ کونین	شاہِ ملک	شاہِ جملہ عاصیاں
شافعِ روزِ شمار	شافعِ عاصیاں	شاہِ مطلق	شافعِ یومِ الجوا	شافعِ امم
شافعِ روزِ جزا	شافعِ المذنبین	شمعِ سخن	شمسِ الضحیٰ	شمسِ العرب
شہدِ ابرار	شہدِ جمیلان	شہدِ خوبان	شہدِ خوبانِ عالم	شہدِ خیرِ القرن
شہدِ دنیاویں	شہدِ رسل	شہسوارِ امطفا	شہسوارِ انبیا	شیرِ ادا
علیٰ حق	غیرتِ خورشید	فخرِ الامم	فخرِ بشر	فخرِ زمین
فخرِ عالم	فلکِ خرگاہ	قلبہ دین	قمرِ جمال	کاسرِ گروہن
گلبنِ باغِ ہادی	گوہرِ بحرِ کمال	گلِ عذار	لعلِ بے بہا	لعلِ دلنواز
مالکِ ملکِ سروری	یادِ اوجِ بزرگی	محبوبِ خدا	محبوبِ خائفین	محبوبِ خلاقِ زمین
محبوبِ ذوالمنن	محبوبِ العالمین	محبوبِ حمان	محبوبِ رحمانی	محبوبِ کردگار
محبوبِ یزدان	محمدِ مختار	محمدِ عربی	مخزنِ لطف و عطا	مخدومِ انسانِ جاں

مراۃ جمال ذوالجلال مراۃ حسن ذوالجلال مراۃ سحر مرصع صدق و عفا
 مطاع خلق و عباد مطیع خالق خلق منظر حسن اتم منظر رحمت
 منظر فیض اتم معدن صدق و عفا مقتدرے جن و انس
 مقتدرے جن و انس مقتدرے نوع انسا مقصد ایجاد خلق ملک صورت
 موح اللم سبط آزال مہر اوزح دلبری مہتر کل مہتر ال
 نوب خیم مردماں نور خالق اکبر نور الہدی نور کبریا نیر چرخ جمال
 ہادی السبل ہادی گمراہ یکتاے دو جہاں

المنقبت شاہ اولیا و غوث الاعظم

دیوان ویسی میں تین غزلیں منقبت کی ہیں۔ پہلی غزل ص ۱۲۲ پر ہے۔
 مدنیۃ العلم شاہ اولیا جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے۔ سلسلہ عالیہ

۱۔ امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابو الحسن علی کرم اللہ وجہہ رسول پاک کے حقیقی چچا زاد
 بھائی اور داماد حمید ۱۳ ربیع ۲۳ قبل ہجرت ۵۹۱ء میں کہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۴
 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۱۹ ذی الحجہ ۳۵ھ
 ۶۵۶ء کو چوتھے خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۱۲ رمضان المبارک ۴۰ھ
 ۶۶۱ء کو کوفہ میں انتقال ہوا۔ پانچ سال ۹ مہینے تین روز عہد خلافت رہے۔
 (بقیہ حاشیہ منظر پر)

نقشبندیہ کے سوا تصوف کے تمام سلسلے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے
 کے ذریعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے
 مشائخِ عظام کو بھی حضرت خواجہ معروف کرخیؒ کے ذریعہ ایک طرف حضرت خواجہ حسن بھری
 کے واسطے سے اور دوسری طرف سیدنا حضرت امام حسنؒ اور دوسرے ائمہ اطہار کے
 واسطے سے شاہ ولایت، سرورِ صلی، امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
 [بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۹ کا ۲]

مزار مقدس نجف اشرف (عراق) میں ہے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۹۲، مسالک السالکین
 مرزا عبد الستار بیگ۔

۱۔ ابو محفوظ خواجہ معروف کرخی رح پہلے عیسائی تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے ہاتھ پر سامان ہوئے۔
 ولی کامل گذرے ہیں۔ ۲ محرم ۳۲۰ھ = ۱۲ اگست ۸۱۵ء کو وصال ہوا۔ مزار شریف بغداد کے
 محلہ کرخ میں ہے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۲۲۲ اور مسالک السالکین مرزا عبد الستار بیگ۔
 ۲۔ حضرت خواجہ حسن بھریؒ ۶۲۲ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ پہلے جو اہرات کی تجارت
 کرتے تھے۔ ۵ رجب ۳۱۱ھ = ۱۴ اکتوبر ۹۲۸ء کو وصال ہوا۔ مزار شریف بھرہ سے ۶ میل
 پر واقع ہے۔ قاموس المشاہیر جلد اول صفحہ ۲۰۳، مسالک السالکین۔ مرزا عبد الستار بیگ۔
 ۳۔ سیدنا حضرت امام حسنؑ رح۔ یکم مارچ ۶۲۵ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ سر سے
 نان تک حضرت رسالت مآبؐ کے مشابہ تھے۔ دس روز کم چھ ہینے خلیفہ ہے۔ ۵ ربیع الاول
 ۴۹ھ = اپریل ۶۶۹ء کو وصال ہوا۔ مزار مبارک حنبت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔
 قاموس المشاہیر جلد اول صفحہ ۲۰۳، مسالک السالکین۔ مرزا عبد الستار بیگ۔

بڑا فیض پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام عوفیائے کرام جناب امیرِ رضی سے اپنی غایت محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی نے ۹ اشعار کی ایک غزل جناب امیرؒ کی منقبت میں لکھی ہے۔ اسی غزل کے چند اشعار یہ ہیں :

اے بیا دسویں بختِ دوستِ شباب کُن کحلِ البصرِ خاکِ درِ تیرا بے کُن
 باسے جمالِ خویشِ نما پردہ برنگن شیدائے خودِ فقیر و شہدِ شیخ و شباب کُن
 من مرد جاہ و حشمت و پندارِ سیم ۱۳۴ با من بجا کپکے سبک خود خطاب کُن
 ویسی دوائے درد خود از مرئی بخواہ ۱۳۵ یا مرئی دوائی دلِ من شباب کُن
 دو غزلیں قطبِ العالمِ غوثِ الاعظمِ محبوبِ سبحانی سیدنا حضرت حجی الدین
 عبدالقادر جیلانی پیرانِ پیر و سنگیہ کی منقبت میں ہیں۔ اولیائے کرام اور

۱۳۵ حضرت غوث الاعظم سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ باپ کی طرف سے حسنی اور ماں
 کی طرف سے حسینی سید ہیں۔ پیرِ اخضر کے دکن ضلع جیلان (گیلان) کے گاؤں نائف میں ۲۹ شعبان
 ۵۴۷ھ (۱۱۰۷ء) کو پیدا ہوئے۔ یہ مقام بغداد سے تین منزل پہلے۔ والد کا حضرت ابوصالحؒ
 اور والدہ کا نام بی بی فاطمہؒ تھا۔ ۸ سال کی عمر میں بغداد آئے اور فقہ حنبلی کے ماہر حضرت ابوسعید
 قرنی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۱۱ ربیع الاول ۵۶۱ھ (۱۱۶۶ء) کو بغداد
 میں انتقال ہوا ہے اور وہیں مزار مبارک ہے۔ الفتح الربانی۔ فتوح العیوب۔ بیچہ الاسرار اور
 (بقیہ اشعار ۴۷۲ پر)

صوفیائے نظام میں حضرت غوث الاعظم کا بڑا اونچا مقام ہے۔ وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے امام طریقت ہیں اور قبلہ دین اور کعبہ ایمان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا فیض عام ہے اور دنیائے اسلام میں کسی دوسرے صوفی اور روحانی پیشوا کو وہ مقبولیت اور ہر دل و لہر کی حاصل نہ ہو سکی۔ جو حضرات پیران پر دستگیر کا طرہ امتیاز ہے۔ حضرت صوفی صاحب نے اپنی دو غزلوں میں اس چشمہ فیضان نبوی اور منبع جو دو کرم کو بڑی محبت کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا ہے:

دل در عشق تو نالال محی الدین جیلانی	بہ ہجرت چشم من گریاں محی الدین جیلانی
دل و جانم بشرق تو بہر دم زار محی نالد	نما آن طلعت تابان محی الدین جیلانی
بحالی من نظر فرما، نگر حال زبون من	کجائی لے شہہ خواباں محی الدین جیلانی
تو اں محبوب جیلانی کہ بہ جن و بشر داری	شرف ای ہادی دوراں محی الدین جیلانی

کیند بندہ ات و سبجی، تمنائی کند ہر دم

شود بر پائے تو قرباں محی الدین جیلانی ۱۸۳

بشوق آل شہہ خواباں محی الدین جیلانی	فدائے تو رسم ادا، محی الدین جیلانی
غلام تو شدم انجاں مرید تو شدم از دل	مراتو مالک مولی محی الدین جیلانی
بلدیائے غم اُقتادم بیا ای لے دستگیر من	بہای بخش ازین دیا محی الدین جیلانی

[بقیہ حاشیہ ص ۴۱ کا]

دیوان فارسی آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۶۶، مسائل السالکین مرزا عبدالستار بیگ۔ غوث الاعظم مولانا محمد متین بہاری۔

بشوق شمع رخسارت چو پدائے ہی موسم نماں صورت ایسا، محی الدین حبیبیانی

بگفتہ و لیسبی ناداں نزل درو علف تو شاہان

خطا کن خلعت اعلا، محی الدین حبیبیانی

۱۲۔ متفرقات

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و لیسبی نے مولوی محمد شاہ کے

انتقال پر ۱۵ اشعار کا ایک مرثیہ اور ایک نارسخ وفات لکھا ہے۔ اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ یہ بزرگ کون تھے اور کہاں کے رہنے والے تھے۔ مرثیہ اور نارسخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دور کے بہت بڑے عالم، شاعر اور منشی، متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ عفر ۱۲۹۹ھ، سوموار کے روز صبح کے وقت (دسمبر ۱۸۸۱ء)

یا جنوری ۱۸۸۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اور حضرت و لیسبی رح کو ان کی موت کا بڑا صدمہ ہوا:

سے آنکس کہ از جنات نیاسید کلام است

ایں زخم صعب را نہ علاج نہ مرہم است

علم و کمال و فضل ز فو زش سلم است

زاد بغم کہ سلسلہ ز یاد بریم است

دی فضل اشکائے سیرت اقدار ہم است

بہیات اسفلک چہ جفا داشتی روا

یار بچہ زخم بردل ما چرخ برزد است

این زخم سخت فوت محمد شہ ہے کہ مرد

عالم بگنگوئے کہ علم از جہاں برنت

لے علم خون گری کہ ترا آبر و نماز

عالم و متقی محمد شاہ
شاہ و منشی و جہاں دیدہ
زادہ و عابد و خلیق و کریم
در صفر رفت زیں سرائے غور
باتم دوش گفت اے لسی
فاضل و کامل و خدا آگاہ
نقل فرود زیں جہاں ناگاہ
و اصل دعاشن رسول اللہ
شب دو شبہ و بوقت بگاہ
خدا را بگ محمد شاہ

۱۲۹۹ھ

جناب حکیم حفاظت حسین صاحب عظیم آبادی کی اہلیہ کے انتقال کی تین
"مارچیں لکھی ہیں۔ حکیم حفاظت حسین صاحب عظیم آبادی کے حالات بھی ابھی تک
پرندہ خفا میں ہیں۔ انیسویں صدی عیسوی کے اخیر میں بڑے عظیم آبادی کے ایک
معزز و محترم سادات خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ فقہ و حدیث کے ماہر اور
نہایت پرہیزگار عالم تھے۔ ممکن ہے کہ ان کا تعلق غلامے صادق پور سے ہو
وہ حضرت ولیدیؒ کے بہت عزیز دوستوں میں تھے۔ ان کی اہلیہ کا سن ۱۳۰۰ھ =
۱۸۸۳ء میں انتقال ہوا اور حضرت ولیدیؒ ان کی موت سے بہت متاثر ہوئے

ام گرامیش حفاظت حسین
فاضل عالی نسب ذی الکمال
داشت یکے بی بی نیکو خصال ۱۹۲۵ء رابعہ وقت میاں دلا

آنکے نام اور حفاظت حسین ۱۹۶۰ء سید علی نسب فخر زماں

فاضل و ذی ہمت و پیرسزگار
 دارد اندر حکمت و فقہ و حدیث
 داشت خاتونی فرشتہ در خصال
 سال فوٹس چون بستم عقل گفت

ہم حکیم و عالم شیریں زبان
 دستگاہ کامل آن ذی عز و قہار
 بود اندر ذکر حق فخر دماں
 ہجر زود جو سوختہ "وسی بخوان"

۱۳۰۰ھ = ۶ - ۱۳۰۶ھ

حضرت وسی کا ۶۱ شمار کا ایک خط جناب مولانا محمد سعید ^{رحمۃ اللہ علیہ} صاحب عظیم آبادی

۵ ہجر زود جو سوختہ " سے ۱۳۰۶ نکلتا ہے۔ اس میں سے زود کئی و کا چھ عدد خارج
 بینے پر ۱۳۰۰ھ باقی رہتا ہے۔

۱۲ شش العلماء مولانا محمد سعید ^{رحمۃ اللہ علیہ} حضرت عظیم آبادی کا والد کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت
 مرطیاء رحمہ تک اور والدہ کی طرف سے حضرت عبداللہ ابن عباس رحمہ تک پہنچتا ہے۔ صافی ^{رحمۃ اللہ علیہ}
 تاریخ پیدائش لکھتی ہے۔ ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۳۱ھ = اکتوبر ۱۸۱۶ء کو عظیم آباد میں پیدا
 ہوئے۔ شیخ غلام علی راسخ عظیم آبادی کے مشہور راہ اور صاحب دیوان شاگرد جناب ابو علی یاسین
 دوی کے بھائی اور دارالرحمہ مولانا حسن علی ہاشمی ^{رحمۃ اللہ علیہ} محدث لکھنوی (متوفی ۱۲۵۵ھ =

۱۸۳۶ء) کے شاگرد تھے۔ اور حضرت سید احمد شہید بریلوی کے خلیفہ مولانا شاہ ندو ^{رحمۃ اللہ علیہ}
 صاحبانادی (متوفی ۱۲۶۱ھ) سے شرف بیعت حاصل تھا۔ ۱۸۸۵ء میں شمس العظمیٰ
 خطاب ملا۔ اور حضرت وسی ^{رحمۃ اللہ علیہ} کے انتقال کے چار ماہ بعد شہادہ فرمائی۔ (متوفی ۱۳۰۰ھ =
 ۱۸۸۵ء)

کے نام ہے۔ یہ خط نامکمل ہے اور مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی کے دیوان
 قسط اس البلاغت پر حضرت وسی رح کا تبصرہ ہے۔ جس میں شہر ٹنڈی اور مولانا محمد سعید
 صاحب کی بہت تعریف کی ہے۔ شمس العلماء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی
 انیسویں صدی عیسوی کے بڑے صاحب علم و فضل بزرگ گذرے ہیں۔ وہ ایک بلند
 پایہ عالم دین اور نثری فارسی کے نہایت ممتاز اور کامیاب شاعر تھے۔ مولانا محمد سعید
 حسرت رح ۱۸۱۶ء میں پیدا ہوئے اور حضرت وسی رح ۱۸۲۵ء میں اور دونوں بزرگ
 ہا چار مہینے کے وقفے سے ۱۳۰۲ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت وسی رح نے دسمبر ۱۸۸۶ء
 میں اور مولانا محمد سعید حسرت رح نے اپریل ۱۸۸۷ء میں انتقال کیا۔ حضرت صوفی سید
 فتح علی صاحب وسی رح کو امیر المؤمنین سید احمد شہید رح کے خلیفہ حضرت صوفی نور
 صاحب چانگائی سے اور مولانا محمد سعید حسرت رح کو حضرت سید احمد شہید رح کے دو
 خلیفہ مولانا نذر محمد صاحب اتاوی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ خط سے انداز
 ہوتا ہے کہ دونوں بزرگوں میں گہرے مراسم تھے۔ چند اشعار اس خط کے ملاحظہ
 خبذا در رسید فضل بہار فرخا برگشت گوہر بار

[بقیہ حاشیہ ۲۷۵ کا]

۱۸۸۷ء کو مغل پورہ، ٹنڈی سیٹی میں انتقال ہوا۔ آپ کا دیوان قسط اس البلاغت
 مطبوع اور مشہور ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں راقم الحروف کا مضمون "شمس العلماء
 مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی" مطبوعہ رسالہ معارف عظیم گٹھ۔ جولائی ۱۹۸۸ء

گیتی از فرسخی شد از خار... ۱۹۷

از سفر باز آمد آن دلدار

زودتر بخت تو شده بیدار

پیش آن دلبر ملک رخسار....

بود تا این زمان کجاست قرار

دل نشین شد آن نجست دیار

ہست شہرے ز شہر مای بہار

شہرِ طینہ بہار راست بہار....

خوشنوا خوش مقال خوش گفتار... ۱۹۸

کیست آن جالوار ز شکر بار....

آن محمد سعید طالع یار....

آن محمد سعید سحر نگار

آن محمد سعید خوش گفتار

خوش سخن خوش لباس خوش لطوار....

آن محمد سعید صد در دیار

آن محمد سعید فیض مدار

معدن صدق و مخزن اسرار

عابد و زاہد و سر اخیال... ۱۹۹

عالم از خرمی شد کشمیر

چوں مہر نیم ماہ نیمہ شبی

داد آواز و لیسایا بر خیز

گرم بر خاکستم رواں رفتم

گفتم لے رشک ماہ باز بگو

گفت در شہرِ طینہ بودم خوش

شہرِ طینہ شیندہ فرمود

گر بہار جہاں بہار بود

گفت دیدم در آن یکے طوطی

کیست آن طوطی رواں از دوز

آن محمد سعید عالی جاہ

آن محمد سعید خوش تقریر

آن محمد سعید خوش لہجہ

خوش دل و خوش مزاج و خوش تقریر

آن محمد سعید صاحب علم

آن محمد سعید لہ بردیں

آن محمد سعید شیخ زماں

وہل و کامل و ولی اللہ

زہد و تقویٰ بذات او نمازاں
ورع و عرفاں بردگرفت قرار.....
گفتم اے پارسیچ داری یاد
شعر تو گر بود یکے زہزار
گفت اینک بگردیوانش
تخفہ دلرباے کوئو وار

ہرگز فتم رواں بخواندم زود
شعر اد از کتار تا بکتار

۱۳۔ حضرت وسیعی اور اساتذہ فارسی

حضرت صوفی سید فتم علی صاحب وسیعی نے اساتذہ فارسی کے
کلام کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اشعار کی ظاہری شکل و شبہات اور ردیف و
تافیہ کے سلسلہ میں وہ حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی، حضرت خواجہ
امیر خسرو اور جمال الدین عینی شیرازی کی غزلوں سے متاثر ہوئے ہیں
حکیم سنائی، انوری اور خاقانی کے قصیدوں کے انداز پر انہوں نے نعتیہ
قصیدے لکھے ہیں :

اس میں کوئی شک نہیں کہ غزلی گو شاعروں میں رنگ تغزل،
شیرینی، رعنائی و دلکشی، جذب و کیف اور شیرازی و مستی کے
سے خواجہ حافظ کا نام سرفہرست آتا ہے۔ چنانچہ حضرت صوفی سید
عاحب وسیعی قدس سرہ بھی خواجہ حافظ سے بہت متاثر ہیں اور اپنی
غزلیں خواجہ حافظ کی زمین میں کہی ہیں اور اپنے بہت سے اشعار ان

قافیہ اور ردیف میں پیش کیا ہے۔ ذیل میں حضرت خواجہ حافظہ اور حضرت
 ویسی کے دیوان سے ایک ہی زمین کے اشارہ پیش کئے جاتے ہیں:

حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازیؒ حضرت صوفی سید فتح علی رضا ویسیؒ

ساقیا بر خیز و در وہ جام را جان من بنم سارخ گل نام را
 خاک بر سر کن غم ایام را کامراں کن این دلِ ناکام را

بادہ در وہ چند ازین باد غرور بحرۂ از جام عشقش کوشش کن
 خاک بر سر نفس نافر جام را چارہ ساز این عقل نافر جام را

گرچہ بدنامیست نزد عاقلان غاقلان دانند ما دیوانہ ایم
 نامنی خواہیم ننگ و نام را ننگ رہہ داریم ننگ و نام را

محرم را ز دل کشیدائے من لمعہ از حسن روئی خود نما
 کس بھی بنیم ز خاص و عام را مست و شیرا ساز خاص و عام را

بادل آراے مرا خاطر خوش است ویسی از خواہی جمال مصطفیٰ ام
 کز دلم یک بارہ برد آرام را ترک فرما راحت و آرام را

رونق عہد شباب ست در گریبان را یار بر باد مہ گیسوی مشک افشاں را
 می رسد شدہ گل بلبل خوش الحان را یار بر ہم مزل این سلسلہ دوران را

دیوان حافظ مطبوعہ قیومی پریس کان پور، دیوان ویسی مطبوعہ قیومی پریس کان پور ۱۹۳۵ء

حضرت اوسینی

خواجہ حافظہ

قد بیارائی و رخ افزو زدوسر جویکشا
خواروبے قدر نما سرو گل ریجاں را

اے عبا گریہ جو انجان باز کسی
خدمت ما برساں سرو گل ریجاں را

آں چناں در غم ہجر تو شدم اشک فتاں
دیدہ من بسیرا بے نہ ستد طوفاں را

یار مردان خدا باش کہ در کشتی نوح
ہست خاکی کہ بآبی خرد طوفاں را

جہہ سالی در تو شرف حور و ملک
تشنہ رخسار بود خاک درت سلطان را

ملک آزادگی و کج قناعت گنجیت
کہ بشیر میسر نہ شود سلطان را

جانم رسید برب دریا ب زود مارا
دردا کہ سوخت ہجرت فریاد رس خدارا

دل می رود ز کستم صاحب دلال خدارا
دردا کہ راز پنهان خواهد شد آشکارا

گم گردگان را ہم اے خضر بہری کن
تا یح ننگاہ بنیم آں نور کبریا را

کشتی شکستگان ہم اے باد شرط بر خیز
باشد کہ باز بنیم آں یار آشنا را

ز ایجاد ہر دو گیتی مقصود بود اورا
بند جمال دانش بددت آشکارا

آسائش دو گیتی تفسیر اس دو حرفست
باد و ستان تملطف باد شمنان مارا

خون جگر مہانا خوردن بدرد عشقت
آشہی لنا و اَحلی من قبلتہ العذرا

آں تلخوش کہ صوفی ام الجناہیتش خواند
آشہی لنا و اَحلی من قبلتہ العذرا

حضرت ویسی

باتاب حسن رویت صبری نما ند دل نما
واندل کہ صبر دار دل نیست سنگ خار

سرم سودائی و جام سردیوانگی دارد
بعشق آن شہہ خوبان مرا پیش است مشکلیا

نشیں برکتی شرع و برد سالم بریں دریا
وگرنہ می برد موخت نہ بینی لہے سامہا

بہ انکنتم و تحبون کن نظر آنکہہ برد درہ
کہ غولان می برند اندرہ دریں ویرانہ منزہا

چو بارم نی بلدگامش بسوداش شوم بخنوں
کہ دیوانہ اش باری شوم مشہور و مخفہا

اگر آن شاہ خوبانم ہند بر چشم من یارا
بخاک پائی او چشم معادینا و عقبی را

بیای در در را در ماں بیای رافع حرماں
بنہ بزد خم من مرہم کشا لعل شکر خارا

بہ نعت آن شہہ خوبان بہ خوش ویسی غزل گفتمی
تشار نظم تو عاشق کنار ہم دین و دنیا را

خواجہ حافظ

سگرش مشد کہ چون شمع از غیرت بسوزد
دلبر کہ در کف او موم ست سنگ خار

الایا آئیہا الساقی ادرک ساء و ناو لہا
کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلیا

شب تاریک ہم موج و گرداب چنین حائل
کجا دانت ز حال بسبکساران ساحلیا

بہی سجادہ نیگیں کن گرت پیر مغال گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزلیا

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنای کشید آخر
نہاں کی مانند آن راز سکز و سازند مخفہا

اگر آن ترک شیرازی بدست آید دل نارا
بخال ہندوشن چشم سمرقند و بخارا

بدم گفتمی و خرسندم عفاک الشانکو گفتمی
جواب تلخ می ز میدرب لعل شکر خارا

غزل گفتمی و درستی بیبا و خوش بخوان حافظ
کہ بر نظم تو افتاد فلک عقد تر یارا

خواجہ حافظہ

دوش از مسجد سونی میخانه آمد پیر ما
چیت یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما
در خرابات مغاں مانیز ہم منترل شویم
کاین چنین رفت ست در عهد ازل تدبیر ما

ما مریداں رو بسونی کعبه چوں آیم چوں
رو بسوی خسانه سخت ار دار دپیر ما

بادل سنگینت آیا، میچ در گیر دشبلی
آه آتش بار و سوز ناله کشگیر ما

مرغ دل را صید جمعیت بلام افتاده بود
زلف بکشادی و باز از دست شد پنجر ما

عقل گردانده دل در بند زلفش چوں خورشید
غافلان دیوانه گردند از پی زنجیر ما

بر در میخانه خواهم گشت چوں حافظ مقیم
چوں خراباتی شدای یار طریقت پیر ما

آفتاب از روی او شد در حجاب
سایه را باشد حجاب از آفتاب

حضرت وسیع

ریخت چشم لعل و گوهر بر خیال لعل او
وزنگاهش گشت بے رنگ این همه تدبیر ما
هر کسی را از بهری هر دست را یک دانی
دست او دان احمد بس این تدبیر ما

سید جملة جمیلاں احمد محبوب حق
حُب اوس رهبر عاشق اوس پیر ما

دوش جام سوخت از فریاد بے تاثیر ما
آه تاثیر نه دارد این ناله کشگیر ما

ناله و فریاد وزاری می کنم از حسد فرد
تاکه روزی غم سازد از پی پنجر ما

یا الہی قلب مجنونم ز غیر کشش باز دار
حُب اوست کن بند ما و عشق او زنجیر ما

یا رسول اللہ دل وسیع ز شرمت پاره شد
حُب تو بر لب بدو در دل مبت بے پیر ما

شد کدالی در گه او منشین آفتاب
نقش نعل مرکبش آمد نگین آفتاب

حضرت دسیؒ

۲- سید دنیا و دین محبوب رب العالمین
احمد مرسل کشد گردش قرین آفتابؒ

۱- تا قضا شمس و قمر در خم کیسوی تو بست
بر دم کلک قدر نقش خط ورودی تو بستؒ

خدا چو صورت ابروی دلربائی تو بست
کشاد کار من اندر کوشمہائی تو بستؒ

۲- من نہ امروز گرفتار توام جان مرا
روز میثاق قضا در خم کیسوی تو بست

انفائی راز عشق تو خواہم ولی چه سود
ہر چند پردہ پیش کم پردہ در شور

ترسم کہ اشک در غم ما پرده در شود
دین راز از سر مہر بجا الم سمر شودؒ

دسی چس کہ بر رخ مایک نظر کند
این فخر بس کہ در رہ مانی سپر شودؒ

حافظ سمر اندر لحد بد آرد و پامی بوس
گر خاک او بپائی شمای سپر شودؒ

خدا بصیر و علیم است خوب می داند
کہ تا جدا من آن شمع انجن باشد

خوش است خلوت اگر یار یار من باشد
نہ من بسوزم و او شمع انجن باشد

زراکنتش از مخرف بود شیخ
خواشش شیخ کہ بدتر از اہر من باشد

من آن ننگین سلیمان بہیج نہ تمام
کہ گاہ گاہ در دست اہر من باشدؒ

ہزار چشمہ آب رواں رواں گردد
دمیلہ آن لب نوشینش در سخن باشدؒ

بیان شوق بہ حاجت کہ حال آتش دل
تو ان شناخت ز سوزیکہ در سخن باشدؒ

خواجہ حافظ

چو بر شکست عبانہ لعل عنبر افشانش
بہر شکستہ کہ پیوستہ تازہ شد جانش

کجاست ہم نفسی تاکہ شرح غمہ دہم
کہ دل چہ می کشد از روزگار ہجرانش

بسی شدیم و شد عشق را کرانہ پدید
تبارک اللہ ازین رہ کہ نیست پایانش

سحر بطرف چمن می کشیدیم از کبیل
نوائی حافظ خوش لہجہ غزل خوانش

بہر گانش سپہ کردی ہزاران رخنہ در دینم
بیا کہ چشم بہارت ہزاران درد بر چینم

الا ای تمنشیں دل کہ یارانت برفت از یاد
مراد ز می مباد آن دم کہ بی یاد تو بنشینم

ز تاب آتش دوری شدم غرق غرق چوں گل
بیارای باد شگری نسیمی زان غرق چینم

جہاں فانی و باقی فدائی شاہد و ساقی
کہ سلطانی عالم را طویل عشق می بینم

حضرت ویسی

ایمان عنبر نشان آمد ز جید عنبر افشانش
زین چو گلستان آمد ز روی چوں گلستان

ز ہجرانش شدہ تار یک در چشم جہاں کسیر
خدا یا صبح ہم دارد شب بیدانی ہجرانش

چو دیدیم حسن رخسارش دم شد عاشقش ہے ہے
نہامد پایہ صحرائی کہ پیدانیت پایانش

رسید از عالم معنی بگوش دل ندانی خوش
کہ احمد سرور عالم تویی ویسی حسانش

ز چشم تا شدی غایب جہاں تار یک می بینم
بیا کہ خاک پائی تو جو اہر سرمہ در چینم

نسیم از بگذری بردگش باری گو از من
جدا ای شہسوار من ز تو تا چند بنشینم

عبیر و نافہ چینم غبار در کہہ احمد
بیارای باد بوی از عبیر و نافہ چینم

بدریانی غم افتادم دم آ دستگیرم شو
و گرنہ ز آتشیں موحش نجات خود کنی بینم

خواجہ حافظ

حضرت ویسی

این چه شور و سیست که در دور قمری بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شرمی بینم

این چه حسیست کہ افزون از سحر می بینم
پیش او بدر کی شمع سحر می بینم

ابلیہاں را ہمہ شربت ز کلاب و قند است
توتِ دانا ہمہ از خونِ جگر می بینم^{۱۳۲}

عشقِ احمد نہ بود کار ہمیں بوالہوساں
خورش عاشر او خونِ جگر می بینم

عجیب است ساقیا قدحی پر شراب کن
دور فلک درنگ نہ دارد شتاب کن

ویسی دوائی درد خود از مرتضیٰ بخواہ
یا مرتضیٰ دوائی دل من شتاب کن

ما مر نہ ہدو توبہ و طاعت نسیم
با ما بجا م بادہ صافی خطاب کن

من مرد جاہ و حشمت و پندار نسیم
با من بخاک پائے سگ خود خطاب کن

ای لب ت آب حیات و امی قدرت سر زمین
ای رخت خورشید خاوری خطت مشک ختن

اے پیش ترک نست تو ترکان سپر انداختند
ترکِ حصاری ترکِ چپن ترکِ فلک ترکِ ختن

مشتہ جان من ست آن یا سرِ موی بتاں
ذوہ خورشید یا درجِ درست آن یاد ہن^{۱۳۳}

صد سال بعد از مردنم بر ترسیم کر بگذری^{۱۳۴}
یا ہم رواں خیزم دواں بوسم قدم خنداں

آفتابِ فتح را ہر دم طلوعی می دہد
از کلاہِ خسروی رخسار ہمہ سیمائی تو

اے فرزوں از مہر رخ زیبائی تو
مطلعِ حسن ازل سیمائی تو

گرچہ خورشیدِ فلک چشم و چراغِ عالم است
روشنائی بخش چشمِ اوست خاکِ پائی تو

گر قدمِ رنج کنی در پر کشتم
جان و دل سازم فدائی پائی تو

حضرت وسی

ماہ یا خور یا رخ پر نور تو
سرو یا شمشاد یا بالائے تو

خواجہ حافظ

ای قبائی پادشاہی راست بر بالائی تو
ذہبت تاج و نگین از گوہر والائی تو

نیامد چون تو جانانی سرا پا اور تابانی
بلب چون لعل رنگانی دوائی درد پنهانی

لما متگر چه دریا بد در زار عاشق و معشوق
ذہبت چشم نامینا خصوص اسرار پنهانی

این چشم کہ من دارم گر ملیں جو حساب اولی
ہر دانہ غلطاش یا قوت خوشاب اولی

این خرد کہ من دارم در دہن شراب اولی
وین دفتر بی معنی شرق مئی ناسب اولی

آن جا کہ بود لعلت بے قدر بود گوہر
وہاں جا کہ بود حسرت میخانہ خواب اولی

چوں عمر تبہ کردم چند آنکہ نگہہ کردم
در گنج خراباتی افتادہ خراب اولی

طوطی ہند خواجہ امیر خسرو رح کی مشہور غزل جس کا مطلع ہے :

ہر چند و صفت می کنم در حسن زان بالا تری

اے چہرہ زیبائی تو رشکِ تبتانِ آذری

اس زمین میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسی قدس سرہ

نے دکنس شریک یہ غزل لکھی ہے :

ناہید ماند نے قمر بانو کہ آرد ہمہ سری

نے مہر ماند بارنت نے لہرہ نے مستری

بالا کجا ناہید را تو از ہمہ بالا تری

مہتاب را این خط کجا خور را کجا حسن ضیا

اما محقق شدین بعد از خدا تو برتری

ہر کس بقدر فکر و ظن گفہ منعت تو سخن

۱۸۴
 کس دیدگاہی در جہاں خود را نقابِ عمریں
 مقبول حق گفتار تو و اللہ بہ زیبا بنظر
 تا سرخ رو پیش خدا باشم بروز داوری
 سوری بری، سوسن زبان، عنبر خطی لب شکی
 اصنافِ پیشیت سزنگوں شیدائی تو جو روی
 جانم ہجرت گو یا شد کورہ آہنگری
 درونی تو ہر آسماں جہد شبِ عنبر فشاں
 منظور حق رخسار تو مطلق حق رفتار تو
 ذہم کہ بر پائی شما از دیدہ ریزم لعلها
 لچہ چہ پیچہ دہان کسین فن، شیریں بیبا
 پشت مثال کان و نوں ابرو و چشمت کون
 خاک پیت تو تیا ملک بہر ہم سوزیا

باری بگو و بسی ما از آہ سوزاں باز آ
 از دو دہانت بر کسما خور شید گشتہ انبری

عربی شیرازی کا ایک قصیدہ جس کا مطلع ہے :

اقبال کرم می گز دار باب ہم را
 ہمت نخوردن شتر لا و نعم لا
 اس قصیدہ کی زمین میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی نے
 ۵ اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں :
 باغ تو بخاری نخر و باغ ارم را
 خاک تو بگردی نستر سند ہم را
 از گدائی دست گشت میسر
 با خاک برابر بشدہ جاہ و چشم را
 دست تو بکنا و در جو دہ عالم
 پیم آہ نہ ماندست دگر مال و دم را
 حق ز آئینہ کون و مکان زنگ عدم را
 بات تو مقصود نہ بودی نزد روی

ملاحظہ مولانا صوفی عبدالحسن صاحب خبیری نے بھی حضرت دہلی کے اس قصیدہ کے سلسلہ
 میں عربی شیرازی کے قصیدہ کا ذکر کیا ہے۔ حیات دہلی۔ مولانا زین العابدین صاحب آخر منظرہ ۲۵

ذات نوشدره باعث ایجاد دو عالم
 محبوب خدا سید کونین محمد
 دادند نام تو شرف لوح و قلم را
 کو قبلہ دین است عرب را و عجم را
 در لفظ تو کردند عیاں فضل و کرم را
 با بدل تو آری و بی جمع نہ گردد
 بر دیدہ خور خاک دوش کل جواہر
 از ہول تو ز نار شکستند با پیراں
 چون لیل و نہار از رخ و زلف تو گناہ
 آن بوالفرح والوری و عرفی شیراز
 دیدندی اگر این ہمہ اعجاب از قسم را

از حیرت این نظم ہمہ یکسره گفتی
 حسان عجم و سیسی داود و نغم را

حیات و سیسی میں جناب مولانا عبدالرحمن صاحب عمبری نے حضرت صوفی صاحب
 کے کلام کا نمونہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی
 کی ایک نعت جس کا مطلع ہے: پیش از رہ کا ستار فطرت فرش و ایوان ساختہ
 پایہ قدرت فراتہ کون و امکان ساختہ
 اسی زمین میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و سیسی قدس سرہ نے ۱۶۲۲ء

۱۶۲۲ء حیات و سیسی۔ مولانا زین العابدین صاحب اختر ص ۳۶

کا ایک نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں :

ای نقاب از شام بر خورشید تاباں ساخته
صبح نہ اندر پیر بند شام پہناں ساخته
صبح تو در روز با شام کسیہ باشد قریں
خام تو در شب تراں با مہر رخشاں ساخته
صبح تو اندر میان شام مہر آمد بردوں ^{۱۵۹}
شام تو بر مہر رخشاں مار پیچاں ساخته
شام تو در بوی دلکش نرغ عبز می برد
صبح تو در جانفرائی کالہ حیواں ساخته
جاغبانہ رنگہ والائے سلطان المرسل
ساخت ایوانی زامکاں حضرت رحمن پاک
اندر آں شاہدیں را صدر ایوان ساخته
کے رسد عیسیٰ بدو کور امقام آمد فلک ^{۱۶۰}
مرکب آں شاہدیں بر عرش جولان ساخته
گرچہ بزداں خلق کردہ خوب رویاں بے شمار
لیک در خواہ ترا او شاہ خوباں ساخته
آنکہ او انور طریقت خلط بدعت می کنند
در لباس شیخ رہبر کار شیطان ساخته

شعر تو بر اہل بدعت ہجو زخم ذوالفقار

و سییاً شعر ترا حق بجم شیطان ساخته ^{۱۶۱}

دیوان دہلی میں "سر" کی ردیف میں حضرت صوفی صاحب کے پانچ قصیدے

مسلل ہیں۔ ان قصیدوں میں بالترتیب ۲۷۹، ۱۳۱، ۵۳، ۲۷ اور ۲۶ اشعار

ہیں۔ پہلے دو قصیدے حکیم سنائی کے اس قصیدہ کی زمین میں ہیں جس کا مطلع ہے :

طلب لے عاشقان خوش رفتار
طلب لے شاہدان شیریں کار

حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے پہلے قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

عجب ای والہاں صورت یار
عجب ای صادقان عشق نگار

مرغ اندر خروش و ماخوش
 طلب ای طالبان طلعت دوست
 خیرای عاشقان جمال حبیب
 مال برکش از دل نالان
 ہر کی را کی بود دلبہر
 من و شوق جمال مصطفوی
 جرعه عشق اد مرا کافی
 ما مریم و رونی ادرماں
 یا جیبی بیا بیا بارے
 توی مقصود من بہر دو جہاں
 خود تو میدانی ای شہہ ابرار

باز خواں مطلع دیگر ویسی

کہ سنائی کند وانش نثار

منہ

مطلع ثانی یعنی دوسرے قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں :

چند باغی بخواب ہاں بیدار
 صبح نہ بود رونی و تو در خواب
 ہر جو بلبل بہر گلے خروش
 پیر گشتم و آرزوی جوان
 از سر صدق از جہاں بر خیز
 تا بجے مست آذین ہشیار
 تو بخوابی و مرغ کاں بیدار
 دل چو پرواز کن بشمع نثار
 کہل گشتم و کودکی بقرار
 در تہہ دل غمائی استغفار

نیک و بد را حوالہ کن بخدا
 دور کن از دماغ باد غرور
 افضل حق و اشرف عالم
 ہادی گمراہان درین عالم
 گر تو خواہی نلاج ہر دو جہاں
 دست در دامن محمد ^ص زن
 کسیت احمد خلاصہ امکاں
 کسیت احمد بروفا بادا ^ص
 آل ادکشی و صحابہ نجوم
 گرسنائی دین زمانہ بڑے
 ہم توکل بخالق غفّار
 پاک کن سینہ را ز کبر و غرور
 شاہ کونین سید ابرار
 شافع عاصیاں بروز شمار
 در تو جوی نجات آخر کلام
 وزدش ساز کحل دیدہ غبار ^ص
 دیدہ کائنات و فخر تبار
 دولت و عز و مال و نویسش تبار ^ص
 ہر دو در بجز و شب ضرور شمار
 میشدی زین شماط اجر احوار

نغمہ خواں بطرز خاقانی

و سیبا خوشتر از دُرِ شہوار

بعد والے تین قصیدے حکیم افضل الدین خاقانی کے اس قصیدہ کی زمین ہیں

المطلع ہے:

القُبُوحُ القُبُوحُ کامل کار
 انشأرا انشأرا کامل یار
 ہمایچہ حضرت صوفی صاحب نے دوسرے قصیدہ کے مقطع میں واضح کر دیا
 نغمہ خواں بطرز خاقانی
 و سیبا خوشتر از دُرِ شہوار
 تیسرے مطلع کے چند اشعار یہ ہیں:-

جَزَا حَبَّذَا رِخ دَلِدَار
 می برد دل ز کبک از رفتار ۸۷
 منظر حسن سرمدی روش
 اصطفی مصطفی بنامش شد
 حسن راعل و دلیری را کان
 جاه را تاج و تاج را گوهر
 معجز عیسی از دمش منوخ
 دانش اندر کمال او حیران ۸۸
 نور مطلق حبیب یزدانی
 شد کمالات آن امام رسل ۸۹
 بر سر چشم و لیبی مسکین
 و سیادتش از تہہ دل
 فرغتا فرغتا جمال نگار
 می دید جان بطوطی از گفتار
 مطلع نوزدات آن رخسار
 ارتضی مرتضی بدو پندار
 حلم را کوه و علم را امطار
 ماه را حسن و حسن را اسرار
 چشمه رخسار از لبش بیگار
 درک در فضل او شده بیگار
 بنده خاص ایزد ستار
 خارج از حد و ہم و حصر شمار ۹۰
 یا حبیبی قدم بنه یکبار
 مطلع خوب تر کن تکرار

چوتھے مطلع کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

مزده آورد باد در گلزار
 اینک اینک دمن شده مینو ۹۱
 شاخ گل سبز چون پرطوطی
 بر سر شاخ طوطی خوش خواں
 گیتی از فرط خرمی گوئی
 اینک اینک رسید ابر بہار
 اینک اینک چمن شدہ فرخار
 سرخ غنچہ بشاخ چون منتار
 نغمہ نعت می کند تکرار
 شب میلاد سید ابرار

زبدہ کائنات رحمت حق
داروی درد بکیاں گطفش
حامل وحی احمد مختار
۹۱ ششم از درد خاطر فجار
سورہ انتخاب طلعت اود
جان بیماری طیبے تہ
یکدمی آہ پریش بیمار

وینا نغمہ دگر سرکن

بہ ثنائے محمد مختار ۹۲

پانچویں مطلع کے چند اشعار یہ ہیں :

البشر والبشر واولی الالبصار
آل نگار یکہ از نگار و بہار ۹۲
اینک ایک نورد رونی نگار
ہر را چہرہ ماہ دار خسار
با کمالش کمال بیضا عار
افتخار جہان جہان وقار
دستگیر ہمہ بروز شمار
حنت از کوئی اوبود یک خار
کوتر از لعل اوہمی انگار ۹۳
شاہد و صادق و بشیر و نذیر
ذاد و عابد و علیم و سعید
قرب حق گرترا بود منظور ۹۴
وینسی از قبیل و قال سورہ ۹۵
اول و خاتم و سر اخیار
رہبر و ہادی و طبع عذار
قرب او جوئی تا برس اید کار
صدق کن پیشہ قبیل قال گزار

۱۴۔ حضرت یوسفی اور ان کی شاعری کے متعلق دیگر کتب کے

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دلیسی قدس سرہ ایک عارف کامل اور
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک بلند پایہ شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ اسکا
شاعری کے نہایت ہی درخشندہ ستارے کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ایک عاشق و مدحت
تھے۔ ان کا کلام، ان کے کیفیات دلی اور واردات قلبی کا صحیح ترجمان ہے۔
ان کی شاعری میں خلوص، سوز و گداز اور درد و اثر کی فراوانی ہے۔ ان کی غزلوں اور
قصیدوں میں ان دونوں اصناف شاعری کے تمام محاسن بدرجہ اتم موجود ہیں۔
زبان و بیان پر ان کو پوری قدرت حاصل ہے اور پڑھنے والا ان کے کلام میں عشق
و محبت کی گرمی، تاثرات قلبی کی پرجوش اور پرخلوص ترجمانی اور انداز بیان کی
تازگی اور شگفتگی سے گہرے طور پر متاثر ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان
فارسی شاعری کے اس گوہر شب چراغ، کو لوئے تابدار، خاقانی، بنگال اور
کی طرف بہت کم لوگوں نے توجہ کیا ہے اور آپ کے حالات اور شاعری کے متعلق
کم لکھا گیا ہے۔

امیر الملک نواب سید محمد صدیق حسن خان بہادر مرحوم (متوفی ۱۸۷۰ء)

سید امیر الملک نواب والا جاہ سید محمد صدیق حسن خان بہادر مرحوم — آپ کے والد مولانا
اولاد حسن صاحب قنوجی۔ امیر المؤمنین سید احمد شہید بریلوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ (تقریباً ۱۸۰۰ء)

نے اپنی کتاب 'شمع انجمن' میں تمام دوسرے شاعروں کی طرح آپ کا بھی مختصر ذکر کیا ہے۔
 اولاً آپ کے پانچ اشعار نقل کئے ہیں۔ جن میں سے چار دیوان میں موجود ہیں۔ نواب
 صاحب مرحوم نے آپ کا تخلص 'وہیبی' کے بجائے 'صوفی' لکھا ہے، جو غلط ہے۔ نواب
 صاحب رقمطراز ہیں:

صوفی — تخلص مولوی فتح علی بنگالی است علاقہ چانگام

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۴ کا]

نواب صاحب ۱۲۴۸ھ = ۱۸۳۲ء میں تنوچ ضلع فرخ آباد (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ مفتی عبداللہ
 خاں دہلوی کے شاگرد تھے۔ علوم تفسیر و حدیث نامور علماء سے حاصل کیا تھا۔ حدیث کی اجالت
 ۔ شیخ عبدالحق محدث بنارس سے حاصل کی تھی۔ ریاست بھوپال میں ملازم ہوئے اور بتدریج
 ترقی کر کے عہدہ وزارت و نیابت پر مامور ہوئے۔ ۱۸۴۱ء کو نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال
 (دیوہ) سے عقد ہوا۔ چودہ سال تک ریاست کا انتظام آپ کے اختیار میں رہا۔ ۱۸۸۵ء میں ریاست
 انتظامی اور شخصی شکایات کی بنا پر آپ کو خطا ہات اور اختیارات سے الگ کر دیا گیا۔
 مائت صدیقی میں آپ کے صاحبزادے نواب محمد علی حسن خاں نے آپ کی ۲۲۲ کتابوں کی فہرست شامل
 کی ہے۔ اکثر کتابیں مذہبی نوعیت کی ہیں۔ بھوپال، مصر اور قسطنطنیہ (ترکی) سے شائع ہوئیں۔
 جمادی الآخر ۱۲۹۰ھ = فروری ۱۸۹۰ء میں آپ کا بھوپال میں انتقال ہوا۔ آپ کا علمی کارنامہ
 حیرت انگیز اور شاندار ہے۔ آپ کا خاندان لکھنؤ میں آباد ہے (قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۲۸)؛
 امپریل گزیٹیئر آف انڈیا جلد ہفتم صفحہ ۱۳۲-۱۲۸؛ موزع کوثر۔ شیخ محمد اکرام صفحہ ۵۸-۴۸۔

شمع انجمن ۱۲۹۳ھ و ۱۸۷۶ء میں انیس المطالع شاہ حاکم نے لکھا ہے

دادید و شعور شہر کلکتہ محل تحصیل وجوہ معاش و فنون انتعاش اور نظام
قیام علی لطفنازل و محلی از رذائل۔ در مناظر و کلام طلق اللسان و در نظم

نعت سرور انبیاء صلعم شیوا بیان۔ از تالیف موزونی دوست

بر لب آب زندگانیہا بر لبم جان ز تشنہ جانیہا

وصف من لست پیش نخل قدرت ۲۱ کردہ ام گو بلند خوانیہا

بگذار پست خانہ قدم از سر اعجاز کاغذ لیسر جلد ستاں بوسہ زنی را

تا چند زنی آتش غم در دل صوفی ۲۵ باری بنگہ شاد کن آن سوختنی را

یوسف با حمد کی رسد، غافل ازین جاپی برد

آں راز لنجامی خورد، این را خدا شد مشتری ۲۶

شمع انجمن میں جو اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا دو شعر دیوان

دلی کی اٹھارہویں غزل کا مطلع اور تیسرا شعر ہے اور دیوان مطبوعہ ۱۹۳۵ء

۲۱ پر موجود ہے۔ دوسرا دوڑن شعر دیوان کی بائیسویں غزل کا پانچواں اور آگیاں جو

ہے اور دیوان کے ۲۵ پر موجود ہے۔ اس غزل میں آگیاں جو اس شعر مقطع ہے۔

اس شعر میں دلی کی جگہ صوفی غلط لکھا گیا ہے۔ آخری یعنی پانچواں شعر دیوان میں

[بقیہ حاشیہ ۲۹۵ء کا]

شائع ہوئی۔ اس میں کل ۹۷۸ شاعروں کا حق ذکر ہے۔ اس کی ایک جلد خدا بخش اور ذیل

لابری باگی لید۔ پٹنہ ۱۹۲۷ء میں موجود ہے (تذکرہ فارسی ۱۹۶۲ء)

۲۶۸ لے شمع انجمن۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم۔ جویال ۱۹۳۲ء۔ ۲۶۸

نہیں ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسی کے ناہور خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا
شاہ غلام سلمانی صاحب کے ایک مرید کلکتہ کے رہنے والے جناب حاجی عبدالغفور
جو سرمنڈ شریف ضلع ٹیپالہ (پنجاب) میں آباد ہو گئے تھے۔ انہوں نے تصوف و معرفت
ایک کتاب لکھی جو غالباً ۱۹۳۵ء یا ۱۹۳۶ء میں امریکہ پریس لیسٹون
پزننگ پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب بڑی تفتیح کے ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔
اس کتاب کے صفحہ ۱۶۹ پر مصنف نے اپنے پیر اول شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی
صاحب اور صفحہ ۱۷۳ پر اپنے پیر ثانی حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب کا ذکر کیا ہے۔
اور صفحہ ۳۳۳ پر ان دونوں بزرگوں کے پیر و مرشد قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب
ولسی قدس سرہ کا ذکر ہے اور دیوان ولسی سے کلام کا نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ صفحہ ۳۳۵
پر حضرت صوفی صاحب کے مزار مبارک واقع مانگ تل کلکتہ کا خاکہ بھی ہے۔ اس
کتاب لکھنے والے ابراہیم کی ایک جلد حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب کے خلیفہ الحاج
الحافظ مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مانڈلا کے پاس ڈھاکہ میں موجود ہے
اس کتاب کے آخری صفحہ پر تیل جلالا لائبریری ۲۲ مسجد بڑی لین۔ کلکتہ کی پھر ہے
لکھنے والے ابراہیم کے مسکن حاجی عبدالغفور صاحب کے عا جزاد سے جناب ابو نصر صاحب
کلکتہ کارپوریشن کے کاؤنسلر تھے۔ افسوس ہے کہ بعض ناگزیر حالات کے سبب کتاب

میں خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مانڈلا۔ جدو نامہ پانک لین۔ ڈھاکہ۔
مقام راقم الحروف سوشل ایسوسی ایشن۔ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

رہنمائے ابرار یا حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلق اس کتاب کا ضروری اقتباس نام تحریر
ناچیز راقم الحروف کو حاصل نہ ہو سکا۔ اس لئے حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلق جناب
حاجی عبدالغفور صاحبؒ کے خیالات آئینہ ویسی میں پیش کرنے سے معذور رہا۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحبؒ فر فر اشریف کے خلیفہ علامہ ڈاکٹر محمد

شہید اللہ صاحبؒ (متوفی ۱۹۶۹ء) نے ننگہ زبان میں اپنے دادا پیر حضرت صوفی سید
فتح صاحب ویسی رحمہ کے حالات زندگی، اُن کی شاعری اور اُن کی دینی خدمات کے متعلق
ایک مفصل مضمون لکھا تھا۔

حضرت صوفی صاحبؒ قدس سرہ کے متعلق پہلی باضابطہ اور مستند کتاب

حیات ویسی کے نام سے ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب انخروی

مدظلہ نے کلکتہ سے ۱۹۵۵ء میں شائع کیا۔ مولانا انخروی مدظلہ، حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر

صاحبؒ کے خلیفہ مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی رح کان کھولی شریف گارڈ

کلکتہ ۲۲ کے بڑے داماد اور بجرہ نشیں بزرگ ہیں۔ صوفی صاحبؒ کے متعلق حیات

ویسی ایک مختصر لیکن قابل قدر تصنیف ہے۔

حیات ویسی کی ایک تقریظ میں مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی مدظلہ

۱۵ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ، عبودناحہ باسک لین ڈھاکہ

بنام راقم الحروف مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۵ء۔

۳ دیکھے ۲۵-۲۵۱

۴ دیکھے ۲۵۲-۲۵۲

سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ و سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھے ہیں

”بنگال کی ارضِ نمناک نے جن ارباب علم و فضل اور اصحاب باطن کو پیدا کیا

ہے۔ اُن میں جناب حضرت پیر مولانا مولانا صوفی فتح علی صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ آپ عربی فارسی کے نامور عالم تھے اور فارسی میں

شاعری بھی کرتے تھے۔ کلام میں ایک عجیب قسم کی والہانہ شوریدگی و خودر بودگی پائی

جاتی ہے۔ ایک شعر حقائق معرفت و تصوف میں ڈوبا ہوا ہے۔ غش حقیقی کا سوز و

گداز جگہ جگہ نمایاں ہے۔ تصوف کے مختلف مسائل کو بعض مقامات پر اشعار کے پیرایہ

میں اس طرح سمجھایا ہے کہ سُلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ ان معنوی خصوصیات کے علاوہ

الفاظ کی شان و شوکت، تراکیب کی چستی اور بندش کی طننگی اپنا الگ لطف دیتی ہے۔

آپ کا مجموعہ کلام ”دیوان ویسی“ کے نام سے ۱۹۲۵ء میں مطبع قیومی کانپور کی طرف

سے شائع ہوا تھا۔ لیکن ضرورت تھی کہ صرف چھاپنے پر تمنائت نہ کی جاتی۔ بلکہ اشتہار وغیرہ

کے ذریعہ جن حلقوں میں صاحب دیوان علیہ الرحمہ متعارف نہیں ہیں۔ اُن میں بھی ان کو

متعارف کرایا جاتا۔ تاکہ انہیں عکس ہو تاکہ ایک خالص شاہی نژاد درویش بھی مولانا

عبدالرحمن جامی اور حکیم خاقانی کے رنگ میں شاعری کر سکتا ہے۔“

حیات ویسی کی ایک دوسری تقریظ میں انجمن حلقہ ذکر و حفظ القرآن بنگال کے

صدر، جناب مولانا شاہ صوفی عبدالرحمان صاحب عبقری مدظلہ تحریر یہ

فرماتے ہیں :

”سیرت صالحین کا مطالعہ کرنا موجب محبت و باعث طاعت ہے ...
..... بنگال کے فلکِ ولایت میں کتنے ستارے اور کئی تارے ثاقب ہماری
نگاہوں سے غائب ہیں۔ جن کے لوہے، سوارخ سے ہمبے خبر ہیں۔ لیکن ان کے
قبور و برکات سے ضرور بہرہ ور ہو رہے ہیں۔“

سجائیاں، حسان، سراج العرفاء، تاج الشعراء، قطب الارشاد،
شاہ سید فتح علی ویسی، مرشد بادی قدس الشریعہ، ہندوستان کے مشائخ کبار
و خیار ابراہین سے ہیں۔ آپ ایک نعمت کبریٰ اور آسمان ارشاد و بنگال کے شعراء
تھے۔ آپ کی مقایس سیرت میں عزیزم ممتاز المحرثین مولانا زین العابدین اختر سیّدی سلمہ العلی
نے بڑی محنت و جانفشانی سے یہ رسالہ مرتب کیا ہے، جو فی الحقیقت مخزن عرفان و
”سعدان احسان ہے۔“

حیاتِ ویسی کی تیسری تقریظ میں ممتاز المحرثین جناب مولانا امیر الدین احمد
نیم۔ اے رقمطراز ہیں :-

”..... اس کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مولانا اختر سیّدی صاحب نے
اپنی انتھک کوششوں سے قطب ارشاد حضرت پیر مولانا شاہ عوفی سید فتح علی ویسی
رحمۃ اللہ علیہ جیسی منعم ہستی کی محقر سوانح حیات کو عوام کے سامنے بطور یادگار پیش کر دیا۔“

اے حیاتِ ویسی۔ مولانا زین العابدین اختر سیّدی، مظاہر، حصہ اردو ص ۵۶-۵۵

جس کی کمی اب تک محسوس کی جا رہی تھی۔ حضرت قطب الاشراف کی ذات گرامی معتمداتِ عالم میں سے تھی۔ آپ تمام بنگال و آسام کے مایہ ناز بزرگ اور مجدد طریقِ کبیر میں۔ جو اب تک تمام بنگال و آسام میں رائج ہے۔ آپ صحیح معنی میں پچھے عاشقِ رسول تھے۔ جس کا زندہ ثبوت دیوانِ کبیری زبانِ فارسی اب بھی موجود ہے۔

حیاتِ ویسی کی پوری تصنیف میں جناب مولانا شاہ فیصل الرحمن صاحب عارف سابق ایڈیٹر، عصرِ جدید کلکتہ اور مدینہ بھنور لکھتے ہیں:۔
 ”قطب الاشراف حضرت پیر مولانا شاہ صوفی فتح علی ویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی

صوبہ بنگال میں ایک برگزیدہ و مقدس ہستی تھی۔ جن کے فیوضِ دیرکات سے بنگال کا گوشہ گوشہ چمک اٹھا اور رشد و ہدایت کی نہروں سے ایک عالم سیراب ہوا اور مورہا ہے۔

حیاتِ ویسی کی ایک تقریظ میں ممتاز الحدیث جناب مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی بہاری مدظلہ، سینئر مدرسہ عالیہ کلکتہ رقمطراز ہیں:

”گذشتہ صدی کے ایک عظیم المرتبت صوفی و صاحبِ طریقت حضرت

المخلص بہ ویسی کے مختصر حالات ہمارے محترم دوست مولانا زین العابدین اختر نے صاحبِ پیرد قلم کیلئے۔ ویسی کی سوانحِ حیات پر آئندہ توجہ صرف کرنے والوں کے لئے مولانا کی کوشش ایک مفید تمہید ثابت ہوگی۔

حضرت ویسی فارسی کے بزرگ شاعر تھے۔ ان کے اشعار میں مشرب صوفیہ کے مضامین پر زور اسلوب بیان اور حسین و جمیل طرزِ تبصیر میں ادا ہوئے ہیں۔ کلام کا مجموعہ زیورِ طبع سے آراستہ ہے۔ جس کے مطالعہ سے حضرت ویسی رح کی عظمت دل پر نقش ہو جاتی ہے۔

۱۔ حیاتِ ویسی۔ مولانا زین العابدین اختر مدظلہ۔ حصہ اول و دوم

۲۔ حیاتِ ویسی۔ مولانا زین العابدین اختر مدظلہ۔ حصہ اول و دوم

دیوان ویسی کے مرتب مولوی سید محسن صاحب شاہ پوری مرحوم کے پوتے
 ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب، جو ڈھاکہ کالج (بنگلہ دیش) میں اسلامی تاریخ و تمدن کے
 شعبہ کے صدر اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں اسوشیٹیٹ پروفیسر ہیں۔ پاکستان میں ایرانی
 شہنشاہیت کے ڈھائی ہزار سالانہ جشن کے موقع پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ کی اسلامی
 اکیڈمی کے ایک جلسہ میں حضرت صوفی صاحب اور بنگال کے فارسی شاعروں میں ان کی
 خدمات کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے ایک مقالہ پیش کیا تھا۔

۱۵۔ حضرت ویسی کو خراج عقیدت

جناب مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب نندن پوری نے حضرت صوفی سید فتح علی
 صاحب ویسی قدس سرہ کتاب شمس العارفین میں اس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے:

جلیل مقتدرانی فاضلان	سبیل پیشروانی کامران ست
قیم الشان سبحان زمان است	عظیم الجاہ و فخر عالمان ست
خردار حدیث و علم تفسیر	بلخ و ناصح و شیرین زبان ست
کرم فرمائی بر حال غریبان	معین و دستگیری عاجزان ست
سراج بزم عرفان طائفت	امام حافظان حاجیان ست

۱۵ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ ص ۱۰۰ م راقم الحروف مورخہ ۲۵
 اگست ۱۹۷۲ء، دیکھے ص ۲۱-۲۲

جناب صوفی فتح علی آں
کردارش صافی و علی چنان ستارہ

جناب مولانا شاہ صوفی عبدالرحمن صاحب عبقری صدر انجمن حلقہ ذکر
و حفظ القرآن بنگال، حضرت صوفی صاحب کو اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:
خوشیہ ہدایت، ماہ ولایت، حضرت ویسی فتح علیؑ
کیوان کرامت، قطب ہدایت، حضرت ویسی فتح علیؑ
قدیائے حقیقت، در لطافت، حضرت ویسی فتح علیؑ
دانائے رموز شرع و طریقت، حضرت ویسی فتح علیؑ
آن کبیر دقائوق، درج معارف، کان فواضل، مرشد حق
آبادکن این ملک ولایت، حضرت ویسی فتح علیؑ
حماد خدا، تراج محمد ختم رسل، حسان عجم
استاد غزل، سبجان بلاغت، حضرت ویسی فتح علیؑ
در لغت نبی، تحریر نمود، از فیض اتم، دیوان عجیب
تاج شعرا، سلطان عبارت، حضرت ویسی فتح علیؑ
آن مست می عشق احدی، شیدائے رسول حق و علی
آن بحر عنایت و جذبہ الفت، حضرت ویسی فتح علیؑ

لہ حیات ویسیؑ - مولانا زین العابدین صاحب ختری مظلہ حقہ اردو ص ۲۸ - بحوالہ شمس العارفین مطبوعہ
ردائق پریس کان پور ۱۳۱۵ھ ص ۲۲ - مملوک جناب مولانا عبدالرحمن صاحب عبقری

درماہ ولادت خیر البشر، در سال ہزار و سہ صد و چار

فرمود اجابت دعوتِ جنتِ حبیبی فتح علیؑ

آن کیست بملک بنگالہ، شیرازہ شیراز آورده

گو عبقر یا آن نہرِ حلاوتِ حضرتِ وسیٰ فتح علیؑ

۱۶۔ خاتمہ کتاب

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی حضرت مولانا

محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ اور سید احمد خاں کے معاصرین میں

۱۵ جیاتِ وسیٰ۔ مولانا زین العابدین صاحبِ آخری مظلہ، حضرت اردو کے

۱۶ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی۔ والد محترم کا اسم گرامی شاد دل اسد

تھا۔ ملازوں ضلع اناؤ کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۸۵ھ = ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۲ صفر

۱۲۸۵ھ است ۱۸۹۵ء گنج مراد آباد ضلع اناؤ (اتر پردیش) میں انتقال ہوا۔ مولانا شاہ محمد صاحب

صاحب دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی (متوفی ۱۲۵۱ھ) کے

خلیفہ تھے۔ مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ آپ کے خلفا میں حضرت مولانا سید محمد علی صاحب

مؤگیری (بانی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد دوم

ص ۱۲۶؛ تذکرہ مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مظلہ۔

۱۷ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (یکے از بانیان دارالعلوم دیوبند) والد کا

نام شیخ اسد علی تھا۔ ۱۲۴۸ھ = ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ (بقیہ نمبر ۲۴ ص ۵۰۵ پر)

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دلیسی بڑا اعلیٰ و ارفع، بلند و بالا مقام رکھتے تھے۔ ان چار بزرگوں کا تعلق امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی دینی اور اصلاحی تحریک سے ہے۔ ان چاروں کے طریق کار میں کچھ فرق ہے۔ لیکن منزل گہرہ مقصود ایک ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے دور زوال و انتشار میں

[بقیہ حاشیہ ۳ و ۴ ص ۵۰۴ کا]

مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ کے شاگرد اور حضرت حاجی ابراہیم صاحب مہاجر کی (متوفی ۱۳۱۷ھ) کے خلیفہ تھے۔ ۴۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ = وسط اپریل ۱۸۸۰ء کو ریلوے ضلع سہارن پور (اُتر پردیش) میں وصال ہوا۔ حجۃ الاسلام۔ آب حیات۔ تقریر دلیزیہ، مباحثہ شاہ جہاں پور اور قبلہ نما وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ آپ کا قائم کردہ دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور، ہندوستان کی سب سے بڑی دینی درس گاہ ہے۔ اور اس کا شمار دنیا کے چند بڑے اسلامی مراکز میں ہوتا ہے۔ قاموس المشاہیر۔ نظامی بدایونی جلد دوم ص ۱۹۸، نوح کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۱۸

سکھ جوادل دلدل عارف جنگ سر سید احمد خاں۔ ۵ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ = ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد منفتحی تھا۔ تقویٰ سید تھے۔ سرکار انگریزی کے فخر انصاف میں ملازم رہے۔ ۱۸۷۷ء میں محمدن اینگلو اورنٹیل کالج علی گڑھ میں قائم کیا۔ جو اب مسلم یونیورسٹی کی شکل میں ان کی ایک عظیم یادگار ہے۔ ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو علی گڑھ میں انتقال میں۔ آثار الصنادید۔ اسباب بغاوت ہند۔ جام جم سلسلۃ الملوک۔ تفسیر القرآن اور خطبات احمدیہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۳۱۵؛ (بقیہ حاشیہ نمبر ۴ و ۵ ص ۵۰۶ پر)

ان بزرگوں کی اعلیٰ خدمات آپ زور سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ اور حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج

مراڑ آبادی رح میں بڑی ماملت ہے۔ دونوں بزرگ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے

والبتہ ہیں۔ دونوں شیخ طریقت، عارف کامل اور عاشق رسولؐ ہیں۔ حضرت صوفی صاحبؒ

پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ ملک کے مشرقی حصہ خصوصاً بنگال میں ان کی ذات والا

صفات سے اچھے دین کی تحریک کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور سلسلہ عالیہ

نقشبندیہ مجددیہ کو بہت ترقی ہوئی۔ ان کا سلسلہ معرفت ملایا سے مہر تک پھیلا

[بقیہ حاشیہ ۴ و ۵ کا ۵۰۵]

دانشان تاریخ اُردو۔ مولانا حامد حسن قادری ۱۳۱۲ھ - ۲۳۹، موج کوثر شیخ محمد اکرام ۸۶-۶۲

۱۱ امام الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے

صاحبزادے اور شیخ فاروقی تھے۔ ۱۴ اشوال ۱۱۱۴ھ = ذوری ۱۷۰۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۶۲

سال کی عمر میں دہلی میں ۱۱۶۶ھ = ۱۷۶۲ء میں انتقال کیا۔ مزار شریف ہمدان میں مولانا آزاد میڈیکل

اور دہلی جیل کے چھپے ہے۔ قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ حجتہ البالغہ، فیوض الحرمین، شفاء القلوب

اور انفاس العارفين آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رح، مولانا شاہ رفیع الدین

صاحبؒ۔ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رح اور مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رح آپ کے صاحبزادے

تھے۔ امیر المؤمنین سید احمد شہید رح کے خلیفہ مولانا شاہ اسماعیل شہید رح آپ کے پوتے تھے۔ قاموس

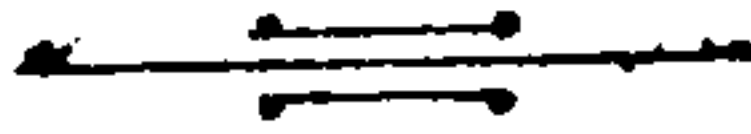
المشاہیر طبع دوم ۲۷۹، قاموس الاسلام ۱۹۶۱-۱۹۶۰ء و ذکر شیخ محمد اکرام ۵۶۳-۵۸۴

ہوا ہے اور لاکھوں مسلمان اُن کے سلسلے سے وابستہ ہیں۔ اُن کے فیوض و برکات
وران کے تفرقات جاری ہیں۔ وہ عاشقِ صادق ہیں اور اُن کا کلام شاعری کی

نہم خوبیوں کے ساتھ عشقِ رسولؐ کا اعلیٰ ترین نمونہ : سہ

ہرگز نہ میرد آنگہ دلش ز نرہ شد عشق

بخت است بر جریدہ عالم دوام ما



۱۷- انتخابِ غزلیات

اب قطب الارشاد حضرت مولانا سید فتح علی صاحب دہلی

کی کچھ مکمل غزلیں پیش کی جاتی ہیں:

غزل

مشرقِ حبِّ محمدؐ مطلع دیوانِ ما
در تہہ ہر لفظِ نہاں نالہ دل سوزِ ما
ہر غزلِ آشکرہ ہر بیتِ آن یک شعلہ
پادشاہِ کشورِ عشقِ جنونِ دستورِ من
ہر کجا در سینہ ام گلِ کردہ زخمِ عشقِ او
مطلعِ حسنِ ازلِ آن چہرہ رخشانِ دوستا
آنکہ او محبوبِ رحمانِ دل شہیدِ آن او
خاتمہ بالیخیر باشد گر بود بروقت مرگ
ولسیا از دین و ایمان این قدر دایم بسا

مطلع خورشیدِ عشقِ سینہ سوزانِ
وز بن ہر حرف پیدا آتشِ نہاں
آتشی بر فروختہ ہر مصرعِ دیوان
مسندِ خاکِ گویشِ گوئی او ایوان
شد گلستانِ آخر ایدلِ سینہ ویران
مشرقِ نورِ قدمِ آن طلعتِ جانان
آنکہ او مطلوبِ بزدلانِ زوی جان
بر رخِ زیبایات حیران دیدہ گریان
دینِ عاشقِ محمدؐ حبِّ او ایمان

غزل

جان من بنما رخِ گلِ نامِ را
کامراں گن این دلِ ناکامِ را

یک زمان از چهره پرده برنگن
 صید کن دلہائے عالم کسیرہ
 منکہ سرمست جمال احمد م
 جرعه از جام عشقش نوش کن
 عاقلان دانند ما دیوانہ ایم
 لعل از حسن کردی خود نسا
 از لب شیریں و چشم غمزہ زن
 حلقہ سعادت باغچا ز رخت

محو فرما ظلمت ایام را
 برکشایکبار مشکین ام را
 کی بهشت خاک گیرم جام را
 چاره ساز از این نافر جام را
 ننگ رہ داریم ننگ دنیا را
 مست و شیدا ساز خاص عالم را
 ز رخ بشکن شکر بادام را
 جمع با ہم کرده صبح و شام را

و لیسلی از خواہی جمال مصطفی ام

ترک فرما راحت د آرام ما

غزل

ای کند جانم بہ عجب دوست مژدن را
 میب من ز عشق تو مگر روز ازل کرد
 من مردم شمردن کارم از عشقت بود روز
 مانند مسکن جانم بجز خاک سرکوش
 از بار بجز تو چنان زار و زبل گشته
 تو بود دشوار و آسان آمدہ مژدن

دل من آردد دارد بیایش جان سپردن را
 رخ از درد فراق تو بخون دیده شستن را
 نصیبم کرده بہر تو شب اختر شمردن را
 بیارای باد بہرین بنبار خاک مسکن را
 کہ جانم ترک بخوابد نمودن خانہ تن را
 نمودم ترک دشوار گرفتہ پیش مژدن را

نسیما عرض کن باری حبیب پاک رحمان را
کہ دارد آرزو وی سی نشانت جان نمودن را

غزل

جانم بسید بر لب دریا بزد ما را
خون می خورم به ہجرت رحمی بکن خدا را
باندگی عشقت پر وازہ گفت دیشب
بعل شکر نیت شکر بطعم حنظل
گم کردگان را بیم ای خضر سہری کن
خوبان اگر چه نجم اند ما بیم دہر رویت
کہہ جان کشد بہ بیدار گوہ دل کشد بہ صحر
خون جگر ہمانا خوردن بدر عشقت
طوہ آرزویم حرفیت حاصل آن
باتاب حسن رویت ہبری نمازد دل را
ز ایجاد سہر و گیتی مقصود بود او را

دردا کہ سوخت ہجرت فریادیں خدا را
دردا کہ چشم مستت از ما بود ما را
گر صادقی بدہ جان انجام کن وفادار
باگرد خاک پامیت نے قدر تو تیار
با یک نگاہ بنیم آن نور کبریا را
با آفتاب خواہد کے عاقلی سہارا
سہات درد عشقت دیوانہ کرد ما را
اشہی لنا و اخی من قبلہ العنادا
خواہم زہر و گیتی دیدار مصطفیٰ را
واندل کہ سہر دارد دل نیست خاک
بند جمال ذاتش برودت آشکارا

مستی ز جام عشقتش تقدیر و سی آمد

اکنون چہ چارہ جز آنکہ فرماں برد قضا را

غزل

اگر آن شاه خوبانم زنده بر چشم من پارا
 درون سینه ام هر دم زنده عشقش چنان
 چه شد آن شاه خوبان را که بر عالم ز بخشاید
 صبا باری بگواز من بان سلطان خوبان
 بیای احمد مرسل، بیای مظهر رحمت
 ندادم غیر تو یاد ندادم غیر تو دلبر
 با میدنگاه تو ز دیده اشک می رزم
 فغان از اختر بختم که جز غم نیست تا پیش
 بیای درد در ادرمان بیای لاف حوال
 بیای لولوی لالا بیای لولوت لالا

بخاک پایی او بچشم معاد نیا و عجبی را
 که آه آتشین من گذارد سنگ خار را
 مگر از حال زار من خبری شاه رخنار را
 که بی دیدار روی تو نخواهم چشم بینا را
 بحال من نظر فرما بچشم من سینه پارا
 تویی قبله تویی مرجع تویی فریاد رس مارا
 خیار ایک نظر فرما کشا آن چشم شهلا را
 که از تاثیر بجران ناگذارد قلب شهلا را
 بنه بر زخم من مرهم کشا لعل شکر خارا
 بیای لالات بالابیار اسرو بالارا

به نعت آن شهبه خوبان، چه خوش و سیی غزل گفتی

نثار نظم تو عاشق کند هم دین و دنیا را

غزل

چشم تو کند مست غزال تتری را
 یک پرتو تو هوش برد حور و ملک را
 رفتار تو دیوانه کند کباب دری را
 یک عکس تو آشفته گهر جن ویری را

آن قامت ز عینا بسر رونق گلبن
 آه تاب تو خاموش کند مشعل خورشید
 آشفته کند خال و خطت حلقه ز عین
 از شرم رخت صبح گریبان بزند چاک
 رومی و حبیبش شام و غروب مند و غم چین
 خورشید تو ز خورشید ویری نیم در ملائک
 از رنگ بر درونی تو گل برگ تری را
 بتیاب کند نور تو نور تری را
 قیمت بسر دلف تو مشکا تری را
 شورین کند شور تو مرغ سبزی را
 آیند بدر گاه تو در یوز و گزن
 در یوزه کنن از رخ تو جلوه گری را

و کسی چو زدم چنگ بر امان محمدر
 خود دور نمودیم ز دل در بدری را ۲۵

غزل

دوش جانم سوخت از فریادی تا شیر با
 ریخت چشم لعل و گوهر بر خیال لعل او
 ناله و فریاد و ناری می کنم از حد فزون
 بعد ازین سری بهم درد دشت و صحرائے جنون
 پیری گیر ندومی گویند پیرم اصل هست
 هر کسی را از سری هر دست را یک دامن
 سید جمیلان احمد محبوب حق
 بهر تعزیر حرام چند از بار و کشتی

آه تاثیر ندارد این ناله شبگیر ما
 در نگاہش گشت بی سنگ این همه تدبیر ما
 تا که روزی عزم سازد از بی نخر ما
 که خرد حل گشتنی فی عقدہ تقدیر ما
 راه بی راهی هر جو رفتن باشد از تسخیر ما
 دست از دامن احمد بس این تدبیر ما
 حبت او بس بهر با عشق او بس پیر ما
 بهر حق میبندای جان بیش ازین تعزیر ما

ای چہ پیش آمد کہ درد غیر اول می برد
یا الہی قلباً مجنونم نہ غیرش بازہ دار
ہائے ہے یارب چرا این نعت دل را می کرد
ہائے ہے اغراض ما دل بہرہ از یاد نعت
بت دروں پردہ ما بود نامت بر زماں
یا رسول اللہ دل و نفسی نہ شرمت پارہ شد
حب تو برب بدو درد دل بت بے پیر ما

نہاید این آمد جزائی جرم و ہم تقصیر ما
حب او کن بند ما و عشق او زنجیر ما
می کتد باطل چرا ہر دم ہمہ تدبیر ما
شور حسیم کرد باطل را آن ہمہ تقدیر ما
فاش اینک پردہ ما گشت ہم تدبیر ما
یا رسول اللہ دل و نفسی نہ شرمت پارہ شد
حب تو برب بدو درد دل بت بے پیر ما

غزل

گفتم کہ شبیہ قدر تو کوئے لالا
ہم سنگ لب لعل تو گل برگ باشد
بالائے ترا سرد بگفتم غلط افتاد
یا قوت بجز و چو لب تو زہد خشاں
و زہر چہ کنم وصف تو لعلت بود از زو
منزل گہہ گردیدہ تو فرق عطارد
از مشک فروں بعد دل آویز تو
بیہات من دیم نگاہ شہد خویاں
ادراہ بدصورت زیبای تو روشن
دریا بہ فغاں آمد و فریاد کہ لالا
ہم چشم دو چشمت بود ز گس شہلا
از سرد سہی تر بود آن قامت بالا
بندہ بود آن روی تر از لولئے لالا
و زہر چہ شنائے تو کنم ذات تو بالا
جولاں گہا سب تو بود عرش معلّا
و ز شہد بود حرف لب لعل تو اعلیٰ
افسوس من و غلبہ آن حضرت والا
و ز مہر بود طلعت تاباں تو اعلیٰ

و یسی چه کنم گزندم جان بغم دوست
در سر برود در سر سودائی تو اولی ۳۶

غزل

شد گدای در گه اود هم نشین آفتاب
بید دنیا و دین محبوب کسب لعلین
هر کجا عکس رخس افتد ز تاب ذره اش
گرد لیل پست شان یا بذر لطفش یک نظر
هر سیه قلبیکه از نورش بساید پر تو سے
گور لیس بے نوا بردگمش سناید جبین
مت اود آلوده ام الجنائت کے شود
نکاسارانش سر محبت فرد می نادرند
برق آد قلب من از معجز عشق شما

نقش نعل مرکبش آمد ننگین آفتاب
احمد مرسل که شد گردش قرین آفتاب
می چلدر خوی نجات از جبین آفتاب
می نهد از برتری پابر ترین آفتاب
ادزوغ دل شود پہلو نشین آفتاب
خود را استغنا کشد دست از لیلین آفتاب
زہرہ گرساتی بود در سائین آفتاب
گر چه در جہد باشد آن لعل شین آفتاب
چون یبرضا بر آید ز استین آفتاب

و یسی مسکین تو از پر تو عشق شفا

کے شود چون ماہ تاباں نور چین آفتاب ۳۷

غزل

اے لعل دہا بخش تو چون آب روانست
دجان و تم عشق تو چون آب روانست

جن و ملک و خور و بشر بہر وصال
تنہا نہ منم در غم عشق تو پریشان
آن صورت زیبای تو بستان دل آرا
از حلقہ لعل تو رواں چہ شبہ حیوان
مقصود ز ایجاد جہاں ذات تو آمد
والشده حسن تو ہر عابد و زاہد

دل باختم و نعرہ زن و جامہ درالست
شیدائے جمالِ رخ تو جلد جہاںست
و ان قامت رعنائی تو شمشاد درالست
وز دائرہ جعد خورشید عیالست
مطلوب وجود تو ازین کون مکانست
دیوانہ عشق تریخ تو پیر و جوانست

و یسی بنم و دد و فراق ہو کس تو

آشفتم و سرگشته و نالان و طپانست

غزل

ترکان مست چشمت خون ریز عاشقانست
از بہر یک نگاہت ای چشم حسن و خوبی
از حال من چہ پرسی در ہجر تو کہ چون است
از شوق بدر رویت ای خاتم رسالت
ترک نگاہ چشمت بستہ کمر بہینا
ادد و دودی تو بنگر چہ حال دارم
از آتش فراق لے شاہِ خواب
در ہجر تو چہ گویم چونست حال زارم

بنگر کہ تیغ ابرو پیوستہ در میانست
از سینہ آہ خیزد و ز دیدہ خون روانست
دل گشتہ قطرہ خون تن گشتہ استخوانست
در سینہ داغ پیدا کاہش بدل عیالست
وی دل ربدہ از من ہامروز فکر جانست
دل بچو از خواںست رخ بچو زعفرانست
در سر خار حراماں در سینہ دل طپانست
شد قلب بچو پریاں تن گشتہ چون کمانست

ڈا شوب تزکِ چشمت این است حال جانم گاہی قاتلِ غمزہ گاہی شہیدِ آنست
 و سببِ میریں عالمِ کز پھر خاکِ پائش
 گہم پائمالِ حسرت گہم ناکِ سر و آنست ۵۲

غزل

رومی تو خود شہیدِ لکین با کمال دیگرست
 یک وہاں جان من آمد تغافل ہے او
 آن نہاں فی قدس کز خاک ببتا سرگشدر
 انبیا را گر چه باشد جاہ پیش ذوالجلال
 حسنتِ احمسح اذ جمال دیگرست
 النقات اول غیر من وہاں دیگرست
 اذ زمین جان بہ آمد این نہاں دیگرست
 یک اور پیش حق جاہ و جلال دیگرست
 شود و غوغا ہےت ہر کس را بعشقِ مصطفیٰ
 یک و سببِ را بعشقِ صمتِ حال دیگرست ۵۳

غزل

جانِ رومی تو گر بنید از ہر دو جہاں خیزد
 بر تربت من باکے گراں سر و حم آئی
 خاکِ سر کوئی تو گر سندی من باشد
 و روانہ اشک من جانِ آب شدہ ریزد
 در خاکِ بہت یا بد از گنجِ رواں خیزد
 جانِ بہر قدم دوستِ ادخاکِ رواں خیزد
 دیوادِ دلم بکسر از تختِ رواں خیزد
 این آں گہرِ غلطانِ کز آبِ رواں خیزد
 لب تشنہ بہر تو آبِ آبِ رواں خیزد
 برگشتہ عشقِ تو با خضر نہ پروا داد

ہر جا کہ گزاری پا از معجزہ حسنت
 دل باختر نعتت ای پادشہ خوبان
 زیرِ قدمت جانان چوں سبزہ روال خیزد
 گر شعرا خوانند از آبِ روال خیزد
 تا خاطر مجنونم از کون و مکان خیزد
 دیوانہ تو و کسی گر خاک بہت یابد
 از مشک و گل و ریحاں ای سرور و اول خیزد

۶۴

غزل

جانم ز ہجر آمد بلب آں شاہ خوبان کے رسد
 عالم صبا جالی شوق آفتاب خیزاں ہاں برد
 این نالہ بشکر مایا رب بیایاں کے رسد
 حالی بکن عالم باد کا خرابیاں کے رسد
 ہر چند مستند بس نہیں آخر بجاناں کے رسد
 ادا گذشتہ است این درد جاں یارب ہاں کے رسد
 باری بگو ای مصطفیٰ دستم بدماں کے رسد
 گر ز روی مصطفیٰ خواہی بکن جاں را خدا
 ای شہسوار مصطفیٰ سزا بیا رحم خدا
 و کسی بدست بچو ما این گنج آساں کے رسد

۷۳

غزل

باز چشم راست طوفانی دگر
 باز چشم راست طوفانی دگر
 باز چشم راست طوفانی دگر
 باز چشم راست طوفانی دگر

باز در دل خالہ غمہا دہ شکست
 باز حسنش را گلستانی دگر
 باز داغِ دل چو لاله بر فروخت
 باز در دل خاست بُستانی دگر
 شروسیسی مالک بر خواند و گفت
 باز پیداکشت خاقانی دگر ۱۱۲

غزل

از حسن تو ای دلبر ہتھاب بتاب اندر
 و ز رشک رفت جانان خورشید سحاب اندر
 از آتشِ حیرت تو داریم دلِ سوزاں ۱۱۷
 می خیزم و می مانم چو یو بکباب اندر
 در عشق تو ای گلر و دایم شدہ ام سوزاں
 می سوزم و می سازم چو سبتاب بتاب اندر
 آن ویسی بے ساماں در ہجر تو ای جانان
 بس عاجز و بس حیراں چو خرنجلاب اندر ۱۱۸

غزل

بہ چرخ و تابا فگندہ جہاں را احدی بچایش
 چو دیدم حسن رخسارش دلم شد عاشقش ہر
 تو تا در سینیہ بنشستی گدہ شتم از دل و ایمان
 چہا نش بد تا بندہ شب آمد حلقہ زلفش
 ز بہر قتل عشاقش ستاں او سر مژگان
 درخشاں کرد عالم را دو رخسارِ درخشاںش
 نہادم پایہ محرابی کہ پیدانیت پایانش
 شد من بندہ عشق و نہادم سر لفرانش
 رخس خورشید رخسندہ بود مشرق گر میانش
 دو بارہ کسبہ تالیش بود شمشیر مہرانش

ز جود چرخ دودانش بلبلیانی غم افتادم
 بولعل تو بجز آن آید خضر لب نشندی شاید
 اگر دیکان ندیدیستی بگرد مهر تابنده
 ملائم چشم فتانش چه طرز دلبری داند
 قدش گلبن از بل سوسن خطش ریحاں خوشن لاله
 بہر جان فونی ادا افتد بحسب مرده جان آید
 دو گیتی نطقے آمد سزا دار قدر احمد
 بردن اہل سر کوشش مرا بس جنت المادی
 بین نعت مدح تو بود بر ہر کس ظاہر

رسید از عالم معنی بگوشش دل ندائے خویش

کہ احمد سود عالم توی ویسی حسانش

۱۳۰

غزل

داد شبی اما چو شب مدبرق، بجزاں در بغل
 یا مصطفیٰ خیر الوری ذاعجاز حسنت دائمی
 از ہر خسار شما داد دل مجنوں ما
 یا شافع یوم الجزا یوسف نمی ماند ترا
 نام دلی آتش نشیں با قلب مجنوں ہم نشیں
 صد شام غم دہ آئیں صد بیخ خنداں در بغل
 باشد کف پائی ترا صد بد تا باں در بغل
 ہتھاب تا باں پیش پاخورشید رخشاں در بغل
 داد ز خنداں شما صد چاہ کنساں در بغل
 جوش جنوں در آستیں سودالی جانان در بغل

تاکہ شوم من گامزن دہ را بہت اے گل پرین
 یک جزئی زن آن لب کشا بہر دل بمیارا
 دہ تو باش ز یاد من خار مغیلاں در بغل
 روز قیامت ہر کسے از گویا آید بروں
 روز قیامت ہر کسے امید دارد بر کسے
 کامد لب لعل ترا صد سپاہ حیراں در بغل
 من نیز خیزم در جنوں صد زخم مکیاں در بغل
 من چشم دارم بر کسے با چشم حیراں در بغل
 ویسی چہ غم روز جزا بینم جمال مصطفیٰ ام
 آن روز باشی عید ما باز خم خنداں در بغل

۱۲۸

غزل

ز چشم تماشای غایب جہاں تا یک می بینم
 فراقت آتش سوزاں غم تو درد بے دریا
 بجائے دین ایمان نشسته در دم عشقت
 غیر و نافہ چہ نیم غبار در گہہ احمد
 کتوں عشق تو ایمانم غم و بہت بود دینم
 تودہ آسماں یارب جدا از دوست افتادم
 بیارے باد بولی از غیر و نافہ چہ نیم
 نیم از بگری بردگش پاکے گو ادمن
 بخواہ اے داوردوراں ز دہ آسماں کینم
 جداے شہسوار من ز تو تا چند نشینم
 کہ از کوہ فسران تو زیر بار سنگینم
 در گہہ آتشیں جوش نجات خود نمی بینم
 بعالم ہم نظر فرما کہ خاک پائے میکنم
 مرا جز دیدان روئے محرابیت میکنم
 زدی بار سنگینم نجاتم دہ بدیدالے
 بدیدالے غم افتادم دے دستگیرم شو
 بسکینان در گاہت چو فرماں نظر مالے
 جمال صبح و حسن ماہ تسکینم نمی بخشد

بشوق آن شہدِ خوبان سراپا گشته ام شعلہ
 عبا بلبل نداد و رزد کجا سیدی دل افکاران
 بخش ای دیدہ گرماں باب اشک تکینم
 کہ آنگہ نوائی در دلدرد قلب مسکینم
 بدہ ساقی مے اجر کہ در یاد لب لعاش ۱۳۱
 سرشک گریہ خویش سراپا کرد زنگینم

غزل

کار عاشق چیت درد دل عشق دلبر داشتن
 یک دلی داری و دلیر ہم یکی مایدت
 با وجود آنکہ حسن مصطفیٰ شد جلوه گر
 ہر کجا خورد شیر خادو زرفشاں شد بر فلک
 تا نباشی خاک را و مصطفیٰ از جان دل
 جز تو از طہ کہ دارد خلعت زیبا بہ بر
 مر مرا باور نمی آمد زروسے اعتقاد
 جز دو جہد غیر نیت کس کشیدہ دو بہاں
 یا کسی دیدت جز ز خسار پڑ الوار تو
 ہر آہ در رہ حق سیرت خیر الواری
 گفتنی خورد شیر خادو رائے شہہ مرداں ترا
 دل بہ دلبر داشتن و نہ غیر دل برداشتن
 زشت باشد چون زن تجہدہ دلبر داشتن
 کار بوجہل ست و دل بہر دگر داشتن
 ابھی باشد نظر بر لوند اختسار داشتن
 کہ بچشد سود بر لب نام حیدر داشتن
 جز تو از زلیسین کہ آرد موج و افسر داشتن
 ترک سنت کردن و حجت پمیر داشتن
 بلخ خورد ساہباں از مشک اذفر داشتن
 ماہ تاباں راز عبرت تاج برداشتن
 یورش بر خویش لازم گیر و نہ ہر داشتن
 گر تو از نستی خور اندر لعل کوثر داشتن
 ویسیا در عشق احمد کس نیارد بجز تو
 خوش بظاہر بودن و در باطن انگر داشتن

غزل در نقبت شاه اولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اے دل بیا و سولی بخت رو شتاب کن
 یارب چشم من ز نسیمش رواں بخش
 بارے جمال خویش نما پرده برنگن
 جد سیاه را به رخ خویش تہاب ده
 کحل البصر ز خاک دد بو تراب کن
 قلب مرا ز تاب غمش آفتاب کن
 شیدائی خود فیر و شہد شیخ و شتاب کن
 برقع ز مشک تر برخ ما تہاب کن
 بارک بیا دوائے غم واضطراب کن
 شمشیر از خون لیماں خضاب کن
 ۱۲۴ با من بنجا کپائے سگ خود خطاب کن
 خواہی تو رحم و لطف نما یا عتاب کن

ویسی دوائی درد خود از مرتضیٰ بخواد
 یا مرتضیٰ دوائی دل من شتاب کن

۱۲۵

غزل

اسی جہاں حسن ازل از روی تو
 تو ز ہر سو سوئے حق دار کا نظر
 خلق می گویند خوش بے گل است
 مونگکایہا جو کر دم شد عیاں
 وہ نہاں خود در شب گیسوئے تو
 چشم ہر کس از ہر سو سوئے تو
 مرا خوشتر ز ہر بوئے تو
 ہر دو عالم قیمت یک موئے تو

جوئے خوں از دیدگانِ دالمِ رواں
در فراقِ قامتِ دلجوئے تو
بر ہلالِ عمیدِ چشمِ ہر کسے
دیدہ من بر ہلالِ ابروئے تو
ایکے گوئی غارتِ ہرشت کہ کرد
چشم تو رخسار تو بادوئے تو
لے جمالِ روئے تو منظورِ حق
بارک المذراں جمالِ روئے تو

چند گوئی از تو دل و سستی کہ برد

صورت تو، سیرت تو، خوئے تو

۱۵۲

غزل

لے دل یادِ بد بھرت از جاں طمع بریدہ
کس کہ دیدہ در میت دیدہ ز غیر بر بست
نادر میانِ سینہ درد تو جا نمودہ
بترنگاہِ چشمت تا بر حسبِ گزشتہ
قل و ہمالِ ذات لے لوزِ چشمِ عالم
ابنِ شکلِ داینِ شاملِ وینِ حسنِ دلربائی
نالے ہلالِ ابرو، دردِ کشیدنِ از من
از جسمِ تابِ بردہ آلِ جعدِ نابِ دادہ
آئی کہ از دو گیتی در صورت و شامل
مخمس و خوبردنی کس نیست با تو ہسر
وے جاں بشوقِ رویت دست از جہاں کشیدہ
از عقل و ہوش رفتہ و ز خانماں بریدہ
جانم درونِ سینہ از آہِ دلِ چلیدہ
خونِ شدہ رواں از دیدہ بر جائے آبِ دیدہ
نے گوشِ کس شنیدہ نے، پچ دیدہ دیدہ
گردوں ندیدہ گاہے با صد ہزار دیدہ
پشتم خمیدہ از غمِ چوں ابروئی خمیدہ
وز چشمِ خوابِ بردہ آلِ چشمِ خوبنیدہ
ایزد تر استودہ مولیٰ ترا گزیدہ
حق را توئی ز خواباں محبوبِ برگزیدہ

در جائے خویش مانده، در مانده و پریشان

و یسی بختیوت، هر چند در دویده ۱۵۷

غزل

ای بحسن و دلبری افزود ز مهر و مشتری
 مشتری گشته ترا خود خالق ارض و سما
 همسری خیره سری با شکر کسے گریبا تو کرد
 بر تری داد و غبار در گهت بر مهر و ماه
 گر پری دیدی ترا بر تو شری از جاں فدا
 سرور هر دو جهانی پادشاه ابلیار
 دلبرے چون تو ندیده چشم عالم میچ گاه
 چنین صحبت کند گردن خورشید و ماه
 چاکرت در جاه رفعت بر ترا مدبر فلک
 خاور آمد عالم امکان و ذات آفتاب ۱۵۸
 منظر رحمت چو ذات شد مقرر از ازل
 نگر ای رحمت حق گر بحال زار من
 بهتر مخلوق خالق انبیا با آمدند
 بهتر آمد در جهان آنکس که از جاں بنده است

مشتری بتو خدا و هرت از جاں مشتری
 ماه کنعان را سر کسے یا تو آمد همسری
 ایک در حسن دیها از جنس امکان بر تری
 سرمد سازد گرد در گاه تو یا بد گری
 ای فدایت انس و جان بر انس جانت سروری
 از ازل گشته بر تو شان دلبری
 شایدے چون تو نیار د دور چرخ چنبری
 ماه خود از جاں کند لیل و نہارت چاکری
 ہم گدائی در گہم تو پادشاه خادری
 ایک حسن سرمدی و نور حق را منظری
 باز گوی رحمت حق از چو بر من ننگری
 حال زار من نہ بیند هیچ روی بہتری
 لیک ای محبوب حق بر انبیا تو بہتری
 بنده در گاه تو دار و مشکوہ سنجری

سنج و قتم اگر تا ہم شود خاک دست
و یسی دوراتم از عشق تو سازد لہ ہری

۱۷۵

غزل

از یوسف من داری ای باد خبر چیزی
ہر آہ جگر سوزم باشد نہ شرہ چیزی
بس سحر و فسون خوانم تا بہ سر رحم آئی
دہ خرقہ زدم آتش زین پس من و رسوائی
از حال گرفتاران چون شرح دہی پیش
گوئی کہ بخورد چیزی تا جان زود از تن
تا اربع نمودستی صبر و خرد و دینم
دائم کہ بہ بخشائی بر حال دل زارم
مرغانِ حین نالان گل جامہ دران دیم
ہر دم غزلے تادہ خونم بنائے تو

و یسی بنائے تو بر صفو رخسارش

از خون سرشک خود بنوشته مگر چیزی

۱۸۰

غزل

تیا مد چون تو جانانی سراپا نور تا ہانی
بلب چون لعل ز تانی دوائ درد نہانی

نکرده خالق یکتا نظیرت در جہاں پیدا
 نباشد کس تو چو دلبر مکیاب دلیری ہمسر
 نچیزد چون تو جانانی بحسن و دلبری یکتا
 نیامد چون تو یکتائی بزیبائی در عنائی
 نباشد چون خود قدرت سرافرازی در عنائی
 نباشد چون رخ درویت بلطف تانگی مکیسیر
 نیامد چون در امکانی بدیں حسن خدادادی
 کجا نچیزد چون تو دلبر سراپا پاک تر از جاں
 نیامد چون توئی ہرگز سراسر غمزدہ جانی
 چو ابرویت کجا نچیزد بدیں خوبی و زیبائی
 نیامد چون من اے ویسی بشیدائی در سوئی
 یکم محبوں، دوم و امتی، سوم محمود سلطانی

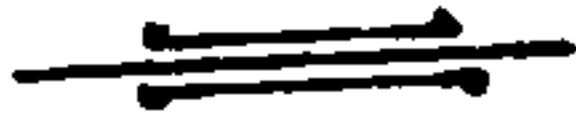
بچہ رشک بستانی بکا کل عنبر افشانی
 بعظمت شاہ شاہانی بحسن ستر یزدانی
 سراپا لطف رحمانی سراسر نور تابانی
 بطلعت بدر تابانی بقدر سرو خرامانی
 یکم گلبن دوم طوبی سہ دیگر صبح خدائی
 یکم جنت دوم گلشن سوم خورشید افشانی
 بمعنی ستر رحمانی بصورت جوہر جانی
 جلیبے ستر رحمانی چو حشمت پاک دامانی
 یکم درے دوم بدر سوم لؤلؤے غلطانی
 یکم قوس دوم مہ نو سوم شمشیر عرمانی
 یکم محبوں، دوم و امتی، سوم محمود سلطانی

غزل در نقبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

دل در عشق تو نالاں محی الدین جیلانیؒ
 دل و جانم لبشوق تو بہر دم نہ ارمی نالد
 بحال من نظر فرما نگر حال زبون من
 شمس اولیں گم شد چو شد خورشید تو تاباں

بہرت چشم من گریاں محی الدین جیلانیؒ
 نما آن طلعت تاباں محی الدین جیلانیؒ
 کجائی اے شہرہ خوباں محی الدین جیلانیؒ
 نگر دو شمس تو پہناں محی الدین جیلانیؒ

گذشتہ نوبت آناں کنوں نوبت تراباشر مسلم شد ترا میدان محی الدین جیلانیؒ
 تونی آن محبوب جلالی کہ برحق بشرداری شرف ای ہادی دوران محی الدین جیلانیؒ
 محی الدین جیلانیؒ محی الدین جیلانیؒ ۱۸۳۳ مراد زباں ہر آن محی الدین جیلانیؒ
 زدم چنگل بدامنت نہادم سر بفرمانت غلام تو منم از جہاں محی الدین جیلانیؒ
 کینہ بندہ ات ویسی تمنای کند ہر دم
 شود بر پائے تو قسرباں محی الدین جیلانیؒ
 ۱۸۳۳



کتابیات

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۱-	آب کوثر	شیخ محمد اکرام	لاہور	۱۹۵۸ء
۲-	آثار القنادید	مستید احمد خاں	دہلی	۱۹۶۵ء
۳-	اعیانِ وطن	غلام محمد شعیب	پٹنہ	۱۹۴۷ء
۴-	آفتابِ شرف	ابوالشرف مسعودی مجددی	کلکتہ	۱۹۳۳ء
۵-	المنبر امپریل گزٹیر آف انڈیا	فادر لوئیس	بیروت	۱۹۷۲ء
۶-	جلد ہفتم	سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا	آکسفورڈ	۱۹۰۸ء
۷-	جلد ہفتم	"	"	"
۸-	جلد ہفتم	"	"	"
۹-	جلد دہم	"	"	"
۱۰-	جلد سیزدہم	"	"	"
۱۱-	جلد چہار دہم	"	"	"
۱۲-	جلد شانزدہم	"	"	"
۱۳-	جلد ہفتم	سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا	آکسفورڈ	۱۹۰۸ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۱۳-	جلد نسبت و حکم	سکرٹری آن اسٹیٹ فار انڈیا	اوکسفورڈ	۱۹۰۸ء
۱۵-	جلد نسبت و دوم	"	"	"
۱۶-	جلد نسبت و سوم	"	"	"
۱۷-	جلد نسبت و چہارم	سکرٹری آن اسٹیٹ فار انڈیا	اوکسفورڈ	۱۹۰۸ء
۱۸-	ایڈوانس ہسٹری آن انڈیا	آر بی - بھدار پ ج - سی - لے - پودھری کالی کنکر دت	نورن	۱۹۵۱ء
بنگال ڈسٹرکٹ گزیٹیئرس :				
۱۹-	ضلع بردوان	بے - سی - کے - پٹرس	کلکتہ	۱۹۱۰ء
۲۰-	ضلع بیرمھوم	ال - اس - اس - اوہلی	کلکتہ	۱۹۰۹ء
۲۱-	ضلع پٹیرا	بے - ای - ڈی بیسٹر	ال آباد	۱۹۱۰ء
۲۲-	ضلع جلیانی گری	جان - ان - گردنگ	ال آباد	۱۹۱۱ء
۲۳-	ضلع چٹاگانگ	ال - اس - اس - اوہلی	کلکتہ	۱۹۰۸ء
۲۴-	ضلع ٹھاکر	بی - سی - آئین	ال آباد	۱۹۱۲ء
۲۵-	ضلع دیناج پور	ان - ڈبو - اسٹرونک	ال آباد	۱۹۱۲ء
۲۶-	ضلع راج شاہی	ال - اس - اس - اوہلی	کلکتہ	۱۹۱۴ء
۲۷-	ضلع رنگ پور	بے - لے - واکس	کلکتہ	۱۹۱۱ء
۲۸-	ضلع مالده	جی - ای - لیمبورن	کلکتہ	۱۹۱۸ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	تقام اشاعت	سال اشاعت
۲۹-	قلع ملنا پور	ال۔ اس۔ اس۔ اومیلی	کلکتہ	۱۹۱۱ء
۳۰-	قلع مرشد آباد	ال۔ اس۔ اس۔ اومیلی	کلکتہ	۱۹۱۲ء
۳۱-	قلع مہین سنگھ	ان۔ اے۔ پج سے	کلکتہ	۱۹۱۴ء
۳۲-	قلع ندیا	جے۔ اچ۔ سی۔ گپٹ	کلکتہ	۱۹۱۰ء
۳۳-	قلع ہوگی	ال۔ اس۔ اس۔ یومیلی من موہن چکورتی	کلکتہ	۱۹۱۲ء
۳۴-	تاریخ ادب اردو	رام بابو سکسینا اردو ترجمہ: مرزا محمد عسکری	لکھنؤ	۱۹۲۹ء
۳۵-	تاریخ ادب ہندی	سید ظہیر الدین علوی	الآباد	۱۹۵۳ء
۳۶-	تاریخ اودھ جلد پنجم	نجم الغنی، مولوی	لکھنؤ	۱۹۱۹ء
۳۷-	تاریخ سلسلہ فردوسیہ	محمد معین الدین دروائی	بہار شریف	۱۹۶۲ء
۳۸-	تاریخ ہند	ایشوری پرساد، ڈاکٹر	الآباد	۱۹۳۵ء
۳۹-	تحفہ بہار	عبدالمعین، مولانا	پٹنہ	
۴۰-	تذکرۃ الصالحین	حسب اللہ مختار	پٹنہ	۱۹۳۸ء ۱۹۲۹-۳۰ء
۴۱-	تذکرہ مجدد الف ثانی	محمد منظور نعمانی، مولانا	لکھنؤ	۱۹۷۰ء
۴۲-	تذکرہ مولانا فضل الرحمن	ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید	لکھنؤ	۱۹۵۸ء
۴۳-	تقویم دہزار سال	ابوالحسن علی الدین خاں، خواجہ	لکھنؤ	

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
	طائم ٹیبل			
۴۴-	ایسٹرن بنگال ریوے	جنرل منیجر ایسٹرن بنگال ریوے	چٹاگانگ	۱۹۵۴ء
۴۵-	ایسٹرن ریوے	جنرل منیجر ایسٹرن ریوے	سکلتہ	۱۹۴۱ء
۴۶-	نارتھ ایسٹرن ریوے	جنرل منیجر نارتھ ایسٹرن ریوے	گورکھپور	۱۹۴۴ء
۴۷-	نارتھ ایسٹ فرنٹیئر ریوے	جنرل منیجر نارتھ ایسٹ فرنٹیئر ریوے	گواہٹی	۱۹۴۰ء
۴۸-	ٹورسٹ آسام	محکمہ سیاحت آسام	گواہٹی	
۴۹-	حیات و سبھی	زین العابدین اختر علی مولانا	سکلتہ	۱۹۵۵ء
۵۰-	حضرت شاہ جلالی پریقہ	زین العابدین اختر علی مولانا	سکلتہ	۱۹۴۲ء
	جیونی (بنگلہ)			
۵۱-	خصائص نعمت	محمد جمیل نصاریٰ مولانا شیخ	سکلتہ	۱۹۲۳ء
۵۲-	دانسان تاریخ اُردو	حامد حسن قادری مولانا	آگرہ	۱۹۵۴ء
۵۳-	دیوان حافظ	شمس الدین حافظ شیرازی خواجہ	کان پور	
۵۴-	دیوان دہلی	سید فتح علی حضرت صوفی	کان پور	۱۹۳۵ء
۵۵-	ذکر خیر المعروف صحیفہ مجنوب	محبوب عالم، خواجہ	لاہور	۱۹۲۶ء
	رپورٹ مردم شماری ۱۹۴۱ء			
۵۶-	بنگال	آر۔ اے۔ ڈوش	بھلہ	۱۹۴۲ء
۵۷-	آسام	کے۔ ڈیلو۔ بی۔ مرار	بھلہ	۱۹۴۲ء

سلسلہ و نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۵۸-	ٹریسنگ سنیس ہڈیک	پی۔ پی بھٹناگر	الہ آباد	۱۹۶۶ء
	جلد ۲۹-۱ غنیم گڑھ (یو پی)			

رسالے

۵۹-	آج کل	عکبر اطلاعات، حکومت ہند	دہلی	جنوری ۱۹۶۸ء
۶۰-	آج کل	" "	دہلی	دسمبر ۱۹۶۹ء
۶۱-	آج کل	" "	دہلی	دسمبر ۱۹۷۵ء
۶۲-	ماہ نو	عکبر اطلاعات، حکومت پاکستان	کراچی	ستمبر ۱۹۵۳ء
۶۳-	ماہ نو	" "	کراچی	مئی ۱۹۵۷ء
۶۴-	ماہ نو	" "	کراچی	مئی ۱۹۵۹ء
	ماہ نو	" "	کراچی	ستمبر ۱۹۵۹ء
۶۵-	ماہ نو	عکبر اطلاعات، حکومت پاکستان	کراچی	اپریل ۱۹۶۰ء
	ماہ نو	" "	کراچی	اکتوبر ۱۹۶۱ء
۶۶-	ماہ نو	" "	کراچی	دسمبر ۱۹۶۲ء
۶۷-	ماہ نو	عکبر اطلاعات، حکومت پاکستان	کراچی	اگست ۱۹۶۳ء
۶۸-	معارف	شہلی اکادمی، دارالمصنفین	غنیم گڑھ	جولائی ۱۹۶۳ء
۶۹-	نیادور	عکبر اطلاعات، حکومت اتر پردیش	لکھنؤ	اگست ۱۹۷۵ء
۷۰-	نقیب	خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف	پنہ	مارچ ۱۹۷۰ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۷۱-	رود کوثر	شیخ محمد اکرام	لاہور	۱۹۵۸ء
۷۲-	روزانہ صدیے عام	سید رضی حیدر، محمد مغرب	پٹنہ	مئی ۱۹۵۵ء
۷۳-	سوانح حیات سید عبدالباری شاہ	محمد سعید خان مولانا	دہلی	۱۹۵۳ء
۷۴-	سوانح حیات حافظ حامد حسن خان	محمد سعید خان مولانا	دہلی	
۷۵-	سید احمد شہید	غلام رسول قمبر	لاہور	۱۹۵۲ء
۷۶-	سیرۃ الاشراف (حصہ اول)	امیر احمد کاکوروی، الحاج ملشی لکھنؤ		۱۳۷۰ھ ۱۹۵۰-۵۱ء
۷۷-	سیرت مولانا حافظ جون پوری	عبد الباقی، مولانا ڈھاکہ		۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء
۷۸-	شیراز ہند۔ جون پور	سید اقبال احمد	جون پور	۱۹۶۳ء
۷۹-	صراح	ابوالفضل محمد عمر		۱۹۱۰ء
۸۰-	عین جاریہ	سید احمد اللہ، مولانا صوفی شاہ ڈھاکہ		۱۹۶۳ء
۸۱-	نہرت ڈاک خانہ جاتا	ڈاکٹر کٹر جنرل پرسٹ	فرید آباد	۱۹۷۹ء
۸۲-	نہرت ڈاک خانہ جاتا (فصل وار)	اپریل ۱۹۶۹ء	نامک	
۸۳-	نہرت آل انڈیا ہسپتال	انڈین ریلوے	نامک	۱۹۶۴ء
۸۴-	نہرت ریلوے سٹیشن	کانفرنس اسوسی ایشن دہلی		۱۹۶۲ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۸۵-	نیو نیسین انڈین برادشا	ڈپو بیومین کیمپنی لمیٹڈ	کلکتہ	۱۹۶۲ء
۸۶-	تاموس المشاہیر، جلد اول	نظامی بڈاوی	بڈاوی	۱۹۲۳ء
۸۷-	تاموس المشاہیر، جلد دوم	نظامی بڈاوی	بڈاوی	۱۹۲۶ء
۸۸-	کنٹ اسٹریٹریٹ کیلج	پرنسپل ٹیچر کالج	پٹنہ	۱۹۶۹ء
۸۹-	سٹیٹوگ خدائش انڈینٹیل پبلک لائبریری	حکومت تعلیمات حکومت بہار	پٹنہ	
۹۰-	تکلیات اقبال	علامہ اقبال	لکھنؤ	۱۹۵۲ء
۹۱-	کیفیت العارفین	شاہ عطاء حسین گیاوی	گیا	۱۹۳۵ء ۱۹۳۲-۳۳ء
۹۲-	مگ گتہ حالات وجودھیام (تاریخ پارسیہ مدنیۃ الادبیاء)	عبدالغفار اودھی مولوی	لکھنؤ	
۹۳-	لکھنؤ کا دبستان شعری	ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر	علی گڑھ	۱۹۲۴ء
۹۴-	مجدد اعظم	محمد حلیم	دہلی	۱۹۵۸ء
۹۵-	مختصر تاریخ ادب اردو	اعجاز حسین، ڈاکٹر	دہلی	۱۹۵۲ء
۹۶-	مزارات اولیائے دہلی	محمد شاہ عالم فریدی مولوی	دہلی	۱۹۳۷ء ۱۹۲۷-۲۸ء
۹۷-	مساک الساکین فی تذکرۃ الوصلین	مرزا عبدالستار بیگ	آگرہ	
۹۸-	سلم ننگالی ادب (اردو ترجمہ)	انعام الحق، ڈاکٹر	کراچی	۱۹۵۷ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	تمام اشاعت	سال اشاعت
۹۹-	مسند آن مرشد آباد	یوسف چند مجذرا	مرشد آباد	۱۹۰۵ء
۱۰۰-	مقدمہ سیرۃ النبیؐ	بیگم ناطقہ فضل الرحمن	کراچی	۱۹۷۰ء
۱۰۱-	مکتوبات امام ربانی (دفتر اول حصہ اول)	الجنۃ العلیہ	حیدرآباد	
۱۰۲-	مکتوبات امام ربانی (دفتر اول حصہ دوم)	الجنۃ العلیہ	حیدرآباد	
۱۰۳-	مکتوبات امام ربانی (دفتر دوم)	الجنۃ العلیہ	حیدرآباد	
۱۰۴-	نوح کوثر	شیخ محمد اکرام	کراچی	۱۹۵۸ء
۱۰۵-	مورڈن انڈین ہسٹری نارتھ ولیمپٹ فرنیچر پرنٹرز سرکار اینڈ دت			
۱۰۶-	فصل ہزارہ	پج۔ ڈی۔ واٹسن	لندن	۱۹۰۷ء
۱۰۷-	ہسٹری آن بنگال جلد دوم مسلم پرنٹرز	سرحد و ناتھ سرکار	ڈھاکہ	۱۹۳۸ء
۱۰۸-	ہسٹری آن چٹاگانگ	سید مرتضیٰ علی	ڈھاکہ	۱۹۶۳ء
۱۰۹-	ہندی ادب کی تاریخ	محمد حسن، ڈاکٹر	علی گڑھ	۱۹۵۵ء
۱۱۰-	ہندوستان کے اولیاء	شوکت علی نبی	دہلی	
۱۱۱-	ہندوستان ایریکب پبلشرز	ایس۔ سی۔ سرکار	کلکتہ	۱۹۷۰ء

سلسلہ وار نمبر کتاب کا نام مصنف مقام اشاعت سال اشاعت

یونائیٹڈ پروڈیوسرز ان ایگریکچر اودھ ڈسٹرکٹ گز میٹیرس۔

۱۱۲۔ ضلع فیض آباد راج۔ آر۔ نیول الہ آباد ۱۹۰۵ء

۱۱۳۔ ضلع میرٹھ راج۔ آر۔ نیول الہ آباد ۱۹۰۳ء

نقشہ:

۱۱۲۔ اپریل اٹلاس آف انڈیا سروریز جرنل آف انڈیا ڈہرہ دون

۱۱۵۔ اپریل گز میٹیرس آف انڈیا [سکرپچر آف اسٹیٹ ڈائر انڈیا اوکسفورڈ ۱۹۰۸ء] جلد سبب و ششم

۱۱۶۔ اوکسفورڈ اسکول اٹلاس اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن ۱۹۴۳ء

۱۱۷۔ روڈ میپ آف انڈیا سروریز جرنل آف انڈیا ڈہرہ دون ۱۹۴۳ء

۱۱۸۔ ریلوے میپ آف انڈیا سروریز جرنل آف انڈیا ڈہرہ دون ۱۹۴۱ء

۱۱۹۔ سکلے اینڈ بورہ مپنگ سروریز جرنل آف انڈیا ڈہرہ دون ۱۹۲۳ء

۱۲۰۔ میپ آف گنگے جنرل میجر ایسٹن ریلوے سکلے ۱۹۵۴ء

۱۲۱۔ میپ کینیاک سروریز جرنل آف انڈیا سکلے ۱۹۲۵ء

۱۲۲۔ اسٹیٹ میپ آف ویسٹ بنگال علی پور ڈرائنگ روم سکلے ۱۹۵۸ء

۱۲۳۔ متعدد ڈگری اور اسٹیٹ میپنگ سروریز جرنل آف انڈیا ڈہری دون

خطوط:

۱۔ جناب البرز اہر حلیل احمد صاحب۔ مکان ۹۲، دھان منڈی رہائش علاقہ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

سلسلہ وار نمبر کتاب کا نام مصنف مقام اشاعت سال اشاعت

- ۲۔ جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ۔ خانقاہ کان کھولی تشریف گاہ دن ریج کلکتہ
- ۳۔ جناب سید شمس العالم صاحب تقا چندور (میاں پارا) ڈاکخانہ آرام باغ۔ ضلع ہوگلی۔
- ۴۔ جناب مولوی عبدالباسط صاحب (پوکھریہ ضلع سیتا مڑھی) رام لوچن ملک اسٹریٹ کلکتہ
- ۵۔ جناب عبدالعظیم صاحب، خانقاہ ہفتیان۔ ڈاکخانہ ہفتیان۔ براہ بانسی۔ ضلع پورنیہ۔
- ۶۔ آنریبل ماسٹر حبیب الرحمن چودھری۔ سپریم کورٹ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔
- ۷۔ جناب اخوندکار عبدالرحمن صاحب۔ پوسٹ ماسٹر سیچ گرام۔ براہ بھرت پور ضلع مرشد آباد
- ۸۔ جناب مولانا عبدالسلطان صاحب۔ پوسٹ ماسٹر ڈرزا۔ براہ موست۔ ضلع ہوگلی
- ۹۔ جناب مولوی سید عبدالسلام صاحب وکیل۔ جردنا تھہ باسک لین ڈھاکہ (بنگلہ دیش)
- ۱۰۔ جناب مولانا عبدالقادر صاحب (کھاتن) مدرسہ سیتا پور۔ ڈاکخانہ جگت بلجھ پور ضلع ہوگلی۔
- ۱۱۔ جناب مولوی عبدالکریم صاحب۔ سب پوسٹ ماسٹر۔ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد۔
- ۱۲۔ جناب سید عبدالمتین صاحب شاہ پوری۔ مقام اپناسی۔ ڈاکخانہ بہارال (برہہ کنوا۔ ضلع بردوان)۔ ضلع مرشد آباد۔
- ۱۳۔ جناب ڈاکٹر عزیز احمد صاحب۔ ایٹ کونوال۔ جھانگل پور۔
- ۱۴۔ جناب مولوی قمر الہدیٰ صاحب مقام کہیہ۔ ڈاکخانہ باہوب۔ براہ سلاو۔ ضلع نالندہ
- ۱۵۔ جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب (امداد غریب سیدنگالی دفعہ کلکتہ)۔ نور منسیرا۔ منگل کورٹ۔ ضلع بردوان۔
- ۱۶۔ مرشدزادہ جناب محمد اسرار الحق خان صاحب۔ مدظلہ۔ جامع مسجد اعظم گڑھ

۱۷۔ جناب مولانا محمد ظہار الحق صاحب۔ مدرسہ صوفیہ نوریہ۔ ڈاکخانہ صوفیہ مدرسہ۔ براہ

میرسرا۔ ضلع چٹگانگ (بنگلہ دیش)

۱۸۔ جناب الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مظلّم، ۲۱۔ جدونا تھہ بانگ

آف مدن موہن بانگ روڈ۔ ڈھاکہ ۱ (بنگلہ دیش)

۱۹۔ مرشدزادہ جناب سید محمد جان عالم صاحب مظلّم ایڈوکیٹ ۲۹۔ دائرہ اسٹریٹ۔

وری۔ ڈھاکہ ۳ (بنگلہ دیش)

۲۰۔ جناب مولانا شہید محمد رضا صاحب نجاری (خانقاہ سہروردیہ) مقام وڈا کھانہ

حضرت پور۔ براہ دو براج پور۔ ضلع بیرکھوم۔

۲۱۔ جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب (نبد پوری) ۲۱۔ دیدار بخش لین۔ کلکتہ

۲۲۔ ہارینا و مرشدنا جناب الحاج الحافظ مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادا م اللہ فیوضہ۔

نزد جامع مسجد اعظم گڑھ۔

۲۳۔ جناب محمد عبدالعزیز صاحب نزد جامع مسجد برہ پورا۔ بھاگل پور ۱

۲۴۔ مرشدزادہ جناب محمد عصفی الدین خاں صاحب مظلّم۔ ظفر منزل۔ نزد سکندر لاج۔

دگی روڈ۔ علی گڑھ۔

۲۵۔ جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب مظلّم نار تھہ بڑوک ہال روڈ۔ ڈھاکہ ۱ (بنگلہ دیش)

۲۶۔ جناب محمد مصطفیٰ صاحب۔ پوسٹ ماسٹر شاہ پور۔ براہ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد۔

۲۷۔ جناب مولوی چودھری ملک چند صاحب ایڈوکیٹ ۶۵۔ لشکر دیگی (ولیسٹ) روڈ۔

۲۸۔ جناب سب پوسٹ ماسٹر صاحب من شیر باٹ۔ ضلع ہوڑہ (۱۱۴۱۰)

۲۹۔ جناب مولانا محمد فرید الدین صاحب عطار۔ خطیب امین باغ مسجد، شانہ پور
ڈھاکہ ۱۷ (بنگلہ دیش)

۳۰۔ جناب حاجی نبی محمد صاحب کے بی گیس اسٹریٹ۔ راجہ بازار۔ کلکتہ ۱۷

۳۱۔ مرشدزادہ جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب مدظلہ، وکیل عدالت دیدار بخش
لین۔ کلکتہ ۱۷

۳۲۔ جناب محمد نظام الدین صاحب سفیان۔ مقام دڑاک خاد ہنگا جیہ
ضلع سلہٹ (بنگلہ دیش)

عکس مزارات مبارک و عکس اوراق کتب مرسلہ

۱۔ جناب سید ابوالکلام صاحب۔ بنڈیل شریف۔ ڈاکخانہ بنڈیل خلیش۔ ضلع ہوگی
(۱) مزار پرنوار حضرت سید عبدالباری شاہ ۷ بنڈیل شریف۔ ضلع ہوگی۔

(۲) خانقاہ بنڈیل شریف۔ ضلع ہوگی

۲۔ جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب مدرسہ صوفیہ، نورپور۔ ڈاکخانہ صوفیہ مدرسہ براہمیر سرائے
ضلع چانگام۔

(۱) مراد مبارک حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری (خلیفہ حضرت سید محمد شہید علیہ السلام) ضلع چانگام

۳۔ جناب الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ، سید و نانا صاحب
لین۔ رتھ کھولا۔ ڈھاکہ۔

(۱) مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی، ۷۷ ماہ تک تہ۔ کلکتہ۔

(۲) لوح مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی، ۷۷ ماہ تک تہ۔ کلکتہ۔

(۳) احادیث الخواصین (تاریخ حمید) ص ۱۱؛ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء

(۴) مزار مبارک حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی، ۷۷ منگل کوٹ ضلع بردوان

(۵) خلافت نامہ حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی، ۷۷ منگل کوٹ ضلع بردوان

(۶) سرورق دیوان ویسی۔ مطبوعہ ۱۸۹۸ء

۴۔ عت باب جناب الحاج سید ابوالبشر محمد حسین صاحب چیف جسٹس سیرک
بنگلہ دیش۔ ڈھاکہ

(۱) مزار مبارک حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوری۔ بنگلہ پورہ (خلیفہ حضرت سید احمد شہید)

(۲) مزار مبارک اوسید حضرت شاہ حسن اللہ صاحب صدیقی، موسوری کھولا۔ ضلع ڈھاکہ

۵۔ جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب، ۲۱ دیدار بخش لین۔ کلکتہ

(۱) مزار مبارک حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی۔ فرزا شریف۔ ضلع بوگلی

(۲) مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسی، فرزا شریف ضلع بوگلی۔

۶۔ جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب ڈنٹسٹ۔ نزد نٹ راج ہوٹل باقر گنج۔ پٹنہ

(۱) گنبد خضریٰ (منقول از عکس رنگین۔ مکہ معظمہ۔ سعودی عرب)

۷۔ منقول از حیات ویسی، مولفہ جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ

خانقاہ کان کھولی شریف۔ گارڈن ریج۔ کلکتہ ۲۲

- (۱) دستخط مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی (حیات دہلی حصہ ہنگامہ) ۲۵
- (۲) تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی (حیات دہلی حصہ ہنگامہ) ۲۱-۲۲

۸۔ منقول از ہزارہ ضلع گزیٹیر (صوبہ سرحد) مرتبہ اچ۔ ڈی۔ واٹسن۔

مطبوعہ لندن ۱۹۰۷ء

(۱) بالاکوٹ ضلع ہزارہ (کٹھارندی اور پیل) (دہانہ وادی کاغان۔ ہزارہ گزیٹیر

مقابل صفحہ ۲۰۲)

(۲) گڑھی حبیب اللہ خاں۔ ضلع ہزارہ (ہزارہ گزیٹیر مقابل صفحہ ۲۲۶)

۹۔ جناب جمیل احمد خاں صاحب معرفت اترولہ کولڈ اسٹوریج اینڈ ٹرانس فیکٹری فیض آباد

روڈ۔ گونڈہ (۲۷۱۰۰۱)

(۱) مزار مبارک حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی فیض آباد۔ روڈ۔ گونڈہ

۱۰۔ جناب بابو اکبر الحق خاں صاحب نزد جامع مسجد۔ اعظم گڑھ (۲۷۶۰۰۱)

۱۔ مزار مبارک حضرت مولانا محمد سعید خاں قدس سرہ۔ منگراواں۔ ضلع اعظم گڑھ۔

ضمیمہ

آئین و لٹری

۱۔ نواب سید محمد صاحب مرحوم (مولانا آزاد)

(سلسلہ نوٹ نمبر ۱۲۸، صفحہ ۲۰۶ اور صفحہ ۲۶۹-۲۶۸)

خان بہادر نواب سید محمد صاحب مرحوم، آئی۔ ایس۔ او (مولانا آزاد) کے متعلق ڈھاکہ گزیٹیر کے جدید ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۶۹ء کے صفحہ ۳۴۶ پر لکھا ہے کہ نواب سید محمد آزاد اردو کے نثر نگار تھے۔ وہ لکھنؤ کے ایک معیاری اور اعلیٰ ادبی، مکتبہ اور ادبی پینچ میں باقاعدہ مضامین لکھتے تھے۔ وہ رسالہ طنز و مزاح کے لئے مشہور تھے۔ اس مکتبہ دار اور اردو کے دوسرے مقرر رسالوں میں ان کے جو مضامین شائع ہوئے ان کے مجموعوں کو نئی ڈکشنری، لوفر کلب، خیالات آزاد اور نامہ و پیام کے نام سے کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ نوابی و باران کی حیات میں شائع ہوا اور ڈھاکہ میں کسی بار اس کے کچھ حصوں کو ایڈیٹ کیا گیا۔ جس سے اردو کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔

خط جناب عطار الرحمن صاحب جمیل، سیرنگاپٹنگ انجنیر، ڈھاکہ حکم جناب مولانا

ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مظلہ، مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۷۵ء

۲۔ عزت مآب جناب سید ابوالبشر محمد حسین صاحب مدظلہ چیف جسٹس

(سلسلہ ۱۳۰ - ۱۳۹)

بنگلہ دیش میں جناب اخوند کاشاق احمد صاحب کے استعفا دینے اور ہذا کسلنسی مسٹر جسٹس ابوسعادت محمد صائم صاحب بالقابہ کے صدر عدالت مقرر ہونے کے بعد عزت مآب الحاج جناب سید ابوالبشر محمد حسین صاحب مدظلہ، ۶ نومبر ۱۹۶۵ء کو بنگلہ دیش سپریم کورٹ کے چیف جسٹس مقرر ہوئے۔ اسی سال حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بنگلہ دیش وفد حج کے سربراہ کی حیثیت سے مکر معظّم شریف لگے تھے۔ وہاں سے ۲۸ دسمبر ۱۹۶۵ء کو ڈھاکہ واپس ہوئے۔

(خط جناب عطاء الرحمن صاحب جمیل، سپرنٹنڈنٹ بنگلہ انجینئر، ڈھاکہ مورخہ ۵ جنوری ۱۹۶۵ء اور خط جناب الحاج مولانا ابوالبشر سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ، ڈھاکہ مورخہ ۱ جنوری ۱۹۶۶ء)

۳۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے مزار شریف کے کتبے

(سلسلہ ۱۴۸ اور ۲۱۷)

جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر سی نے مطبع فرمایا کرمانک تہ کلکتہ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہ کے مزار مبارک پر ان کے خلیفہ حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب صدیقی رح نے جو کتبہ لگوا یا تھا، وہ صرف فارسی میں تھا۔ بعد میں بنگلہ کتبہ حضرت ویسی رح کے پوتے جناب مولوی سید محمد جان عالم صاحب ام تالے ابی اللہ کیلکٹ ڈھاکہ نے لگوا یا۔ بنگلہ اور اردو کا موجودہ کتبہ عنایت پور ضلع یابنا کے

خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب دہ اور ان کی بیگم نے لکھوایا تھا۔

رہ خط ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر می مدظلہ۔ خلتقاہ

کان کھوئی شریف۔ گارڈن لٹچ۔ کلکتہ ۲۲۔ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۵ء

۴۔ جناب امیر الاسلام صاحب شرقی

(سلسلہ فٹ نوٹ ص ۱۷۹)

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی مدظلہ کے متعلق ڈھاکہ ضلع گزیٹیٹر کے

جدید ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۶۹ء (مرتبہ جناب الس۔ ان۔ اچ۔ رضوی مرحوم) کے

صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے کہ ”جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔“

محکم انکم ٹیکس کے ایک ریٹائرڈ سرکاری ملازم ہیں۔ انہوں نے فی البدیہہ قطعاً

کہنے میں کمال حاصل کیا۔ اور اس حیثیت سے وہ خواجہ محمد افضل متوفی ۱۸۷۸ء

جنہیں افضل النور خین کہا جاتا تھا۔ ان کے سچے جانشین ہیں۔“

رہ خط جناب عطار الرحمن صاحب جمیل سپرنٹنڈنٹ انجینئر ڈھاکہ۔ حکم جناب

مولانا ابوالبشر سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ۔ رتھ کھولا۔ ڈھاکہ ۷۔ مورخہ ۸ اکتوبر

(۱۹۷۵ء)۔

۵۔ حضرت صوفی سید فتح علی صنادیدی کے ایصالِ ثواب کا سالانہ

(سلسلہ ص ۱۸۳)

حساب اس سال بھی اتوار ۲۰ اگست ۱۹۷۵ء کو قطب ارشاد

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب صنادیدی قدس سرہ کے ایصالِ ثواب کا سالانہ

ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر می مدظلہ (گوشہ نشین کان کھولی شریف ضلع چوہس برکنہ) کے زیر اہتمام دلی وال قبرستان مانک تلہ کلکتہ میں منعقد ہوا۔ بنگالی کے مختلف اضلاع سے حضرت مولانا صاحب کے متوسلین کا شاندار اجتماع ہوا۔ اس سال علاقہ کے غیر مسلم بھی کثیر تعداد میں جلسہ میں شریک ہوئے۔ مولانا اختر می مدظلہ کے صاحبزادے جناب مولانا غلام محی الدین صاحب جیلانی، خود مولانا زین العابدین صاحب اختر می اور جناب مولانا محمود بخت بختاری سجادہ نشین کان کھولی شریف نے اپنی تقریر سے سامعین کو محفوظ فرمایا۔

۳ اور ۴ جنوری ۱۹۶۶ء کو مولانا زین العابدین صاحب اختر می مدظلہ، مولانا کے بھائی مولوی نور حسین صاحب اور مولانا کے محترم کے بھتیجوں ڈاکٹر ناظم الدین احمد اور نور الاسلام صاحبان نے خرچ کثیر سے اپنی موجودگی میں دلی وال مسجد مانک تلہ کی ضروری مرمت کرا کے آپک پاشی کرائی۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر می مدظلہ۔ کلکتہ ۲۴ مورخہ

۳ جنوری ۱۹۶۶ء)

۶۔ اولاد امجاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب لیسوی قدس سرہ

(سلسلہ ۱۹ اور ۱۹۲)

(۱) رابعہ بنگال حضرت سیدہ زہرا قاس سرہ کے پوتے جناب سید عبد المتین صاحب شاہ پوری مدظلہ کے صاحبزادے کا نام سید فرید القادر نہیں بلکہ سید فرید

کردار ہے (ص ۱۹۲)۔ رخط جناب سید عبدالسلام صاحب ۲ جدونا تھ بانک لین،
ڈھاکہ ۱ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۵ء، بحوالہ جناب سید عبدالمتین صاحب مظلہ (

(۲) بی بی سیدہ زہرا قدس سرہا کی پوتی سید علیہ بانو کے شوہر جناب
فیض احمد صاحب مظلہ "حق اللہ" کلیان پور۔ محمد پور۔ ڈھاکہ ۱ میں رہتے ہیں
وہ جوان صلح اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحب تسی رح کے نور باطنی کے سچے
طالب ہیں۔

رخط جناب مولانا ابوالبشر سید محمد بشیر المدین صاحب ڈھاکہ ۱ مورخہ یکم
نومبر ۱۹۴۵ء۔ مرسلہ جناب فیض احمد صاحب مظلہ ڈھاکہ ۱

۷۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب تسی رح کے خلفا اور مریدین

(سلسلہ ص ۲، ص ۲۱۵ اور ص ۲۱۶)

(۱) سلسلہ وار نمبر ۱، مولوی احمد علی صاحب فرید پوری۔ آپ ۱۲۶۳
ہجری فصلی = ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۲ اگست ۱۳۲۶ ہجری فصلی = وسط نومبر
۱۹۱۹ء کو انتقال فرمایا اپنے علاقہ میں شاہ جان شریف کے نام سے مشہور ہیں
مزار آپ کا دربار اولیاء، شورشیر، دائرہ شریف۔ ڈاکخانہ چندری پور (براہ
نریا) ضلع فرید پور میں ہے۔ سالانہ عرس ۲ اگست اور ۲ ماگھ کو ہوتا ہے۔ نور حق
کنج نور، شجرہ طریقہ مجددی، سفینہ سفر مدنیہ، سر حق جامع نور، مطلع العلوم، لطائف
ثانیہ اور غنین وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ یہ کتابیں بنگلہ اور ہندی میں ہیں۔ دائرہ

شورہ نشر کے موجودہ سجادہ نشین جناب شاہ نور جلال صاحب مظلمہ ہیں (خط جناب مولانا

سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مظلمہ، ڈھاکہ۔ مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۷۵ء)

(۳) سلسلہ وار نمبر ۲۰، جناب سید واجد علی صاحب مہدی باغ کلکتہ:-
آپ کے خلیفہ خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب غنایت پور ضلع پائینا (۲۱۷) کے
بڑے صاحبزادے اور خلیفہ جناب حسام الدین رحمان ستمبر ۱۹۷۵ء کے پہلے مہفتہ میں انتقال
ہوا۔ ۵ ستمبر کو بیرون ملک دیش سے آپ کے وفات کی خبر نشر کی گئی۔ حضرت صوفی سید
فتح علی صاحب ویسی کی صاحبزادی رابعہ بنگال حضرت نبی بی بی سیدہ زہرا قدس سرہا کے
پوتے جناب سید عبدالملین صاحب شاہ پوری مظلمہ (۱۹) مولانا حسام الدین غنای
کے فاتحہ میں شریک ہوئے

خط جناب سید عبدالسلام صاحب وکیل، ۲ جلد ناتھ ناتھ بانسک، لین۔ ڈھاکہ۔

مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۷۵ء۔

۸ آرام باغ ضلع ہوگلی

(سلسلہ فٹ نوٹ ص ۲۱۱ و ۲۱۲)

آرام باغ میں ایک ممتاز عالم دین مولانا سید عبدالسلام صاحب رح گزرے
ہیں۔ آپ سلطان الواعظین کے نام سے شہور تھے۔ عربی، فارسی اور اردو ادب پر عبور کامل
حاصل تھا۔ اہل زبان کی طرح فارسی اور اردو میں تحریر و تقریر کی صلاحیت رکھتے تھے۔
نہایت فصیح البیان مقرر تھے۔ مشہور مولانا روم، دیوان حافظ اور دیوان ویسی کے

اشعار بکثرت یاد تھے۔ چشمہ فیض کے نام سے ایک قابل قدر کتاب تصنیف فرما کر
قوم پر بڑا احسان کیا۔

رخط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر میڈیٹلہ۔ گارڈین ریح۔ کلکتہ ۱۹۴۷ء

مورخہ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء۔

۹۔ فرزند شریف کا سالانہ جلسہ

(سلسلہ ص ۲۴۵)

جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر میڈیٹلہ فرماتے ہیں کہ فرزند شریف صلح ہوگی
میں ایصالِ ثواب کا سالانہ جلسہ انگریزی تاریخ کے حساب سے ۵۔ ۶۔ اور ۷ مارچ کو
نہیں، بلکہ ہر سال ۲۱۔ ۲۲۔ اور ۲۳ پھاگن بنگلہ فصلی کو منعقد ہوتا ہے۔ (رخط جناب مولانا
زین العابدین صاحب اختر میڈیٹلہ۔ کلکتہ ۱۹۴۷ء۔ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء) سالانہ جلسہ کے انعقاد
کی انگریزی تاریخیں جناب مولانا عبدالسلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فتحیہ فرزند شریف
صلح ہوگی نے تحریر فرمایا تھا (رخط مورخہ ۶ اگست ۱۹۶۴ء)۔ انگریزی اور بنگلہ فصلی تاریخوں
میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ بنگلہ فصلی پھاگن کی ۲۱۔ ۲۲۔ اور ۲۳ تاریخیں عموماً ۵۔
۶۔ اور ۷ مارچ کو ہوتی ہیں۔ اور کبھی کبھی ۵۔ ۶۔ اور ۷ مارچ کو بھی، جیسے ۱۹۳۷ء،
۱۹۳۹ء، ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۵ء میں۔

۱۰۔ مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کے خلفا اور مریدین

(سلسلہ ص ۲۴۷، ۲۴۹، ص ۲۵۰ اور ص ۲۸۸)

(۱) جناب مولانا شاہ صوفی روح الامین صاحب بشیر لٹ (ص ۲۴۷)۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کی جو سوانح حیات ننگہ زبان میں ان کے خلیفہ مولانا روح الامین صاحب نے شائع کیا تھا اس میں ۴۵۹ صفحات ہیں۔ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کی سوانح حیات کے سلسلہ میں یہ کتاب نقش اول کی حیثیت رکھتی ہے۔ فرزا شریف ضلع ہوگلی (دیکھئے صفحہ ۲۳۶) کے بارے میں مولانا نے تحریر فرمایا ہے کہ فرزا شریف میں ایک مقام شہید گنج کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں مسلمان فوجی شہید ہوئے تھے۔ دوسری جگہ صوفی جنگل کہلاتی ہے۔ وہاں صوفی پیاپی سکونت پذیر تھے۔

رخط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر میاں کلکتہ ۲۴، مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۷۵ء

(۲) صفحہ ۲۴۹ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری؟۔

مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے ایک نامور خلیفہ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری تھے۔ آپ ضلع ہوگلی کے ہری پال تھانہ میں وہاں سے چند میل کے فاصلہ پر کنک پور گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے بہت سے مشہور مدرسوں خصوصاً مدرسہ سہارن پور میں تعلیم حاصل کی۔ بڑے جید عالم اور عارف کامل تھے۔ طبیعت میں سخاوت اور فیاضی کا مادہ بہت تھا، کتب بینی اور خدمتِ ختمی میں معروف رہتے تھے۔ مولانا کے ذاتی کتب خانہ میں حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، بلاغت اور تصوف کی بہت ساری کتابیں موجود ہیں۔ زیادہ تر کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں۔ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری کے صاحبزادے ممتاز الحدیث جناب مولانا ہدایت اللہ صاحب مدظلہ بہت ہی لائق و فائق عالم دین ہیں۔

خط جناب مولانا زین العابدین صاحب انجمنی مدظلہ، کلکتہ ۲۲ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء (۳) مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدر لقی ر کے مریدوں میں (ص ۲۸۸) ایک بزرگ اور مجتہد عالم مولانا شاہ صوفی محمد الیوب صاحب مدظلہ ہیں۔ ضلع ہوگلی کے جنوبی حصہ میں دان گوئی اسٹیشن کے پاس متھور ڈانگ میرگل میں پیدا ہوئے۔ گارڈن ایرج ضلع چوہلی پرگنہ (کلکتہ ۲۲) کے پانچوڑ میں آپ کی شادی ہوئی۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے آپ نے تعلیم حاصل کی اور مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ممتاز المحدثین کا سند حاصل کیا۔ نہایت فصیح البیان مقرر ہیں۔ اپنی تقریروں میں اکثر دیوان و سبکی کے اشعار پڑھتے ہیں۔ ابھی حیات میں۔ لیکن کافی ضعیف ہو چکے ہیں۔

خط جناب مولانا زین العابدین صاحب انجمنی مدظلہ، کلکتہ ۲۲ مورخہ ۳ جنوری ۱۹۶۶ء

۱۱۔ اولاد امجاد حضرت حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ

(سلسلہ ص ۲۵۵)

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کے چھوٹے پوتے عبد سبحان صاحب کی شادی اعلیٰ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب قبلہ ادا ام اللہ فیوضہ کے مشورہ سے بحری آباد ضلع غازی پور کے حافظ ذکی اشرف صاحب فاروقی کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ بحری آباد کے فاروقی خاندان کا تعلق ولید پور ضلع عظیم گڑھ (نوٹ نوٹ ص ۲۷۲) سے ہے۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی کی سب سے چھوٹی پوتی بی بی رضیہ سلطانہ کی شادی

بڈو پور۔ تھانہ شاہ گنج ضلع جون میں ہوئی ہے۔

دبوالہ جناب مولانا عبدالوہاب صاحب اصلاحی کوہنڈہ، بمقام منگرا نوال شریف ضلع خٹک

۲ فروری ۱۹۷۶ء

۱۲۔ جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب فیوضہ

(سلسلہ فٹ نوٹ ص ۳۶۷ اور ص ۳۰۴)

(۱) اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مولانا محمد سعید خاں صاحب قدس سرہ کے بڑے نواسے
محترم المقام جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب منظرہ اس سال حج بیت اللہ کو تشریف
لے گئے تھے۔ وہاں سے ۲۶ جنوری ۱۹۷۶ء کو اعظم گڑھ واپس آئے۔ سفر حج پر روانگی سے قبل
عرب مسجد، مدن پورہ بمبئی میں ایک آدمی اور اس مبارک مسعود سفر سے واپسی کے بعد
اس مسجد میں ۱۳ آدمی موصوف کے دست حق پرست پر مشون بہ اسلام ہوئے۔ ان میں سے
اکثر مراٹھی نوجوان ہیں۔

(خط جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب منظرہ۔ جامع مسجد اعظم گڑھ۔ مورخہ ۲۸

جنوری ۱۹۷۶ء)۔

(۲) بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب فیوضہ نے ال۔ ال۔ بی کا فاضل امتحان دیدیا

ہے۔ امتحان کاریزلٹ جلد ہی شائع ہونے کی امید ہے۔

(۳) آپ کے صاحبزادے بابو کاشف اسرار ۲۰ مارچ ۱۹۷۵ء کو اپنی نھال میں پیدا ہوئے

ان کا نام اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے رکھا۔ (منگرا نوال شریف ضلع اعظم گڑھ۔ ۵ فروری ۱۹۷۶ء)

۱۳۔ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب دھاکہ

(سلسلہ ص ۴۱۴)

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم الحلج مولانا محمد سعید خاں صاحب قدس سرہ کے خلیفہ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب۔ اسلام مشن برائیل گیٹ، تیج گاؤں، دھاکہ (بنگلہ دیش) نے یکم اگست ۱۹۷۵ء کو دوپہر کے وقت دھاکہ میں انتقال فرمایا۔

رخط جناب سید عبدالسلام صاحب وکیل۔ جدو نانا تھہ باسک لین۔ دھاکہ۔

۵ اگست ۱۹۷۵ء

جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب رح تھانہ رام گنج ضلع نواکھالی کے رہنے والے تھے۔ مشرقی بنگال میں آپ کی مساعی جمیلہ سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کے سلسلہ کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ جناب حاجی غلام مولیٰ اور جناب حاجی غلام کبریا دونوں آپ کے بھتیجے ہیں اور ان دونوں کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۴۔ معذرت

در سلسلہ فہرست مریدین اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ ص ۴۱۶-۴۱۳

ناچیز راقم السطور کو نہایت ہی افسوس ہے کہ ذلیفہ حج کی ادائیگی کے سلسلہ میں محترم القام جناب سرالہ الحق خاں صاحب مد فیوضہ کی اعظم گڑھ میں غیر موجودگی، ذرائع تحقیق کی بعض وقتی ناگزیر دشواریوں اور بعض غلط فہمیوں کی بنا پر ہادینا و مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب

قبلہ قدس سرہ کے مریدین کی فہرست میں بعض ایسے قریبی متوسلین اور معتقدین کے نام بھی شامل ہو گئے ہیں، جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے۔ ان میں سے بعض حضرات ایسے ہیں، جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادا م اللہ فیوضہ کے پیر و مرشد حضرت حافظ حامد صاحب غلوی قدس سرہ، ان کے کسی خلیفہ یا سلسلہ کے کسی صاحب اجازت سے شرف بیعت حاصل ہے اور بعض کو یہ شرف ابھی حاصل نہیں ہو سکا ہے۔

کتاب کا یہ حصہ چھپتے ہی بطور نمونہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں سینچر ۲۲ جنوری کو روانہ کیا گیا، جو عظیم گڑھ میں ۲۶ کو موصول ہوا۔ اسی روز جناب بابو محمد اسرار الحق خان مدظلہ، سفر جرج سے عظیم گڑھ واپس آئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم نے کتاب کے اس حصہ کا مطالعہ فرمانے کے بعد ۹ ایسے ناموں کی نشاندہی کی جن کو حضور قبلہ قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے اور ناچیز کو مطلع کرنے کا حکم دیا۔ اسرار بابو نے ۲۸ جنوری کو مجھے خط لکھا، جو جمعہ ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو ملا۔

چونکہ اصولی طور پر صوفیائے کرام کے یہاں اس بات کی بڑی اہمیت ہے اور بیعت کے سلسلے میں اس ضابطہ کی بڑی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ اس لئے حضرت حافظ حامد صاحب غلوی رحمہ کے سلسلہ سے وابستہ ہونے کے باوجود، کتاب کو اس قسم کی اصولی غلطی سے پاک رکھنے اور کسی قسم کی غلط فہمی کے احتمال سے فہرست مریدین کی تصحیح فروری اور لازمی ہو گئی۔

جناب ڈاکٹر امتیاز احمد گڑھیہ (۱۳۲۱) اور جناب محمد عبد الجلیل صاحب نگلور (۱۳۲۴) کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے۔ جناب عبد الجلیل صاحب

بنگلور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے خلیفہ جناب مولانا آزاد رسول صاحب مدظلہ انہی
 دہلی (۱) کے متوسلین میں ہیں جناب سید امتیاز احمد صاحب کراچی (۲۸) کو بھی اعلیٰ حضرت
 قبلہ نے ان لوگوں میں شامل کیا تھا، جن کو حضور قبلہ قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے۔
 لیکن محترم المقام مرشدزادہ جناب عبدالدین خاں صاحب مدنیوفضہ نے راقم السطور کو یکم ذری
 ۱۹۶۶ء کو منگراواں شریف میں بتلایا کہ جناب سید امتیاز احمد صاحب کراچی کو اعلیٰ حضرت قبلہ
 قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

جناب سید محمد مجیب الرحمن صاحب جمشید پور (سلسلہ دار نمبر ۱) کو حضرت حافظ حامد حسن
 صاحب غلوی کے خلیفہ جناب حکیم شیخہ محمد حسن صاحب آبادی (۱۲ ص ۳۶۸) سے؛ جناب عبدالکلیم
 صاحب مہنڈیان ضلع پورنیہ (۱۳) کو اپنے والد محرم اور حضرت غلوی کے خلیفہ جناب عوفی عبدالستار
 صاحب رح (۱۲ ص ۳۶۹) سے؛ جناب حاجی محمد اسحاق صاحب عید درحوم، مالی گاؤں ضلع
 ناسک (۱۷) کو حضرت غلوی کے خلیفہ جناب عبدالرؤف صاحب منو ضلع اعظم گڑھ
 (۱۹ ص ۶۳۸) سے؛ جناب مولوی مصباح الدین صاحب مرحوم جلال پور ضلع فیض آباد (۱۱)
 کو حضرت غلوی کے خلیفہ جناب محی الدین خاں صاحب محمد درحوم برہریا ضلع اعظم گڑھ (۱۷)
 سے؛ جناب مولوی عبدالوہاب صاحب اصلاحی، کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ (۱۷) کو حضرت غلوی کے
 خلیفہ مولوی عبدالسلام صاحب گرام پارہ ضلع اکیاب (برما) (۲۵ ص ۳۶۹) سے اور جناب حامد
 محمد کتاب اللہ صاحب مارن پورہ۔ بمبئی (۲۱) کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے خلیفہ
 جناب مولوی عبدالکلیم صاحب بخش پور ضلع اعظم گڑھ (۱۷) سے شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۵۔ شیخ طریقت غوث شاہان دنیا و مرشدناک الحج آقا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ قدس سرہ کا انتقال پر ملال

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو کبھی کبھی ریاحی درد کا دورہ ہوتا تھا۔ اور ایسے موقعوں پر پائے مبارک میں انگوٹھے کے پاس تکلیف بڑھ جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں کئی بار اعظم گڑھ اور پٹنہ میں پانچ پرتال بھی ہوئی اور دوائیں تجویز کی گئیں۔ کبھی کبھی دوہیں زیر استعمال بھی رہتی تھیں۔ لیکن دواؤں کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی اور کسی خاص دوا کو طویل عرصہ تک استعمال کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ستمبر ۱۹۴۳ء کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ نے کوئی سفر نہیں کیا اور اعظم گڑھ سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔

اداکل نومبر ۱۹۴۵ء میں بھی ریاحی درد کا دورہ ہوا تھا۔ لیکن پٹنہ میں کسی ذریعہ سے اس کی خبر نہیں ہو سکی اور نہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اپنے کسی خط میں اس بات کا ذکر فرمایا۔ بعد میں یہ خبر جناب عبدالجلیل صاحب ہفتیان ضلع پورنیہ کے خط سے معلوم ہوئی۔ نومبر میں اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس ناچیز غلام کو پانچ خطوط لکھے۔ لیکن پانچوں خط میں تحریر فرمایا کہ "الحمد للہ بخیریت ہوں۔"

عام طور پر پٹنہ میں حضور قبلہ قدس سرہ کے چھ سات خطوط ملتے تھے۔ لیکن خلافت توفیق دسمبر ۱۹۴۵ء میں کوئی خط نہیں ملا۔ سخت اضطراب پریشانی اور بے چینی کی کیفیت تھی۔

لیکن بقرعید کے موقع پر جناب اعجاز احمد صاحب ٹپنہ سے اعظم گڑھ گئے اور خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ اعظم گڑھ سے ان کی واپسی کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ کی خیر و عافیت معلوم کر کے خوشی ہوئی اور اضطراب دور ہوا۔ لیکن جنوری میں بھی خط بہت کم آیا۔ ۶ جنوری کو خط کے ذریعہ مطلع فرمایا کہ ”الحمد للذی بخریت ہوں۔ بنگ پوسٹ مل گیا۔ صحت ٹھیک ہے۔“ ۱۹ جنوری کو تحریر فرمایا کہ ”الحمد للذی بخریت ہوں، ممکن ہے کہ اسرار اعظم گڑھ ۲۵ تک آجائیں۔ بمبئی سے ۱۶ کو تار آیا کہ بخریت پہنچ گئے ہیں۔“ آخری خط جو ۲۵ جنوری کو روانہ کیا اس میں تحریر فرمایا کہ ”الحمد للذی بخریت ہوں۔ کل ۲۶ کو اسرار اعظم گڑھ پہنچ رہے ہیں۔“

میری ہدایت پر میرے ایک عزیز بھائی نے جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب محترم سے عرب مسجد۔ مدن پورہ۔ بمبئی ۷۷ میں ملاقات کر کے مجھے مطلع کیا کہ اسرار بابو سر تک اعظم گڑھ روانہ ہو رہے ہیں۔ لیکن جب اعظم گڑھ سے محمد ریاض صاحب موزے والے بمبئی پہنچے اور ان سے اسرار بابو محترم نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی خیر و عافیت دریافت کیا۔ ریاض صاحب نے بتلایا کہ اعلیٰ حضرت فرما رہے تھے کہ ”اسرار آجائے تو آرام سے سو جائے۔“ اسرار بابو بمبئی میں کچھ اور قیام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی زبان مبارک سے ”آرام سے سو جاتے“ کے الفاظ معلوم کر کے فوراً اعظم گڑھ روانہ ہوئے۔ اور وہاں ۲۶ جنوری کو پہنچے۔

آئینہ وسیعی کے ۳۸۵ سے ۳۸۰ تک ۹۶ صفحات طبع ہونے کے بعد ۲۲ جنوری کو اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت میں روانہ کئے گئے تھے، جو خدمت عالی میں ۲۶ کو موصول ہوئے۔

اس کو مطالعہ فرما کر مسرت اور شادمانی کا اظہار فرمایا اور ۲۸ جنوری کو اسرارِ بابو کو بتلایا کہ مریدوں کی فہرست میں ۹ ایسے آدمیوں کے نام شامل ہونگے ہیں جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ سے شرفِ بیعت نہیں ہے اور ہدایت کی کہنا چیز راقم السطور کو اس سلسلہ میں مطلع کیا جائے۔ چنانچہ اسرارِ بابو نے اس ناچیز غلام کو ۲۸ کو خط لکھا، جو ۳۰ جنوری کو ملا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرّہ کو جمعرات ۲۹ جنوری تک کوئی تکلیف نہ تھی۔ لیکن جمعہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ = ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو صبح ۸ بجے طبیعت کا خرابی کا حال بتلایا۔ ریاحی درد کے باعث جسمک بالائی حصہ میں سر مبارک تک سخت تکلیف تھی۔ کئی بار اسرارِ بابو سے تیل مالش کرایا۔ اسی درمیان میں تپتی ہوئی جس سے کچھ سکون ہوا۔ مولانا اسلم جیراج پوری مرحوم نے صاحبزادے جناب ڈاکٹر محمد معظّم صاحب نے آکر دیکھا۔ دوا تجویز کی۔ لیکن ریاحی درد کی جو دوا قبل سے دیر استعمال رہی تھی اس کی ایک خوراک کھایا۔ ساڑھے دس بجے سونف کھایا۔ گیارہ بجے اگر تپتی اور ٹوبان جلائے لو کھایا۔ اندازہ ہے کہ اسی وقت سے فرشتوں اور روحانین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جمعہ کے بعد نید کرے میں کئی بار ہاتھ پھیلاتے تھے اور سیدہ مبارک تک لاتے تھے۔ اس درمیان میں بار بار کمرہ نید کرنے کا حکم دیا اور بار بار اسرار کو اپنے پاس بلا لے لے۔ کمرہ میں ایک بار حضرت عالیہ منظر بھی تفتیش حال کے لئے تشریف لے گئی تھیں۔ عصر کے وقت تک یہاں حال رہا۔ چار بجے جب جامع مسجد میں مؤذن نے اذان پکارا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ختم کر کے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ پر پہنچا کہ روح پاک حیدرِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مشرقی ٹولس کی وادی میں روح آباد کچھوچھو شریف ضلع فیض آباد میں ایک
 غوثِ وقت حضرت مخدوم سید انشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ محرم الحرام
 ۱۳۰۸ھ = ۲۶ جولائی ۱۹۰۵ء کو انتقال فرمایا تھا اور ۱۳۱۱ھ سال بعد اسی ندی کی وادی
 میں کچھوچھو شریف سے ۳۷ میل (۶۰ کیلو میٹر) کے فاصلہ پر اعظم گڑھ میں ۲۷ محرم الحرام
 ۱۳۹۶ھ = ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو ایک دوسرے غوثِ وقت حضرت مولانا محمد
 سعید خاں صاحب قبلہ قدس سرہ کا انتقال ہوا۔ ٹولس ندی تو کتنی خوش نصیب
 ہے کہ صرف پچاس میل (۸۰ کیلو میٹر) کے فاصلہ پر تیری وادی میں دو غوثِ
 وقت آرام فرما ہیں۔

مرشدزادہ محترم و مقام جناب محمد عضد الدین خاں صاحب مظلّم کو
 علی گڑھ بدریجہ ٹیلی فون ٹرنگ کال سارٹ سے پانچ بجے شام میں اعلیٰ حضرت قبلہ
 عالم قدس سرہ کے انتقال پر ملال کی خبر دی گئی۔ وہ فوراً اسٹیشن آئے اور ٹرین
 کے متعلق معلومات حاصل کر کے مکان گئے اور پھر فوراً اسٹیشن جا کر ڈی ٹکس پیر
 سے روانہ ہوئے۔ صبح بنارس پہنچے اور ۳ جنوری کو صبح ۸ بجے اعظم گڑھ پہنچ گئے۔
 جناب مرشدزادہ صاحب محترم کے اعظم گڑھ پہنچنے ہی تعاضلے بشیریت کے
 تحت گھر میں کہرام مچ گیا۔ تمام لوگ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال کے صدر سے بے اختیار
 ہو کر رونے لگے۔ حضور قبلہ قدس سرہ کے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد مسعود خاں
 صاحب وکیل ام۔ ال۔ اے جو بڑی جرات اور ہمت کے انسان ہیں اور جنہیں اعظم
 قبلہ کے انتقال کے بعد گزشتہ شام کو اعظم گڑھ جیل سے تین روز کے لئے بیرون پور

کیا گیا تھا۔ وہ مرشدزادہ محترم کو دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ لیکن جس طرح ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء کو شیخ طریقت حضرت حامد حسن صاحب علوم کے انتقال کے موقع پر خداوند قدوس نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم میں صبر و سکون کی جو غیر معمولی صلاحیت پیدا کر دی تھی، صبر کی وہی بے پناہ طاقت ۳۱ جنوری کو جناب مرشدزادہ صاحب محرم کو بخش دی اور انہوں نے کمال صبر و رضا کے ساتھ سب کو خاموش کیا۔ سب کی ڈھارس بندھائی اور تجھرو تکفین کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

ٹیلی فون کے سلسلہ میں بھی ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ علی گڑھ میں پہلے مرشدزادہ صاحب محترم کے ٹیلی فون کا نمبر ۱۵۱۸ تھا۔ کچھ دنوں قبل یہ نمبر ۱۷۵۱۸ ہو گیا۔ اس سال بقرعید کے موقع پر جب مرشدزادہ صاحب اعظم گڑھ تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ نے ان سے ٹیلی فون نمبر کی تبدیلی کے بارے میں دریافت فرمایا اور دو تین بار اس نمبر کو دہرایا۔ اور بعد میں اسے نوٹ کر دیا چنانچہ انتقال پر ملال کے بعد اس نئے نمبر سے رابطہ قائم کیا گیا۔ بغیر کسی انتظار اور دشواری کے علی گڑھ سے ٹیلی فون کا رابطہ فوراً قائم ہوا اور مرشدزادہ محترم کو جلد سے جلد اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع ہو گئی اور وہ بغیر کسی تاخیر کے اعظم گڑھ روانہ ہوئے۔

بڈیل شریف ضلع ہوگلی کلکتہ۔ ڈھاکہ۔ پٹنہ۔ گیا۔ جمشید پور۔ ریفیج گنج ضلع اورنگ آباد کے متوسلین کو بذریعہ اسپرٹس ٹیلی گرام خبر کی گئی۔ اعظم گڑھ نار آفس والوں نے یقین دلایا کہ دو گھنٹے کے اندر ہر جگہ تار مل جائے گا۔ لیکن کہیں بھی تار پندرہ گھنٹے سے قبل نہیں بل سکا کاش اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال پر ملال کی خبر کا یہ اسپرٹس ٹیلی گرام

دش گھنٹے کے اندر بھی مل سکتا، تو اکثر و بیشتر متوسلین کو نماز جنازہ میں شرکت کی سزا حاصل ہو جاتی۔

کچھ دنوں سے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم زیادہ تر شمالی رخ والے اُس کمرہ میں رہتے تھے۔ جہاں بچے پڑھتے ہیں اور صرف رات کو سونے کے وقت کچھ پڑھنے والے کمرہ میں تشریف لیجاتے تھے۔ اسی شمالی رخ والے کمرہ میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں سامنے مہن میں آپ کو غسل دلایا گیا۔ غسل دلانے میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے دو ذوی صاحبزادے بابو محمد ظفر الدین خان، بابو محمد عصفی الدین خان، آپ کے نواسے بابو محمد اسرار الحق خان آپ کے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد سعید خان صاحب وکیل اور جناب خدایار خان شامل تھے۔ جناب معین الجبار خان صاحب جو ان باتوں کا کافی تجربہ رکھتے ہیں، غسل دلانے وقت ضروری ہدایات دے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے جسد اطہر میں حسب سابق نرمی اور لچک موجود تھی۔ چہرہ مبارک پر آثار مسرت و شادمانی اور لبوں پر وصال جاناں کے بسم کی دیر تھی۔ غسل دلانے کے بعد میت کو کچھ دیر اسی کمرہ میں جہاں انتقال ہوا تھا اسی جگہ ایک چٹائی پر رکھا۔ پھر جامع مسجد لائے۔ جامع مسجد کے بیرونی حصہ والی عمارت میں دش بچ کر ۳۵ منٹ پر نماز جنازہ ہوئی۔ شہر کے ہزاروں آدمی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ مرشدزادہ جناب محمد عصفی الدین صاحب محترم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جسد اطہر کو ایک ٹرک پر رکھ کر ساڑھے بارہ بجے دن میں منگراٹوال لائے۔ منگراٹوال اور اطراف کے لوگ یہاں منتظر تھے۔ منگراٹوال میں چار بج کر ۵ منٹ پر پھر نماز جنازہ ہوئی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے آبائی وطن نوناری کے پاس بکھرا علاقہ پھول پور کے

جناب حافظ عبد الرحمن صاحب مظلہ جنہوں نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کو قرآن پاک حفظ کرایا تھا، نماز جنازہ پڑھائی۔ ۵ بجے شام میں جناب محمد انوار الحق صاحب، مرشد زادہ محمد عسکری

خاص صاحب، بابو محمد اسرار الحق خاں اور جناب محمد حنیف صاحب عظیم گڑھ نے جسید طہر کو قبر میں اتارا اور ۱/۲ بجے مملکت سلوک و عرفان کے تاجدار، ہزاروں دلوں پر حکومت کرنے والے شہنشاہ عالی جاہ، دُنیا کے اسلام کے اُس عظیم روحانی پیشوا اور تلقین و ارشاد کے اُس آفتاب عالم تاب کی لاش مبارک کو سپرد خاک کرنے کا کام مکمل ہوا۔ جس نے گذشتہ ۳۵ سال سے اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کے لئے کبھی آرام نہیں کیا تھا اور جس کی کوششوں سے ہزاروں دل سوز محبت سے آشنا ہو کر نورِ عرفان سے جگمگا اٹھے تھے۔ آخر عشرہ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ = اوائل نومبر ۱۹۰۶ء کی پیدائش تھی۔ انتقال کے وقت عمر شریف قمری سال کے مطابق ۷۰ سال ۴ ماہ کی اور شمسی سال کے مطابق ۶۸ سال دو ماہ تقریباً ۲۵ یوم کی تھی۔

اسرارہ بابو کی طرف سے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال پر ملال کا اکیسریا جو عظیم گڑھ سے ۳ جنوری کو ۱/۲ بجے شام میں روانہ کیا گیا تھا۔ ناچیز راقم السطور کو ۳ جنوری ۱۹۰۶ء کو ۱/۹ بجے صبح ملا۔ اس حادثہ فاجعہ کی خبر کے لئے تیار نہ تھا۔ دل پر جو گزری، اُس کا بیان ممکن نہیں۔ اہل بیرون نے لگیں۔ بچے سو گوار ہو گئے۔ فوراً تیار ہوا۔ ڈاکٹر شمس الدجی صاحب کے یہاں خبر کیا۔ باقر گنج جاگر ڈاکٹر محمد ادریس صاحب کے یہاں اطلاع دیا۔ پھر مہر دو داخانہ جاگر اعجاز احمد صاحب سے ملا۔ دس بجے کے بعد چم جانے والی سب سے پہلی ٹرین پر انڈیا اکیسریا تھی۔ اُس سے عظیم گڑھ روانہ ہونے کا فیصلہ کیا گیا۔

کالچ آیا، فرصت کی درخواست دی اور انتہائی ضبط کے باوجود بادیدہ گریاں پرنسپل سے ملا۔ گھر آیا، سوا اگیارہ بجے روانہ ہوا، اسٹیشن آیا اور ڈاکٹر محمد ادریس صاحب ان کی اہلیہ، ان کی دو چھوٹی بچیوں، انجنا ز احمد صاحب، عزیز محمد شمیم کلا تھ مرچنٹ اور عزیز شمس الہدی استھانوی کے ساتھ ۱۲ بجکر ۵ منٹ پر اعظم گڑھ روانہ ہوا۔ چھ بجے بنارس پہنچا۔ نماز مغرب کے بعد ٹیکسی سے روانہ ہوا۔ ۸ بجے پر ند بازار میں دینا کرنے پر معلوم ہوا کہ ۱۲ بجے شام کو منگراؤں میں جہد اطہر کی تدفین کا کام مکمل ہوا۔

آخری دیدار کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ تاخیر معمولی تاخیر سے ملنے کے باعث اس طرح کا خطرہ موجود تھا۔ پھر روانگی سے قبل ٹینہ میں جناب مرشدزادہ صاحب محترم کا وہ خط ساڑھے دس بجے دن میں مل گیا تھا، جو موصوف نے علی گڑھ سے روانگی کے بعد ٹرین ہی میں تخریر فرما کر طمانا کر جانے والے جناب قمر صاحب کے حوالہ کیا تھا کہ ٹینہ میں وہ خط انجناد صاحب، ڈاکٹر محمد ادریس صاحب یا ناہیز راقم الحروف کو پہنچا دیا جائے۔ خط میں لکھا تھا کہ ظہر کے وقت تک باہر سے آنے والوں کا اعظم گڑھ میں انتظار کیا جائے گا۔ پر ند بازار سے ٹیکسی منگراؤں کی طرف موڑ دی گئی اور پورے نو بجے شب میں مرشدزادہ جناب ظفر الدین خاں نے دولت گدہ پر پہنچے۔ ظفر الدین بابا کو بالکل خموش، سراپا غم و اندوہ پایا۔ اعلیٰ حضرت کے برادر عزیز محترمی جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب وکیل ام۔ ال۔ اے موجود تھے۔

نماز عشا پڑھ کر سو گئے۔ صبح نماز کے بعد منگراؤں گاؤں سے اتر کر ٹک کے کنارے اپنے آقا کے مزار شریف پر دربار عالی میں حاضر ہوئے۔ فاتحہ پڑھا۔ بیٹھ

گئے۔ شمیم محبت کی عطر بیزیاں یاد آنے لگیں۔ کثرتِ محبت و ملامت سے عالم بے خودی میں
صبر و ضبط کا بند کھوٹ گیا۔ قلب و جگر سے آہ و بکا، نالہ و فریاد اور آنکھوں سے
سیلابِ اشک جاری ہوا:۔

جاں زتن بڑی و درجانی ہنوز دردِ دادی و درمانی ہنوز
آتش کاراسینہ ام بے گافتی ہم چنان در کسینہ پنہانی ہنوز
ملک دل کردی خراب از تیغ ناز وندراں ویرانہ سلطانی ہنوز

تقریباً ایک گھنٹہ بے خودی کی یہ کیفیت طلحہ دی۔ آخر عہدِ احمد صاحب نے
سنہ ۱۱۰۰ھ کو سہارا دیا۔ پھر مکان پر واپس آیا۔ کچھ دیر بعد اعظم گڑھ سے مرشد زادہ
جناب عبدالدین خاں حنا اور محمد اسرار الحق خاں صاحب آگے آئے۔ ان
دونوں سے ملا اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی علالت، انتقال پر ملامت اور حیدرآباد کی ترقی
وغیرہ کے سلسلہ میں مفصل معلومات حاصل ہوئیں۔

۱۶۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار پر انوار

منگراٹواں سے تقریباً تین فرلانگ (۶۶۰ گز) کے فاصلہ پر بجانب شمال بچہ
سڑک کے کنارے متصل اترپنہ دوہیکہ رقبہ کا اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور ان
کے برادر عزیز مولوی محمد سعید خاں صاحب محترم کے نام کا ایک چک ہے۔ اس چک

سے موضع منگراٹواں رائے پورہ تہ دیال پورہ پر گز نظام آباد تحصیل صدر مندر غلام گڑھ۔ یو۔ پی کے
جس قطعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار مبارک ہے۔ اس میں منگراٹواں کے کشت دار سر
د بقیہ مانتیہ ۵۶۲ پر

کے شمالی مغربی گوشہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کی قبر تیار کی جا رہی تھی۔ لیکن منگراٹواں پہنچنے پر مرشدزادہ جناب محمد عسکری الدین صاحب محترم نے مزار مبارک کے پاس مسجد اور خانقاہ وغیرہ کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے اس قطعہ اراضی میں قدرے شمال مشرق کی طرف قبر مبارک تیار کرائی اور وہیں دفن ہوئے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار پر انوار آپ کے وطن موضع منگراٹواں کے حدود اور اس موضع کے شمالی حصہ میں ۲۵ درجہ ۵۵ دقیقہ

۱۷ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۳ درجہ ۳ دقیقہ ۱۲ ثانیہ مشرقی طول البلد اور بنارس اعظم گڑھ روڈ پر واقع برنڈا بازار سے راہ سے جنوب مشرق میں مینڈنگر اور کھاریا کو جانے والی پختہ سڑک پر برنڈا بازار سے ۱۳ کیلو میٹر یعنی ۳۳۹ گز کے فاصلہ پر واقع ہے منگراٹواں، اس کے محل وقوع اور ذرائع آمد و رفت کے لئے صفحہ ۳۰۳ تک ملاحظہ فرمائیں) مزار مبارک کے سامنے سے ۱۱۰ گز پچھم دائیں طرف

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۳ کا]

کے مطابق چار سروے پلاٹ شامل ہیں۔ پختہ سڑک کے کنارے پچھم کی طرف سے تین چھوٹے چھوٹے پلاٹ ۵۳۱۷، ۵۳۱۸، ۵۳۱۹ ہیں اور ان تینوں کے اتر ایک بڑا پلاٹ ۵۳۲۰ ہے۔ لیکن اب ان پلاٹوں کی درمیانی حدیں باقی نہیں ہیں اور پورا کھیت ایک پلاٹ ہے۔ سلاٹ ۱۹۲۷ کے سروے کے مطابق پلاٹ نمبر ۵۳۲۰ کے اتر عبدالصمد صاحب مرحوم کی اہلیہ بی بی عابره خاتون کے تین پلاٹ ۵۳۲۱، ۵۳۲۲، اور ۵۳۲۳ ہیں۔ ۵۳۲۱ پورب میں اور ۵۳۲۳ پچھم میں ہے۔ تینوں پلاٹوں کی درمیانی حدیں اب بھی موجود ہیں۔ پلاٹ نمبر ۵۳۲۱ اور ۵۳۲۲ کی درمیانی پیرہہ دکن میں جس مقام پلیٹ نمبر ۵۳۲۰ کی شمالی پیرہہ سے ملتی ہے اس مقام اتصال کے ٹھیک سامنے

تین کیلومیٹر کا پتھر نصب ہے، جہاں سے سکھریا ۱۹ کیلومیٹر اور تروا ۲۶ کیلومیٹر پورب ہے۔ مزار مبارک کے سامنے سے ۱۳۰ گز پورب بائیں طرف دو میل کا ٹھہرا ہے۔ تین کیلومیٹر کے سنگی نشان سے سو میٹر (۱۱۰ گز) پورب ٹرک کے وسطی حصہ سے مزار مبارک کی مسجد کی جنوبی دیوار اور اس کا دروازہ ۱۱۰ فٹ اور خاص مزار مبارک ۵۰ فٹ اتر ہے۔

جس قطعہ اراضی میں مزار مبارک واقع ہے۔ اس کے جنوبی مشرقی گوشہ میں ٹرک پر منگراؤں موضع کالس اسٹینڈ ہے۔ بس اسٹینڈ کا نشان ٹرک کے شمالی

[بقہ ماشیہ ص ۵۶۲ کا]

پلاٹ نمبر ۵۳۲۰ میں پندرہ فٹ دکن اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار مبارک ہے۔ جس قطعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار مبارک واقع ہے ۱۹۶۲ کے نئے سروے کے مطابق وہ چک ۲۲۲۷ اور ۲۲۲۸ دوسرے پلاٹ پر مشتمل ہے۔ ۲۲۲۷ کا رقبہ ۶۴۰ کڑی یعنی ۶۴ ڈسئل اور ۲۲۲۸ جو قدرے چھوٹا اور شمالی مشرقی گوشہ میں ہے۔ اس کا رقبہ ۴۲۹ کڑی یعنی ۴۳ ڈسئل ہے۔ پورے ٹکے کا مجموعی رقبہ ۱۰۶۹ کڑی یعنی ایک ایکڑ ۷ ڈسئل ہے، جو اس علاقے کے پورے دو ٹکے کے برابر ہے۔ چک کے دکن پختہ ٹرک ہے جس کا سروے پلاٹ نمبر ۲۲۲۲ ہے اور چک کے اتر اور چکم مسماۃ لبا لبا صابره خاتون کا ٹکے، جس کا نمبر ۲۲۲۰ اور رقبہ ۱۵ ایکڑ ۳۶ ڈسئل ہے۔

جس قطعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار مبارک واقع ہے وہ چک اتر میں ۳ جریب ۹۰ کڑی۔ پورب میں دو جریب ۷۰ کڑی۔ دکن میں ۲ جریب ۸۰ کڑی اور چکم

خروج ۲۲۳۴

بیک جانی صابره خانم
نوبت ۱۵۱ یکم ۲۲۳۴

بند ابان کرک

در جزیب کرک (۱۵)

خروج ۲۲۳۴

خروج ۲۲۳۴

خروج ۲۲۳۴

خروج ۲۲۳۴

خروج ۲۲۳۴



بیک امی طرقت ملازم محمد سعید خصال صاحب تیار کس ستره
رتبه ۱ ایک ایرو ۱ ڈسمل ڈیپنٹ روگیہ

بند بیک کرک

(۲ جزیب کرک)

مکتبہ مدرسہ سبھا شہید

خروج ۲۲۳۴ (۲ جزیب کرک)

در جزیب کرک (۱۵)

خروج ۲۲۳۴

بیک جانی صابره خانم

بیک کی کرک

شمال



کھیت
بند ارتاق خٹا



بند کرک



بند کرک

بند صابره خانم

خروج ۲۲۳۴

بند کرک

۱۴- مزایا با کرک اول مسجد
حضرت مولانا محمد سعید خصال صاحب
بمیلنہ: ایک ایک = ۲۲ گز یا ۲۲ فٹ

فکر انوار کش - رویت منجم اعظم کرک
تہ: میان پور - گز نظر آ رہا

کنارے کے درخت نمبر ۹ میں لگا ہوا ہے اور مزار مبارک اسی کنارے کے درخت نمبر ۶ اور ۷ کے درمیانی علاقہ کے سامنے ہے۔ بس اسٹینڈ کا سائن بورڈ ہندی میں ہے اور اُس پر لکھا ہوا ہے۔ اتر پردیش راجیہ سڑک پری وین نگیم فز اسٹاپ منگر انواں اعظم گڑھ۔ اس بس اسٹینڈ کے سامنے سے کنکر کی ایک اچھی سڑک دکھن میں گاؤں کو جاتی ہے۔ جس میں تقریباً ڈیڑھ فرلانگ (۳۳۰ گز) کے فاصلہ پر بائیں طرف ایک تالاب ہے اور تالاب کے شمالی کنارے پر پختہ سڑک کے سامنے مدرسہ ہے اور مدرسے پر پودب جو میر ہائی اسکول ہے۔ یہ دونوں ادارے اعلیٰ حضرت کے برادر عزیز مولوی محمد سعید خان صاحب وکیل ام۔ ایل۔ اے کی کوششوں سے قائم ہوئے ہیں۔ کنکر والی سڑک کے پورب مدرسہ اور پختہ سڑک کے درمیان والی پوری زمین مدرسہ اور اسکول کی ہے۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۵ کا]

میں دو جریب، اکڑی ہے۔ اس طرح پورے حلقہ کی پیمائش ۱۱ جریب، ۹ کڑی کے برابر ہے۔ فیتہ پیمائش کرنے میں اتر میں ۲۵۷ فٹ۔ پورب میں ۱۷۶ فٹ۔ دکھن میں ۲۷۴ فٹ اور پچم میں ۱۳۲ فٹ ہے۔ یعنی پورے حلقہ کی پیمائش ۸۳۹ فٹ ہے۔ عقبہ ۲۰۸۸ مربع فٹ یا ۴۵۲۳ مربع گز ہے۔

کتبہ دیال پور پر گنڈ نفا آباد میں ۱۸ اینچ کا میٹری ہاتھ تسلیم کیا جاتا ہے اور ایک ٹھ ساڑھے چار ہاتھ یعنی ۶ فٹ ۹ اینچ اور جریب کی دس کڑیوں کے برابر ہوتا ہے۔ ایک جریب میں ۱۰۰ کڑیاں ہوتی ہیں۔ ہر کڑی کی لمبائی ۸ اینچ اور پوری جریب کی لمبائی ۶۶ فٹ ۸ اینچ ہوتی ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۹ پر)

اعلیٰ حضرت قبلہ کے مزار مبارک کے سامنے سے سواد و فرلانگ (۵۴۵ گز) پچھم سے ایک دوسری سڑک بھی دکھن کی طرف گاؤں کو جاتی ہے۔ بندہ بازار کی طرف سے آنے پر گاؤں میں جانے کے پھیلے یہی سڑک ملتی ہے۔ گاؤں کے قریب اس سڑک پر عید گاہ اور قبرستان ہے۔ مدرسہ کے پاس تالاب کے سامنے دونوں سڑکوں کو ملا دیا گیا ہے۔ منگرا نواں کالس اسٹینڈ پہلے اس سڑک پر تھا۔ لیکن بعد میں پورب والی سڑک کے مقابل اتصال کے پاس منتقل کر دیا گیا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے مزار مبارک والے قطعہ اراضی کے اتر اور چھپیم دونوں طرف عبدالقصد صاحب مرحوم کی بیوہ مسماۃ بی بی عبا برہ خاتون کا چک ہے۔ جس میں دھان کی فصل ہوتی ہے اور اس چک کے اتر عکڑ تحفظ مویشیان کے مرکز کے ڈاکٹر انجارج کا مکان بنایا گیا ہے۔ بس اسٹینڈ کے پاس سے چک بندی نقشہ کے مطابق وہاں تک ایک سڑک بھی بنانی چاہئے۔ مزار مبارک والے چک کے دکھن پختہ سڑک ہے اور پورب میں چک بندی والی نئی سڑک کے بعد جناب عبدالرزاق صاحب کی کھلیان اور ان کا ٹوبہ ویل ہے۔ یہیں ایک کمرہ میں تحفظ مویشیان کا مرکز ہے۔ سڑک کے دونوں طرف چائے کی ایک ایک دکان ہے۔ جنوبی دکان کے مالک

[بقیہ حاشیہ ۵۶۸ کا]

اس علاقہ کے سروے کی اصطلاحات میں کڑی کا لفظ ایک قسم کے رقبہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس معنی میں ۲۸ کڑی کا ایک بسوہ اور ۵۶۰ کڑی کا ایک بگڑ ہوتا ہے۔ دس کڑی کا ایک ڈاسل اور ایک ہزار کڑی کا ایک ایکڑ ہوتا ہے۔

بدالدین صاحب نے عبدالرزاق صاحب کے ٹوب ویل سے کچھ پورب اپنا مکان بھی جو ایسا ہے اور وہ باہر سے آنے جانے والوں کے لئے کھانا بھی تیار کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ سڑک کے آتر کھلیان میں عبدالوافی صاحب کا چائے کی دکان ہے۔

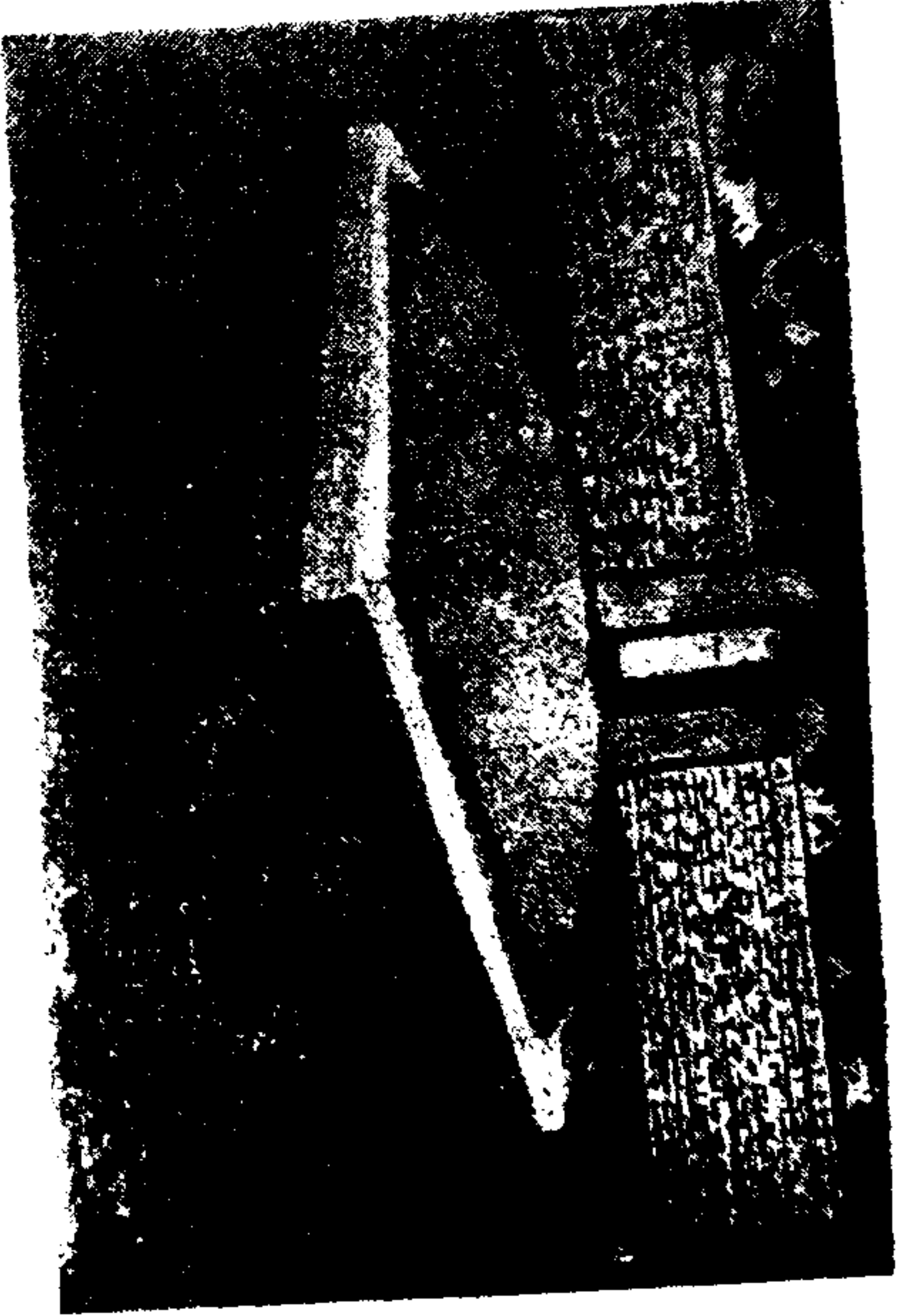
اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار مبارک چک کے شمالی مغربی گوشہ سے ۱۵۰ فٹ پورب قدرے دکھن، شمالی مشرقی گوشہ سے ۵۰ فٹ پچم قدرے دکھن جنوبی مشرقی گوشہ سے ۷۰ فٹ شمال مغرب کی طرف چک کی شمالی میڑھ سے پندرہ فٹ دکھن اور سڑک کے کنارے جنوبی میڑھ سے ۳۰ فٹ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ چونکہ مزار شریف دھان کے کھیت میں ہے جو قدیم نشیب ہے۔ اس لئے مزار مبارک کے چاروں طرف تقریباً ڈھائی فٹ زمین چھوڑ کر ۱/۲ فٹ کی گہرائی سے دس اونچ موٹی ایک پختہ دیوار بنائی گئی ہے۔ تاکہ برسوں میں کھیت کے پانی سے مزار شریف کو نقصان نہ پہنچے۔ سیمنٹ اور بالو پر تیار کی گئی اس پختہ دیوار کی بیرونی حد ۱۶ فٹ لمبی اور ۱۲ فٹ چوڑی ہے اور پورا حلقہ ۵۸ فٹ ہے۔ اس پختہ حفاظتی دیوار کے اندر اب مزار شریف کا خام حصہ ۴۴ فٹ دس اونچ لمبا اور دس اونچ اونچ چوڑا ہے اور اس کا رقبہ تقریباً ۱۶۱ مربع فٹ ہے۔ یہی ہے ترست تھلا اور کیا سے سکی تاریخ نکلتی ہے۔

مزار پر انوار کو تقریباً دو سو مربع گز کے ایک احاطہ میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔

آتر میں ۴۴ فٹ پورب میں ۲۱ فٹ۔ دکھن میں دس فٹ پورب پچم میں ۱۵ فٹ زمین چھوڑ کر احاطہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس احاطہ کی شمالی دیوار چک کی شمالی میڑھ پر سے گزرتی ہے۔

۱۰ قطعہ تاریخ از مرزا نسیب محمد زکی الحق صاحب بہار نشیلا کالج۔ طبع ۱۹۴۲ء مطبعہ روزانہ صداعلم لاہور

۲۱۔ مزار پُرانا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب مگر انوار شریف ضلع مظفر آباد



Marfat.com

Marfat.com

احاطہ کی یہ ۶ فٹ اونچی اور اپنی موٹی پختہ دیوار مٹی کے گارے پر تیار کی گئی ہے۔ اس دیوار کو اندر اور باہر دونوں طرف سے سمٹٹ بالو سے پلاسٹر کر دیا جائے گا۔ احاطہ اندر سے اتر میں ۴۸ فٹ ۵ اینچ، پورب میں ۴۴ فٹ ۳ اینچ، دکھن میں ۴۲ فٹ ۹ اینچ اور پچھم میں ۴۴ فٹ ۳ اینچ ہے۔ دس اینچ موٹی دیوار کو شامل کر کے باہر سے احاطہ کی اوسط لمبائی ۴۶ فٹ ۳ اینچ اور اوسط چوڑائی ۴۰ فٹ ایک اینچ ہے۔ اس کا اندرونی رقبہ ۱۷۸ مربع فٹ یا ۱۹۹ مربع گز ہے۔ مزار شریف کے احاطہ میں جانے کا راستہ اس کا جنوبی دیوار میں مشرقی گوشہ کے قریب ہے۔ مزار شریف کے احاطہ کی مغربی دیوار قطارِ ارضی کے شمالی مغربی گوشہ سے ۱۳۲ فٹ ۷ اینچ اور مشرقی دیوار شمالی مشرقی گوشہ سے ۷۴ فٹ چار اینچ کے فاصلہ پر ہے۔ احاطہ کے اندر گل بھول لگائے جائیں گے اور کوئی چھوٹا سایہ دار درخت بھی لگانے کا تجویز ہے۔

مزارِ پُرانوار کے احاطہ سے متصل دکھن جنوبی دیوار سے ملحق ۴۲ فٹ ۵ اینچ لمبے اور ۳۰ فٹ چوڑی مسجد کا احاطہ ہے۔ اس احاطہ میں پچھم کی طرف ۲۸ فٹ ۵ اینچ لمبی اور ۵ فٹ چوڑے حصہ یعنی ۴۳ مربع فٹ یا ۴۸ مربع گز کے رقبہ پر فوری اور وقتی طور پر ایک چھپر ڈال دیا گیا ہے۔ تاکہ منوسلین اور دوسرے نمازیوں کو دھوپ، گرمی اور بارش سے تکلیف نہ ہو۔ مسجد کا دروازہ اس احاطہ کی جنوبی دیوار میں مشرقی گوشہ کے پاس ہے اور اسی گوشہ میں پائپ لگا دیا گیا ہے۔ مزار شریف کے احاطہ میں جانے کا راستہ مسجد کے احاطہ کے اندر ہو کر دکھایا گیا ہے۔

اتوار یکم فروری ۱۹۷۶ء کو مزار شریف کے پاس ہگز کی گہرائی سے ایک پختہ حفاظتی دیوار بنانے کا فیصلہ لیا گیا اور نماز ظہر کے بعد اس حفاظتی دیوار کی بنیاد کی کھودائی کا کام شروع ہوا۔ بولوی محمد مسعود خان صاحب کلیل کے مشورے پر اس کی گہرائی ساڑھے چھ فٹ کر دی گئی۔ سوموار ۲ فروری کو دن بھر کھودائی کا کام ہوتا رہا۔ منگل ۳ فروری ۱۹۷۶ء کو دس بجکر ۳۵ منٹ پر مرشدزادہ جناب محمد عسک الدین صاحب محترم نے اس پختہ حفاظتی دیوار کی خشت بنیاد رکھا اور تیزی میں کام شروع ہوا۔ مزدوروں کے علاوہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے غلاموں نے عاشقانہ اور دلہانہ انداز سے کام شروع کر دیا۔ بدھ ۴ فروری کو احاطہ کی تعمیر شروع ہوئی۔ سب سے پہلے اتر کی پھر پچھم کی دیوار بنائی گئی۔ جمعرات ۵ فروری کو حفاظتی دیوار کو مکمل کر لیا گیا اور اس کی بنیاد کے پاس خالی جگہوں کو بڑی احتیاط سے مٹی سے بھر دیا گیا۔ ہلکی بارش ہوئی، باران رحمت کا نزول ہوا۔ اسی روز احاطہ کی مشرقی دیوار کا کام شروع ہوا۔ جمعہ ۶ فروری کو مشرقی دیوار کو مکمل کیا گیا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے انتقال کے ایک ہفتہ یعنی ۷۸ گھنٹے بعد جمعہ ۵ صفر المنظر ۱۳۹۶ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۷۶ء کو ٹھیک چار بجے شام میں محترم مقام مرشدزادہ جناب محمد عسک الدین خاں صاحب نے مسجد کی مغربی دیوار کے لئے تین کڈال مٹی کھودا، تین کڈال بابو محمد سرالاحی خاں صاحب اور پھر دو سو تالیقین نے۔ کعبہ شریف کا رخ بنلانے والے ایک عربی قطب نما کی مدد سے کعبہ شریف سے اادرہ کے زاویہ پر مسجد کی بنیاد تیار کی گئی اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے جسد اطہر کا تدفین کے ٹھیک

۱۲۴ گھنٹے بعد جمعہ کو ۵ بجکر ۳۵ منٹ پر جناب مرشدزادہ صاحب نے مسجد کی بنیاد کی پانچ اینٹیں رکھیں۔ رات میں چند ذمہ دار حضرات نے شمالی قطب کا مدد سے بھی مسجد کے ٹیخ کو اچھی طرح جانچ لیا۔

سینچر ۶ فروری کو مسجد کی مغربی دیوار کا بڑا حصہ تیار ہو گیا اور پھر مزاحمت کے احاطہ کی جنوبی اور مسجد اور اس کے احاطہ کی شمالی دیوار کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اسی دیوار میں مزار شریف کے احاطہ میں دروازہ بنا کر اڑ لگایا گیا۔ اعلیٰ حضرت کا یہ ناچیز اور کمترین غلام نمازت کی پابندی کے باعث اتوار ۸ فروری کو دس بجے جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب، جناب حبیب الدین صاحب، میسوی۔ جناب حاجی محمد عیسیٰ صاحب، حمید پور اور حاجی محمد منیر صاحب، فیح گنج کے ساتھ بادیدہ گریاں منکر الوداع سے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب جناب مرشدزادہ صاحب محترم کے پاس پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

جناب مرشدزادہ صاحب محترم نے مزید تین

دنوں قیام فرمایا۔ مسجد اور اس کے احاطہ کی مشرقی اور جنوبی دیوار کو مکمل کر لیا۔ جنوبی دیوار میں دروازہ اور جنوبی مشرقی گوشہ میں پائپ لگوا یا۔ منگل ۱۰ فروری کو مسجد پر پھر طہال دیا گیا۔ اور نماز ظہر اس چھپر کے نیچے ادا کر کے غلی گڑھ روانہ ہوئے۔ ۱۲ فروری کی صبح کو وہاں پہنچے ۱۲ فروری کو غلی گڑھ سے اس ناچیز غلام کے نام خط روانہ کیا اور منگراؤں شریف سے اپنی روانگی کے تین دنوں قبل کے حالات سے مطلع فرمایا۔



منار اڈاں میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے جسد اطہر کی تدفین کے
 بعد اراضی میں جہاں مزار شریف واقع ہے۔ پہلی بار مغرب کی نماز باجماعت
 پیر ۱۳ جنوری ۱۹۷۶ء کو ہوئی تھی۔ دربار عالی میں متوسلین کی آمد کے بعد تو ادریکم
 فروری ۱۹۷۶ء کو مزار شریف سے کچھ دگھن جہاں اب مسجد کا بیرونی صحن ہے۔ ظہر
 کے وقت سے نماز باجماعت کا آغاز ہوا عصر کے وقت نماز پڑھنے کی جگہ کھیت
 کو کچھ سموار کر لیا گیا۔ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں جناب مرشد زادہ صاحب محترم کی امامت
 میں ہونے لگیں۔ اس میں تمام متوسلین حاضر رہتے تھے۔ مرشد زادہ جناب محمد عبدالرزاق
 خان محترم اور بابو محمد اسرار الحق خان صاحب نماز مغرب کے اعظم گڑھ چلے جاتے تھے
 اور صبح میں چاشت کے قبل آجاتے تھے۔ شدید سردی اور دو روزہ ہواؤں پر رونے
 کے باوجود بھی کچھ عاشقان جان بازنے راتوں کو بھی اس حجت آباد میں قیام کیا
 عشاء اور فجر کی نمازیں باجماعت پڑھیں اور ذکر و فکر کا جو سلسلہ اس عاشقِ صلا
 کی ابدی آرامگاہ کے پاس یکم فروری کو شروع ہوا تھا اسے جاری رکھا۔ قاضی چک لہج
 گنج اورنگ آباد کے جناب حاجی ولی محمد صاحب جو یکم فروری کو وہے دن میں منگراؤں
 پہنچے تھے اور وہاں سے ۳ فروری کو مکان واپس ہوئے۔ بارہ دنوں کے قیام کے دوران
 ۶ فروری کو نماز جمعہ کے سوا دن رات اپنے آقا کے دربار عالی میں حاضر رہے ان کا
 بھی وہی تہیجا جاتا رہا۔

مزار شریف والے قطعہ اراضی سے متصل یو بی جناب عبدالرزاق صاحب
 کھلیان اور ان کا ٹوب ویل ہے۔ منگل ۱۰ فروری کو دربار کی مسجد میں مل گئے۔
 قبل پانی کی ساری ضروریات ان کے ٹوب ویل سے پوری ہوتی رہی۔ اس سلسلے میں